وانه لذکر لک ولقومک وسوف تسئلون

ان فی هٰذا لبلٰغا لقوم عٰبدین

وما ارسلنٰک الا

رحمة للعٰلمین

جلد اوّل

سیرة النبی الامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

از

قاضی محمد سلیمان صاحب سلمان منصورپوری

ریاست پٹیالہ

سنہ ۱۹۱۶ء

بار دوم

مطبوعہ روز بازار اسٹیم پریس امرتسر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین، وسلام علی المرسلین والصلوٰۃ والسلام علی عبدہ ورسولہ محمدن المصطفیٰ امام الانبیاء وخاتم النبیین وعلی اٰلہ واصحابہ الطیبین الطاہرین رضوان اللہ علیہم اجمعین

امابعد۔ سالہا سال سے میری یہ آرزو رہی ہے کہ حضرت سید ولد آدم محمدن النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ پر تین کتابیں لکھ سکوں،

مختصر،

متوسط،

مطول،

۱۸۹۹ء میں مختصر کتاب لکھکر شائع کر چکا ہوں، اس کا نام مہر نبوۃ ہے،
متوسط کتاب کا نام رحمۃ للعالمین تجویز کیا گیا ہے، یہ کتاب تین جلدوں میں ختم ہوگی، یہ پہلی جلد ہے جسے ناظرین مطالعہ فرما رہے ہیں، اس کے بعد دوسری اور تیسری جلد بھی انشاء اللہ جلد شائع ہوں گی، ان کے بعد پھر سیرت نبوی پر تیسری کتاب پورے شرح وبسط سے لکھی جائے گی، (انشاء اللہ تعالیٰ)

میں جانتا ہوں کہ میری یہ کتاب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد و محاسن کا اظہار اسی قدر کر سکتی ہے، جس قدر کہ ذرّہ بمقدار آفتاب عالمتاب کے انوار کو آشکارا کر سکتا ہے؛ تاہم میں اِس کتاب کے پیش کرنے کی جرأت صرف اِس لئے کرتا ہوں کہ شاید کسی ایک انسان ہی کو اس کے مضامین سے فائدہ پہونچ سکے، مضامین کتاب کی نسبت اس قدر عرض کر دینا ضروری ہے، کہ میں نے صحیح روایات ہی کے اندراج کرنے میں پوری کوشش وسعی کی ہے؛ اللہ تبارک وتعالیٰ سے بہ تضرع والتجا یہ دعا ہے؛ کہ وہ میری اِس ناچیز محنت وعمل کو قبول فرما کر اس کا ثواب میرے والد ماجد حاجی مولوی، قاضی احمد شاہ مرحوم (المتوفی ۲۸ محرم ۱۳۲۵ ہجری) کے نامۂ اعمال میں ثبت فرمائے؛ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم؛

المذنب

راجی شفاعت وغفران

قاضی محمد سلیمان عفی اللہ عنہ

(سپیشل مجسٹریٹ درجۂ اول) متوطن منصورپور، علاقہ ریاست پٹیالہ؛

جمادی الاولیٰ ۱۳۳۰ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد[1] للہ الذی لم یتخذ ولدا ولم یکن لہ شریک فی الملک ولم یکن لہ ولی من الذل وکبرہ تکبیرا۔ فللہ الحمد رب السموات ورب الارض رب العالمین۔ ولہ الکبریاء فی السموات والارض و ھو العزیز الحکیم۔ واشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ کلمۃ قامت بھا الارض والسموات وخلقت لاجلھا جمیع الموجودات وبھا ارسل اللہ رسلہ وانزل کتبہ وشرع شرائعہ ولاجلھا نصبت الموازین ووضعت الدواوین واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ۔ الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ والانجیل یامرھم بالمعروف وینھٰھم عن المنکر ویحل لھم الطیبات ویحرم علیھم الخبائث ویضع عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم۔ ارسلہ اللہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ۔ شاھدا علی الخلائق اجمعین ونذیرا مبینا ورحمۃ للعالمین ومبشرا للمومنین بان لھم من اللہ فضلا کبیرا۔ فصلی اللہ تعالی علی نبیہ امینہ علی وحیہ وخیرتہ من خلقہ سید المرسلین وخاتم النبیین امام الخیر وقائد الخیر ورسول الرحمۃ۔ المبعوث بالدین القویم والمنہج

[1] دیباچہ طبع دوم۔

المستقیم وعلی السابقین الاولین من المہاجرین والانصار والذین اتبعوہم باحسان رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

اہدی الیہ المنا متواترا ۔ دار الصلوٰۃ الزہر الغراء

والی معاشر صحبہ العالین ۔ والآل الکرام السادۃ الکبراء

ما اہتزت الارواح من نفس الصبا ۔ وتنفس الارواح بالاضواء

امابعد۔ کتاب رحمۃ للعالمین کی یہ جلد اول ہے۔ جو ۱۹۱۲ء کے بعد اب مکرر چھپوائی گئی ہے۔ یوم اشاعت سے اس کتاب کو محدثین ومورخین ادبا، وفضلا، نے جس محبت اور عزت سے دیکھا۔ اور جس کثرت سے اس کے مضامین کو کتابوں۔ رسالوں۔ اور مضامین میں نقل کیا گیا۔ اور جس شغف سے طالب علموں۔ واعظوں۔ اور خطیبوں نے اس پر توجہ کی۔ اور اقصائے ملک تک جس طرح اسکی اشاعت ہوئی۔ صلحاء امت نے جس تواتر کے ساتھ اپنی اپنی رائے کا اظہار فرمایا۔ میں اس کے لئے اپنے مالک حکیم العلیم کے افضال عظیمہ ونعم متکاثرہ کا نہائت درنہائت شکر گزار ہوں۔ جامع اوراق کو اس امر کا وہم و گمان بھی نہ تھا۔ کہ یہ ناچیز محنت اس طرح پر قبول کیجاوے گی۔ وربک یخلق مایشاء ویختار ما کان لہم الخیرۃ سبحان اللہ وتعالیٰ عما یشرکون۔ وربک یعلم ما تکن صدورہم ومایعلنون۔ وھو اللہ لا الہ الا ھو۔ لہ الحمد فی الاولیٰ والاخرۃ ولہ الحکم والیہ ترجعون۔

طبع دوم میں چند در چند معلومات کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ اب دعا ہے کہ رب العالمین بقیہ کتاب کے بھی جلد شائع ہونے کی توفیق رفیق فرمائے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

۱۱ محرم الحرام ۱۳۳۵ھ

محمد سلیمان کان اللہ لہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
مقدمہ		آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلیمی معجزہ،	۱۳
مسیح سے دو ہزار سال پہلے حضرت ابراہیمؑ کی پیدائش،	۱	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے مشہور واقعات کے	
حضرت ابراہیمؑ کا مصر جانا،	۱	ضروری اور شاندار نتائج،	۱۴ و ۱۵
ہاجرہ شاہزادی مصر سے حضرت ابراہیمؑ کا نکاح،	۲	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک مشہور انبیاء کی	
توراۃ سے حضرت اسمٰعیلؑ و حضرت اسحٰقؑ کی مساوات (حاشیہ)	۲	صفات کی جامع تھی،	۱۶ و ۱۷
حضرت ابراہیمؑ نے اپنے فرزندان اسماعیلؑ و اسحٰقؑ پر		اسم پاک محمدؐ کے لغوی معنی (حاشیہ)،	۱۹
شام و عرب کو تقسیم کیا،	۳	حضرت ابراہیمؑ قوموں کے باپ ہیں،	۱۹
بنی اسمٰعیل اور بنی اسرائیل کے تعاون و ہمدردی کے نمونے	۳	بی بی ہاجرہ کا تقرب الٰہی،	۲۰
حضرت اسمٰعیلؑ کے بارہ بیٹے،	۴	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ننھیال، و ددھیال،	۲۰
مکہ کی عجیب باتیں، (حاشیہ)،	۴	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ پیدائش،	۲۰ و ۲۱
حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹے۔ جو چار ازواج سے تھے،	۴	سمت اور مسیحی تاریخوں میں تاریخی غلطیاں (حاشیہ)	۲۱
فرزندان ابراہیم کا بحر ہند و بحر احمر پر غلبہ،	۵	یسعیاہ کی بشارت،	۲۱
قصی کا ذکر، اور اسکی اصلاحات،	۵	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایام رضاعت (بچوں کی تربیت	
آنحضرتؐ کے اجداد،	۶	میں آب و ہوا کا لحاظ رکھنا)،	۲۲
جزیرہ نمائے عرب،	۶	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ مکرمہ کا انتقال،	۲۲
قبل نبوت عرب پر مختلف سلطنتوں کا تسلط،	۶	ابو طالب کی تربیت،	۲۲
قبل نبوت باشندگان عرب کی حالت،	۷	بحیرہ راہب کی ملاقات پر تنقید،	۲۲ و ۲۳
قبل نبوت عرب کے مذاہب،	۸	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تجارت پر متوجہ ہونا،	۲۳
دنیا کے نقشہ پر عرب کا محل وقوع،	۹	تجارت کے لئے سفر، اس کا نتیجہ،	۲۳
ہدایت عامہ کیلئے عرب کو مرکز قرار دینے کی وجہ،	۹ و ۱۰	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح،	۲۴
آنحضرتؐ کے کام،	۱۰	قیام امن و نگرانی حقوق عامہ کے لئے ایک انجمن،	۲۴
اسلام کے نمونے اور مختلف طبقات انسانی پر تعلیم	۱۱ و ۱۲	انگلستان میں ناٹ ہڈ کا آرڈر اس انجمن کے بعد ہوا تھا (حاشیہ)	۲۵
اسلام کی تاثیریں،	۱۲ و ۱۳	آنحضرتؐ کو ملک کیجانب سے امین وصادق کا لقب ملنا،	۲۵

دختران انصار کے اشعار بہ خیر مقدم؛	٩٤	قریش کا تیسرا حملہ یا غزوۃ السویق؛	١١٠
یسعیاہ نبی کی پیشگوئی۔ (حاشیہ)؛	٩٤	قریش کا چوتھا حملہ؛ یا جنگ اُحد؛	١١٠
انصار کی نصرت اسلام؛	٩٥ و ٩٦	فاطمہ زہرا۔ عائشہ طیبہ کی خدمات جنگ اُحد میں؛	١١١
کتاب یسعیاہ میں ہجرت کا ذکر (حاشیہ)؛	٩٥	جنگ احد کے نقصانات؛	١١١
مکہ اور مدینہ کے حالات کا مقابلہ؛	٩٦	عورت کے دل میں شوہر کا درجہ؛	١١٢
کتاب توراۃ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی؛	٩٦	مائی صفیہ کا استقلال؛	١١٢
یہود مدینہ نبی موعود کے منتظر تھے؛	٩٧	انس بن نضر کی صداقت و شہادت؛	١١٢
عیسائیان مدینہ نبی موعود کے منتظر تھے؛	٩٧	سعد بن ربیع کا پیغام بجانب اہل اسلام؛	١١٣
اصول عیسویت پر ڈاکٹر ڈریپر کی رائے (حاشیہ)	٩٨	عمارہ بن زیاد کی جان نثاری؛	١١٣
ابن سلول؛	٩٨	ابو دجانہ۔ حنظلہ۔ علی مرتضیٰ؛ طلحہ کی شجاعت و مردانگی؛	١١٣
باب		ایک عورت کی قوت ایمانی؛	١١٣
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے استحکام امن کے لئے		رحمۃ للعالمین کی درگزر و معافی؛ ظالموں کے لئے دعاء؛	١١٣
بین الاقوامی معاہدے کئے؛	٩٩ تا ١٠١	قریش کی چوتھی سازش۔ واعظان اسلام کا قتل؛	١١٤
مسلمانوں کے خلاف قریش کی سازش؛	١٠٢	خبیب اور زید کی گرفتاری؛	١١٤
" " دوسری سازش؛	١٠٣	مسلمان کا کام غدر کرنا نہیں؛	١١٤
قریش کا حملہ مسلمانوں پر؛	١٠٣	جان اور محبت رسول کا موازنہ؛	١١٥
قریش کی اور سازش؛	١٠٣	خبیب کا صلیب پر لٹکایا جانا۔ اُن کے اشعار؛	١١٦ و ١١٧
آنحضرت کا صحابہ سے مشورہ؛	١٠٣	ایک اور سازش اور معلمین اسلام کا قتل؛	١١٧
حکم جہاد کی ضرورت؛	١٠٤	قریش کا پانچواں حملہ۔ عہد شکنی۔ یا فتح مکہ؛	١١٨
جہاد کا پہلا حکم (قرآن مجید)؛	١٠٥	عمرو بن سالم الخزاعی کے اشعار؛	١١٩
حکم بالا میں وجوہات سہ گانہ؛	١٠٥ و ١٠٦	لشکر اسلام کی تعداد؛	١١٩
قریش کا دوسرا حملہ یا جنگ بدر؛	١٠٦	اس تعداد پر غزل الغزلات کی پیشگوئی (حاشیہ)	١١٩ و ١٢٠
جنگ بدر کی پیشگوئی یسعیاہ نبی کی کتاب میں؛	١٠٧	ابو سفیان بن الحارث؛ عبداللہ بن امیہ کا اسلام؛	١٢٠
قریش کی تیسری سازش نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل پر		نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معہ فوج مکہ پہنچ جانا۔ ملاکی	
ایک دشمن کی مأموری۔ اُس کا اسلام۔	١٠٨ و ١٠٩	نبی کی کتاب کی پیشگوئی؛	١٢١ و ١٢٢

فتح کے لئے ہدایات اور احکام رحم؛	۱۲۲
مکہ میں آنحضرت کا داخلہ؛	۱۲۳
ہبل کا بیت اللہ سے نکالا جانا؛	۱۲۳
کعبہ میں آئندہ بت نہ رکھے جانے کی پیشگوئی؛	۱۲۳
عثمان بن ابی طلحہ پر ایک پیشگوئی کا ظہور؛	۱۲۳
دشمنان جانی و ایمانی سے نبی صلعم کا سلوک؛	۱۲۴ اور ۱۲۵
حضور کی تقریر	
اسلام لانے والوں سے بیعت؛ بیعت کی شرائط؛	۱۲۵
فضالہ کا بارادۂ قتل نبیؐ آنا؛ اور مسلمان ہونا؛	۱۲۶
کشتنی و گردن زدنی لوگوں کو معافی؛	۱۲۷
مہاجرین کے گھروں کا قریش سے واپس نہ دلایا جانا؛	۱۲۸
حضرت یوسف اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سے مماثلت	
سورہ یوسف مکی کی احوال نبیؐ سے مطابقت؛	۱۲۸ و ۱۲۹
فتح مکہ کے نتائج؛ کثرت مسلمین؛	۱۳۰
اصحاب فیل کا ذکر؛ ایک فرنچ پروفیسر اور جاہلی شاعر کی تحقیقات۔ (حاشیہ)؛	۱۳۰
عبد مناف اور ابرہہ کی گفتگو؛	۱۳۱
ہوازن؛ ثقیف کے حملے کی مدافعت؛ یا جنگ حنین؛	۱۳۲
غنیمت جنگ؛	۱۳۴
جنگ حنین اور یرمیاہ نبی کی پیشگوئی۔ (حاشیہ)	۱۳۴
قیدیوں کی رہائی؛ بے نظیر فیاضی؛	۱۳۵
دختر دایہ کی عزت؛	۱۳۵
مخلصین کے اخلاص کے نمونے؛	۱۳۵
یہود کی شرارتیں؛ عہد شکنی اور حملے؛	۱۳۶

یہود کی پہلی شرارت بوجہ قتل؛ اخراج بنو قینقاع؛	۱۳۶
یہود کی دوسری شرارت؛ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش یا جلاء بنو نضیر؛	۱۳۴
جلاء بنو نضیر پر یسعیاہ نبی کی پیشگوئی؛	۱۳۵
یہود کی تیسری سازش؛ عام بغاوت؛ یا جنگ احزاب	۱۳۵
ابن داحہ کے اشعار کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا؛	۱۳۶
بنو قریظہ یہودیان مدینہ کی بغاوت؛	۱۳۶
ابن وُد کا علی مرتضیٰ کے ہاتھ سے قتل ہونا؛	۱۳۷
بنو قریظہ کا انجام؛	۱۳۸
بنو قریظہ کے افراد پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رحم؛	۱۳۹
وید اور توراۃ کا سلوک دشمنوں سے (حاشیہ)	۱۳۸
ایک عیسائی سردار سے جنگ؛	۱۳۹
داعی اسلام کا انتقام؛ یا جنگ موتہ؛	۱۳۹
جیش عسرت یا سفر تبوک؛	۱۴۰
صحابہ کی جانب سے چندے؛	۱۴۱
سفر تبوک کے مصائب؛	۱۴۵
علی مرتضیٰ کی منقبت؛	۱۴۵
تبوک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وعظ؛	۱۴۶ تا ۱۴۹
مکاشفات یوحنا اور تبوک (حاشیہ)؛	۱۴۶
عبداللہ ذوالبجادین کا اسلام۔ جہاد۔ موت؛	۱۴۹ تا ۱۵۱
واپسی از تبوک؛	۱۵۱
منافقین کی جھوٹی معذرتیں؛	۱۵۱
تین مخلصین کا ابتلاء؛	۱۵۱
مخلص کی کہانی اپنی زبانی؛ یا سخت آزمائش؛	۱۵۲ تا ۱۵۶
سلع کی تحقیق (حاشیہ)؛	۱۵۵

جنگ اور اسلام؛	۱۵۶ تا ۱۵۷	شرائع اسلام پر عمل کرانیکی بابت آنحضرتؐ کی تدبیر (حاشیہ)	۱۸۲
اسیران جنگ اور اسلام؛	۱۵۷ تا ۱۶۰	سود حرام ہے؛	۱۸۲
باب مختلف مذاہب اور مختلف ممالک میں		شراب کا استعمال حرام ہے؛	۱۸۳
دعوت اسلام؛	۱۶۰ تا ۱۶۴	وفد کی تدبیر قوم کو دعوت اسلام کے لیے؛	۱۸۴
نبوت محمدیہ تمام عالم کے لئے؛	۱۶۰ تا ۱۶۲	وفد عبد القیس؛	۱۸۵
بادشاہ حبش کے نام فرمان نبویؐ؛	۱۶۳	عمل کرنے کی چار چیزیں؛ اور بچے رہنے کی چار چیزیں؛	۱۸۶
بادشاہ حبش کا عریضہ؛ اور اظہار اسلام؛	۱۶۴ و ۱۶۵	وفد بنی حنیفہ؛	۱۸۷
شاہ بحرین کے نام فرمان؛	۱۶۲	مسیلمہ کذاب اور اُس کا انجام؛	۱۸۷ و ۱۸۸
ملک عمان کے نام فرمان اور اُس کا اسلام؛	۱۶۵ تا ۱۶۹	وفد طے؛	۱۸۸
حاکم دمشق کے نام دعوت؛	۱۶۹	وفد اشعریین؛	۱۸۹
حاکم یمامہ کو دعوت؛	۱۶۹	وفد ازد؛	۱۸۹
شاہ اسکندریہ و مصر کو دعوت اسلام؛	۱۶۹ تا ۱۷۱	ایمان کی حقیقت اور بیس باتیں؛	۱۸۹ و ۱۹۰
شہنشاہ قسطنطنیہ کے نام دعوت؛ اُسکی تحقیقات؛	۱۷۱ تا ۱۷۳	وفد دوس؛	۱۷۷
شہنشاہ ایران کے نام فرمان؛ اُسکا طغیان اور انجام	۱۷۳ تا ۱۷۵	دعوت اسلام کرنیوالوں کے لئے ضروری ہدایات؛	۱۷۸
چند والیان ملک کا اسلام؛	۱۷۵ تا ۱۷۶	فروہ بن عمرو الجذامی کے سفیر؛	۱۹۰
باب - وفود کا آنا؛	۱۷۶ تا ۲۱۱	فروہ کا اسلام؛ اسلام کے لئے پھانسی پانا؛	۱۹۰
وفد ثقیف؛	۱۷۹	وفد ہمدان؛	۱۹۱
عرب میں کثرت زوجات کا رواج؛ اسلام نے		وفد طارق؛	۱۹۱
اُس میں اصلاح کی (حاشیہ)؛	۱۷۹	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم توحید میں کوشش اور خوش معاملگی؛	۱۹۲
طلاق کا رواج عرب میں؛ اسلام نے طلاق کے روکنے میں		وفد تجیب؛	۱۹۳
جو تدابیر کی ہیں (حاشیہ)؛	۱۸۰	مومن اشاعت تعلیم حقہ کے لئے بیتاب ہوتے ہیں؛	۱۹۳
یورپ اور اسلامی ممالک کا طلاق میں موازنہ (حاشیہ)	۱۸۰	التماس دعا؛	۱۹۴
کافر مہمانوں کا اکرام؛	۱۸۰	وفد بنی سعد؛	۱۹۴
جس دین میں نماز نہیں اُس میں کوئی خوبی نہیں؛	۱۸۲	آدمی اسلام لاتے ہی مسلمان ہوجاتا ہے؛	۱۹۴
زنا حرام ہے؛	۱۸۲	وفد بنو اسد؛	۱۹۵

اسلام کا قبول کرنا خدا ورسول پر احسان نہیں، بلکہ		وفد بنی فزارہ؛	۲۰۱
خدا کا بندہ پر احسان ہے؟	۱۹۵	خدا کسی کی شفاعت نہیں کرتا؛	۲۰۱
جانوروں کی بولیوں سے فال لینا؛	۱۹۵	دعا استسقاء؛	۲۰۱
وفد بہرا؛	۱۹۶	وفد سلامان؛	۲۰۲
مہماں نوازی، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی برکت؛	۱۹۶	اعمال میں افضل چیز کیا ہے؟	۲۰۲
وفد عذرہ؛	۱۹۶	ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا؛	۲۰۲
اہل قرابت کی عزت افزائی؛	۱۹۶	وفد نجران؛	۲۰۲
کاہنوں سے سوال نہ کیا کرو؛	۱۹۷	نبی اسمٰعیل کی نبوت کے حوالے بائیبل میں (حاشیہ)؛	۲۰۲
وفد خولان؛	۱۹۷	حضرت عیسیٰ مسیح کی شخصیت پر قرآن؛	۲۰۴
زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اجر وثواب؛	۱۹۷	مباہلہ؛	۲۰۵
عہد بت پرستی کی ایک حکایت زبانی وفد؛	۱۹۷	مباہلہ کب اور کن مسائل میں ضرورت ہے (حاشیہ)	۲۰۵
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا نمونہ؛	۱۹۸	عیسائی رعایا کے حقوق اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان؛	۲۰۶
وفد محارب؛	۱۹۸	ایک پادری کا اسلام؛	۲۰۷
مہمانوں کی خدمت کے لئے کسی معتمد کا تقرر؛	۱۹۸	ایک راہب کا شوق تحقیقات اسلام؛	۲۰۸
اسلام پہلے کے سب گناہوں کو مٹا دیتا ہے؛	۱۹۸	مسجد نبویؐ کے اندر عیسائی نماز کی اجازت؛	۲۰۸
وفد صداء؛	۱۹۸ و	حضرت ابراہیم کی بابت قرآن نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور	۲۰۸ و
بے خبروں کو اسلام سیکھنے کی بہت ضرورت ہے؛	۱۹۸	مسلمانوں کا حضرت ابراہیم سے قریب تر ہونا؛	۲۰۹
وفد غسان؛	۱۹۹	نبی خدا خلقت کو کیسی تعلیم دیکھتا ہے کبھی نہیں؛	۲۰۹ و ۲۱۰
وفد بنو الحارث؛	۱۹۹	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا فرمان پادریوں کے حقوق پر؛	۲۱۰
مغلوب نہ ہونے کی باتیں؛	۱۹۹	جزیہ۔ (حاشیہ)؛	۲۱۱
وفد بنی عیش؛	۱۹۹	باب۔ مدینہ میں دس سال کے اہم واقعات؛	۲۱۳ تا ۲۷۵
مسلمانوں پر ہجرت کا کرنا ضروری ہے یا نہیں؛	۲۰۰	تعمیر مسجد نبویؐ؛	۲۱۴
وفد غامد؛	۲۰۰	مسجد نبویؐ میں ترمیمات پر نوٹ؛ (حاشیہ)	۲۱۵
آنحضرت شرائع اسلام کو لکھوا دیتے تھے؛	۲۰۱	امام یہود عبد اللہ بن سلام کا اسلام؛	۲۱۵ و ۲۱۶
وفد نجع؛	۲۱۱	امام عیسائیاں صرمہ بن ابی انس کا اسلام؛	۲۱۶
چند خوابوں کی تعبیریں؛	۲۱۱ و		

مضمون	صفحہ
نماز میں دو رکعتوں کا اضافہ؛	۲۱۶
نماز کی فلاسفی؛	۲۱۶ و ۲۱۸
اخوت عامہ (مواخات)؛	۲۱۸ تا ۲۲۰
اذان۔ اور اسکی فلاسفی؛	۲۲۰ و ۲۲۱
سلمان رضؓ پارسی کا اسلام؛	۲۲۱
تحویل قبلہ؛	۲۲۱
اہل کتاب سے موافقت فرمانے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ؛	۲۲۱
کعبہ کو قبلہ نماز قرار دینے کی بابت وجوہ مبینہ قرآن؛	۲۲۲ و ۲۲۳
یسعیاہ نبی کی کتاب سے قبلہ کا ثبوت؛	۲۲۴
مجی نبی؛۔ اور مکاشفات یوحنا کا حوالہ؛	۲۲۵
نیا یروشلم؛ نیا نام؛	۲۲۵
عربی؛۔ اردو؛۔ انگریزی؛۔ زبور سے مسجد بکہ کا ثبوت	۲۲۶ تا ۲۳۰
زکوٰۃ؛	۲۳۰
یورپ کے مختلف فرقوں کا ذکر؛	۲۳۰
فرضیت زکوٰۃ کے مقاصد۔	۲۳۱
مصارف زکوٰۃ؛	۲۳۲
آزادی غلامان کی بحث؛	۲۳۳ و ۲۳۴
رمضان؛	۲۳۵
فرضیت صوم کے فوائد؛	۲۳۵ و ۲۳۶
رمضان کے لئے قمری مہینہ کیوں پسند کیا گیا؛	۲۳۶
ولادت امام حسنؓ؛	۲۳۷
شراب کی حرمت؛	۲۳۷
ولادت امام حسینؓ (اُن کی شہادت)؛	۲۳۸
سردار نجد کا اسلام؛	۲۳۸
نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جانی دشمنوں کے لئے بھی غلہ کا بند کرنا پسند نہ فرمایا؛	۲۳۹
صلح حدیبیہ؛	۲۴۰
حضرت عثمان رضؓ کا سفیر بنایا جانا؛ بیعت رضوان؛	۲۴۰
صحابہ کے اوصاف سفیر کفار کی زبانی؛	۲۴۱
شرائط صلح؛	۲۴۱
ابو جندل کا اسلام؛	۲۴۲
اسّی کس حملہ آوروں کی معافی؛	۲۴۳
ابو جندل کے کارنامے؛ بحالت قید؛	۲۴۴
ابو بصیر کا قصہ (حاشیہ)؛	۲۴۴
صلح کا حقیقی فائدہ؛	۲۴۵
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ آنا؛ اور اُسکے نتائج؛	۲۴۵
تین اعلیٰ سرداران قریش کا اسلام؛	۲۴۶
سردار طے؛ عدی بن حاتم کا اسلام؛	۲۴۶
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق و تواضع کے نمونے؛	۲۴۸
پیشگوئیوں کا پورا ہونا؛	۲۴۹
حج۔	۲۴۹
احکام اسلام کا منشا کیا ہے؟؛	۲۴۹
مقاصد حج کیا ہیں؟؛	۲۵۰
سنہ ۹ھ کا حج؛	۲۵۰
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حج سنہ ۱۰ھ؛	۲۵۰
یسعیاہ نبی کی پیشگوئی مکی کی تطبیق؛ (حاشیہ)؛	۲۵۲ و ۲۵۳
مکاشفات یوحنا کی تطبیق؛ (حاشیہ)؛	۲۵۳ تا ۲۵۴
حج سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر استدلال؛ (حاشیہ)؛	۲۵۳
امت سے نبی صلعم کا الوداعی خطاب یعنی خطبہ یوم حجۃ الوداع	۲۵۴ و ۲۵۶

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی تعلیم وعمل پر امت سے شہادت حاصل کرنا؛	٢٥٦	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی اور نبوت کے ایام کا شمار۔ (حاشیہ)؛	٢٧٣
مکاشفات یوحنا کی تطبیق؛ (حاشیہ)؛	٢٥٨	علی مرتضیٰؓ کی تقریر بوقت غسل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم؛	٢٧٤
تکمیل دین؛ اتمام نعمت کا اعلان؛	٢٥٨	آنحضرتؐ کی نماز جنازہ کی دعا؛	٢٧٥
الیوم (آج) کی تفسیر؛ (حاشیہ)؛	٢٥٨	باب۔ خلق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم؛	از ٢٧٥ تا ٣٠٤
قرآن مجید کی سات اور حدیث شریف کی ایک پیشگوئی کا اندراج۔ (حاشیہ)؛	٢٦١ تا ٢٦٥	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق؛	٢٧٥ تا ٢٧٩
یسعیاہ نبی کی پیشگوئی؛ (حاشیہ)؛	٢٦٤ ٢٦٥	صحیح بخاری کی حدیث سے کتاب یسعیاہ نبی کی مطابقت (حاشیہ)؛	٢٧٩
خطبہ خم غدیر؛	٢٦٧	سکوت وکلام نبویؐ؛	٢٧٩
سورۂ اذا جاء کا نزول؛	٢٦٧	ہنسنا، رونا؛	٢٨٠
سفر آخرت کی تیاری؛	٢٦٨	غذا کے متعلق ہدایت؛	٢٨٠
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک وعظ؛	٢٦٨	مرض ومریض؛	٢٨١
آنحضرتؐ کا ہر ایک امتی کے لئے سلام؛	٢٦٨	متعدی امراض سے بچاؤ؛	٢٨١ ٢٨١ حاشیہ
شہداء احد اور قبرستان بقیع کے لئے دعا۔ اور مرض؛	٢٦٨	عیادت بیماران؛	٢٨١
ایام مرض میں تائید توحید۔ اور رد شرک کے احکام؛	٢٦٥ و ٢٦٩	خطبہ خوانی؛	٢٨٢
موت سے تین یوم پہلے کا وعظ؛	٢٧٠	صدقہ وہدیہ؛	٢٨٢
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مالی حالت؛	٢٧٠	اپنی تعریف؛	٢٨٣
مسلمانوں کو نماز میں دیکھنے سے نبی صلعم کی مسرت؛	٢٧٠	اظہار عقیدت یا خوش عقیدہ پن کی اصلاح؛	٢٨٣
سب سے آخری نماز کا ابوبکر صدیقؓ کے پیچھے ادا فرمانا؛	٢٧١	مصلحت عامہ کا لحاظ؛	٢٨٣
نزع؛	٢٧١	بشریت ورسالت؛	٢٨٤
آخری نصیحت اور آخری لفظ؛	٢٧١	بچوں پر شفقت؛	٢٨٥
فاطمہ زہراؓ۔ وعائشہ طیبہؓ کے الفاظ؛ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارکہ پر	٢٧١ و ٢٧٢	ارباب فضل کی قدر ومنزلت؛	٢٨٥
		خادم کے لئے دعا؛	٢٨٥
وفات نبویؐ کا صدمہ صحابہ پر؛	٢٧٣	ادب وتواضع؛	٢٨٥
ابوبکر صدیقؓ کا خطبہ وفات نبویؐ پر؛	٢٧٣ و ٢٧٤	شفقت ورافت؛	٢٨٦

عدل ورحم؛	۲۸۷	محنت کی تعریف؛ مانگنے کی برائی؛	۲۹۸
رحم بر اعداء؛	۲۸۸	کن لوگوں پر رشک کرنا چاہیے؛	״
جود وکرم؛	۲۸۸	بہترین اخلاق کی تعلیم؛	״
شرم وحیاء؛	۲۸۹	اخلاق رذیلہ سے نہی اور اخوت کا حکم؛	״
صبر وحلم؛	۲۸۹	ہمسایہ اور مہمان کا حق؛	״
عفو ورحم؛	۲۹۰	کلام اور خاموشی؛	״
صدق وامانت؛	۲۹۱	نجات کے لئے رسول کی ضمانت؛	۲۹۹
عفت وعصمت؛	۲۹۱	صبر وشکر کی تعلیم؛	״
زہد؛	۲۹۲	پہلوان کون ہے؛	״
عورتوں کی اعانت وآسائش؛	۲۹۳	منادیان اسلام کا فرض؛	״
اسیران جنگ کی خبرگیری؛	۲۹۴	اثر محبت؛	״
مردانہ ورزشیں؛	۲۹۴	قیدیوں، مسکینوں، بیماروں، سے برتاؤ کا حکم؛	״
تیراندازی؛	۲۹۴	درخت لگانے کا ثواب؛	۳۰۰
گھوڑ دوڑ؛	۲۹۴	حیوانات سے ہمدردی کا حکم؛	״
مردم شماری؛	۲۹۵	لونڈیوں کو تعلیم دینے کا ذکر؛	״
تعلیمات رسالت؛	۲۹۵	لڑکیوں کی تعلیم وادب کا ذکر؛	״
خدا کا حق بندوں پر، بندوں کا حق خدا پر؛	۲۹۵	منافق کون ہے؟؛	״
رحمت الٰہیہ؛	۲۹۵	مہاجر کون ہے؟؛	۳۰۱
خدمت والدین؛	۲۹۶	قیامت کے دن سایہ ربانی کن لوگوں پر ہوگا؛	״
نصرت باہمی؛	۲۹۶	بادشاہ کی اطاعت کا حکم؛	״
مسلمان کون ہے؟؛	۲۹۶	سربرآوردہ لوگوں کو معاملات میں حصہ دینا؛	۳۰۲
کمال ایمان؛	۲۹۶	سربرآوردہ لوگوں کا کام قوم کی نیابت کرنا ہے؛	״
شیرینی ایمان؛	۲۹۶	غیر مسلم زیر معاہدہ اقوام کی حفاظت؛	״
پسندیدہ اعمال؛	۲۹۷	زینت کا درجہ۔ قدر زندگانی؛	״
اعمال شاقہ سے ممانعت؛	۲۹۷	صحت اور فراخ دستی کا درجہ؛	״

ادائے قرض کی فضیلت ۔	۳۰۲
دولتمندی کی تعریف ۔	۳۰۳
مساوات عامہ ۔	″
رحم عامہ ۔	″
وارثوں کے لئے ورثہ چھوڑنے کی فضیلت ۔	″
عورت کی مثال اور اس سے گذران کی ہدایت ۔	″
عورت کا درجہ گھر میں ۔	″
ماہر قرآن کا درجہ ۔	۳۰۴
اللہ کے نزدیک پسندیدہ کلام ۔	″
قرآن مجید ۔	″
ذات خداوندی کا عرفان ۔	۳۰۶
سچے دین کی تعریف ۔	۳۰۷
بندہ کے اعمال سے اللہ تعالیٰ کو کیا مطلوب ہے ۔	۳۰۸
شریعت سے مقصود انسان کی تکمیل ہے ۔	″
نبیؐ کے فرائض ۔	″
اعمال کی جزا و سزا دنیا میں ۔ اور بعد موت ۔	۳۰۹
سُنن الٰہیہ میں تبدیلی نہیں ۔	″
انسان کی کوشش کامیابی کا ثمر ہے ۔	۳۱۰
صبر و پرہیزگاری کا درجہ ۔	″
صبر کا ثمرہ ۔	″
قطع طمع ۔	″
تہلکہ سے بچنا ۔	″
افترا و جھوٹ ایمان کی ضد ہیں ۔	″
قطعی حرام چیزیں ۔	۳۱۱
خدا کی عبادت الٰہی ہمیشہ ہے ۔	″
تحریر و انشا دانی کی تعریف ۔	۳۱۱
ارباب عقل و دانش کے لئے الٰہی نشانات ۔	″
قسم کھانے کی ممانعت ۔	″
صلح کلی کی دعوت ۔	۳۱۲
اصلاح باہمی کا حکم ۔	″
عفو و درگذر کی تعلیم ۔	″
سچی تعلیم کی صداقت خود بخود آشکارا ہو جاتی ہے	″
حاکمانِ عدالت کے لئے علم کا ہونا ضروری ہے ۔	″
نقض امن کی ممانعت ۔	″
ظلم باعثِ زوال ہے ۔	″
نکوکاری باعثِ قیام ہے ۔	″
جنگ کے لئے تیار رہنا ہی جنگ سے بچنے کی تدبیر ہے ۔	″
ارکان دولت کے مشورہ پر کاروبار کا ہونا ۔	۳۱۳
علم و حکمت کی باتوں کا سننا ۔ غور کرنا ۔	۳۱۴
غیر اقوام سے اخذ علم ۔	″
دین کی دعوت دینے والی جماعت کا قیام ۔	″
ہر ایک قوم کا شخص داعی دین بن سکتا ہے ۔	″
جنس اناث کی تعریف ۔	″
میاں بیوی کی تعریف ۔	۳۱۵
میاں بیوی کے حقوق ۔	″
کمال درجہ کی محبت کو ایمان کہتے ہیں ۔	″
بلندی درجات کا سبب ایمان اور علم ہے ۔	″
انسان کی فضیلت دیگر مخلوق پر ۔	۳۱۶
انسان کا اشرف ہونا ردِ شرک کی دلیل ہے ۔	″

انسان کو ہر ادنیٰ ہستی سے سبق لینا چاہیئے؛	۳۱۶
دیکھنے والے کے لئے ہر چیز میں نشان ہے؛	"
سیاحت فہم و علم کی ترقی؛	"
اندھا وہ ہے جس کا دل اندھا ہے؛	"
حرام چیزیں طیب نہیں، طیب چیزیں حرام نہیں؛	"
طیب چیزوں کا ترک استعمال شیطانی کام ہے؛	۳۱۷
بصیرت و ہدایت اسی دنیا میں ملتی ہیں؛	"
ایمان کے ذریعہ ہر اعلیٰ منزلت کا حاصل ہونا؛	"
چرند و پرند کا تمدن؛	"
موجودات عالم انسان کے لئے ہیں؛	"
لوگ مختلف قابلیتوں سے مختلف کام انجام دیتے ہیں؛	"
سیاست مدن کا قیام؛ مختلف طبقات؛ ان کا بقاء و دوام؛	۳۱۸
مساواۃ حقوق اور عدل کی تاکید؛	۳۱۹
بہترین شخص کون ہے؛	"
اخوت کی بنیاد؛	"
مال و دولت کی تعریف؛	"
فقر و تنگ دستی کی برائی؛	"
اسراف و بخل کی برائی؛	"
میانہ روی؛	۳۲۰
بحری تجارت؛	"
اللہ کے ہاں بہتر اور ہمیشہ رہنے والی چیزیں؛	"

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

حضرت مسیح سے قریباً دو ہزار سال پیشتر کا ذکر ہے۔ کہ سلطنتِ بابل نہایت عروج پر تھی۔ سلطنت کی مالی حالت مستحکم اور فوجی طاقت زبردست تھی۔ دولت کثیر اور امن بسیط نے بادشاہ کے دماغ میں نخوت وغرور اس قدر بھر دیا تھا کہ اس نے سلطنت کے معبدِ اعظم میں اپنی سونے کی مورت رکھوا کر حکم دیا تھا۔ کہ مخلوق اسی کو سجدہ کرے اور اسی سے منت و نذر و نیاز مانگی جایا کرے؛

رب العالمین نے ان کی ہدایت کے لیئے ابراہیم علیہ السلام کو مبعوث کیا۔ ان کا سلسلہ نسب ۹ واسطے سے حضرت نوحؑ سے جا ملتا ہے۔ بادشاہ کو توحید کی آواز پسند نہ آئی۔ کیونکہ اس کے قبول کرنیسے بادشاہ کو خدائی کے درجہ سے اتر کر بندہ بننا پڑتا تھا۔ اس لیئے حضرت ابراہیمؑ کا گھرانا بھی جو بادشاہ رس تھا۔ اپنے خاندان کے نونہال سے ناراض ہو گیا۔ قوم اور سلطنت کی مخالفت دیکھکر انہوں نے وطن چھوڑ دیا۔ سرہؓ جو بیوی تھی۔ اور لوطؑ بن فاران جو انکا برادر زادہ تھا۔ دونوں نے مہاجرت میں ان کا ساتھ دیا؛

حضرت ابراہیمؑ نے اپنی گزران کے لیئے بھیڑ بکریاں رکھ لی تھیں۔ خدا نے ان میں برکت دی اور وہ بڑھ کے بہت سے گلے بن گئے؛

امساک بارش سے وہ سرسبز میدان۔ جہاں انکے گلے رہتے اور پلتے تھے۔ جب کہ دشت بیابان بنگیا۔ تو حضرت ابراہیمؑ وہاں سے آگے بڑھے۔ چلے گئے۔ اور مصر پہنچ گئے؛

مصر پر اس وقت جو بادشاہ تھا۔ اُسکا نام رقیون[1] تھا۔ اور وہ دراصل بابل ہی کا باشندہ تھا؛ (ممکن ہے مصر جاتے ہوئے حضرت ابراہیمؑ نے ہم وطنی کے رشتہ کو وجہ تعارف خیال کر لیا ہو) بادشاہ مصر نے بی بی سرہ کو اپنی ملک کی خاتون سمجھ کر اپنے لیئے پسند کیا، لیکن اسے خدا نے جلد معلوم کرا دیا۔ کہ وہ خدا کے برگزیدہ نبی کی بیوی ہے حضرت ابراہیمؑ کی اسنے نہایت قدر و منزلت کی۔ اور جب وہ وہاں سے وطن کو واپس ہوئے۔ تو اُس نے اپنی بیٹی ہاجرہ[2] بھی ساتھ کر دی۔ تاکہ اسی نیک خاندان میں اسکی تربیت ہو، اور وہ اپنے ہی ملک اور قدیم نسل کے باشندوں میں بیاہی جائے۔ اپنے مہمان نواز بادشاہ کی خوش آیند آرزو کے پورا کرنیکی غرض سے حضرت ابراہیمؑ نے ہاجرہؑ سے نکاح کر لیا۔ خدا نے انہیں پہلوٹا بیٹا اسی کے بطن سے عنایت کیا اُسکا نام اسمٰعیل (علیہ السلام) رکھا گیا؛

بی بی سرہؑ سے دوسرا لڑکا پیدا ہوا۔ اُسکا نام اسحاق (علیہ السلام) رکھا گیا۔ خداوند تبارک وتعالیٰ نے اپنے دوست ابراہیمؑ کو بتلا دیا تھا کہ یہ دونوں[3] بیٹے بڑے بابرکت ہوں گے۔ اور

---

[1] خطبات احمدیہ صفحہ ۱۰۹؛

[2] ہاجرہ کو صرف یہی شرف حاصل نہیں کہ وہ شاہزادی ہیں بلکہ توریت سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے ہاں بھی اُن کا درجہ بالاتر تھا۔ کتاب پیدائش ۱۶/۷ تا ۱۱ و ۲۱/۱۷ سے واضح ہے کہ خدا کے فرشتے ہاجرہ کے سامنے خود آتے اور خدا کا حکم اسے پہنچایا کرتے تھے۔ مگر سارہ بی بی کے سامنے کبھی کوئی فرشتہ نہیں آیا۔ کتاب پیدائش ۱۸/۱۰ سے ثابت ہے۔ کہ سارہ کو بیٹے کی بشارت فرشتہ نے حضرت ابراہیمؑ کی معرفت دی تھی؛

[3] حضرت اسمٰعیل اور حضرت اسحاق کا برابر کا درجہ اور برابر کی برکت مندرجہ ذیل حوالجات سے بخوبی ثابت ہے؛

(الف) خدا نے درد و غم کو سُنا	ہاجرہ کے	۱۶	۱۱	.. کتاب پیدائش
	سارہ کے	۱۸	۱۴	.. 〃
(ب) خدا نے نام رکھا	ہاجرہ کے فرزند اسمٰعیل کا	۱۶	۱۱	.. کتاب پیدائش
	سارہ کے فرزند اسحٰق کا	۱۷	۱۹	.. 〃
(ج) خدا نے برکت دی	ہاجرہ کے فرزند اسمٰعیل کو	۱۷	۲۰	.. کتاب پیدائش
	سارہ کے فرزند اسحٰق کو	۱۷	۱۹	.. 〃
(د) خدا ساتھ تھا	اسمٰعیل کے	۲۱	۲۰	.. کتاب پیدائش
	اسحاق کے	۲۶	۲۴	.. 〃
(ھ) قوموں اور بادشاہوں کا باپ ہوگا۔	اسماعیل	۲۵	۱۶	.. کتاب پیدائش
	اسحاق	۱۷	۶	.. 〃

بڑی بڑی قوموں کے جد اعلےٰ ہونگے۔ اور ان کی اولاد کثرت سے گنی نہ جائیگی۔ اس لیئے باپ نے خدا کے حکم اور کنبہ والوں کی درخواست پر انکے لیئے علیحدہ علیحدہ ملک تقسیم کر دیئے تھے شام کا ملک اسحٰقؑ کو دیا۔ کیونکہ بابل اسکے مشرق میں تھا۔ اور اسحٰق کو اپنی ننھیال سے قرب کا موقعہ ملا؛

عرب کا ملک اسمٰعیل کو دیا۔ کیونکہ مصر اسکے مغرب میں تھا۔ اور اسمٰعیلؑ کو اپنے ننھیال سے قریب تر رہنے کا موقعہ مل گیا۔ اور باایں ہمہ دونوں بھائی اس طرح آباد ہوئے کہ ان کے درمیان کوئی تیسرا ملک نہ تھا۔ تاکہ وقت پر ایک بھائی دوسرے کی امداد و اعانت کرتا رہے اسمٰعیلؑ کی شادی مضاض سید قبیلہ بنو جرہم کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ بنو جرہم عرب کا قدیم حکمران قبیلہ تھا اور مضاض اپنے علاقہ کا واحد فرماں روا تھا۔ اور اسحاق کی شادی اپنی ننھیال میں ہوئی تھی۔ اس طرح ایک ہی نسل کے بچوں میں جسمانی بُعد بڑھتا رہا لیکن رب العالمین وقتاً فوقتاً اس بُعد کو دونوں قوموں کے باہمی ملاپ اور سعادت سے دور فرماتا رہا؛

حضرت موسیٰؑ نے فرعون کے خوف سے بھاگ کر عرب ہی میں پناہ لی تھی۔ مگر جب بنی اسرائیل کو وہ مصر سے نجات دے کر لائے۔ تب اسی بیابان میں انہوں نے چالیس سال پورے کیئے تھے؛

حضرت داؤدؑ بھی جب بادشاہ سموئیل کے خوف سے بھاگ کر اپنے ملک سے نکلے تھے؛ تو عرب ہی میں آ کر ٹھہرے تھے؛

جب بنی اسرائیل کو بخت نصر نے تباہ کیا تھا۔ تو انہیں معد بن عدنان نے عرب ہی میں آرام اور عزت سے رکھا تھا؛

حضرت اسحٰقؑ کی اولاد میں پیدا ہونیوالے انبیائ نے بھی اپنے الہامات میں بنی اسمٰعیلؑ

ملہ پیدائش باب ۲۵ - ورس ۹ میں ہے۔ کہ ابراہیمؑ کو اسکے بیٹے اسحٰقؑ اور اسمٰعیلؑ نے دفن کیا۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ دونوں بھائی کس طرح دکھ سکھ میں شریک رہتے تھے؛

مل خلاصہ تاریخ العرب پروفیسر سیڈیو صفحہ ۲۳۔

کی بابت بہت کچھ اشارے کیئے ہیں؛

اِس جگہہ میرا مقصود صرف حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی بابت کچھہ لکھنے کا ہے؛

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو اور ان کی والدہ کو اس جگہ آباد کیا تھا جہاں اب شہر مکہ آباد ہے۔ مقدس باپ نے نامور بیٹے کی شمولیت سے اس جگہ ایک مسجد بھی (مکعب شکل کی) بنادی تھی۔ اور خدا سے دعا کی تھی۔ کہ وہ مالک الملک اس سنسان جگہ میں آباد ہونیوالی قوم کی روزی کا خود سامان کرے۔ انہیں کھانے کے لیئے عمدہ عمدہ میوے۔ ترکاریاں ملتی رہیں[1]۔ اور انکی ہدایت اور رہنمائی کے لیئے ایک عظیم الشان رسول بھی اُسی مقام پر پیدا ہو؛

اسمٰعیل کی اولاد میں بارہ[۱۲] بیٹے ہوئے[2]۔ انہوں نے عرب کو آپس میں تقسیم کرلیا اور وہ بہت جلد اس قدر پھیل گئے۔ کہ مغرب کی طرف مصر سے جو انکی ننھیال تھا جا ملے اور جنوب کی طرف اُن کے خیمے یمن تک پہنچ گئے۔ جہاں باپ نے انکے بھائیوں بنو قطورہ کو آباد کیا تھا۔ اور شمال کی طرف انکی بستیاں شام سے جا ملیں جہاں ان کے بھائی بنو اسحٰق[۱] آباد تھے؛

---

[1] جو لوگ مکہ جاتے ہیں۔ اُن کو دو باتیں بڑی عجیب معلوم ہوتی ہیں۔ (۱) زمین مکہ میں کوئی روئیدگی یا پیداوار نظر نہیں آتی؛ (۲) مکہ کے بازاروں میں سبز و تر میوے۔ ترکاریاں بہت سستی اور بہتات سے ملتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے حضرت ابراہیم کی دعا کو قبول کیا۔ اور اس سے دلیل پکڑی جاتی ہے کہ خدا نے دعا کے دوسرے جزو یعنے رسول پیدا کرنے کو بھی ضرور قبول کیا۔ نبی موعود کا حضرت اسمٰعیل کی نسل سے پیدا ہونا توراۃ کی کتاب استثناء ۱۸-۱۸ باب ۱۷، ۱۸، ۱۹ سے اور کوہ فاران سے ظاہر ہونا استثناء ۳۳ باب ۲ سے ثابت ہے؛

[2] حضرت یعقوب بن اسحاق علیہما السلام کے بھی بارہ[۱۲] بیٹے ہوئے۔ بی بی لیاہ کے بطن سے چھ[۶] (روبن۔ شمعون۔ لاوی۔ یہوداہ۔ اشکار۔ زبلون) بی بی راخل کے بطن سے دو[۲] (یوسف۔ بن یامین) زلفہ کے بطن سے جو بی بی لیاہ کی لونڈی تھی۔ دو[۲] (جد۔ آشر) بلہہ کے بطن سے جو بی بی راخل کی لونڈی تھی۔ دو[۲] (دان۔ نفتالی) پیدائش ۳۵ باب ۲۳ تا ۲۶۔ ان ہی بارہ[۱۲] کی اولاد سے بنی اسرائیل کے بارہ[۱۲] قبیلے ہیں جنہیں حضرت یعقوب[۴]۔ موسیٰ۔ داؤد۔ مسیح۔ یوحنا نے برکت یافتہ بتلایا ہے۔ اگر عیسائیوں کا یہ بیان صحیح سمجھا جائے کہ بی بی ہاجرہ بھی بی بی سارہ کی لونڈی تھیں۔ جسے سارہ نے اپنے شوہر سے بیاہ دیا تھا۔ تب بھی بنی اسمٰعیل پر وہ کوئی اعتراض نہیں کرسکتے۔ جیسا کہ وہ جد۔ آشر۔ دان۔ نفتالی پر اور اُن کی اولاد پر کوئی اعتراض نہیں رکھتے؛ ✤

اِس طرح پر ایک ہی باپ کے فرزند بابل اور مصر کے قدیم علم و تہذیب کے مالک ہوگئے اور بحیرہ ہند و بحر احمر کے ایسے بندرگاہوں پر اُن کا قبضہ ہوگیا جہاں سے اُس وقت کی تمام متمدن دنیا کی تجارت پر وہ اپنا قبضہ کر سکتے تھے۔ اور عرب کا اندرونی حصّہ بھی ان کے پاس آگیا۔ جو غیر اقوام سے بچاؤ کے لیئے ہمیشہ ناقابل تسخیر حصار ثابت ہوا ہے۔

حضرت اسمٰعیل ؑ کی اولاد میں اُن کا دوسرا فرزند قیدار نہایت نامور رہا ہے۔ قیدار کی اولاد خاص مکہ میں آباد رہی۔ انہوں نے اپنے باپ کی طرح اُس مقدس مسجد کے حقوق کو ہمیشہ پورا کیا۔ جو دنیا کے لیئے توحید کی پہلی درس گاہ تھی۔

قیدار کی اولاد میں ۳۷ پشت کے بعد عدنان اول نہایت اولوالعزم شخص گذرا ہے جسکے چھوٹے بھائی عک نے یمن میں سلطنت قایم کرلی تھی۔

عدنان کے بعد اس قوم پر بنی جرہم کا قبیلہ غالب آگیا۔ اگرچہ وہ ان کے ماموں ہی تھے تاہم بنو جرہم نے ان کو ۲۰۶ء میں مکہ سے نکال دیا۔ کیونکہ بنو اسمٰعیل نے اب تک بنو جرہم کا بُت پرستی میں ساتھ نہ دیا تھا۔

لیکن قصیٰ نے جو عدنان دوم سے پندرہویں پشت میں ہے۔ پھر مکہ پر قبضہ حاصل کرلیا اور اس نے مکہ میں جمہوری حکومت کی بنیاد ۴۴۰ء میں رکھکر مندرجہ ذیل عہدے قایم کیئے:-

(۱) رفادہ۔ (۲) سقایہ۔ (۳) حجابۃ۔ (۴) قیادہ۔

(۵) نیز قومی نشان بنایا جسے لواء کہتے تھے۔

(۶) نیز قومی مجلس قایم کی۔ جسے ندوہ یا دار الندوہ کہتے تھے۔

قصیٰ کے بعد اس کا فرزند عبد مناف[۱] ۔ پھر اس کا فرزند ہاشم[۲] ۔ اسکا فرزند

[۱] عبد مناف کا نام مغیرہ تھا۔ پیدایش کے بعد ان کو مناف بت کے مندر میں لے گئے تھے۔ اسلیئے عبد مناف مشہور ہوگئے تھے۔

[۲] ہاشم کا نام عمر تھا۔ یہ شوربا میں روٹی کے ٹکڑے بھگو کر غریبوں کو کھلایا کرتے تھے اسلیئے ہاشم نام پڑگیا۔

عبد المطلب[ا] (المولود ۴۹۷ء) اس کا فرزند ابو طالب اپنے اپنے وقت میں مکہ کے محترم سردار ہوتے رہے۔ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنکی سیرۃ پاک پر یہ متوسط کتاب لکھی گئی ہے۔ عبد المطلب کے پوتے تھے؛

مذکورہ بالا بیان سے آپ سمجھ گئے ہیں کہ عرب میں بسنے والے کون تھے۔ اور ان کا اپنی ہمسایہ ممالک کی قوموں کے ساتھ کیا تعلق تھا۔ لیکن ابھی ملک عرب کی نسبت مجھے کچھ اور بیان کرنا ضروری ہے؛

نقشہ پر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ عرب وہ جزیرہ نما ہے۔ جسکے مغرب میں بحر احمر اور جنوب میں بحیرہ ہند۔ مشرق میں خلیج فارس۔ اور شمال میں ملک شام ہے اسے شام سے وہ سلسلہ کوہ جدا کرتا ہے جو اسکے شمال میں چلا گیا ہے۔ اور مصر کی آبنائے سویز جو چالیس برس پیشتر خاکنائے سویز سے موسوم تھی۔ الگ کرتی ہے۔ ہندوستان اور عرب میں خلیج فارس حائل ہے؛

عرب وسعت میں مملکت فرانس سے تقریباً دو چند بڑا ہے۔ ملک کے مختلف حصے اپنی اپنی خاص خصوصیتوں کی وجہ سے ممتاز ہیں یمن کی وادی اور طائف کے پہاڑ ایسے سرسبز ہیں کہ ہندوستان کے بہترین حصوں کو رشک آتا ہے۔ الحجر کی پتھریلی زمین اور وسط عرب کا وسیع ریگستان اس قدر بے آب و گیاہ ہے۔ کہ صحرائے اعظم افریقہ سے مقابلہ کھاتا ہے۔ ہم جس ستودہ صفات کے عہد سے اپنی کتاب کا آغاز کرنے والے ہیں ان کی پیدائش کے وقت عرب کی ملکی اور اخلاقی حالت کا یہ حال تھا؛

کہ اسکے جنوب پر سلطنت حبش کا۔ اور مشرقی حصہ پر سلطنت فارس کا اور شمالی اقطاع پر روما کی مشرقی شاخ سلطنت قسطنطنیہ کا قبضہ تھا[۲]۔ اندرونی ملک بزعم خود

[ا] ان کا نام شیبہ تھا۔ جب پیدا ہوئے تو کچھ چند بال سفید تھے۔ اسلیئے ماں نے انکا نام شیبہ (بوڑھا) رکھا مطلب ان کا چچا تھا جسنے یتیمی کے دنوں میں انھیں پالا تھا۔ اس شکر گزاری میں یہ تمام عمر عبد المطلب کہلائے؛

[۲] تاریخ العرب پروفیسر سیڈیو صفحہ ۴۴؛

آزاد تھا لیکن ہر ایک سلطنت اس پر قبضہ کرنے کے لیئے ساعی تھی؛

اندرونی ملک کے باشندوں پر خود مختاری نے بہت بُرا اثر ڈالا تھا۔ ان میں خود مختاری سے خود سری پیدا ہوگئی تھی۔ اُنہوں نے اپنی شجاعت وجرات کا نشانہ اپنے ہی بھائیوں کو بنا رکھا تھا۔ بیکاری اور کاہلی نے جوا اور شراب کی عادت پیدا کردی۔ اور طبیعت ثانی بنا دی تھی۔ ممالک غیر سے الگ تھلگ رہنے کی وجہ سے انکی زبان اور نسل بیشک کھری تھی لیکن فصاحت کا استعمال وہ زیادہ تر خودستائی یا دوسری قوموں کی تحقیر میں کیا کرتے تھے۔ یا اپنے مخش کارناموں کو مشتہر کرنیکے لیئے زبان کی ساری طاقت خرچ کر کے اپنے ساتھ اپنی معشوقہ کی بھی خوب تشہیر کیا کرتے تھے۔ الگ تھلگ رہنے نے مصاہرت کی برائی انکے ذہن میں قایم کردی تھی۔ اور مدعیان شرافت بڑی دلیری اور فخر سے اپنی بیٹیوں کو زندہ زمین میں گاڑ دیا کرتے تھے؛

جہالت نے ان میں بت پرستی رائج کردی تھی۔ اور بت پرستی نے انسانی دل ودماغ پر قابض ہو کر ان کو توہم پرست بنا دیا تھا۔ فطرت کی ہر ایک چیز۔ پتھر۔ درخت۔ چاند سورج۔ پہاڑ۔ دریا وغیرہ کو وہ اپنا معبود سمجھنے لگ گئے تھے۔ اور اس طرح پر وہ خدا کی عظمت وجلال کے فراموش کردینے کے ساتھ ساتھ خود اپنی قدر وقیمت کو بھی بھول چکے تھے۔ اسلیئے انسانی حقوق کے لیئے نہ کوئی ضابطہ تھا۔ اور نہ ایسے حقوق کو صحیح مرکز پر لانے کے لیئے کوئی قانون تھا قتل انسان۔ رہزنی۔ حبس بیجا۔ تصرف ناجائز۔ مداخلت بیجا۔ عورتوں کو جبر یا پھسلا وٹے سے بھگا لیجانا۔ بیٹیوں کو زندہ پیوند خاک کردینا اسی شجر کے ثمر تھے۔ کہ بت پرستی نے اُن کی نگاہ میں سب سے زیادہ حقیر ہستی انسان ہی کو بنا دیا تھا؛

برسوں۔ بلکہ نسلوں اور صدیوں کے جمود نے اُن کے دل ودماغ میں یہ ہی نقش کر دیا تھا۔ کہ اُن کی حالت سے بہتر کوئی حالت۔ اور اُنکے تمدن سے بہتر کوئی تمدن

اور ان کی تدین سے بہتر کوئی تدین ہو ہی نہیں سکتا؛

عرب کے مختلف اطراف میں مختلف حکومتوں اور سلطنتوں کے تعلق کی وجہ سے تمام ملک میں مختلف مذاہب اور بھی پائے جاتے تھے۔ یہودی[۱] ۔عیسائی[۲] ۔صابی۔ ایسے مذاہب ہیں جن کے نام سن کر ناواقف شخص دھوکا کھا سکتا ہے۔ کہ ان لوگوں میں ان مذاہب کی عمدگیوں کے نمونہ بھی پائے جاتے ہونگے۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ ان لوگوں نے اپنے آپ کو مذہب سے درست کرنیکے بجائے مذہب کو اپنی وجہ سے خراب کر دیا تھا اگر موسیٰ و عیسیٰ و شعیب و صالح علیہم السلام پیغمبروں کو اُن کے دیکھنے کا موقع ملتا تو وہ ہرگز نہ پہچان سکتے۔ کہ یہ ہمارے ہی اصول پر چلنے والے لوگ ہیں؛

عام عیسائی ایک مسیح کو ابن اللہ کہتے ہیں لیکن عرب کے عیسائی مریم کو خدا کی جورو اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں بھی کہا کرتے تھے۔ اور بت پرست تو لات و عزیٰ کو مونث خدا (لات مونث ہے الہ کا۔ اور عزیٰ مونث ہے عزیز کا) بھی کہا کرتے تھے؛

اس زمانہ کے عام یہودی حضرت عزیر کو توریت کے از بر لکھدینے سے ابن اللہ کہا کرتے ہیں مگر عرب کے یہودی اپنی قوم کے سب زن و مرد کو خدا کے بیٹے بیٹی۔ پیارے۔ پیاری کہا کرتے تھے؛

آتش پرست غالباً بیٹی۔ بہن کو گھر میں ڈال لیا کرتے تھے۔ مگر عرب کے مقلد اپنی حقیقی والدہ کو چھوڑ کر اپنے باپ کی تمام جوروں کو اپنی لونڈیاں بنا لیا کرتے تھے؛

---

[۱] یہودیوں کو جب یونانیوں اور سریانیوں نے اپنے علاقہ سے نکالا۔ تو وہ عرب کی طرف آئے اور بنو اسمٰعیل نے (اپنے ان حجازی بھائیوں کا) خیر مقدم کیا۔ اور ان کے مذہب نے حجاز۔ اور نواحے خیبر و مدینہ میں اچھی اشاعت پائی۔ (از کتاب خلاصہ تاریخ العرب صفحہ ۳۰)؛

[۲] عیسائیت کو سنہ ۲۳۰ء میں بنو غسان نے قبول کیا۔ اور پھر عراق عرب بحرین اور صحرائے فاران و دومتہ الجندل اور فرات و دجلہ کے دوآبہ میں یہی مذہب پھیل گیا۔ اور اس دین کی اشاعت میں نجاشی اور قیصر نے باہم مل کر کوشش کی تھی۔ سنہ ۳۹۵ء و سنہ ۴۱۳ء میں اسکی اشاعت پر بڑا زور دیا گیا تھا۔ اور یمن میں اناجیل بکثرت پھیل گئی تھیں؛ (ایضاً صفحہ ۳۹)؛

عرب کی جملہ اقوام (باستثنائے بعض افراد) لکھنے پڑھنے سے بےخبر۔ علوم سے بے بہرہ۔ فنون سے عاری۔ تمدن سے ناواقف۔ مصالحت اور معانی سے ناآشنا تھے؛ ملحد اور دہریئے بھی عرب میں آباد تھے۔ وہ حیات اور موت کو اتفاق اور وقت سے موسوم کرکے دنیا کے ہر انقلاب کو دورِ زمانہ سے منسوب کیا کرتے تھے؛

خدا کی ہستی کا اقرار۔ اور جزا و سزا کا تصور۔ نیک و بد افعال پر نیک و بد تائج کا مترتب ہونا ان کے نزدیک قابلِ تمسخر خیال تھا؛

عرب وسط ارض

ان جملہ برائیوں کی وجہ سے عرب گویا دنیا پر پھیلے ہوئے جملہ مذاہب اور تخیلات کی برائیوں کا مجموعہ تھا؛ اگر ہم عرب کو کرہ ارض کے نقشہ پر دیکھیں۔ تو اسکے محل وقوع[1] سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے اسے ایشیا و یوروپ و افریقہ کے براعظموں کے وسط میں جگہ دی ہے اور وہ

---

[1] کرہ ارض پر آباد دنیا کو دیکھو۔ کہ جنوب میں زیادہ سے زیادہ ۴۰ درجہ عرض البلد۔ اور شمال میں زیادہ سے زیادہ ۸۰ درجے تک آبادی ہے۔ دونوں کا مجموعہ ۱۲۰۔ اور نصف ۶۰ ہوا۔ جب ۶۰ کو ۸۰ درجے شمالی سے تفریق کریں تب ۲۰ رہجاتے ہیں۔ اور جب ۶۰ میں سے ۴۰ درجہ جنوبی کو تفریق کردیں۔ تب بھی ۲۰ (درجہ شمالی) رہجاتے ہیں اور مکہ معظمہ ½۲۱ درجے پر آباد ہے۔ اسلیئے کل کرہ ارض میں یہی وسط ہونے کا درجہ رکھتا ہے؛ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ مکہ کا نام لغات کی کتابوں میں نافِ زمین ہے۔ انسان کے جسم میں ناف بھی ٹھیک وسط میں نہیں ہوتی۔ بلکہ قریباً وسط میں ہوتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ عرض بلد میں مکہ بھی وسط حقیقی کے قریب تر واقعہ ہوا ہے۔ ڈیڑھ درجہ کا جو تفاوت ہے وہ اسلیئے ہے کہ کہ نافِ زمین ثابت ہو؛

(ب) اب اس طرح سمجھو کہ ملک عرب ۱۵ سے ۳۵ درجہ ہائے عرض بلد (شمالی) پر واقع ہے۔ اور ان ہی خطوط کے اندر دنیا کی تمام مشہور نسلیں اس طرح مقیم ہیں۔ کہ شرق میں آریا و منگول اور مغرب میں حبشی وہاماٹ (نسل حام) اور ریڈ انڈینز (امریکہ کے اصلی باشندے) ہیں۔ اور جب کل قوموں میں تبلیغ کا پہنچانا مدنظر ہو۔ تو عرب ہی اس کا مرکز قرار دیا جاسکتا ہے۔ غالباً اس لیئے بھی قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:-

وَجَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ۔ (ترجمہ) ہم نے تم کو درمیانی امت بنایا ہے۔ تاکہ قوموں کے سامنے تم خدا کی شہادت ادا کرو۔ فقط

خشکی وتری (دونوں راستوں) سے دنیا کو اپنے دہنے اور بائیں ہاتھ سے ملا کر ایک کر رہا ہے۔ اس لیئے ایسے ملک میں دنیا کے جملہ مذاہب کا پہنچ جانا۔ اور جہالت کی حکومت اعلیٰ کے زیر اثر ہو کر سب ہی کا بگڑ جانا بخوبی ذہن نشین ہو سکتا ہے۔ اور اسی طرح یہ بھی سمجھ میں آسکتا ہے۔ کہ اگر تمام دنیا کی ہدایت کے لیئے ایک واحد مرکز قایم کرنے کے لیئے ہم جگہ کا انتخاب کرنا چاہیں تو عرب ہی اسکے لیئے موزوں ہے۔ خصوصاً اُس زمانہ پر نظر کر کے ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ جب افریقہ اور یورپ اور ایشیا کی تین بڑی سلطنتوں کا تعلق عرب سے تھا۔ تو عرب کی آواز ان براعظموں میں بہت جلد پہونچ جانے کے ذرائع بخوبی موجود تھے؛

رب العٰلمین نے (جہاں تک میں سمجھتا ہوں) اسی لیئے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب میں پیدا کیا۔ اور اُن کو بتدریج قوم۔ اور ملک اور عالم کی ہدایت کا کام سپرد فرمایا؛

ناظرین اس کتاب کو پڑھ کر معلوم کر سکیں گے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کام کس قدر مشکل تھا۔ اور اُنہوں نے اس فرض کو کیسی خوش اسلوبی۔ صبر و حلم۔ استقامت اور تحمل سے شروع کیا۔ کیونکر تہذیب وتمدن اور علم واخلاق کو پھیلایا۔ کیونکر قوموں اور ملکوں کو ایک بنایا۔ کس طرح انسان کا درجہ بلند کیا۔ کس طرح توحید کی اشاعت کی۔ اور انسان کے دل پر عظمت وکبریائی خداوندی کا نقش قایم کر دینے کے بعد کس طرح جملہ اشیاء واسباب کا خادم انسان ہونا ثابت کر دیا؛

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح نسل اور قومیت کی خصوصیتوں اور ملک ومقام کی حالتوں۔ اور امیری وغریبی کے امتیازوں۔ اور فاتح ومفتوح کے تفاوتوں مختلف زبانوں۔ مختلف رنگتوں کے مابہ الامتیازوں سے قطع نظر کر کے کیسی خوش اسلوبی سے سب کو دین واحد کے رشتہ سے متحد ومتفق۔ یکساں ومساوی۔ ہم سطح

وہم خیال۔ ہم اعتقاد وہم آواز بنایا؛

اور جب وہ اس عظیم الشان کام کو انجام دے چکے۔ بندوں کو خدا سے نزدیک اور قوموں کو قوموں سے قریب بنا چکے۔ نفرت و عداوت کی جگہ نصرت و اخوت کو بٹھلا چکے۔ ظلمت اور جہالت کو نکال کر انکے دل اور دماغ پر نور صداقت و علم کو متمکن کر چکے۔ تب کیسی فارغ البالی۔ کشادہ پیشانی۔ اور مسرت کے ساتھ اس دنیا سے سدھار گئے؛

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے عظیم الشان کام کا اندازہ کرنے کے لیئے دیکھو کہ اسلام کا بیج کیسے پاک قلوب میں بویا گیا تھا۔ جو اسکا نیک پھل لائے تھے؛

نجاشی ملک حبشہ۔ جیفر ملک عمان۔ اکیدر شاہ دومۃ الجندل؛

نجد کے وحشی۔ تہامہ کے بدو۔ اور یمن کے مسکین کے دوش بدوش کھڑے ہونے پر نازاں ہو رہے ہیں؛

عبد اللہ بن سلام یہودیت اور ورقہ بن نوفل عیسائیت اور عثمان بن طلحہ ابراہیمیت کی مسندہائے امامت چھوڑ کر اسلام کے خادم شمار کیے جانے پر مفتخر ہیں؛

یہودیوں کا زرخرید غلام سلمان پارسی۔ منا اہل البیت کے درجہ پر فائز ہو جاتا ہے اور بت پرستوں کے زرخرید غلام بلال حبشی کو فاروق اعظم بھی جسکی سطوت و ہیبت سے قیصر و کسریٰ کے اندام پر لرزہ تھا۔ سید سید (آقا آقا) کہہ کر پکار رہا ہے۔ رنگتوں کا اختلاف۔ زبانوں کا تباین۔ قومیت کا تفرقہ۔ ملکی خصوصیات کا امتیاز سب کچھ جاتا رہا ہے حسب و نسب کی شرافت کا زبان پر لانا کمینگی کی دلیل بن گیا ہے۔ دین واحد نے سب کو ملت واحد بنا کر ایک ہی دلولہ دلوں میں۔ ایک ہی جوش طبیعتوں میں۔ ایک ہی خیال دماغوں میں۔ ایک ہی

آوازہ توحید زبانوں پر جاری کر دیا ہے؛
دشمن، دوست بن گئے ہیں۔ اور جان ستاں، جاں نثار ثابت ہوئے ہیں۔
وہ عمرو بن عاص جو حبش میں نجاشی کے پاس قریش کا سفیر بن کر گیا تھا کہ مسلمانوں کو بطور اکسٹراڈیشن مجرموں کے حاصل کرے۔ چند سال کے بعد وہی عمان کے بادشاہ کے پاس داعیٔ اسلام بن کر جاتا ہے۔ اور ہزاروں اشخاص کے مسلمان ہو جانے کی بشارت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لاتا ہے؛
وہی خالد بن ولید جو جنگ اُحد میں بت پرستوں کے رسالہ کی کمانڈ کرتا ہوا مسلمانوں کو تباہ کرنا اپنی زندگی کا اعلےٰ مقصد سمجھتا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد حاضر ہوتا ہے لات و عزیٰ کے مندروں کو اپنے ہاتھوں سے گراتا۔ اور اسلامی فتوحات میں گرم جوش جنرل کا درجہ پاتا ہے؛ وہی عروہ بن مسعودؓ۔ جو حدیبیہ میں آنحضرتؐ کو مکہ میں داخل ہونے سے روکنے کے لیئے قریش کا سفیر بن کر آیا تھا۔ خود بخود مدینہ میں حاضر ہوتا۔ اپنی قوم میں دعوتِ اسلام کی اجازت حاصل کر کے اسی خدمت میں اپنی جان قربان کر دیتا ہے؛ وہی سہیل بن عمرو جو معاہدہ حدیبیہ میں بت پرستوں کی جانب سے کمشنر معاہدہ تھا۔ اور جس نے عہد نامہ میں اسم پاک محمدؐ کے ساتھ لفظ رسول اللہ لکھے جانے پر انکار کیا تھا۔ وفات نبوی کے بعد بیت اللہ میں کھڑے ہو کر اسلام کی صداقت اور دین الٰہی کی تائید میں ایسی زبردست تقریر (خطبہ) کرتا ہے۔ جو سینکڑوں دلوں میں سکینہ اور ایمان بھر دیتی ہے۔ وہی عمرؓ جو تلوار لے کر گھر سے آنحضرتؐ کا سر قلم کرنے کے لیئے نکلا تھا۔ وفات نبویؐ کے دن شمشیر برہنہ لے کر کہہ رہا ہے۔ کہ جو کوئی کہیگا کہ آنحضرتؐ نے وفات پائی۔ اُس کا سر قلم کر دیا جاوے گا۔ وہی وحشی جس نے امیر حمزہ کو مارا۔ کلیجہ نکالا۔ اعضاء کاٹے۔ جنازہ بیحرمت کیا تھا؛
کچھ دنوں کے بعد مسلمان ہو جاتا۔ شرم و خجالت سے مُنہ سامنے نہیں کرتا

اور بالآخر مسیلمہ جیسے کذّاب کے قتل کو اپنی حرکت سابقہ کی تلافی سمجھتا ہے؛

وہی ابو سفیان بن حارث بن عبد المطلب۔ جو حقیقی چچا کا بیٹا ہو کر بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں متواتر اشعار کہا کرتا تھا۔ جذبۂ توفیق سے خدمت میں حاضر ہوتا ہے۔ اور جنگ حُنین کے میدان میں وہی اکیلا رکاب نبوی تھامے نظر آتا ہے؛

وہی ابو سفیان بن حرب۔ جو سات برس تک برابر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں فوجیں لاتا رہا۔ اور مسلمانوں کے خلاف سارے ملک میں آتش فساد بھڑکاتا رہا۔ اسلام لاتا۔ اور نجران کے عیسائی علاقہ پر اسلامی حاکم بنا کر بھیجا جاتا ہے۔ وہ طفیل دوسی۔ جو مکہ میں روئی کی ڈاٹ کانوں میں لگا کر پھرتا تھا کہ محمد کی آواز کان میں نہ پہونچے۔ بالآخر اپنے وطن میں گھر گھر پھرتا۔ اور محمد کی آواز کو پہونچاتا تھا۔ وہ عبدیالیل ثقفی۔ جسنے طائف میں غلاموں بچّوں کو پتھراؤ کرنے کے لیے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے لگا دیا تھا۔ آخر مدینہ حاضر ہوا اور وہاں سے اپنی قوم کے پاس جواہر ایمان وایقان لایا تھا۔ وہی بریدہ بن الحصیب اسلمی جو قریش سے سَو شتر سُرخ کے انعام کا وعدہ لے کر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی گرفتاری کے لیے ستر سواروں کی دوڑ دھوپ لے گیا تھا۔ چند گھنٹے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عَلَم بردار بن گیا۔ الغرض ایسی مثالوں کے لیے ایک دفتر درکار ہے؛

یہ سب کرشمے اُس پاک تعلیم کے تھے۔ جو آہستہ آہستہ دلوں کو فتح کرتی جاتی تھی۔ اکثر انبیاء علیہم السلام نے معجزے دکھلائے۔ لاٹھی۔ سانپ۔ پتھر۔ دریا۔ آگ کی قلب ماہیت یا سلب خاصیت کا نظارہ دیکھنے والوں کو نظر آیا؛

لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (فداہ ابی وامی) نے عظیم الشان معجزہ یہ دکھلا دیا۔ کہ دلوں کو بدل دیا۔ اور روح کو پاکیزہ بنا دیا۔ انسان اور لاٹھی۔ انسان

اور سانپ۔ انسان اور پتھر میں جتنا تفاوت ہے۔ وہی تفاوت اس معجزہ اور دیگر معجزات میں بھی ہے؛

اور یہی وہ چیز ہے جو آج تک اُن سب دماغوں کی حیرت و محویت کا موجب ثابت ہوئی ہے۔ جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق (باوجود مخالفت مذہب) کچھ کہنا یا کچھ لکھنا چاہا ہے؛

کاش مسلمان اس پاکیزہ تعلیم کی قدر کریں۔ کاش وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک مقصد سے آگاہی حاصل کریں۔ کاش وہ اسلام کی حفاظت کو اپنا فرض سمجھیں۔ کاش وہ اسلام کی بقا کو اپنے نفسوں۔ اپنے بچوں۔ اپنے باپ۔ پیر۔ بزرگوں کی حیات و بقا سے زیادہ ضروری سمجھنے لگیں۔ وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْز؛

ناظرین! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں یہ عجیب خصوصیت ہے۔ کہ اُس سے ہر طبقہ کا شخص ہدایت پا سکتا ہے؛

آنحضرت دنیا کی ہوا میں سانس لینے سے پیشتر یتیم ہو چکے تھے۔ اِس لیئے سکینی و غربت ایسے اوصاف ہیں۔ جو حضور کے توام ہیں؛

عمر کے ابتدائی سال دیہاتی زندگی میں بسر ہوئے تھے۔ اِس لیئے سادگی و بے تکلفی نے حضور کے ساتھ ساتھ نشو و نما پائی تھی۔ لڑکپن کا زمانہ ایسے وقت میں کٹا تھا۔ جب کہ قوم حرب الفجار وغیرہ لڑائیوں میں مصروف تھی؛ اِس لیئے امن بسیط اور ہمدردی عامہ کی قدر و منزلت شروع ہی سے حضور کے خاطر نشین تھی؛

۲۵ سال کی عمر تک حضور نے شادی نہیں کی۔ تجرد کا یہ زمانہ جو عین عنفوان شباب کا عالم تھا۔ کمال عفت و عصمت شرم و حیا سے بسر ہوا۔ دیکھنے والوں کی شہادت موجود ہے کہ حضور پردہ نشین کنواری لڑکیوں سے بڑھ کر باشرم و باحیا تھے؛

آنحضرت نے معاش کے لیئے تجارت کو پسند فرمایا تھا۔ اور اس طرح اُن بلند حوصلہ

لوگوں کے لیئے جو ثبات و استقلال ۔ معاملہ فہمی و ضرورت شناسی ۔ حلم اور بردباری سے متصف ہوں ۔ ہدایت فرمائی ۔ کہ تجارت سے بہتر اور کوئی معاش نہیں ؛

مردانہ جمال میں بکمال حسین ۔ حسب و نسب میں عالی خاندان ہونے پر بھی ایک بیوہ عورت سے جو عمر میں اُن سے پندرہ سال زیادہ تھی ۔ پہلا نکاح کیا ۔ اور اس سے عقد بیوگان کی ضرورت اور عظمت پر نہایت شاندار نمونہ قایم فرمایا ۔ نیز واضح کر دیا ۔ کہ متاہل زندگی میں بھی ہم کیوں کر شہوانی خیالات کے تقید سے آزاد رہ سکتے ہیں ؛

یہ بیوی نہایت متمول تھی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قانعانہ طبیعت اور زاہدانہ سیرت کی وجہ سے اپنے آپ کو اپنی بیوی یا اپنے خاندان کی امداد سے ہمیشہ مستغنی ثابت کیا ۔ اور اس طرح اپنی مدد آپ کرنے والوں کی سرِراہ ایک مشعل روشن فرمائی ؛

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی صادقانہ و ہمدردانہ زندگی کا اثر خونخوار عرب پر پھیلا دیا تھا ۔ اور سب کے دلوں میں اپنے لیئے عزت و محبت کے ساتھ جگہ بنالی تھی ۔ اور اِس طرح پر راستبازوں کے لیئے ایک درخشندہ مثال قایم فرمادی ۔ کہ کیونکر نیکی اور صداقت کی طاقت ۔ ظلم اور جہالت کو مغلوب کر سکتی ہے ؛

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعاون و تمدن کی برکات اور طاقت کو سمجھا ۔ اور حلف الفضول کے قایم کرنے سے قیام امن اور حفاظت نوع انسانی کے لیئے جدید سڑک تیار کر دی اور اُن منتظمین کو جو سچے دل سے کسی ملک کو ترقی دینا چاہتے ہیں اُسی ملک کے باشندوں کو شریک انتظام کر لینے کے زرین اصول کا سبق دیا ؛

حجر اسود کے نصب کرنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلا دیا ۔ کہ جب مختلف

آنحضرت کی نبوت کی جامع شان

اغراض اور مختلف مقاصد کے لوگ ایک جگہ فراہم ہو جائیں۔ تو ان کو کیوں کر مرکزِ واحد پر لا سکتے ہیں۔ نیز ثابت فرما دیا کہ خدشہ جنگ کے ٹلا دینے۔ اور امن کو مستحکم رکھنے کے لیے جنگی طاقت کی نہیں۔ بلکہ اعلیٰ دماغی قابلیت کی ضرورت ہے؛

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں جملہ انبیاء کی شان نظر آتی ہے؛

آپ مسیح علیہ السّلام کی طرح جھٹلائے۔ اور ستائے گئے۔ پھر بھی صابر و شاکر ہی پائے گئے؛

آپ نے زکریا علیہ السلام کی طرح بیابانوں اور بستیوں میں خدا کی آواز کو پہونچایا؛

آپ نے عیسیٰ رسول اللہ کی طرح خدا کے گھر کی عظمت و حرمت کو ازسرِ نو زندہ فرمایا؛

آپ نے ایوب علیہ السلام کی صبر و شکیبائی کے ساتھ گھاٹی میں تین سال تک محصوری کے دن کاٹے۔ اور پھر بھی آپ کا دل خدا کی ثنا گزاری سے لبریز۔ اور زبان ستائش گوئی سے زمزمہ سنج رہی؛

آپ نے نوح علیہ السلام کی طرح قوم کے برگشتہ بخت لوگوں کو خفیہ اور علانیہ۔ خلوت اور جلوت میں۔ میلوں اور جلسوں۔ گزرگاہوں۔ اور راہوں پر۔ پہاڑوں۔ اور میدانوں میں اسلام کی تبلیغ فرمائی۔ اور لوگوں کو اُن کے افعال سے نفرت دلائی؛

آپ نے ابراہیم علیہ السلام کی طرح نافرمان قوم سے علیحدگی اختیار کی۔ اور وطن کو چھوڑ کر شجرۂ طیبۂ اسلام کے لگانے کے لیئے پاک زمین کی تلاش میں رہ نورد ہوئے؛

آپ شب ہجرت کو داؤد علیہ السلام کی طرح دشمنوں کے نرغہ سے نکلنے میں کامیاب ہوئے؛

اور یونس علیہ السّلام کی طرح (جنہوں نے تین دن مچھلی کے پیٹ میں رہ کر پھر

نینوے میں اپنی منادی کو جاری کیا تھا) غار ثور کے شکم میں تین دن رہ کر پھر مدینہ طیبہ میں کلمۃ اللہ کی آواز کو بلند فرمایا؛

آپ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرح (جنہوں نے بنی اسرائیل کو فرعون مصر کی غلامی سے آزاد کرایا تھا) شمالی عرب کو شاہ قسطنطنیہ کی بند مملوکیت سے اور شرقی عرب کو کسرائے ایران کے حلقۂ غلامی سے۔ اور جنوبی عرب کو شاہ حبش کے طوق بندگی سے نجات دلائی؛

آپ نے سلیمان علیہ السلام کی طرح مدینہ میں خدا کے لیے ایک گھر بنایا۔ جو ہمیشہ کے لیے خدا کی یاد کرنے والوں سے معمور۔ اور ضیاء توحید سے پرنور رہا ہے؛ جسے کوئی بخت نصر جیسا سیاہ بخت ویران نہیں کر سکا ہے؛

آپ نے یوسف علیہ السلام کی طرح اپنے ایذا رساں و ستم پیشہ برادران مکہ کے لیے نجد سے (بتوسط ثمامہ بن اثال) غلہ بہم پہونچایا۔ اور بالآخر فتح مکہ کے دن لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ کا مژدہ سُنا کر۔ انتم الطلقاء کے فرمودہ سے انہیں پابند منت و احسان بنایا؛

وقت واحد میں آپ موسیٰ کی طرح صاحب حکومت تھے۔ اور ہارون کی طرح صاحب امامت بھی؛

ذات مبارک میں نوح علیہ السلام کی سی سرگرمی۔ ابراہیم علیہ السلام جیسی نرم دلی یوسف علیہ السلام کی سی درگذر۔ داود علیہ السلام کی سی فتوحات۔ یعقوب علیہ السلام کا سا صبر۔ سلیمان علیہ السلام کی سی سطوت عیسیٰ علیہ السلام کی سی خاکساری۔ زکریا علیہ السلام کا سا زہد۔ اسمٰعیل علیہ السلام کی سی سبک روحی کامل ظہور بخش تھی؛

اے کہ بر تختِ سیادت ز ازل جا داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

خورشید رسالت میں اگرچہ تمام مقدس رنگ موجود تھے لیکن رحمۃ للعالمینؐ کا وہ نور تھا کہ جس نے تمام رنگتوں کو اپنے اندر لے کر دنیا کو ایک برگزیدہ و چیدہ (بیضا و نقیہ) روشنی سے منور کر دیا ہے۔

ذرۂ بیمقدار کی کیا تاب کہ خورشید عالم افروز کی جلوہ نمائی میں آئینہ داری کرے اس لئے سادہ و مختصر حالات پیش کر دیتا ہوں۔ خداوند کریم میری حسن نیت پر نظر فرما کر میرے زلات کو عفو فرمائے۔ اور برادران اسلام میری کمی بضاعت کو ملحوظ رکھ کر تقصیر خدمت کو معاف فرمائیں۔ +

خاکسار

"محمد سلیمان"

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
و
اُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

سیدنا محمدؐ بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی ہمارے نبی ہیں۔ دادا نے آنحضرت کا نام محمدؐ[1] اور ماں نے خواب میں ایک فرشتے سے بشارت پاکر احمدؐ[2] رکھا تھا[3]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیمؑ[4] (خلیل الرحمان وابو الانبیاء) کی اولاد سے ہیں جو ہاجرہ بی بی کے بطن سے ہوئی۔ ہاجرہ بادشاہ مصر "رقیون" کی بیٹی تھی۔ خدا کے ہاں انکا ایسا درجہ تھا

---

۵۱ لفظ محمد، حَمد سے اسم مفعول ہے۔ یعنی مضاعف سے مبالغہ کے لیئے ہے۔ اور احمد بھی حمد سے واقع علی المفعول ہے اسم محمد سے حمد کی کثرت وکمیت۔ اور اسم احمد سے حمد کی صفت اور کیفیت ظاہر ہوتی ہے۔ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا شعر ہے۔ وَشَقَّ لَہٗ مِنْ اِسْمِہٖ لِیُجِلَّہٗ ۔ فَذُوالْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَّھٰذَا مُحَمَّدٌ ۔ (خدا نے اسکی عظمت ظاہر کرنیکے لیئے اُس کا نام اپنے نام سے مشتق کیا۔ دیکھو رب العرش تو محمود ہے۔ اور آنحضرۃ محمد ہیں) واضح ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حمد سے خاص مناسبت ہے۔ حضور کا نام محمد و احمد ہے۔ اور حضور کے مقام شفاعت کا نام محمود ہے۔ امت محمدیہ کا نام حمادون ہے۔ اور آنحضرت کی لوار کا نام لوا الحمد ہے۔ والحمد للہ علی ذالک کثیراً ؛ +

۵۲ خطبات احمدیہ صفو ۳۴۲۔ حدیث میں ہے کہ زمین پر میرا نام محمدؐ اور آسمان پر احمدؐ ہے۔ توراۃ میں اسم مبارک محمدؐ اور انجیل میں احمدؐ ہے ؛

۵۳ سیدہ آمنہ بی بی کو نام رکھنے کی بشارت فرشتے کی معرفت ایسے ہی ملی تھی۔ جیسے کہ فرشتے کی بشارت سے ہاجرہ بی بی نے اسمٰعیل کا نام (پیدایش ۱۶/۱۱ باب) اور مریم نے یسوع کا نام (لوقا باب ۱ ۳۱ درس) رکھا تھا ؛

۵۴ حضرت ابراہیم کا نام شروع میں ابرام تھا۔ خدا نے ابراہیم رکھا۔ اسکے معنے "قوموں کا باپ" ہیں۔ (پیدایش ۱۷ باب ۵ درس) بنی اسمٰعیل و بنی اسرائیل و بنو عیصو۔ و بنو قطورہ انہی کی اولاد ہیں۔ پادری صاحبان جو صرف بنی اسرائیل کا نام ہی زبان پر رکھتے ہیں وہ غور کریں کہ انکے قول کے مطابق حضرت ابراہیم قوموں کا باپ کیونکر ثابت ہوئے ؛

کہ خدا کے فرشتے اُن کے سامنے آیا کرتے۔ اور خدا کے پیغام پُہنچایا کرتے تھے[1]؛

ہاجرہ بی بی کے فرزند کا نام اسمٰعیلؑ ہے۔ جو حضرت ابراہیمؑ کے پہلے بیٹے ہیں باپ نے ان کو وادی میں اس جگہ آباد کیا تھا۔ جہاں اب مکہ معظمہ ہے۔ خدا نے اسمٰعیلؑ کے لیئے زمزم کا چشمہ ظاہر کیا تھا[2]؛

حضرت اسمٰعیلؑ کو خدا نے بارہ بیٹے دیئے تھے۔ اُن میں سے قیدار بہت مشہور ہیں۔ توراۃ میں اُن کا ذکر بکثرت آیا ہے[3]؛

قیدار کی اولاد میں عدنان اور عدنان کی اولاد میں قصیٰ بہت مشہور ہیں جو چار واسطے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا ہیں؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ماں کا نام آمنہ ہے جو وہب کی بیٹی ہیں۔ وہب قبیلہ بنو زہرہ کا سردار تھا۔ ان کا سلسلہ نسب فہر الملقب بہ قریش کے ساتھ جا ملتا ہے؛

اِسلیئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم ددھیال اور ننھیال میں عرب کے بہترین قبیلہ۔ بہترین قوم اور شاخ میں سے ہیں؛

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم موسم[4] بہار میں دوشنبہ[5] کے دن ۹ ربیع[6] الاول سنہ عام الفیل[7]

---

[1] کتاب پیدائش ۱۶/۷ تا ۱۱ و ۲۱/۱۷؛

[2] زبور ۸۴ باب ۴-۵-۶ ورس۔ وکتاب صحیح بخاری بروایت ابن عباسؓ؛ وپیدائش ۲۱/۱۹

[3] یسعیاہ ۱۶/۱۔ زبور ۸۴/۶۔ یسعیاہ ۴۲/۱۱۔ رمیاہ ۴۹/۲۸۔ وغیرہ وغیرہ؛

[4] حضرت یحییٰ وحضرت داؤد علیہما السلام کی ولادت بھی فصل بہار میں ہوئی تھی سے نوجی ولزمان وشہر ضیعی۔ برج فی ربیع فی

[5] نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی میں دوشنبہ کا دن خصوصیت رکھتا ہے۔ ولادت۔ نبوت۔ ہجرت۔ وفات سب اسی دن ہوئی ہیں۔ اس سے مختلف تاریخوں کی تصحیح میں بڑی مدد ملتی ہے؛

[6] تاریخ ولادت میں مؤرخین نے اختلاف کیا ہے۔ طبری وابن خلدون نے ۱۲ تاریخ۔ اور ابوالفدا نے ۱۰ لکھی ہے۔ مگر سب کا اتفاق ہے کہ دوشنبہ کا دن تھا۔ چوں کہ دوشنبہ کا دن ۹ ربیع کے سوا کسی اور تاریخ سے مطابقت نہیں کھاتا۔ اس لیئے ۹ ربیع ہی صحیح ہے۔ تاریخ دول العرب والاسلام میں محمد طلعت بک حرب نے بھی ۹ تاریخ کو ہی صحیح قرار دیا ہے؛

[7] واقعہ عام الفیل سے ۵۲ یوم بعد ؛

مطابق ۲۲-اپریل[1] ۵۷۱ء مطابق یکم جیٹھ سمت[2] ۶۲۸ بکرمی کو مکہ معظمہ میں، بعد از صبح صادق[3]
وقبل از طلوع نیر عالمتاب پیدا ہوئے۔ حضور اپنے والدین کے اکلوتے[4] بچے تھے۔
والد بزرگوار کا آنحضرت کی پیدائش سے پہلے انتقال ہو گیا تھا۔

عبدالمطلب آنحضرتؐ کے دادا نے خود بھی یتیمی کا زمانہ دیکھا ہوا تھا۔ اپنے چوبیس سالہ نوجوان پیارے فرزند عبداللہ کی اس یادگار کے پیدا ہونے کی خبر سنتے ہی گھر میں آئے۔ اور بچے کو خانہ کعبہ میں لے گئے اور دعا مانگ کر واپس لائے۔ ساتویں دن قربانی کی۔ اور تمام قریش کو دعوت دی۔ دعوت کھا کر لوگوں نے پوچھا۔ کہ آپ نے بچے کا نام کیا رکھا۔ عبدالمطلب نے کہا "محمدؐ"۔ لوگوں نے تعجب سے پوچھا۔ کہ آپ نے اپنے خاندان کے سب مروجہ ناموں کو چھوڑ کر یہ نام کیوں رکھا۔ کہا۔ میں چاہتا ہوں کہ میرا بچہ دنیا بھر کی ستائش اور تعریف کا شایاں قرار پائے[5]۔

نام رکھا گیا۔ قوم نے اس نام پر تعجب کیا۔

---

[1] ۲۲-اپریل گریگورین رول کے مطابق ہے جبکہ ستمبر ۱۷۵۲ء سے انگریزی تقویم کا حساب شروع ہوا ہے لیکن قاعدہ قدیم کے مطابق ۹ ربیع مطابق ۱۹ اپریل ۵۷۱ء جولین کے تھی۔ اور گریگورین نے اس ۱۹ کو ۲۰-اپریل ۵۷۱ء بروئے حساب قدیم قرار دیا۔ فقط

[2] واضح ہو کہ شمسی سال کی صحیح مقدار ۳۶۵ دن ۵ گھنٹے ۴۸ منٹ و ۴۶ سکنڈ ہے۔ مگر سمت پروشٹہ کے جاری کرنیوالوں نے ۲۳ منٹ ۲۳ سکنڈ کی مقدار اس سے زیادہ تجویز کی۔ اس زیادتی کی وجہ سے سمت پروشٹہ سنہ عیسوی کے مقابلہ میں ۲۳ منٹ ۲۲ سکنڈ کی تاخیر سے شروع ہوتا ہے۔ سمت پروشٹہ سنہ ۱ کا آغاز یوم یک شنبہ مطابق ۱۳ مارچ ۵۶ ق م جولین) ہوا تھا یعنی اعتدال ربیعی سے ۹ یوم پہلے۔ مگر سمت ۶۲۸ پروشٹہ کا آغاز ۲۲-مارچ ۵۷۱ء کو ہوا تھا یعنی اعتدال ربیعی سے ایک یوم بعد۔ اور ہمارے زمانہ میں سمت ۱۹۷۲ پروشٹہ ۱۳ اپریل ۱۹۱۵ء کو شروع ہوا ہے۔ یعنی اعتدال ربیعی سے ۲۳ یوم بعد۔ آئندہ بھی سمت پروشٹہ میں اسی تناسب سے یہ فرق بڑھتا رہیگا۔ یعنے ۶۱½ سال کے بعد سمت کا شروع ایک دن مؤخر ہوتا رہیگا۔ غرض سمت پروشٹہ میں جو غلطی متعلق مقدار سال شمسی کے ابتدائی قائمی سمت مذکور سے موجود ہے اُسی کی وجہ یہ ہے۔ کہ سمت ۶۲۸ پروشٹہ کا یکم جیٹھ مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء تھا۔ اور سمت ۱۹۷۲ پروشٹہ کا یکم جیٹھ مطابق ۱۴ مئی ۱۹۱۵ء کے ہے۔

[3] یوم ولادت باسعادت کو مکہ معظمہ میں صبح صادق کا طلوع ۴ بجکر ۴ منٹ (دھوپ گھڑی کے گھنٹوں کے حساب سے) یا ۹ بجکر ۵ منٹ (حساب مروجہ حال عرب کے) ہوا تھا۔ اور آفتاب اُس وقت برج حمل سے ۱۳ درجہ ۲۰ دقیقے پر تھا۔ اور تاریخ یکم جیٹھ کے شروع ہونے پر ۱۳ گھنٹے ۱۶ منٹ گزر چکے تھے۔

[4] یسعیاہ ۹/۶ میں ہے "ہمکو ایک بیٹا بخشا گیا"۔ یہ بشارت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جو حضرت مسیح کی نہیں ہو سکتی کیونکہ

شرفاء مکہ کا دستور تھا۔ کہ آب و ہوا کے لحاظ سے اپنے بچوں کو جبکہ وہ آٹھ دن کے ہو جاتے تھے۔ دودھ پلانے والیوں کے سپرد کر کے باہر بھیج دیا کرتے تھے۔ اسی دستور کے

ایام رضاعت | موافق آنحضرتؐ کو بھی حلیمہ سعدیہ کے سپرد کر دیا گیا۔ وہ ہر چھٹے مہینے لا کر انکی والدہ اور دیگر اقرباء کو دکھلا جاتی تھیں۔ دو برس کے بعد آپ کا دودھ چھڑایا گیا۔ دائی حلیمہ آپ کو لے کر حضرت آمنہ کے پاس آئیں۔ حضرت آمنہ نے اس خیال سے (کہ وہاں کی آب و ہوا حضور کے خوب موافق تھی اور) شاید مکہ کی آب و ہوا موافق نہ ہو۔ پھر دائی حلیمہ ہی کے سپرد کر دیا۔

والدہ مکرمہ کا انتقال | جب آنحضرتؐ کی عمر چار برس کی ہوئی۔ تو والدہ مکرمہ نے آنحضرتؐ کو اپنے پاس رکھ لیا۔ جب آنحضرتؐ کی عمر چھ برس کی ہوئی۔ تو والدہ کا انتقال ہو گیا۔ اور دادا نے آپ کی پرورش اور نگرانی اپنے ذمہ لی[۵۱]۔

جب آنحضرتؐ کی عمر آٹھ برس ۱۰ دن کی ہوئی۔ تو آپ کے دادا عبدالمطلب نے ۸۲ برس کی عمر میں وفات پائی۔

ابوطالب کی تربیت | ابوطالب آنحضرتؐ کے چچا تھے۔ اور آپ کے والد عبداللہ کے حقیقی بھائی۔ اب وہ آنحضرتؐ کی نگرانی اور تربیت کے ذمہ دار بنے[۵۲]۔

بحیرہ راہب کی ملاقات | اکثر کتابوں میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ آنحضرتؐ جب بارہ[۱۲] سال کے ہوئے تو اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ جبکہ وہ تجارت شام کو جاتے تھے۔ سفر میں گئے۔ بصریٰ میں بحیرہ راہب نے آنحضرتؐ کو پہچان لیا۔ کہ نبی موعود یہی نوجوان ہے۔ چچا کو کہا۔ کہ اسے یہودیوں کے ملک میں نہ لیجاؤ۔ وہ اسے پہچان کر کہیں گزند نہ پہنچائیں۔ شفیق

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ | انجیل متی سے ظاہر ہے کہ مسیح کی اور بھی بہنیں اور بھائی تھے۔ اور وہ مریم کے اکلوتے بچے نہ تھے۔

صفحہ گزشتہ

۵۵ ابوالفداء صفحہ ۱۱۰۔ نیز یسعیاہ ۹/۶ "وہ اس نام سے کہلاتا ہے عجیب"۔

---

۵۱ ماخوذ از خطبات احمدیہ (مصنفہ سر سید احمد خاں المتوفی ۱۳۱۵ھ ہجری)۔ و زاد المعاد۔

۵۲ ماخوذ از خطبات احمدیہ۔ و زاد المعاد۔

چچا نے آنحضرتؐ کو بصری ..... ہی سے واپس کر دیا[۱]

اِس بارہ میں جو حدیث ترمذی وغیرہ میں ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ چچا نے واپس کرتے وقت آنحضرتؐ کے ساتھ بلالؓ کو بھیجا تھا۔ ابن قیمؒ کہتے ہیں۔ کہ یہ صریح غلطی ہے اوّل تو اُس وقت بلال نہ ابو طالب کے پاس تھا۔ نہ ابو بکر کے پاس۔ دوسرے کہ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اُن دنوں موجود ہی نہ ہو[۲]۔

(۲) قرآن مجید کی آیت وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا۔ فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ[۳] ۔ سے ثابت ہے۔ کہ یہودی رسول موعود کے انتظار میں رہا کرتے تھے۔ اور سمجھتے تھے۔ کہ اُس کے آنے پر یہودیوں کو کافروں پر فتح ونصرت ہوگی۔ یہ اعتقاد اُن کا اس وقت تک رہا جبتک کہ قرآن مجید نہ اُترا۔ اِس آیت سے یہ بھی ثابت ہوگیا۔ کہ بحیرہ راہب کا قول غلط تھا۔ کیونکہ اگر یہودی اس لڑکپن میں آنحضرتؐ کو پہچان لیتے تو اپنے اعتقاد کے مطابق حضور کو اپنی فتح ونصرت کا دیوتا سمجھ کر نہایت خدمت گزاری کرتے۔ نتیجہ یہ ہے۔ کہ راہب کی داستان ناقابل اعتبار ہے۔

تجارت کا خیال | جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم جوان ہوئے۔ تو آپ کا خیال پہلے تجارت کی طرف ہوا۔ مگر گھر کا روپیہ پاس نہ تھا۔ مکہ میں نہایت شریف خاندان کی ایک بیوہ عورت (خدیجہ) تھی۔ وہ بہت مالدار تھی۔ اپنا روپیہ تجارت میں لگائے رکھتی تھی۔ اُس نے آنحضرتؐ کی خوبیاں اور اوصاف سُن کر۔ اور آپ کی سچائی۔ دیانت داری۔ سلیقہ شعاری کا حال

---

[۱] پادری صاحبان نے اتنی بات پر کہ بحیرہ نصرانی ملا تھا۔ یہ شاخ وبرگ اور بھی لگادیے کہ ۴۰ سال کی عمر کے بعد جو تعلیم آنحضرتؐ نے ظاہر کی تھی وہ اس راہب کی تعلیم کا اثر تھا میں کہتا ہوں۔ کہ اگر آنحضرتؐ نے تثلیث اور کفارہ کا رد۔ مسیح کے صلیب پر جان دینے کا بطلان اس راہب کی تعلیم سے ہی کیا تھا۔ تو اب عیسائی اپنے اُس بزرگ کی تعلیم کو قبول کیوں نہیں کرتے۔ (محمد سلیمان)

[۲] زاد المعاد مصنفہ علامہ ابن القیم (المتوفی ۲۳ رجب ۷۵۱ھ) صفحہ ۷۱

[۳] یہ لوگ نبی کے آنے سے پیشتر کافروں پر فتح اُس کے ذریعہ پانے کی آرزو میں رہا کرتے جب نبی ظاہر ہوا۔ اور انہوں نے پہچان بھی لیا تب اُس سے منکر ہو بیٹھے۔ +

معلوم کر کے خود درخواست کر دی۔ کہ اُس کے روپے سے تجارت کریں۔ آنحضرتؐ اُس کا مال لے کر تجارت کو گئے۔ اس تجارت میں بہت نفع ہوا۔

اس سفر میں خدیجہؓ کا غلام میسرہ بھی آنحضرتؐ کے ساتھ تھا۔ اُس نے آنحضرتؐ کی اُن تمام خوبیوں اور بزرگیوں کا ذکر خدیجہؓ کو سنایا۔ جو سفر میں خود دیکھی تھیں۔ ان اوصاف کو سُن کر خدیجہ نے درخواست کر کے آنحضرتؐ کے ساتھ نکاح کر لیا۔ حالانکہ خدیجہ اس سے پہلے بڑے بڑے سرداروں کی درخواست نکاح کو رد کر چکی تھی۔

نکاح جب یہ نکاح ہوا۔ تو آنحضرتؐ کی عمر ۲۵ سال اور خدیجہ بی بی کی عمر ۴۰ سال کی تھی۔ آنحضرتؐ کے نکاح میں وہ ۲۵ سال تک زندہ رہیں۔ آنحضرتؐ اُن کے مر جانے کے بعد بھی اکثر اُن کا محبت سے ذکر کیا کرتے۔ اور اُن کی سہیلیوں سے بھی عزت اور شفقت کا برتاؤ کیا کرتے تھے۔

اس شادی کے بعد آنحضرتؐ کا تمام وقت خدا کی عبادت۔ اور بنی آدم کی بہبودی و خیر اندیشی میں پورا ہوا کرتا تھا۔

قیام امن و نگرانی حقوق کی انجمن کا انعقاد ان ہی دنوں میں آنحضرتؐ نے اکثر قبیلوں کے سرداروں اور سمجھدار لوگوں کو ملک کی بے امنی۔ رستوں کا خطرناک ہونا۔ مسافروں کا لُٹنا۔ غریبوں پر زبردستوں کا ظلم بیان کر کے ان سب باتوں کی اصلاح پر توجہ دلائی۔ آخر ایک انجمن قایم ہو گئی جس میں بنو ہاشم۔ بنو المطلب۔ بنو اسد۔ بنو زہرہ۔ بنو تیم شامل تھے۔

اس انجمن کے ممبر مندرجہ ذیل عہد و اقرار کیا کرتے تھے:۔

(۱) ہم ملک سے بے امنی دور کریں گے۔

(۲) ہم مسافروں کی حفاظت کیا کریں گے۔

(۳) ہم غریبوں کی امداد کرتے رہیں گے۔

(۳) ہم زبردست کو زیردست پر ظلم کرنے سے روکا کریں گے[۵۱]۔

اِس تدبیر سے بنی آدم کے جان و مال کی بہت کچھ حفاظت ہو گئی تھی آنحضرتؐ اپنے نبوت کے زمانے میں بھی فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر آج بھی کوئی اُس انجمن کے نام سے کسی کو مدد کے لیئے بُلائے۔ تو میں سب سے پہلے اُسکی امداد کو تیار پایا جاؤں گا۔

ملک کی طرف سے صادق و امین کا نام آنحضرتؐ کو ملنا

ایسے ہی نیک کاموں کی وجہ سے اُن دنوں میں لوگوں کے دلوں پر آنحضرتؐ کی نیکی اور بزرگی کا اتنا اثر تھا۔ کہ وہ آنحضرتؐ کو نام لیکر نہیں بُلاتے تھے۔ بلکہ الصادق۔ یا الامین کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

آنحضرتؐ کی عمر ۳۵ سال کی تھی جب قریش نے کعبہ کی عمارت[۵۲] کو (جسکی دیواریں سیلاب کے صدمے سے پھٹ گئی تھیں) از سرِ نو تیار کیا۔

عمارت کے بنانے میں تو سب ہی شامل تھے۔ مگر جب حجر اسود[۵۳] کے قایم کرنیکا موقعہ

---

[۵۱] انگلستان میں نائٹ ہڈ کا آرڈر جسکے ممبر قریبًا یہی اقرار کیا کرتے تھے۔ اس انجمن سے کئی صدیوں کے بعد قایم ہوا تھا۔

[۵۲] کعبہ کی اول تعمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مع حضرت اسمٰعیلؑ کے کی تھی۔ پھر بنی جرہم۔ بنو عمالقہ۔ قصی اور قریش نے اسکی تجدید کی تھی۔ تجدید عمارت کی ضرورت مرورِ زمانہ کے اثر یا صدمہ سیلاب وغیرہ کی وجہ سے پیدا ہو جاتی تھی۔ کسی غیر قوم کے قبضہ کر کے گرا دینے۔ منہدم کرنیکا واقعہ اس عمارت کعبہ کے ساتھ پانچہزار سال سے کبھی نہیں ہوا اور یہ ایسا شرف ہے کہ دنیا کے کسی عبادت خانہ کو حاصل نہیں ہے۔

[۵۳] حضرت ابراہیمؑ اور انکی اولاد کا دستور تھا۔ کہ میدان میں جس جگہ کو عبادت گاہ مقرر کرتے۔ وہاں ایک لمبا بن گھڑا پتھر ستون کی طرح کھڑا کر دیتے تھے۔ جیسے اب بھی مسلمان کھلی جگہ میں نماز پڑھتے ہوئے اپنی چھڑی وغیرہ گاڑ لیا کرتے ہیں۔ جسے سُترہ کہتے ہیں۔ اسکا ثبوت کتاب پیدایش باب ۱۲ ورس ۷، ۸ و باب ۱۳۔ ورس ۱۸۔ و باب ۲۶۔ ورس ۲۵۔ و باب ۲۸۔ ورس ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۲ و کتاب خروج باب ۲۰۔ و باب ۲۴۔ ورس ۴ سے بخوبی ملتا ہے۔

حجر اسود بھی اسی قسم کا پتھر ہے۔ اور یہ بھی ایک شہادت اس امر کی ہے۔ کہ کعبہ بنائے ابراہیمی ہے اب کونے میں لگا دینے کے بعد یہ اتنا کام دیتا ہے کہ طواف کا شروع اور ختم اس جگہ سے کیا جاتا ہے۔ مسلمانوں میں جو درجہ اس کا ہے وہ اس کے نام حجر اسود (کالا پتھر) سے ظاہر ہے۔ ایک دفعہ فاروق اعظمؓ نے لوگوں کے سُنانے کے لیئے حجر اسود کو مخاطب کر کے کہا تھا۔ "تو ایک پتھر ہے۔ نہ کسی کو نفع نہ ضرر دے سکتا ہے"۔ صحیح بخاری عن عابس بن ربیعہ۔ باب ما ذکر فی الحجر الاسود۔

آیا۔ تو سخت اختلاف ہوا۔ کیونکہ ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ یہ کام اُسی کے ہاتھ سے سرانجام پائے۔ چار دن تک برابر یہی جھگڑا ہوتا رہا۔ آخر ابوامیہ بن مغیرہ نے جو قریش میں سب سے زیادہ طویل العمر تھا۔ یہ رائے دی۔ کہ کسی کو حکم بنا کر اُسکے فیصلے پر عمل کریں۔ اس رائے کو مانا گیا۔ اور قرار دیا گیا۔ کہ جو کوئی اب سب سے پہلے حرم میں آئے گا۔ وہی سب کا حکم سمجھا جائے گا۔

آنحضرت کا جملہ قبائل کی طرف سے حکم مقرر ہونا۔

اتفاقاً آنحضرت تشریف لے آئے۔ آنحضرت کو دیکھنا تھا۔ کہ ھٰذا الامین[1] رضیناہ کے نعرے لگ گئے۔ (امین آ گیا۔ ہم اسکے فیصلہ پر سب رضامند ہیں)۔

[1] ہم لکھ چکے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب کے لوگ نبوت سے پہلے صادق و امین کہہ کر بلایا کرتے تھے چنانچہ اس موقعہ پر بھی انہوں نے الامین ہی حضور کو کہا ہے۔ اب پہلے نبیوں کے پاک نوشتہ سے اس نام کی تصدیق ہوتی ہے۔ بائبل کے سب سے آخر میں مکاشفات یوحنا کی کتاب ہے۔ اس کتاب کے شروع میں یہ درج ہے۔ "یسوع مسیح کا مکاشفہ۔ جو خدا نے اُسے دیا۔ تاکہ اپنے بندوں کو وے باتیں جنکا جلد ہونا ضرور ہے دکھا دے"۔ اور اس سے یہ ثابت ہے کہ مکاشفات میں اُن باتوں کا ذکر ہے۔ جو یوحنا کے بعد دنیا میں ہونیوالی تھیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ سینٹ یوحنا حضرت مسیح کا حواری ہے۔ جس نے یہ مکاشفہ حضرت مسیح کے دنیا پر سے جانیکے بعد دیکھا تھا۔ یوحنا کہتا ہے۔ "۱۱ پھر میں نے آسمان کو کھلا ہوا دیکھا۔ اور دیکھو کہ (الف) ایک نقرئی گھوڑا۔ اور اُس کا سوار (ب) امین اور سچا کہلاتا ہے۔ (ج) اور وہ راستی سے عدالت کرتا۔ (د) اور لڑتا ہے۔ ۱۲۔ (ہ) اور اُسکی آنکھیں آگ کے شعلے کی مانند۔ (و) اور اُس کے سر پر بہت سے تاج۔ (ز) اور اُس کا ایک نام لکھا ہوا ہے جسے اُس کے سوا کسی نے نہ جانا۔ ۱۳۔ (ح) اور خون میں ڈوبا ہوا لباس وہ پہنے تھا۔ (ط) اور اُس کا نام کلام خدا ہے۔ ۱۴۔ (ی) اور وے فوجیں جو آسمان میں ہیں صاف اور سفید اور کتانی لباس پہنے ہوئے نقرئی گھوڑوں پر سوار اُس کے پیچھے ہولیں۔ ۱۵۔ (ک) اور اُس کے مُنہ سے ایک تیز تلوار نکلتی ہے کہ وہ اُس سے قوموں کو مارے (ل) اور وہ لوہے کے عصا سے اُن پر حکمرانی کریگا۔ (م) اور وہ خود قادر مطلق خدا کے قہر و غضب کی مے کے کولھو میں روندتا ہے۔ ۱۶۔ (ن) اور اُس کے لباس اور اُس کی ران پر یہ نام لکھا ہے۔ بادشاہوں کا بادشاہ۔ اور خداوندوں کا خداوند"۔ مکاشفہ ۱۹ باب۔

اب میں نہایت اختصار سے اسکی شرح کر دینا چاہتا ہوں۔

(الف) نقرئی گھوڑے اور اُس کے سوار کا ذکر مکاشفہ ۶-۲ میں بھی ان الفاظ سے ہے۔ "۲ دیکھو ایک نقرئی گھوڑا اور وہ جو اُسپر سوار تھا۔ کمان لیئے ہے۔ اور ایک تاج اُسے دیا گیا۔ اور وہ فتح کرتا ہوا اور فتحمند ہونیکو نکلا۔

آنحضرتؐ نے اپنی زیرکی اور معاملہ فہمی سے ایسی تدبیر کی۔ کہ سب خوش ہو گئے۔ آنحضرتؐ نے ایک چادر بچھائی۔ اس پر پتھر اپنے ہاتھ سے رکھ دیا۔ پھر ہر ایک قبیلے کے سردار کو

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ مکاشفہ ۱۹-۱۱ میں نقرئی گھوڑے کے سوار کی نام کی اور مکاشفہ ۶-۲ میں اسکے صاحب کمان اور صاحب فتح ہونے کی علامت بیان کی گئی ہے۔ اور یہ علامات آنحضرتؐ ہی پر صادق آتی ہیں؛

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری میں بھی نقرئی گھوڑا تھا جسکا نام سجر تھا۔ (دیکھو کتاب سفر السعادت)؛

(۲) آنحضرتؐ عربی کمان کو ہاتھ میں رکھتے۔ بسا اوقات خطبہ کے وقت بھی کمان ہاتھ میں ہوتی مسلمانوں کو کمان چلانے کی تاکید فرماتے۔ حدیث میں ہے۔ ارموا۔ فان اباکم کان رامیا۔ تیر چلایا کرو تمہارے باپ اسمٰعیلؑ تیر انداز تھے؛

(۳) آنحضرتؐ کے لیئے فتح مبین ہونے کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے۔ سب سے بڑی فتح یہ ہے کہ جس کام کے لیئے آنحضرتؐ مبعوث ہوئے تھے۔ اُسے بدرجہ کمال پہنچا کر دنیا سے رخصت ہوئے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ موسیٰ کلیم اللہ اپنی اُمّت کو وعدہ کی زمین میں پہنچانے سے پہلے اور مسیح روح اللہ اپنی بہت سی باتیں بتلانے سے پہلے دنیا سے الگ ہو گئے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اتمام وکمال کا اعلان دیکر یہاں سے رخصت ہوئے تو حضور کی فتح مبین میں اور فتحمند ہونے میں کچھ شک نہیں رہ جاتا؛

(ب) امانت دار اور سچا کہلاتا ہے۔ امانت دار (امین) سچا (صادق) کہلاتا ہے کے معنی یہ ہیں۔ کہ لوگ اسی نام سے بلایا کریں گے۔ اور یہی معاملہ آنحضرتؐ کے ساتھ ہوتا رہا؛

(ج) وہ راستی سے عدالت کرتا۔ یسعیاہ ۱۱ باب میں بھی ہے۔ ۴ وہ راستی سے مسکینوں کا انصاف کریگا؛ اور انصاف سے زمین کے خاکساروں کے لیئے انفصال کرے گا۔ یوحنا نے اُسی کو دہرا کر بتلا دیا۔ کہ اسکا تعلق زمانہ مابعد مسیح سے ہے قرآن مجید میں ہے:۔ ان اللہ یأمرکم بالعدل؛

(د) اور لڑتا ہے۔ عدالت کے ساتھ لڑنے کی صفت بھی بتلائی گئی۔ تاکہ کوئی پادری غلطی سے پہلی بات کو دیکھ کر مکاشفہ کو مسیح پر چسپان نہ کرے۔ کیونکہ اُس سوار کے لیئے مجاہد و غازی ہونا ضروری ہے؛

(ہ) اُسکی آنکھیں آگ کے شعلے کی مانند۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ میں جو تمام پاک نوشتوں میں ہے آنحضرتؐ کی آنکھوں میں سُرخی کا ہونا ضرور درج ہے۔ چنانچہ ایسا ہی تھا۔ کہ مردمک انکے گرداگرد سُرخ ڈورے پڑے ہوئے تھے؛

(و) اُس کے سر پر بہت سے تاج۔ انبیاء کے پاک گروہ کو دیکھو۔ کوئی واعظ ہے (سلیمانؑ) کوئی مبشر ہے (عیسیٰؑ) کوئی منذر ہے (نوحؑ) کوئی مُنجی ہے (موسیٰؑ)۔ کوئی مناظر ہے (ابراہیمؑ)۔ کوئی مجاہد ہے (داود)۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں جملہ صفات جامعیت کے ساتھ موجود ہیں۔ اسی لیئے اللہ پاک فرماتا ہے یا ایہا النبی انا ارسلناک

کہا کہ چادر کو پکڑ کر اُٹھائیں۔ اسی طرح اس پتھر کو وہاں تک لائے۔ جہاں قایم کرنا تھا آنحضرتؐ نے پھر اُسے اُٹھا کر کونے پر اور طواف کے سرے پر لگا دیا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ | شاھدًا و مبشرًا و نذیرًا و داعیًا الی اللہ باذنہ و سراجًا منیرًا

اے نبی ہم نے تمکو شاہدؐ۔ مبشرؐ۔ نذیرؐ۔ داعی الی اللہؐ اور روشن کردینے والا سراج بنا کر بھیجا ہے۔ سر پر تاج ہونے کے معنی یہی ہیں۔

(ز) اُس کا ایک نام لکھا ہے جسے اُسکے سوا کسی نے نہ جانا۔ آنحضرتؐ کا اسم پاک احمدؐ و محمدؐ وہ ہے جو پہلے کسی کا نام نہیں ہوا۔ مسیح اور یسوع تو حضرت عیسیٰؑ سے پہلے بیسیوں ہوئے۔

(ح) خون میں ڈوبا ہوا لباس وہ پہنے تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طائف میں منادی کرنیکے وقت ایسا ہی گزرا کہ تمام جسم مبارک پتھر کھاتے کھاتے لہولہان ہو گیا تھا اور لباس خون میں تر جسم کا خون بہ کر ایسا جم گیا کہ وضو کے لیے جوتہ اُتارنا مشکل ہو گیا تھا۔ اور چونکہ اس سفر میں آنحضرت تنہا تھے اسلئے یسعیاہ $\frac{63}{3\,و\,2\,و\,1}$ بھی آنحضرت پر ہی صادق آتا ہے۔

(ط) کلام خدا۔ یہ علامت حضرت موسیٰؑ نے اپنے سب سے آخری وعظ (کتاب باب $\frac{18}{3}$) اور حضرت عیسیٰؑ نے اپنی آخری وعظ یوحنا $\frac{16}{13}$ میں خصوصیت سے بیان کی تھی۔ اب یوحنا حواری نے بھی بیان کی جس سے معلوم ہوا کہ یوحنا کے مکاشفہ تک کلام خدا کی علامت کا پورا ہونا باقی ہے بس یہ قرآن ہے جسکی بابت خدا خود فرماتا ہے۔ انا نحن نزلنا علیك القرآن تنزیلا۔ اے محمدؐ ہم نے ہی یہ قرآن تجھ پر پوری شان کے ساتھ نازل کیا ہے۔

(ی) فرشتوں کا اور ملکوتی طاقتوں کا آنحضرتؐ کے ساتھ ہونا قرآن مجید میں بھی ہے:۔ والملائکۃ بعد ذٰلك ظھیرا۔ یعنی فرشتے بھی اُس کے مددگار ہیں۔ فرشتوں کے صاف سفید کپڑے نبی صلعم کے اتباع میں ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سفید لباس ہی محبوب تھا۔ آپکے نشان (علَم) کا رنگ بھی سفید تھا۔ امتناع جنگ اور قیام صلح کے لیئے بھی سفید پھریرا ہی اُڑایا کرتے ہیں۔

(ک) اُس کے مُنہ سے تیز تلوار نکلتی ہے۔ یہ جہاد ہے۔ اور جن لوگوں پر جہاد کیا گیا اُن کا مذکور بھی اسی مکاشفہ ۱۹ باب کے ۱۷ سے ۲۱ تک بیان کر دیا گیا ہے۔

(ل) لوہے کے عصا سے حکمرانی کریگا۔ زبور ۲ – ۹ میں بھی اس کا مذکور ہے۔ مکاشفہ میں زبور کے الفاظ دہرانے سے یہ نتیجہ نکلا۔ کہ ان الفاظ کا جو کوئی مصداق ہے وہ یوحنا کے بعد آنے والا ہے۔ پس وہ یقینًا محمد رسول اللہؐ ہیں۔ کیونکہ پھر کوئی بھی حضورؐ کے سوا وحی نبوت اور سلطنت محکم کا جامع نہیں ہوا۔

(م) وہ قادر مطلق کے قہر کے کولھو میں روندتا ہے۔ سرکش قبائل کا تباہ و خراب ہونا۔ قیصر و کسریٰ کو

آنحضرتؐ نے اس مختصر تدبیر نے ایک خونخوار جنگ کا انسداد کر دیا۔ ورنہ اس وقت کے اہل عرب میں۔ ریوڑ کے پانی پلانے۔ گھوڑوں کے دوڑانے۔ اشعار میں ایک قوم سے دوسری قوم کو اچھا بتانے جیسی ذرا ذرا سی باتوں پر ایسی جنگ ہوتی تھی کہ بیسیوں برس تک ختم ہونے میں نہ آتی تھی؛

"قرب زمانہ بعثت"

بعثت سے سات برس پہلے ایک روشنی اور چمک سی نظر آنے لگی تھی[1]۔ اور آنحضرتؐ اس روشنی کے معلوم کرنے سے خوش ہوا کرتے تھے[2]؛ اس چمک میں کوئی آواز یا صورت نہ ہوتی تھی۔ بعثت کا زمانہ جس قدر قریب ہوتا گیا۔ آنحضرتؐ کے مزاج میں

غار حرا میں عبادتیں کرنا

خلوت گزینی کی عادت بڑھتی جاتی تھی۔ آنحضرتؐ اکثر پانی اور ستو لے کر شہر سے کئی کوس پرے سنسان جگہ کوہ حرا[3] کی ایک غار میں جس کا طول ۴ گز عرض پونے دو گز تھا۔ جا بیٹھتے عبادت کیا کرتے۔ اس عبادت میں تحمید و تقدیس الٰہی کا ذکر بھی شامل تھا۔ اور قدرت الٰہیہ پر تدبر و تفکر بھی[4]؛ جب تک پانی اور ستو ختم نہ ہو جاتے شہر میں نہ آیا کرتے[5]؛

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ نافرمانی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا مثل خدا کے قہر ہی سے تھا؛

(ن) اس کے لباس و ران پر بادشاہوں کا بادشاہ۔ خداوندوں کا خداوند لکھا ہوگا۔ آنحضرتؐ کے القاب عالیہ میں سے امام الانبیاء۔ سید المرسلین۔ بھی ہیں۔ اور یہی مراد مکاشفہ کے الفاظ کی ہے؛
محمد سلیمان؛

[1] صحیحین عن ابن عباس؛ [2] سفر السعادت شرح مطبوعہ افضل المطابع کلکتہ چاپ ۱۲۵۳ھ صفحہ ۳۱؛

[3] اب اسے جبل نور کہتے ہیں؛

[4] سفر السعادت جمعاً للاقوال؛

[5] صحیحین عن عائشہ؛

اب آنحضرتؐ کو خواب نظر آنے لگے۔ خواب ایسے سچے ہوتے تھے۔ کہ جو کچھ رات کو خواب میں دیکھ لیا کرتے۔ دن میں ویسا ہی ظہور میں آجاتا[۵۱]۔

بعثت و نبوت

جب آنحضرتؐ کی عمر کے چالیس[۵۲] سال قمری پر ایک دن اوپر ہوا۔ تو ۹ ربیع الاول[۵۳] سنہ ۴۱ میلادی۔ (مطابق ۱۲ فروری سنہ ۶۱۰ء) کو بروز دوشنبہ روح الامین خدا کا حکم نبوت لے کر آنحضرتؐ کے پاس آیا۔ اس وقت آنحضرتؐ غار حرا میں تھے۔

روح نے کہا۔ محمدؐ۔ بشارت قبول فرمایئے۔ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اور میں جبریل[۵۴] ہوں۔

اس واقعہ کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم فوراً گھر میں آئے۔ اور لیٹ گئے۔ بیوی سے کہا کہ مجھ پر کپڑا ڈال دو۔ جب طبیعت میں ذرا سکون ہوا۔ تو بیوی سے فرمایا۔ کہ میں ایسے واقعات دیکھتا ہوں۔ کہ مجھے اپنی جان کا ڈر ہو گیا ہے[۵۵]۔

خدیجۃ الکبریٰؓ کی شہادت آنحضرتؐ کے اعلیٰ اخلاق پر

خدیجۃ الکبریٰؓ نے کہا۔ نہیں۔ آپ کو ڈر کاہے کا۔ میں دیکھتی ہوں کہ آپ اقربا پر شفقت فرماتے۔ سچ بولتے۔ رانڈوں۔ یتیموں۔ بیکسوں کی دستگیری کرتے۔ مہماں نوازی فرماتے۔ اصل

---

۵۱ صحیحین عن عایشہ مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۳۔

۵۲ صحیح بخاری عن ابن عباس باب مبعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰؑ کو بھی ۴۰ سال پورا ہونے پر نبوت ملی تھی۔ دیکھو کتاب اعمال شمولہ انجیل۔

۵۳ زاد المعاد صفحہ ۱۸ میں ۸ ربیع لکھی ہے۔ دوشنبہ کے دن پر اتفاق ہے۔ چونکہ دوشنبہ کا دن ۹ کو پڑتا ہے۔ اس لیئے ۹ ہی صحیح ہے۔

۵۴ سفر السعادت شرح صفحہ ۳۰۔

۵۵ اس فقرے سے حضور کا مطلب مشکلات نبوت کا بیان تھا۔

مصیبت زدوں سے ہمدردی کرتے ہیں۔ خدا آپ کو کبھی اندوہگین نہ فرمائے گا"۔[1]

اب خدیجۃ الکبریٰ کو خود بھی اپنے اطمینان قلب کی ضرورت ہوئی۔ اس لیے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے کے اپنے رشتے کے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں۔

اس کتاب کے مقدمے میں ہم ذکر کر چکے ہیں۔ کہ نجاشی اور قیصر کی کوششوں سے عیسائیت عرب میں آ چکی تھی۔ اس لیے بعثت محمدیؐ کے قریب عرب میں ایسے لوگ بھی موجود تھے جو علمائے یہود و نصاریٰ سے بہت سی معلومات کا استفادہ کر چکے تھے اور دین جاہلیت کو چھوڑ کر یہ خبریں دیا کرتے تھے۔ کہ عنقریب ایک رسول ظاہر ہونیوالا ہے جو ابلیس اور اسکے لشکر پر غالب ہوگا۔ ان اشخاص میں عثمان بن حریث، عبید، زید بن عمر۔ اور ورقہ بن نوفل کے نام خصوصیت سے مشہور ہیں۔[2]

زید بن عمرو جو عمر فاروقؓ کے چچا تھے۔ وہ بزرگ ہیں۔ جنھوں نے رسول موعود کی تلاش میں دور دور کے سفر کیے تھے۔ اور آخر یہ معلوم کر کے کہ وہ مکہ میں پیدا ہونگے اسی مبارک انتظار میں رہ کر انتقال کر چکے تھے۔

عیسائی عالم ورقہ بن نوفل کی شہادت آنحضرتؐ کی نبوت پر

الغرض حضرت خدیجہ کی درخواست پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ورقہ بن نوفل کے سامنے جبریلؑ کے آنے۔ بات کرنے کا واقعہ بیان فرمایا۔ ورقہ جھٹ بول اٹھا۔ یہی ہے وہ ناموس جو موسیٰ علیہ السلام پر اترا تھا۔ کاش میں جوان ہوتا۔ کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا۔ جب قوم آپ کو نکال دے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ کیا قوم مجھے نکال دیگی؟۔ ورقہ بولا۔ ہاں۔ اس دنیا میں جب کسی نے ایسی تعلیم پیش کی۔ اس سے (شروع میں) عداوت ہی ہوتی رہی

---

[1] صحیحین عن عائشہؓ مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۲۔

[2] خلاصہ تاریخ العرب پروفیسر سیڈیو۔

کاش میں ہجرت تک زندہ رہوں اور حضور کی نمایاں خدمت کروں[1]؛

کچھ دنوں[2] کے بعد پھر فرشتہ آیا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جنہوں نے اب تک لکھنا پڑھنا نہ سیکھا تھا۔ خدا کا وہ پاک نام اور پاک کلام پڑھایا۔ جو سارے علموں کی کنجی اور ساری حقیقتوں کا خزانہ ہے۔ روح الامین نے ان آیات کو پڑھا تھا؛

قرآن مجید کا نزول شروع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِقْرَءْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ۔ اِقْرَءْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ۔ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ؀

شروع ہے اللہ کے نام سے جو کمال رحمت اور نہایت رحم والا ہے۔ پڑھ اپنے پروردگار کے نام سے جسنے (سب کچھ) پیدا کیا جس نے انسان کو پانی کے کیڑے سے بنایا (ہاں) پڑھتا چلا جا تیرا پروردگار تو بہت کرم والا ہے جسنے قلم کے ذریعے تعلیم دی۔ (جسنے) انسان کو وہ سب کچھ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا[3]؛

نماز کا آغاز

اس کے بعد روح الامین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دامن کوہ میں لایا۔ نبی صلعم کے سامنے خود وضو کیا۔ اور آنحضرت نے بھی وضو کیا۔ پھر دونوں نے ملکر نماز پڑھی روح الامین نے پڑھائی

[1] صحیحین عن عائشہ مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۲۔ ورقہ مرحوم اس واقعہ سے چند دنوں بعد ہی مر گیا تھا۔ وہ نہایت ضعیف اور فاقد البصر ہو گیا تھا۔ بزرگوار ورقہ نے ہجرت کا ذکر یسعیاہ ۴۲ باب میں پڑھا ہوگا؛

[2] علماء کا اتفاق ہے۔ کہ ولادت باسعادت بماہ ربیع الاول ہوئی۔ نیز اتفاق ہے۔ کہ ابتداء وحی اکتالیسویں سال کے شروع میں ہوئی۔ اس سے یہ نکلتا ہے۔ کہ ابتداء وحی بھی بماہ ربیع الاول ہوئی۔ مگر قرآن مجید سے ثابت ہے۔ کہ قرآن مجید کا نزول رمضان المبارک میں ہوا پس نتیجہ یہ ہے۔ کہ ابتدائے نزول قرآن بماہ رمضان ہے۔ کچھ دنوں سے مراد اس عرصہ کا درمیانی فاصلہ قریباً چھ ماہ ہے جس میں وہ رویائے صادقہ آتے رہے۔ جو نبوت کا چھیالیسواں حصہ (۲۳ سال عہد نبوت کا چھیالیسواں حصہ = ۶ ماہ) تھے۔ امام طبری نے نزول قرآن کی تاریخ ۱۷ یا ۱۸۔ رمضان روایت کی ہے؛ چونکہ ۱۸ رمضان سنہ ۱ نبوت کو یوم جمعہ تھا (مطابق ۱۸ اگست ۶۱۰ء) اس لئے نزول قرآن مجید شب جمعہ ۱۸ رمضان کو تھا؛

[3] اس خوبی کو دیکھئے۔ کہ اللہ کا کلام جو انسان کی ہدایت کے لئے اترا۔ انسان کی ابتدائی حالت ہی سے شروع ہوتا ہے۔ اور سب سے پہلے انسان کے لئے تعلیم کی ضرورت کا اظہار کرتا ہے۔ اور یہ بھی بتلاتا ہے کہ نبی کو خود خالق نے تعلیم دی۔ ما لم یعلم۔ سے آنحضرت کا ان پڑھ ہونا ظاہر ہے۔ کتاب یسعیاہ ۲۹/۱۲ میں ہے؛

"ان پڑھ کو کتاب دی گئی۔ کہ اسے پڑھئے" قرآن مجید کے لفظاً و معناً کلام الٰہی ہونیکے لئے دیکھو یسعیاہ ۱۸/۱۰ و ۱۸ باب فقط

تبلیغ کا آغاز

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر پہنچ کر تبلیغ شروع کر دی۔ خدیجہ (بیوی) علی (بھائی عمر دس سال) ابوبکر (دوست)۔ زید بن حارثہ (مولے) پہلے ہی دن مسلمان ہو گئے[1]۔

اُن اشخاص کا ایمان لانا جو آنحضرتؐ کی چالیس سالہ ذرا ذرا سی حرکات و سکنات تک سے واقف تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ صداقت اور راستبازی کی قوی دلیل ہے۔

بلال۔ عمرو بن عنبسہ۔ و خالد بن سعد بن عاص بھی چند روز ہی میں مسلمان ہو گئے

ابوبکر بڑے مالدار تھے۔ تجارت کرتے تھے۔ مکہ میں اُن کی دکان بزازی کی تھی۔ لوگوں سے انکا بہت میل ملاپ تھا۔ انکی تبلیغ سے عثمان غنی۔ زبیر۔ عبدالرحمٰن بن عوف طلحہ۔ سعد بن ابی وقاص مسلمان ہوئے۔ پھر ابوعبیدہ عامر بن عبداللہ بن الجراح (جن کا لقب بعد میں امین الامتہ ہوا)۔ عبدالاسد بن ہلال۔ عثمان بن مظعون۔ عامر بن فہیرہ ازدی۔ ابوحذیفہ بن عتبہ۔ سائب بن عثمان مظعون۔ اور ارقم مسلمان ہوئے۔

. . . . عورتوں میں خدیجہ اُم المومنین کے بعد نبی صلعم کے چچا عباس کی بیوی ام الفضل۔ اسماء بنت عمیس۔ اسماء بنت ابوبکر۔ اور فاطمہ خواہر عمر فاروق نے اسلام قبول کیا۔

اُن دنوں مسلمان پہاڑ کی گھاٹی میں جا کر نماز پڑھا کرتے تھے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نبوت کے ابتدائی تین سال تک لوگوں کو چپکے چپکے سمجھایا کرتے تھے۔ اور پتھروں۔ درختوں۔ چاند اور سورج کی پوجا سے ہٹا کر خدا کی بندگی سکھلایا کرتے تھے۔

اب خدا کا حکم پہنچا۔

---

[1] علماء میں اختلاف رہا ہے کہ علی مرتضےٰ پہلے اسلام لائے۔ یا ابوبکر صدیق۔ میں نے اس بحث کو چھوڑ دیا۔ کیونکہ یہ بحث ابوبکر صدیق یا علی مرتضےٰ کی سیرت میں ہونی چاہیئے۔

سورۂ مدثر

یَا اَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ[۱] - قُمْ فَاَنْذِرْ - وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ - وَثِیَابَکَ فَطَھِّرْ - وَالرُّجْزَ فَاھْجُرْ - وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَکْثِرُ - وَلِرَبِّکَ فَاصْبِرْ -

اے درست کرنیوالے (عالم کے) اٹھو۔ (گندے اعمال والوں کو) ڈراؤ۔ اور اپنے پروردگار کی بزرگی کو پھیلاؤ۔ اور پاکدامنی اختیار کرو۔ (مخلوق پرستی کی نجاست سے) علیحدگی اختیار کرو۔ احسان اِس نیت سے نہ کرو کہ لوگوں سے اسکا فائدہ حاصل کیا جائے۔ اپنے پروردگار کے لیے (رسالت کرتے ہوئے ہر ایک امتحان و تکلیف میں) استقلال رکھو۔

اِن آیات سے ظاہر ہے۔ کہ نبی صلعم کی رسالت اور نبوت کے مقاصد مندرجہ ذیل تھے :-

(۱) نافرمانوں کو انکی خطرناک حالت سے آگاہ کرنا۔ اور انجام سے ڈرانا؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا مقصد

(۲) اللہ کی ربوبیت اور کبریائی اور عظمت و جلال کا آشکار کرنا؛

(۳) لوگوں کو اعتقاد اور اعمال اور اخلاق کی ظاہری و باطنی نجاستوں سے پاک رہنے کی تعلیم دینا؛

(۴) پاکیزگی۔ صفائی۔ اور پاکدامنی سکھلانا؛

(۵) الٰہی تعلیم مفت دینا۔ نہ ان پر احسان جتانا۔ نہ انسے اپنے کسی فائدہ کی توقع رکھنا؛

(۶) اس کام میں جس قدر بھی مصائب اور شدائد جھیلنے پڑیں۔ سب کی برداشت کرنا؛

جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کے حالات پر غور کرے گا۔ اُسے معلوم ہو جائیگا کہ آنحضرتؐ نے کیسی خوبی سے ان سب مقاصد کو پورا کیا؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ کے کام کو بمدارج ذیل پورا کیا تھا :-

تبلیغ کے پنجگانہ مراتب

اوّل۔ اپنے قریب کے رشتہ دار؛

دوم۔ اپنی قوم اور شہر کے سب لوگ؛

سوم۔ مکہ کے اطراف و جوانب کے قبیلے؛

چہارم۔ عرب کے جملہ حصص اور قبائل؛

---

[۱] از دثر الطائر تدثیراً۔ درست ساخت طائر آشیانہ خود را منتہی الارب۔ باب د۔ ث۔ ر۔ علامہ ابو السعود اپنی تفسیر جلد ہشتم صفحہ ۲۸۰ پر لکھتے ہیں۔ مدثر ای الذی دثر ہذا الامر العظیم وعصب بہٖ

پنجم - دنیا کی جملہ متمدنہ اقوام - اور جملہ مشہور مذاہب ۔

اور اِس تبلیغ کے لیئے نہایت استحکام - کمال استقلال - اور کشادہ پیشانی و نزہت خاطر سے ہر قسم کی مصائب برداشت کرنے میں ثابت قدمی فرمائی تھی - اور اپنی تعلیم کو دلائل بیّن اور براہین محکم سے ثابت کر دکھایا تھا ۔

ناظرین اِس کتاب میں تبلیغ کی اِن پنجگانہ مراتب کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مساعی کا ذکر معلوم کر سکیں گے ۔

بعثت کے وقت عالم کی حالت یہ یاد رکھنا چاہیئے - کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ عالم کے لیئے مبعوث ہوئے - یہ وہ زمانہ تھا - کہ تمام عالم پر جہالت کی تاریکی چھا رہی تھی - وحشت و درندگی کا دنیا پر تسلط تھا - انسانیت - تہذیب اخلاق کے نام شاید اُن کتابوں میں نظر آ سکتے تھے - جن کا دلوں پر کوئی اثر نہ رہا تھا ۔

(الف) بنی اسرائیل مسیح سے بھی پہلے سانپ اور سانپ کے بچے کہلانے کے مستحق ٹھہر گئے تھے - اب مسیح کی لعنت سے ظاہری شکل و صورت کے سوا اُن میں آدمیت کا ذرا بھی نشان باقی نہ رہا تھا - اور ہمسایہ قوموں کے اثر سے اُنمیں بُت پرستی قایم ہو چکی تھی ۔

(ب) یورپ میں جہالت و وحشت کا دور دورہ تھا ۔

انگلستان میں برٹن اور سیکسن وحشی قومیں آباد تھیں ۔

نارتھمبر لینڈ - مڈلینڈ - کون ٹینز - نارفوک - سوفوک - سسیکس (اضلاع انگلستان) میں وُوڈن بُت کی پرستش ہوتی تھی ۔

فرانس - بران ہلڈ - سِگ برٹ - فرے دی گونڈ - ٹن دی - ل ہے رک - نصف پر افسانہ زمانہ میں تھا - جبکہ پادریوں کے ایماء سے بہت سی بیہودگیاں روا رکھی جاتی تھیں ۔

فرانس ہمیشہ سیکسن قوم سے دریائے البب پر معرکہ آرا رہتا تھا - یہ لڑائی ۸۰۲ء کے بعد تک جاری رہی جبکہ ساڑھے چار ہزار سیکسن قیدی نہایت بیرحمی سے شہر ورڈون

میں ہلاک کیے گئے۔ ہنگری ان دنوں انتہا درجہ کی وحشی و ناشائستہ آوارہ قوم کے ہاتھوں میں تھا جسکو وحشیانہ اور ظالمانہ وسائل سے اپنے مذہب میں لایا گیا تھا[۵۱]

(ج) ایران پر مزدکیہ کا زور تھا جنہوں نے۔ زن۔ زر زمین کو وقف عام کر دینے سے اخلاق اور انسانی ترقیات کا ملیا نیٹ کر دیا تھا؛

(د) ہندوستان میں پرانوں کا زمانہ شروع ہو گیا تھا[۵۲]۔ اور بام مارگی فرقہ قابو یافتہ تھا۔ وہ اپنے گندے اصولوں کی طرف بندگان خدا کی رہبری کرتے تھے۔ مندروں میں زن و مرد کی برہنگی کی تمثالیں بنا کر رکھی جاتی تھیں۔ اور انہی کی پرستش کی جاتی تھی۔ عبادت خانوں کے در و دیوار پر ایسی سراپا فحش تصویریں کندہ کی جاتی تھیں جن کے تصور سے ایک مہذب شخص کو نفرت آنی چاہیئے؛

(ھ) چین کے باشندوں نے اپنے ملک کو آسمانی فرزند کی بادشاہت سمجھ کر خدا سے منہ موڑ لیا تھا۔ ہر کام کے بت جدا جدا مقرر تھے۔ کوئی بارش کا۔ کوئی اولاد کا کوئی جنگ کا۔ کوئی امن کا اور ہر ایک بت کو سزا دینا بھی بادشاہ ہی کے اختیار میں تھا؛

کانفیوشس کو چین کا مصلح سمجھا جاتا ہے لیکن اس وقت تک اسکا بھی ظہور نہ ہوا تھا؛

(و) مصر میں عیسائیت زوروں پر تھی مسیح علیہ السلام کی شخصیت اور ابنیت کی تعریف و تحدید۔ توحد و تفریق کے متعلق روز روز نئے نئے اعتقادات پیدا ہوتے۔ نئے نئے فرقے بنتے تھے۔ ایک فرقہ دوسرے کی تکفیر کرتا۔ اپنے مخالف کو قتل کرنے اور آگ میں جلانے سے بھی دریغ نہ کرتا تھا؛

یہ مختصر حالت اُن ممالک کی ہے جو زبردست حکومتوں اور شریعتوں کے زیر اثر تھے؛ اور جن میں سے ہر ایک کو بجائے خود علم و تہذیب کے بڑے بڑے دعوے تھے؛

سے ۵۱ سول اینڈ ملٹری گزٹ مورخہ ۱۲ ر اکتوبر ۱۹۰۶ء۔ ایڈیٹوریل نوٹ؛

سے ۵۲ اردو تہذیب قدیم ہندوستان۔ مسٹر آر۔ سی۔ دت صفحہ ۳؛

(ز) عرب کا قیاس انہی ممالک پر کر لیجئے۔ اور قیاس کرتے ہوئے۔ یہ بھی ملحوظ رکھئے
کہ یہ ایسا ملک تھا۔ جہاں صدیوں سے نہ کسی بادشاہ کا تسلط ہوا تھا۔ نہ کوئی اثر قانون
ماننے والا۔ نہ کوئی ہادی انکی ہدایت کے لیئے پہنچا تھا۔ اس حیوانی آزادی[1] پر بے علمی۔ جہالت
اور اقوام متمدنہ سے علیحدگی اور اجنبیت نے ان کی حالت کو اور بھی زیادہ تباہ کر دیا تھا۔

اس بدترین حالت ہی نے ان کو زیادہ تر واجب الرحم ٹھہرایا۔ اور خداوند عالم نے
اصلاح عالم کا آغاز اسی جگہ سے ہونا پسند فرمایا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم ربانی کے موافق تبلیغ عام کا کام شروع فرمادیا۔

اپنے کنبہ میں تبلیغ

قریبی رشتہ داروں کو سمجھانے کا حکم قرآن مجید میں خصوصیت سے تھا۔
وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز سب کو کھانے
پر جمع کیا۔ یہ سب بنی ہاشم ہی تھے۔ انکی تعداد چالیس یا ایک کم زیادہ تھی اس روز ابولہب
کی بکواس کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کلام کرنے کا موقع ہی نہ ملا۔ اس لئے دوسری
شب پھر ان ہی کی دعوت کی گئی۔ جب سب لوگ کھانا کھا کے۔ دودھ پی کے۔ فارغ ہو گئے
تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اپنے گھرانے کے لوگوں میں آنحضرت کی تقریر

اے حاضرین! میں تم سب کے لیئے دنیا اور آخرت کی بہبودی لے کر
آیا ہوں۔ اور میں نہیں جانتا۔ کہ عرب بھر میں کوئی شخص بھی
اپنی قوم کے لیئے اس سے بہتر اور افضل کوئی شے لایا ہو۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے
کہ میں آپ لوگوں کو اسکی دعوت دوں۔ بتلاؤ۔ تم میں سے کون میرا ساتھ دیگا۔
یہ سنکے سب چپ رہ گئے۔ حضرت علیؓ نے اٹھکر کہا۔ یا رسول اللہ میں حاضر ہوں۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا۔ تم اسکی بات مانا کرو۔ اور جو کہا کرے۔ سنا کرو۔ یہ فقرہ سن کر

[1] انسانی آزادی وہ ہے۔ جو قانون اور مذہب کی پابندی کے تحت میں ہر شخص کو حاصل ہے۔ اور حیوانی آزادی وہ ہے۔ جو قانون اور مذہب کے اثر کو باطل ٹھہرا کر حاصل ہوتی ہو۔

مجمع خوب کھل کھلا کر ہنسا اور ابو طالب کو تمسخر کرنے لگا۔ دیکھو! محمدؐ نے تمہیں کہہ دیا ہے کہ آج سے تم اپنے فرزند کا حکم مانا کرو۔[1]

پہاڑی کا وعظ اور اہل مکہ کو عام تبلیغ

ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر چڑھ کے لوگوں کو پکارنا شروع کیا جب سب جمع ہو گئے۔ تو نبیؐ نے فرمایا۔ تم مجھے بتلاؤ۔ کہ تم مجھے سچا سمجھتے ہو یا جھوٹا جانتے ہو؟

سب نے ایک آواز سے کہا "ہم نے کوئی بات غلط یا بیہودہ تیرے منہ سے نہیں سنی ہم یقین کرتے ہیں کہ تو صادق اور امین ہے۔"[2]

نبیؐ نے فرمایا "دیکھو! میں پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا ہوں۔ اور تم اسکے نیچے ہو۔ میں پہاڑ کے ادھر بھی دیکھ رہا ہوں۔ اور اُدھر بھی نظر کر رہا ہوں۔ اچھا۔ اگر میں یہ کہوں۔ کہ رہزنوں کا ایک مسلح گروہ دور سے آتا نظر آ رہا ہے۔ جو مکہ پر حملہ آور ہوگا۔ کیا تم اسکا یقین کر لو گے؟"

لوگوں نے کہا۔ "بیشک۔ کیونکہ ہمارے پاس تیرے جیسے راستباز آدمی کے جھٹلانے کی کوئی وجہ نہیں خصوصاً جبکہ وہ ایسے بلند مقام پر کھڑا ہے کہ دونوں طرف دیکھ رہا ہے۔"

نبیؐ نے فرمایا "یہ سب کچھ سمجھانے کے لیئے ایک مثال تھی۔ اب یہ یقین کر لو۔ کہ موت تمہارے سر پر آ رہی ہے۔ اور تم نے خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ اور میں عالم آخرت کو بھی ایسا ہی دیکھ رہا ہوں جیسا کہ دنیا پر تمہاری نظر ہے۔"

اس دلنشین وعظ سے مطلب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تھا۔ کہ نبوت کے لیے ایک مثال پیش کریں۔ کہ کس طرح ایک شخص عالم آخرت کو دیکھ سکتا ہے جبکہ ہزاروں اشخاص اُسے نہیں دیکھ سکتے۔

تبلیغ میں آنحضرتؐ کی کوششیں

اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو عام طور پر سمجھانا شروع کیا۔ ہر ایک مجلس میں۔ ہر ایک میلے میں۔ ہر ایک گلی کوچے میں جا جا کر لوگوں کو توحید کی خوبی بتلاتے۔ بتوں۔ پتھروں۔ درختوں کی پوجا سے روکتے۔ بیٹیوں کے مار ڈالنے سے

[1] ابو الفدا صفحہ ۱۱۷۔ + [2] دیکھو مکاشفہ ۱۹-۱۱۔ +

آپکے وعظ کی بڑی بڑی باتیں منع کرتے۔ زنا سے ہٹاتے۔ جوا کھیلنے سے لوگوں کو روکتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ اپنے جسم کو نجاست سے۔ کپڑوں کو میل کچیل سے۔ زبان کو گندی باتوں سے۔ دل کو جھوٹے اعتقادوں سے۔ پاک وصاف رکھیں۔ وعدہ اور اقرار کی سخت پابندی کریں۔ لین دین میں کسی سے دغا نہ کریں۔ خدا کی ذات کو نقص سے عیب سے آلودگی سے پاک سمجھیں۔ اس بات کا پختہ اعتقاد رکھیں۔ کہ زمین۔ آسمان۔ چاند۔ سورج چھوٹے بڑے۔ سب کے سب خدا کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ سب اُسی کے محتاج ہیں۔ دعا کا قبول کرنا۔ بیمار کو صحت وتندرستی دینا۔ مرادیں پوری کرنا۔ اللہ کے اختیار میں ہے۔ اللہ کی مرضی اور حکم کے بغیر کوئی بھی کچھ کر نہیں سکتا۔ فرشتے اور نبی بھی اسکے حکم کے خلاف کچھ نہیں کرتے۔

منڈیوں اور میلوں میں آنحضرتؐ کا تبلیغ فرمانا عرب میں عکاظ اور مجنہ۔ اور ذی المجاز کے میلے بہت مشہور تھے دور دور سے لوگ وہاں آیا کرتے تھے۔ نبی صلعم ان مقامات پر جاتے۔ اور میلے میں آئے ہوئے لوگوں کو اسلام۔ اور توحید کی دعوت فرمایا کرتے تھے۔

قریش کی مخالفت مغرور قریش کو جو عرب میں اپنے آپ کو سب سے بڑا سمجھتے تھے۔ جیسے سمندر میں وہیل مچھلی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وعظ پسند نہ آیا۔ اسکی چند وجوہات تھیں:۔

(۱) وہ نبوت کا مفہوم سمجھنے سے قاصر تھے۔ اور بعید سمجھتے تھے۔ کہ خدا کے حکم سے کوئی انسان۔ انسانوں کے سمجھانے کے لیے آئے۔

(۲) وہ جزا وسزائے اعمال کے قائل نہ تھے۔ اس لیے یہ تعلیم کہ موت کے بعد اعمال کی جواب دہی ہوگی ان کے نزدیک بالکل قابل تمسخر تھی۔

(۳) وہ خاندان اور شرافت بزرگان پر نہایت مغرور تھے۔ اور انھیں اسلامی مساوات اور اسلامی اخوت کا قبول کرنا ایک قسم کی حقارت اور ذلت محسوس ہوتی تھی۔

(۴) ان میں اکثر قبائل خواہ مخواہ سے مخالفت رکھتے تھے۔ اور دشمن قبیلے کے ایک شخص کی تعلیم پر چلنا انھیں عار معلوم ہوتا تھا۔

(۵) وہ بت پرستی پر بالکل مطمئن تھے۔ اور اس سے برتر کسی مذہب میں کسی خوبی کا امکان بھی ان کے تصوّر میں نہ آتا تھا۔

(۶) وہ زنا۔ جوا۔ بیحد عورتوں کو گھر میں ڈالنا۔ رہزنی۔ قتل۔ عہد شکنی۔ آوارگی۔ ہر ایک قانون و قاعدہ کی بندش و قیود سے آزادی کے عادی تھے۔ اور اسلام کا قانون ان کو اپنی پیاری عادات کے خلاف معلوم ہوتا تھا۔

اسلیئے انہوں نے آنحضرتؐ کی مخالفت پر کمر باندھی۔ اور اسلام کا نام و نشان مٹا دینے کا فیصلہ کیا۔

اسلام کے خلاف تدبیریں

اوّل۔ تدبیر یہ اختیار کی گئی۔ کہ اسلام لانے والوں کو سخت اذیت دیجائے۔ تاکہ جو مسلمان ہو چکے ہیں وہ واپس آجائیں۔ اور نئے لوگ اسے اختیار نہ کریں۔

قریش نے اسلام لانے والوں پر جو مظالم کیئے۔ انھیں جو تکالیف اور اذیتیں دیں۔ ان کا مفصل بیان دشوار ہے مختصر طور پر اُنکے عذاب ہی کے طریقوں اور چند بزرگواروں کا حال مذکور ہوتا ہے۔

اسلام لانے والوں پر قریش کے جور و ستم

(۱) بلال رضی اللہ عنہ حبشی تھے۔ امیہ بن خلف کے غلام تھے جب امیہ نے سُنا کہ بلالؓ مسلمان ہو گئے ہیں۔ گوناگون عذاب اُن کے لیئے ایجاد کیئے گئے۔ (۱) گردن میں رسّی ڈالکر لڑکوں کے ہاتھ میں دیجاتی۔ اور وہ مکہ کی پہاڑیوں میں انھیں لیئے پھرتے۔ رسّی کا نشان گردن پر نمایاں ہو جاتا۔ (۲) وادی مکّہ کے گرم ریت پر انھیں لٹا دیا جاتا۔ اور گرم گرم پتھر انکی چھاتی پر رکھ دیا جاتا۔ (۳) مشکیں باندھ کر لکڑیوں سے پیٹا جاتا۔ (۴) دھوپ میں بٹھلایا جاتا۔ (۵) بھوکا رکھا جاتا۔ حضرت بلالؓ ان سب حالتوں میں اَحد اَحد کے نعرے لگاتے رہتے۔ ابو بکر صدّیقؓ نے حضرت بلالؓ کو خریدا۔ اور خدا کے لیئے آزاد کر دیا۔

(۲) عمارؓ۔ اور اُن کے والد یاسرؓ۔ ان کی والدہ سُمیہؓ مسلمان ہو گئے تھے۔ ابو جہل نے اُنہیں گوناگون عذاب پہنچائے۔ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں مار کھاتے

عذاب سہتے دیکھا۔ فرمایا۔ اصبروا یا ال یاسر۔ فان موعد کم الجنۃ (یاسر والو صبر کرو، تمہارا مقام جنت ہے) کم بخت ابو جہل نے بی بی سُمیہ کے اندام نہانی میں نیزہ مارا، اور اسے جان سے مار ڈالا[۵۱]۔

(۳) ابو فکیہہ جن کا نام افلح تھا پاؤں میں رسّی باندھ کر انھیں پتھریلی زمین پر گھسیٹا جاتا[۵۲]۔

(۴) خباب بن ارتؓ کے سر کے بال کھینچے جاتے۔ گردن مروڑی جاتی۔ گرم پتھروں سے جسم پر داغ دیئے جاتے۔

(۵) لبینہ۔ زنیرہ۔ نہدیہ۔ اور اُم عبیس بیچاری لونڈیاں تھیں۔ اور انکے سنگ دل آقا ان کو ایسی ہی سخت وحشیانہ سزائیں دیا کرتے تھے۔

قریش کا یہ سلوک غلاموں اور ضعیفوں کے ساتھ ہی نہ تھا۔ اپنے فرزندوں اور عزیزوں کے ساتھ بھی وہ ایسی ہی سنگ دلی کا برتاؤ کیا کرتے[۵۳]۔

(۶) عثمانؓ بن عفان کے اسلام لانے کی خبر اُنکے چچا کو ہوئی۔ تو وہ کمبخت حضرت عثمانؓ کو کھجور کی صف میں لپیٹ کر باندھ دیتا۔ اور نیچے سے دھُواں دیا کرتا۔

(۷) مصعب بن عمیرؓ کو انکی ماں نے گھر سے نکال دیا تھا۔ اسی جرم میں کہ وہ اسلام لے آئے تھے۔

(۸) بعض صحابہ کو قریش گائے، اونٹ کے کچے چمڑے میں لپیٹ کر پھینک دیتے تھے۔ بعض کو لوہے کی زرہ پہنا کر جلتے جلتے پتھروں پر گرا دیا کرتے تھے۔

غرض ایسی وحشیانہ سزائیں دیتے تھے۔ کہ صرف اسلام کی صداقت ہی انکا مقابلہ کر سکتی تھی پہلی اُمتوں میں سے بعض نے تو کھوٹے روپے لیکر انبیاء کو گرفتار اور قتل تک کرا دیا تھا[۵۴]۔

---

[۵۱] مدارج النبوۃ جلد ۲۔ صفحہ ۵۰۔ [۵۲] اعجاز التنزیل صفحہ ۵۳۔

[۵۳] اعجاز التنزیل صفحہ ۵۳۔ [۵۴] متی ۲۶ باب ۱۴۔

آنحضرتؐ کے ساتھ قریش کی بدسلوکیاں

بسا اوقات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں کانٹے بچھائے جاتے۔ تاکہ رات کے اندھیارے میں آپ کے پاؤں زخمی ہوں۔ گھر کے دروازے پر عفونتیں پھینکی جاتیں۔ تاکہ صحت و جمعیت خاطر میں خلل پیدا ہو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسقدر فرمایا کرتے۔ کہ فرزندان عبد مناف! حق ہمسائگی خوب ادا کرتے ہو۔[۱]

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا چشم دید بیان ہے۔ کہ ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ عقبہ بن ابی معیط آیا۔ اُس نے اپنی چادر کو لپیٹ دیکر رسی جیسا بنایا۔ اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں گئے۔ تو چادر کو حضور کی گردن میں ڈال دیا اور پیچ پر پیچ دینے شروع کئے۔ گردن مبارک بہت بھنچ گئی تھی۔ تاہم حضور صلعم اسی اطمینان قلب سے سجدہ میں پڑے ہوئے تھے۔ اتنے میں ابو بکرؓ صدیق آئے۔ انہوں نے دھکے دیکر عقبہ کو ہٹایا۔ اور زبان سے یہ آیت بھی پڑھ کر سنائی۔

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ وَقَدْ جَآءَکُمْ بِالْبَیِّنٰتِ[۲]	کیا تم ایک بزرگ آدمی کو مارتے ہو۔ اور صرف اس جرم میں کہ وہ اللہ کو اپنا پروردگار کہتا ہے۔ اور تمہارے پاس اپنی روشن دلائل بھی لے کر آیا ہے۔

چند شریر ابو بکرؓ صدیق کو لپٹ گئے۔ اور اُن کو بہت زدوکوب کیا۔

ایک دوسری دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے لگے۔ قریش بھی صحن کعبہ میں جا بیٹھے تھے۔ ابو جہل بولا۔ کہ آج شہر میں فلاں جگہ اونٹ ذبح ہوا ہے۔ اوجھڑی پڑی ہوئی ہے۔ کوئی جائے۔ اُٹھا لائے۔ اور اس (نبی صلعم) کے اوپر دھر دے۔ شقی عقبہ اُٹھا۔ نجاست بھری اوجھڑی اُٹھا لایا جب نبی صلعم سجدہ میں گئے تو پشت مبارک پر رکھدی آنحضرتؐ تو رب العزت کی جانب متوجہ تھے۔ کچھ خبر بھی نہ ہوئی۔ کفار ہنسی کے مارے لوٹے

---

[۱] تاریخ طبری (المتوفی سنہ ۳۱۰ھ)۔

[۲] صحیح امام محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ المتوفی غرہ شوال ۲۵۶ھ ہجری بروایت عمرو بن العاص باب مالقی النبی من المشرکین۔

جاتے تھے۔ اور ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے؛

ابن مسعودؓ صحابی بھی موجود تھے۔ کافروں کا ہجوم دیکھ کر اُن کا تو حوصلہ نہ پڑا مگر معصوم فاطمہؓ زہرا آگئیں۔ انھوں نے باپ کی پشت سے اوجھڑی کو پرے پھینک دیا[1]۔ اور ان سنگ دلوں کو سخت سُست بھی کہا؛

ایذا رسانی کی باقاعدہ کمیٹیاں

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر جو جور و ستم ہو رہے تھے قریش مکہ نے انھیں ہنوز ناکافی سمجھا۔ اسلیئے بجائے متفرق کوششوں کے اب باقاعدہ کمیٹیاں بنائی گئیں؛

مُستہزئین کی جماعت

ایک کمیٹی قایم ہوئی جسکا میر مجلس ابولہب تھا۔ اور مکہ کے پچیس سردار اسکے ممبر تھے؛

اِس کمیٹی میں حل طلب سوال ایک یہ بھی تھا۔ کہ جو لوگ دور و دراز سے مکہ میں آتے ہیں انہیں محمدؐ کی نسبت کیا کہا جاوے۔ تاکہ وہ اسکی باتوں میں نہ پھنسیں۔ اور اسکی عظمت کے قائل نہ ہوں؛

ایک نے کہا۔ ہم تبلایا کرینگے۔ کہ وہ کاہن ہے؛

ولید بن مغیرہ۔ (جو ایک خرانٹ بڈھا تھا) بولا۔ مینے بہتیرے کاہن دیکھے ہیں۔ لیکن کہاں تو کاہنوں کی تک بندیاں۔ اور کجا محمدؐ کا کلام۔ ہمکو ایسی بات نہ کہنی چاہیئے جس سے قبائل عرب یہ سمجھ لیں۔ کہ ہم جھوٹ بھی بولتے ہیں؛

ایک نے کہا۔ ہم اسے دیوانہ تبلایا کریں گے؛

ولید بولا۔ دیوانگی کو محمدؐ سے کیا نسبت ہے؛

ایک بولا۔ اچھا ہم کہیں گے۔ وہ شاعر ہے؛

ولید نے کہا ہم جانتے ہیں۔ کہ شعر کیا ہوتا ہے۔

---

[1] صحیح بخاری عن ابن مسعود کتاب الجہاد والسیر و صحیح مسلم؛

محمد کے کلام کو شعر سے ذرا مشابہت نہیں ؛
ایک بولا ۔ ہم بتایا کرینگے ۔ کہ وہ جادوگر ہے ؛
ولید نے کہا جس طہارت و لطافت و نفاست سے محمد رہتا ہے وہ جادوگروں میں کہاں ہوتی ہے ۔ جادوگروں کی منحوس صورتیں ۔ اور نجس عادتیں ۔ الگ ہی ہوتی ہیں ؛

دشمنوں کا عجز آنحضرت کے توصیف سے

اب سب نے عاجز ہو کر کہا ۔ چچا تم ہی بتلاؤ ۔ کہ پھر کیا کہا جائے ؛
ولید نے کہا ۔ سچ تو یہ ہے کہ محمد کے کلام میں عجب شیرینی ہے اسکی گفتگو نرس حلاوت ہے ۔ کہنے کو تو بس یہی کہہ سکتے ہیں کہ اسکے کلام میں ایسی تاثیر ہے ۔ اور دل پر یہ ایسا اثر کر دیتا ہے کہ جس سے باپ بیٹے ۔ بھائی بھائی ۔ شوہر و زن میں جدائی ہو جاتی ہے [۱]؛
آخر اس کمیٹی نے مندرجہ ذیل ریزولیوشن پر اتفاق کیا :-

دشمنوں کے ریزولیوشن آنحضرت کے خلاف

"محمد کو ہر طرح سے دق کیا جائے ۔ بات بات میں اسکی ہنسی اُڑائی جائے تمسخر اور ایذا سے اسے سخت تکلیف دیجائے ۔ محمد کے سچا سمجھنے والوں کو انتہا درجہ کی تکالیف کا شکار بنایا جائے ؛

ہجرت حبش

جب کفار نے مسلمانوں کو بیحد ستانا شروع کیا ۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو اجازت دیدی کہ جو کوئی چاہے ۔ وہ اپنی جان و ایمان کے بچاؤ کے لئے حبش کے عیسائی بادشاہ کے ملک میں چلا جائے ؛
اس اجازت کے بعد ایک چھوٹا سا قافلہ ۱۲ مرد ۔ ۴ عورتوں کا رات کی تاریکی میں نکلا ۔ اور بندرگاہ شعیبہ [۲] سے جہاز میں سوار ہو کر حبش کو روانہ ہو گیا [۳] ؛

---

[۱] سیرت ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۹۰ ۔ و شفاء قاضی عیاض صفحہ ۱۲۹ ؛

[۲] طبقات ابن سعد جلد اول صفحہ ۱۳۶ مطبوعہ لیدن ؛

حضرت عثمانؓ کی فضیلت

حضرت عثمانؓ بن عفان سے اپنی بیوی سیدہ رقیہ (بنت النبی صلعم) اس قافلہ کے سالار تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت لوط علیہ السلام کے بعد عثمان وہ پہلا شخص ہے جس نے راہِ خدا میں ہجرت کی ؛

قریش نے مسلمانوں کا حبش تک تعاقب کیا

ان سے پیچھے اور بھی مسلمان (۸۳ مرد - ۱۸ عورتیں) مکہ سے نکلے - اور حبش کو روانہ ہوئے - ان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی جعفر طیارؓ بھی تھے - قریش نے سمندر تک ان کا تعاقب کیا - مگر یہ کشتیوں میں بیٹھ کر روانہ ہو چکے تھے ؛

حبش کا بادشاہ عیسائی تھا - مکہ کے کافر بھی اُس کے پاس تحفے تحائف لے کر گئے ؛ اور درخواست کی کہ ان لوگوں کو جو ہمارے ملک سے بھاگ کے آئے ہیں ہمارے سپرد کر دیا جائے - مسلمان دربار میں بلائے گئے تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی جعفرؓ نے دربار میں یہ تقریر کی :-

دربار حبش میں حضرت جعفرؓ کی تقریر اسلام پر ؛

اے بادشاہ - ہم جہالت میں مبتلا تھے - بتوں کو پوجتے تھے نجاست میں آلودہ تھے - مردار کھاتے تھے - بیہودہ بکا کرتے تھے - ہم میں انسانیت اور سچی ایمانداری کا نشان نہ تھا ہمسایہ کی رعایت نہ تھی - کوئی قاعدہ قانون نہ تھا - ایسی حالت میں خدا نے ہم میں سے ایک بزرگ کو مبعوث کیا - جسکے حسب و نسب سچائی دیانتداری - تقوٰی و پاکیزگی سے ہم خوب واقف تھے - اُس نے ہم کو توحید کی دعوت دی - اور سمجھایا کہ اُس اکیلے خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ جانیں - اُس نے ہمکو پتھروں کی پوجا سے روکا - اُس نے فرمایا - کہ ہم سچ بولا کریں - وعدہ پورا کیا کریں - رحم کریں - گناہوں سے دور رہیں - برائیوں سے بچیں - اُس نے حکم دیا - کہ ہم نماز پڑھا کریں - صدقہ دیا کریں - اور روزے رکھا کریں - ہماری قوم ہم سے ان باتوں پر بگڑ بیٹھی ہے - قوم سے جہاں تک ہو سکا - ہمکو ستایا - تاکہ ہم وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرنا چھوڑ دیں - اور لکڑی اور پتھر کی مورتوں کی پوجا کرنے لگ جاویں - ہم نے انکے ہاتھوں بہت ظلم اور تکلیفیں اُٹھائی ہیں - اور جب مجبور ہو گئے

تب تیرے ملک میں پناہ لینے کے لیئے آئے ہیں ۵ ؎۱"

بادشاہ نے یہ تقریر سن کر کہا۔ مجھے قرآن سناؤ۔ جعفر طیار نے اسے سورہ مریم سنائی۔ بادشاہ پر ایسی تاثیر ہوئی۔ کہ وہ رونے لگ گیا۔ اور اس نے کہا کہ "محمدؐ تو وہی رسول ہیں جنکی خبر یسوع مسیح نے دی تھی۔ اللہ کا شکر ہے۔ کہ مجھے اس رسول کا زمانہ ملا" پھر بادشاہ نے مکہ کے کافروں کو دربار سے نکلوا دیا؛

جب مکہ کے کافروں نے دیکھا۔ کہ حبش تک جانے کا بھی کچھ فائدہ نہ نکلا۔ تو انہوں نے کہا۔ آؤ۔ محمدؐ کو پہلے تو لالچ دیں۔ پھر دھمکی دیں۔ کسی طرح تو مان ہی جائے گا۔ یہ صلاح کر کے مکہ کا مشہور مالدار سردار جسکا نام عتبہ تھا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اور اس نے یوں تقریر کی:۔

"میرے بھتیجے محمدؐ! اگر تم اپنی اس کارروائی سے مال و دولت جمع کرنا چاہتے ہو۔ تو ہم خود ہی تیرے پاس اتنی دولت جمع کر دیتے ہیں۔ کہ تو مالا مال ہو جائے۔ اگر تم عزت کے بھوکے ہو۔ تو اچھا ہم سب تم کو اپنا رئیس مان لیتے ہیں۔ اگر حکومت کی خواہش ہے۔ تو ہم تمکو بادشاہ عرب بنا دیتے ہیں۔ جو چاہو۔ سو کرنے کو حاضر ہیں۔ مگر تم اپنا یہ طریق چھوڑ دو۔ اور اگر تمہارے دماغ میں کچھ خلل آگیا ہے۔ تو بتلا دو۔ کہ ہم تمہارا علاج کرائیں۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو کچھ تم نے میری بابت کہا۔ وہ ذرا بھی صحیح نہیں۔ مجھے مال۔ عزت۔ دولت۔ حکومت کچھ درکار نہیں۔ اور میرے دماغ میں خلل بھی نہیں میری حقیقت تم کو قرآن کے اس کلام سے معلوم ہوگی:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حٰمٓ۔ تنزیل من الرحمن الرحیم کتاب فصلت آیاتہ قرانا	"یہ فرمان خدا کی حضور سے آیا ہے۔ وہ بڑی رحمت والا اور نہایت رحم والا ہے۔ یہ برابر پڑھی جانے والی کتاب ہے عربی زبان میں سمجھدار لوگوں کے لیئے اس میں سب باتیں

۵ ؎۱ سیرت ابن ہشام جلد اول صفحہ ۱۷۱ ؎ +

عربیاً لقوم یعلمون بشیراً ونذیراً فاعرض اکثرھم فھم لا یسمعون۔ وقالوا قلوبنا فی اکنۃ مما تدعونا الیہ۔ الخ

کھلی کھلی درج ہیں۔ جو لوگ خدا کا حکم مانتے ہیں اُن کے واسطے اس فرمان میں بشارت ہے۔ اور جو انکار کرتے ہیں اُن کو خدا کے عذاب سے ڈراتا ہے۔ تاہم بہت سے لوگوں نے اِس فرمان سے منہ موڑ لیا ہے۔ وہ اسے سُنتے ہی نہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اسکا ہمارے دل پر کوئی اثر نہیں اور ہمارے کان اِس کے شنوا نہیں۔ اور ہم میں اور تم میں ایک طرح کا پردہ پڑا ہے تم اپنی (تدبیر) کرو۔ ہم اپنی (تدبیر) کر رہے ہیں۔ اے نبیؐ اُن لوگوں سے کہہ دیجئے۔ کہ میں بھی تم ہی جیسا بشر ہوں۔ مگر مجھ پر وحی آتی ہے۔ اور خدا کے فرشتے نے یہ بتلا دیا ہے۔ کہ سب لوگوں کا معبود صرف ایک ہے۔ اسی کی طرف متوجہ ہونا۔ اور اُسی سے گناہوں کی معافی مانگنا لازم ہے۔ اُن لوگوں پر افسوس ہے جو شرک کرتے ہیں۔ اور صدقہ نہیں دیتے اور آخرت کا انکار کرتے ہیں لیکن جو لوگ خدا پر ایمان لائے۔ اور انھوں نے نیک کام کئے۔ اُن کے لئے آخرت میں بڑا اجر ہے"

کلام پاک کے سُننے سے عتبہ پر ایک محویت کا عالم طاری ہو گیا وہ ہاتھوں پر سہارا دیے پشت پر گردن ڈالے ہوئے سُنتا رہا۔ اور بالآخر چپ چاپ اُٹھ کر چلا گیا۔ قریش جو نتیجہ ملاقات معلوم کرنے کے مشتاق بیٹھے تھے سردار عتبہ کے پاس جمع ہو گئے۔ پوچھتے تھے۔ کہ کیا دیکھا۔ کیا کہا۔ کیا سُنا؟

عتبہ بولا۔ معشر قریش میں ایسا کلام سُن کے آیا ہوں۔ جو نہ کہانت ہے۔ نہ شعر ہے نہ جادو ہے۔ نہ سحر ہے۔ تم میرا کہا مانو۔ میری رائے پر چلو۔ محمدؐ کو اُس کے حال پر چھوڑ دو۔ لوگوں نے یہ رائے سُن کے کہا۔ لو عتبہ پر بھی محمدؐ کی زبان کا جادو چل گیا[1]۔

جب لالچ کی تدبیر نہ چلی تب سارے قبیلوں کے سردار اکٹھے ہوئے۔ اور نبیؐ کے

---

[1] ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۱۰۰ ✢

چچا ابو طالب کے پاس آ کے یوں تقریر کی:-

"ہم نے آپ کا بہت ادب کیا۔ آپ کا بھتیجا ہمارے ٹھاکروں۔ اور بتوں کو جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے آئے اتنا سخت سُست کہنے لگا ہے۔ کہ اب ہم صبر نہیں کر سکتے آپ اسے سمجھا کے چپ رہنے کی ہدایت کر دیں۔ ورنہ ہم اسے جان سے مار ڈالیں گے اور تم اکیلے ہم سب کا کچھ نہیں کر سکو گے"۔

سارے ملک کی عداوت کو دیکھ کر چچا کا دل درد اور محبت سے بھر گیا۔ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا اور سمجھایا کہ "بت پرستی کا رد نہ کیا کرو۔ ورنہ میں بھی تمہاری کچھ حمایت نہیں کر سکونگا"۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "چچا۔ اگر یہ لوگ سورج کو میرے دہنے ہاتھ پر لا رکھیں۔ اور چاند کو بائیں ہاتھ پر۔ تب بھی میں اپنے کام سے نہ ہٹوں گا۔ اور خدا کے حکم میں سر ایک حرف بھی کم و بیش نہ کروں گا۔ اس کام میں خواہ میری جان بھی جاتی رہے"[۱]۔

سردار عتبہ کی ناکامی کے بعد قریش مکہ نے مشورت کی۔ کہ محمد کو قوم کے سامنے بلا کر سمجھانا چاہئے۔ اس مشورت کے بعد انہوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کہلا بھیجا۔ کہ کُل سرداران قوم آپ سے کچھ بات چیت کرنا چاہتے ہیں۔ اور کعبہ کے اندر جمع ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم خوش خوش وہاں گئے۔ کیونکہ حضور کو انکے ایمان لے آنے کی بڑی ہی آرزو تھی۔ جب آنحضرت وہاں جا بیٹھے۔ تو انہوں نے گفتگو کا آغاز اس طرح کیا۔

اے محمد۔ ہم نے تجھے یہاں بات کرنیکے لئے بلایا ہے۔ بخدا ہم نہیں جانتے۔ کہ کوئی شخص اپنی قوم پر اتنی مشکلات لایا ہو جس قدر تو نے اپنی قوم پر ڈال رکھی ہیں۔ کوئی بُرائی ایسی نہیں جو تیری وجہ سے ہم پر نہ آ چکی ہو۔ اب تم یہ بتلاؤ۔ کہ اگر تم اپنے اس نئے دین سے مال جمع کرنا چاہتے ہو۔ تو ہم تیرے لئے مال جمع کر دیں۔ اتنا کہ ہم میں سے کسی کے پاس اتنا روپیہ نہ نکلے۔ اور اگر شرف و عزت کے خواستگار ہو تو ہم تجھے اپنا سردار بنا لیں۔

[۱] سیرت ابن ہشام صفحہ ۸۹۔ جلد اول۔

اور اگر تم سلطنت کے طالب ہو تو تجھے اپنا بادشاہ مقرر کر لیں۔ اور اگر تم سمجھتے ہو کہ جو چیز تمھیں دکھائی دیتی ہے۔ وہ کوئی جن ہے جو غالب آ گیا ہے۔ تو ہم ٹونے ٹوٹکوں کے لیئے مال صرف کریں۔ تاکہ تم تندرست ہو جاؤ۔ یا قوم کے نزدیک معذور سمجھے جاؤ۔"

رسول اللہ نے فرمایا۔ "تم نے جو کچھ کہا میری حالت کے ذرا بھی مطابق نہیں جو تعلیم میں لے کر آیا ہوں وہ نہ طلب اموال کے لیئے ہے۔ نہ جلب شرف یا حصول سلطنت کے واسطے ہے۔ بات یہ ہے۔ کہ خدا نے مجھے تمہاری طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے؛ مجھ پر کتاب اتاری ہے۔ مجھے اپنا بشیر و نذیر بنایا ہے۔ میں نے اپنے رب کے پیغام تمکو پہنچا دیئے ہیں۔ اور تمہیں بخوبی سمجھا دیا ہے۔ اگر تم میری تعلیمات کو قبول کرو گے تو یہ تمہارے لیئے دنیا و آخرت کا سرمایہ ہے۔ اور اگر رد کرو گے۔ تب میں اللہ کے حکم کا انتظار کرونگا کہ وہ میرے لئے اور تمہارے لیئے کیا حکم بھیجتا ہے۔"

قریش نے کہا "اچھا۔ محمد! اگر تم ہماری ان باتوں کو نہیں مانتے۔ تو ایک اور بات سنو۔ آپ کو معلوم ہے۔ کہ ہم کس قدر سختی و تنگی سے دن کاٹ رہے ہیں۔ پانی ہمارے پاس سب سے کم ہے۔ اور گزران ہماری سب سے زیادہ تنگ ہے۔ اب تم اپنے خدا سے یہ سوال کرو کہ ان پہاڑوں[1] کو ہمارے سامنے سے ہٹا دے؛ تاکہ ہمارے شہر کا میدان کھل جائے۔ نیز ہمارے لیئے ایسی نہریں جاری کر دے جیسی شام و عراق میں جاری ہیں۔ نیز ہمارے باپ دادوں کو زندہ کر دے۔ ان زندہ ہونے والوں میں قصی[2] بن کلاب ضرور ہو۔ کیونکہ وہ ہمارا سردار تھا اور سچ بولا کرتا تھا۔ ہم اس سے تیری بابت بھی پوچھ لیں گے۔ اور اگر

ے۱ منکران مکہ تو صرف مکہ کے پہاڑوں کو پرے ہٹا کر اپنا صحن کھلوانا چاہتے تھے۔ لیکن ایمان والوں کے لیئے جبرالٹر سے لے کر کوہ قاف تک کوئی پہاڑ بھی روک نہ بن سکا۔ اور تمام روئے زمین گھر کا صحن بن گیا؛

ے۲ آنحضرت کے دادا عبد مناف کے والد کا نام ہے۔ جسنے بنو جرہم کو مکہ سے نکالا۔ اور قریش کے قبیلوں کو پھر اکٹھا کر کے مکہ میں آباد کیا۔ اور رفادہ۔ دیت۔ سقایہ۔ لوا۔ سفارت۔ حجابہ۔ ازلام کی خدمات قریش کے مختلف شاخوں میں تقسیم کی تھیں۔ اور اس طرح پر مکہ کے انتظام کو جمہوری اصول پر قایم کیا تھا؛

اُس نے تیری باتوں کو سچ مان لیا۔ اور تو نے ہمارے دوسرے سوالوں کو بھی پُورا کر دیا۔ تب ہم بھی تجھے سچا جان لینگے۔ اور مان لینگے۔ کہ ہاں خدا کے ہاں تیرا بھی کوئی درجہ ہے اور اُس نے فی الحقیقت تجھے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ جیسا کہ تو کہہ رہا ہے۔"

رسُولُ اللہ نے فرمایا "میں ان کاموں کے لیئے رسول بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ میں تو اس تعلیم کے لیئے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اور میں نے خدا کے پیغامات تمہیں سنا دیئے ہیں۔ اگر تم اس تعلیم کو قبول کر لو گے۔ تو یہ تمہاری دنیا و آخرت کے لیئے سرمایہ ہے۔ اور اگر رد کر دو گے تو میں حکم خدا کا انتظار کروں گا۔ جو کچھ اُس نے میرا اور تمہارا فیصلہ کرنا ہوگا۔ فرمائے گا"

قریش نے کہا۔ اچھا۔ اگر تم ہمارے لیئے کچھ نہیں کرتے۔ تو خود اپنے لیئے ہی خدا سے سوال کرو۔ (۱) کہ وہ ایک فرشتے کو تمہارے ساتھ مقرر کر دے۔ جو یہ کہتا رہا کرے۔ کہ یہ شخص سچا ہے۔ اور ہمکو تیری مخالفت سے منع بھی کر دے۔

(۲) ہاں تم اپنے لیئے یہ بھی سوال کرو۔ کہ باغ لگ جائیں۔ بڑے بڑے محل بن جائیں خزانہ میں سونا۔ چاندی جمع ہو جائے جسکی تجھے ضرورت بھی ہے۔ اب تک تو خود ہی بازار میں جاتا۔ اور اپنی معاش تلاش کیا کرتا ہے۔ ایسا ہو جانیکے بعد بھی ہم تیری فضیلت اور شرف کی پہچان حاصل کر سکیں گے۔ اور تجھے خدا کا رسول سمجھ سکیں گے[۱]۔"

رسُولُ اللہ نے فرمایا "میں ایسا نہ کرونگا۔ اور خدا سے بھی ایسا سوال نہ کرونگا۔ اور ان باتوں کے لیئے میں مبعوث بھی نہیں ہوا۔ مجھے تو اللہ نے بشیر و نذیر بنایا ہے۔ تم مان لو۔ تو تمہارے لیئے ذخیرہ دارین ہے۔ ورنہ میں صبر کروں گا اور خدا کے فیصلہ کا منتظر رہونگا۔"

قریش نے کہا "اچھا۔ تم آسمان ہی کا ٹکڑا توڑ کر ہم پر گرا دو۔ کیونکہ تمہارا زعم یہہ ہے۔ کہ اگر خدا چاہے۔ تو ایسا کر سکتا ہے۔ پس جب تک تم ایسا نہ کرو گے۔ ہم ایمان

---

[۱] دنیوی ثروت و امارت۔ محل و بستان سرا وغیرہ جن کو اہل مکہ نے صداقت کا نشان ٹھہرایا تھا۔ وہ نشان ایمان والوں کے ساتھ خدا نے پُورے کیئے اور معلوم ہوگیا۔ کہ آنحضرتؐ کی تعلیم نے الحقیقت دنیا کی بہتری کے لیئے بھی سرمایہ ہو جیسا کہ آخرت کے لیئے۔ وہ بالضرور ذخیرہ ہے۔

نہیں لانے گے۔"[۱]

رسُول اللہ نے فرمایا "یہ خدا کے اختیار میں ہے، وہ اگر چاہے۔ تو ایسا کرے۔"

قریش نے کہا۔ "محمدؐ! یہ تو بتاؤ کہ تیرے خدا نے تجھے پہلے سے یہ نہ بتلایا۔ کہ ہم تجھے بلائیں گے۔ ایسے ایسے سوال کریں گے، یہ یہ چیزیں طلب کرینگے۔ ہماری باتوں کا یہ جواب ہے۔ اور خدا کا منشاء ایسا ایسا کرنے کا ہے۔

چونکہ تیرے خدا نے ایسا نہیں کیا۔ اسلیئے ہم سمجھتے ہیں۔ کہ جو کچھ ہم نے سنا ہے۔ وہ صحیح ہے۔ کہ یمامہ میں ایک شخص رہتا ہے۔ اس کا نام رحمٰن ہے۔ وہی تجھے ایسی باتیں سکھلاتا ہے، ہم تو رحمٰن[۲] پر کبھی ایمان نہیں لانے کے۔ محمدؐ! دیکھو! آج ہم نے اپنے سب عذرات سنا دیئے ہیں۔ اب ہم تجھسے قسمیہ یہ بھی کہے دیتے ہیں۔ کہ ہم تجھے اس تعلیم کی اشاعت کبھی کرنے نہ دینگے۔ حتیٰ کہ ہم مر جائیں۔ یا تو مر جائے۔"

یہاں تک بات چیت ہوئی تھی۔ کہ ایک ان میں سے بولا۔ کہ "ہم ملائکہ کی عبادت کرتے ہیں جو خدا کی بیٹیاں ہیں۔" دوسرا بولا۔ "محمدؐ! ہم تیری بات کا یقین نہیں کریں گے جبتک کہ خدا اور فرشتے ہمارے سامنے نہ آجائیں۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم آخری بات سن کے اٹھ کھڑے ہوئے۔ نبیؐ کے ساتھ عبداللہ بن ابوامیہ بن مغیرہ بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ یہ آپ کا پھوپھی زاد بھائی (عاتکہ بنت عبدالمطلب کا بیٹا) تھا۔ اس نے کہا۔ "محمدؐ! دیکھو! تمہاری قوم نے اپنے لیئے کچھ چیزوں کا تم سے سوال کیا وہ بھی تو نے نہ مانا۔ پھر انہوں نے یہ چاہا۔ کہ تو خود اپنے لیئے ہی ایسی علامات کا اظہار کر کر

---

[۱] جس عذاب کی درخواست ان لوگوں نے کی تھی۔ جنگ بدر کے دن وہ اتر آیا، اور انکار کرنے والوں اور تمسخر کرنے والوں میں سے کوئی ایک بھی زندہ نہ بچا۔

[۲] خدا کے جو اسماء حسنیٰ اسلام نے بتلائے ہیں۔ ان میں رحمٰن ایسا نام ہے۔ جس سے عرب ہرگز واقف نہ تھے۔ اسلیئے وہ خدا کے نام رحمٰن سے بہت چڑا کرتے تھے۔ اور کہا کرتے کہ یہ کسی گمنام شخص کا نام ہوگا۔ رحمٰن رحمت سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ یعنی کمال رحمت والا۔

جس سے قدر و منزلت کا ثبوت ہو سکتا ہو۔ اُسے بھی تو نے قبول نہ کیا۔ پھر انہوں نے اپنے لیئے تھوڑا سا وہ عذاب بھی چاہا۔ جس کا خوف تو دلایا کرتا ہے۔ تو نے اس کا بھی اقرار نہ کیا۔ بس۔ اب میں تجھ پر کبھی ایمان نہیں لانے کا۔ ہاں۔ اگر تو میرے سامنے آسمان کو زینہ لگا کر اوپر چڑھ جائے۔ اور میرے سامنے اس زینے سے اُترے۔ اور تیرے ساتھ چار فرشتے بھی آئیں۔ اور وہ تیری شہادت بھی دیں۔ تب ایمان لا سکتا ہوں۔ اور اگر ایسا بھی ہو گیا۔ میں تو تب بھی تجھ پر ایمان نہیں لاؤں گا۔[۱]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس انکار و رد پر بھی برابر قریش کو اسلام کی ہدایت کیا کرتے۔ اور فرمایا کرتے۔ کہ میری تعلیم ہی میں سب کچھ تمہارے لیئے موجود ہے۔ جن دانشمندوں نے ایمان قبول کیا۔ اور تعلیم نبوی پر کاربند ہوئے۔ انہیں اُن سے بھی زیادہ معارف و فواید حاصل ہو گئے۔ جس کا سوال کفار نے کیا تھا۔

ہم کو اس موقعہ پر انجیل کا وہ مقام یاد آتا ہے۔ جس میں مسیح کی آزمایش کے لیئے شیطان نے کئی سوال کیئے۔ اور مسیح نے اُن سب کا جواب انکار میں دیا۔[۲] حقیقت یہ ہے کہ خدا کے برگزیدہ رسول اپنی صداقت کے ثبوت میں اپنی تعلیم کو پیش کیا کرتے ہیں۔ معجزہ یا خرق عادت کو پیش نہیں کیا کرتے۔ کیونکہ پھر صفت ایمان بالغیب کی خوبی باقی نہیں رہتی۔ اگرچہ کسی دیگر اوقات میں کسی ضرورت کے لیئے اُن سے معجزات کا صدور بھی بکثرت ہوتا رہتا ہے۔

نبوت کے چھٹے برس کا ذکر ہے۔ کہ ایک روز ہمارے نبی کوہ صفا پر بیٹھے ہوئے تھے

[۱] سیرت ابن ہشام جلد ا صفحہ ۱۰۱۔ ناظرین نے دیکھا۔ کہ اسلام کی عداوت میں عبداللہ کتنا سخت ہے۔ لیکن چند سال نہ گذرنے پائے تھے۔ کہ فتح مکہ سے پیشتر یہی عبداللہ بجذبہ توفیق ربانی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اسلام لایا۔ اہل دانش جان سکتے ہیں۔ کہ ایسے شخص کا گرویدۂ اسلام ہو جانا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ایسا معجزہ ہے جو آسمان پر زینہ لگا کے چڑھ جانے۔ نوشتہ لانے۔ فرشتوں کی شہادت دینے سے بھی بڑھکر ہے کیونکہ یہ تو وہ باتیں ہیں۔ جن کے دیکھ لینے کے بعد بھی عبداللہ ایمان لانا نہ چاہتا تھا۔

[۲] انجیل متی ۴۔ باب از ۱ تا ۱۱ درس۔

ابوجہل وہاں پہنچ گیا۔ اُس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے تو گالیاں دیں۔ اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم گالیاں سُن کے چُپ رہے۔ تو اُس نے ایک پتھر حضورؐ کے سر پر پھینک مارا جس سے خون چلنے لگا۔ نبیؐ کے چچا حمزہ رضؓ کو خبر ہوئی۔ وہ ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے۔ قرابت کے جوش میں ابوجہل کے پاس پہنچے۔ اور اس کے سر پر اس زور سے کمان کھینچ ماری۔ کہ وہ زخمی ہوگیا۔ حمزہؓ پھر نبیؐ کے پاس گئے۔ اور کہا۔ "بھتیجے۔ تم یہ سُن کر خوش ہوگے۔ کہ میں نے ابوجہل سے تمہارا بدلہ لے لیا۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "چچا۔ میں ایسی باتوں سے خوش نہیں ہوا کرتا۔ ہاں تم مسلمان ہوجاؤ۔ تو مجھے بڑی خوشی ہو۔" حمزہ رضؓ اسی وقت مسلمان ہوگئے؛

عمر فاروق کا اسلام

امیر حمزہ رضؓ سے تین دن پیچھے عمرؓ بن خطاب مسلمان ہوئے۔ یہ بڑے دلیر اور بہادر تھے۔ قریش کی طرف سے بیرونی ممالک کی سفارت کا کام ان سے متعلق تھا۔ ایک دن عمرؓ اپنی بہادری کے بھروسے پر نبیؐ کے قتل کا ارادہ کرکے گھر سے نکلے۔ بدن پر سب ہتھیار سجا رکھے تھے۔ راستے میں اُن کو پتہ لگا۔ کہ بہن اور بہنوئی دونوں مسلمان ہوگئے ہیں۔ یہ سُن کر بہن کے گھر گئے۔ اور ان دونوں کو خوب مارا۔ بہن نے کہا۔ "عمر! تم پہلے وہ کتاب سُن لو جسے سُن کے ہم ایمان لے آئے ہیں۔ اگر وہ تم کو اچھی نہ لگے۔ تو ہم کو مار ڈالنا۔" عمر رضؓ نے کہا۔ "اچھا۔" اس وقت اُن کے گھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صحابی بھی تھا۔ جو عمرؓ کے آجانے سے چھپ گیا تھا۔ اس نے قرآن مجید (طٰہٰ کا پہلا رکوع) سنایا۔ عمرؓ قرآن سُن رہا تھا۔ اور بے اختیار رو رہا تھا۔ غرض عمر اسی وقت سے نبیؐ پر اور قرآن پر ایمان لے آیا۔ جو گھر سے قاتل بن کر نکلا تھا۔ وہ جان نثار بن گیا؛ آگے چل کر اُن کا لقب "فاروق" ہوا؛

اس وقت تک مسلمان نماز اپنے گھروں میں چھپ چھپ کر پڑھا کرتے تھے؛ اب کعبہ میں جاکر پڑھنے لگے۔ کافر یہ دیکھ کر اور بھی زیادہ جلے۔ اور مسلمانوں کو بیحد تکلیف

دینے لگے۔ اور نبیؐ کے ساتھ بھی گستاخی سے پیش آتے تھے؛

نبیؐ اپنے قبیلہ سمیت تین سال تک پہاڑ کی گھاٹی کے اندر محصور رہے

جب کفار نے دیکھا۔ کہ ایسی اذیتوں اور تکلیفوں پر بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تعلیم پر قایم ہے۔ اور بے نظیر جرأت اور انتھک محنت سے اپنا کام کیے جاتا ہے۔ تو بماہ محرم ۷ سنہ نبوت انہوں نے کہا۔ کہ یہ بنو ہاشم جو نبیؐ کا قبیلہ ہے؛ اگرچہ مسلمان نہیں ہوا۔ پھر بھی نبیؐ کا ساتھ نہیں چھوڑتا آؤ۔ ان سے ناطہ رشتہ کرنا چھوڑ دو۔ انہیں گلی بازار میں پھرنے نہ دو۔ ان کو کوئی چیز مول بھی نہ دو[۵۱]؛

اس بات کا معاہدہ لکھا گیا۔ اور کعبہ پر لٹکایا گیا؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کا قبیلہ مجبور ہو گئے۔ گھر بار چھوڑ کر پہاڑ کی گھاٹی میں محبوس و محصور ہو کے رہنے لگے؛ قریش نے اجناس خوردنی کا جانا بھی بند کر دیا۔ بنی ہاشم کے بچے بھوک کے مارے اس قدر رویا کرتے۔ کہ انکی آواز گھاٹی کے باہر تک سنائی دیتی[۵۲]؛

تین برس تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے خاندان نے اسی طرح کاٹے۔ اور جو مسلمان تھے وہ بھی اپنے گھروں میں قیدی بن کے رہنے لگے۔ حج کے دنوں میں جب کافر بھی دشمن سے لڑنا حرام جانتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس گھاٹی سے باہر نکلا کرتے تھے؛ اور لوگوں کو خدا پر ایمان لانے کا وعظ سنایا کرتے تھے۔ کم بخت ابولہب صبح سے شام تک نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے پھرا کرتا اور کہا کرتا۔ لوگو یہ دیوانہ ہے۔ اسکی بات نہ سنو۔ جو کوئی اسکی بات سُنے گا۔ اور مانے گا۔ وہ تباہ ہو جائے گا؛

تین برس تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سختی کو نہایت صبر و استقلال سے برداشت کیا جب ان کافروں نے گھاٹی پر سے پہرے اُٹھا لیے۔ اور دیمک نے اُن کے معاہدہ کے کاغذ کو کھا لیا؛ جو کعبہ پر لٹکایا گیا تھا؛ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے۔ اور پھر وعظ کا

۵۱ زاد المعاد صفحہ ۲۹۹۔ جلد ۱؛ ۵۲ زاد المعاد صفحہ ۲۹۹۔ جلد ۱؛

سلسلہ شروع کر دیا؛

ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد الحرام میں داخل ہوئے۔ وہاں مشرک سردار بیٹھے ہوئے تھے۔ ابوجہل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ اور تمسخر سے کہا "عبدمناف والو۔ دیکھو۔ تمہارا نبی آگیا؛"

عقبہ بن ربیعہ بولا "ہمیں کیا انکار ہے۔ ہم میں سے کوئی نبی بن بیٹھے۔ کوئی فرشتہ کہلائے؛" نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ باتیں سن کے لوٹے اور ان کے پاس آئے؛

پہلے عقبہ سے فرمایا "عقبہ! تو نے خدا و رسول کی حمایت کبھی بھی نہ کی۔ تو اپنی ہی بات کی پیچ پر اڑا رہا؛

پھر ابوجہل سے فرمایا "تیرے لیئے وہ وقت بہت قریب آ رہا ہے۔ دور نہیں رہا ہے کہ تو تھوڑا ہنسے گا۔ اور بہت روئے گا"؛

پھر قریش سے فرمایا "تمہارے لیئے وہ ساعت نزدیک آ رہی ہے۔ کہ جس دین کا تم انکار کرتے ہو۔ آخر تم اسی میں داخل ہو جاؤ گے[۱]"

ناظرین اسی کتاب میں دیکھیں گے۔ کہ یہ پیشگوئی کیونکر پوری ہوئی؛

ابوطالب کا انتقال

سنہ ۱۰ نبوت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کا جو علی مرتضی کے والد تھے۔ انتقال ہوگیا۔ ابوطالب نے لڑکپن سے نبیؐ کی تربیت کی تھی؛ اور جب سے آنحضرتؐ نے نبوت کی دعوت اور منادی شروع کی تھی وہ برابر مددگار رہا تھا۔ اسلیئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے مرنے کا صدمہ ہوا؛

ان سے تین دن پیچھے نبیؐ کی پیاری بیوی طاہرہ خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا نے

خدیجۃ الکبریٰؓ کا انتقال

انتقال فرمایا۔ اس بیوی نے اپنا سارا مال وزر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خوشی پر قربان اور راہ خدا میں صرف کر دیا تھا۔ سب سے پہلے اسلام لائی تھی۔ فرشتے آکر اس بیوی کو خدا کا سلام پہنچایا کرتے تھے۔ اس بیوی کے گذر جانے کا رنج بھی نبی صلی اللہ

[۱] طبری صفحہ ۱۲۳۳؛

علیہ وسلم کو بہت ہوا۔

اب قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ ترستانا شروع کردیا۔ ایک دفعہ ایک شریر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر کیچڑ پھینک دیا۔ آنحضرت اسی طرح گھر میں داخل ہوئے نبیؐ کی بیٹی اُٹھی۔ وہ سر دھلاتی جاتی تھی اور روتی جاتی تھی نبیؐ نے فرمایا پیاری بیٹی! تم کیوں روتی ہو۔ تیرے باپ کی حفاظت خدا خود فرمائے گا۔

نبی صلعم کا تبلیغ کے لیے مختلف قبائل کی جانب سفر فرمانا

اگرچہ ابوطالب کا سہارا جاتا رہا۔ اگرچہ خدیجہؓ جیسی بیوی۔ جو مصیبتوں اور تکلیفوں میں نہایت غمگسار تھی۔ جدا ہو گئی۔ مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اب زیادہ جوش سے وعظ کا کام شروع کر دیا۔

چنانچہ تھوڑے ہی دنوں بعد نبیؐ خدا مکہ سے نکلے۔ اور بیرونجات کے وعظ کو تشریف لے گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس سفر میں صرف زید بن حارثہ تھے۔ مکہ اور طائف کے درمیان جتنے قبیلے تھے۔ سب کو وعظ سنائے۔ توحید کی منادی کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیادہ پا طائف پہنچے۔ طائف میں بنو ثقیف آباد تھے۔ سرسبز ملک اور سرد پہاڑ پر رہنے کی وجہ سے اُن کے غرور کی کوئی حد نہ تھی۔ عبد یالیل۔ مسعود۔ حبیب تینوں بھائی وہاں کے سردار تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ان ہی سے ملے۔ اور انہیں اسلام کی دعوت فرمائی۔ ان میں سے ایک بولا۔ میں کعبہ کے سامنے داڑھی منڈوا دوں اگر تجھے اللہ نے رسول بنایا ہو۔ دوسرا بولا۔ کیا خدا کو تیرے سوا اور کوئی بھی رسول بنانے کو نہ ملا۔ جسے چڑھنے کو سواری بھی میسر نہیں۔ اس نے رسول بنانا تھا۔ تو کسی حاکم یا سردار کو بنایا ہوتا۔"

تیسرا بولا۔ "میں تجھ سے کبھی بات ہی نہیں کرنے کا۔ کیونکہ اگر تو خدا کا رسول ہے جیسا کہ تو کہتا ہے۔ تب تو یہ بہت خطرناک بات ہے۔ کہ میں تیرے کلام کو رد کردوں۔ اور اگر تو خدا پر جھوٹ بولتا ہے۔ تو مجھے شایاں نہیں۔ کہ تجھ سے بات کروں۔"

۱؎ تاریخ طبری صفحہ ۲۲۶

نبیؐ اللہ نے فرمایا۔ "اب میں تم سے صرف یہ چاہتا ہوں۔ کہ اپنے خیالات اپنے پاس ہی رکھو۔ ایسا نہ ہو۔ کہ یہ خیالات دوسرے لوگوں کے ٹھوکر کھانے کا سبب بن جائیں"۔

نبیؐ اللہ نے وعظ کہنا شروع فرمایا۔ ان سرداروں نے اپنے غلاموں اور شہر کے رذیلوں کو سکھلا دیا۔ وہ لوگ وعظ کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اتنے پتھر پھینکتے کہ حضور لہو میں تر بہ تر ہو جاتے۔ لہو بہ کر جوتے میں جم جاتا۔ اور وضو کے لیئے پاؤں سے جوتا نکالنا مشکل ہو جاتا؛

ایک دفعہ بدمعاشوں، اوباشوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر گالیاں دیں؛ تالیاں بجائیں، چیخیں لگائیں، کہ خدا کے نبیؐ ایک مکان کے احاطے میں پناہ کے لئے چلے گئے؛ یہ مکان عقبہ و شیبہ فرزندان ربیعہ کا تھا۔ انہوں نے دور سے اس حالت کو دیکھا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ترس کھا کے اپنے غلام عداس کو کہا؛ کہ ایک پلیٹ میں انگور رکھ کر اس شخص کو دے آؤ۔ غلام نے انگور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لا کر رکھدیئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوروں کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اور زبان سے فرمایا "بسم اللہ" اور پھر انگور کھانے شروع کیئے؛

عداس نے حیرت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا۔ اور پھر کہا "یہ ایسا کلام ہے کہ یہاں کے باشندے نہیں بولا کرتے"؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم کہاں کے ہو۔ اور تمہارا مذہب کیا ہے؟"

عداس نے جواب دیا "میں عیسائی ہوں۔ اور نینوی کا باشندہ ہوں"؛

نبیؐ نے فرمایا: "کیا تم مرد صالح یونس بن متی کے شہر کے باشندے ہو"؛

عداس نے کہا "آپ کو کیا خبر ہے۔ کہ یونس بن متی کون تھا۔ اور کیسا تھا؟"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وہ میرا بھائی ہے۔ وہ بھی نبی تھا۔ اور میں بھی نبی ہوں"

عداس یہ سنتے ہی جھک پڑا۔ اور اس نے نبیؐ کا سر، ہاتھ، قدم چوم لیئے؛

عقبہ و شیبہ نے دور سے غلام کو ایسا کرتے دیکھا۔ اور آپس میں کہنے لگے۔ لو غلام تو ہاتھوں سے نکل گیا۔ جب عداس اپنے آقا کے پاس لوٹ کر گیا۔ تو انہوں نے کہا۔ کم بخت تجھے کیا ہو گیا تھا۔ کہ اس شخص کے ہاتھ پاؤں سر چومنے لگ گیا تھا؟

عداس نے کہا۔ "حضور عالی! آج اس شخص سے بہتر روئے زمین پر کوئی بھی نہیں، اس نے مجھے ایسی بات بتلائی۔ جو صرف نبی ہی بتلا سکتا ہے"۔

انہوں نے عداس کو ڈانٹ دیا۔ کہ خبردار! کہیں اپنا دین نہ چھوڑ بیٹھنا تیرا دین تو اس کے دین سے بہتر ہے[۱]"۔

اسی مقام پر ایک دفعہ وعظ کرتے ہوئے خدا کے رسول کے اتنی چوٹیں لگیں۔ کہ حضور بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ زید نے اُن کو اپنی پیٹھ پر اُٹھایا۔ آبادی سے باہر لے گئے۔ پانی کے چھینٹے دینے سے ہوش آیا۔

اس سفر میں اتنی تکلیفوں۔ اور ایذاؤں کے بعد۔ اور ایک شخص تک کے مسلمان نہ ہونے کے رنج اور صدمہ کے وقت بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دل خدا کی عظمت اور محبت سے بھرپور تھا اس وقت جو دعا انہوں نے مانگی۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

اَللّٰھُمَّ اِلَیْکَ اَشْکُوْ ضُعْفَ قُوَّتِیْ وقلۃ حیلتی وھوانی علی الناس یا ارحم الراحمین۔ انت رب المستضعفین وانت ربی الی من تکلنی۔ الی بعید[۲] یتجھمنی او الی عدو ملکتہ امری۔ ان لم یکن	الٰہی اپنی کمزوری بے سرو سامانی اور لوگوں کی تحقیر کی بابت تیرے سامنے فریاد کرتا ہوں۔ تو سب رحم کرنیوالوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ درماندہ عاجزوں کا مالک تو ہی ہے۔ اور میرا مالک بھی تو ہی ہے مجھے کس کے سپرد کیا جاتا ہے۔ کیا بیگانہ ترشرو کے یا اس دشمن کے جو کام پر قابو رکھتا ہے۔ لیکن جب

[۱] طبری۔ [۲] طبری نے لفظ بعید روایت کیا ہے جس کا ترجمہ بیگانہ کیا گیا ہے۔ ابن ہشام و ابن اثیر نے لفظ عدو روایت کیا ہے۔ جس کے معنے دوست کے ہو سکتے ہیں۔

علی غضب فلا ابالی ولکن عافیتک ھی اوسع لی اعوذ بنور وجھک الذی اشرقت لہ الظلمات وصلح علیہ امر الدنیا والاخرۃ۔ من ان ینزل بی غضبک او یحل علیّ سخطک لک العتبی حتی ترضی ولا حول ولا قوۃ الا بک؛

مجھ پر تیرا غضب نہیں۔ تو مجھے اس کی کچھ پروا نہیں۔ کیونکہ تیری عافیت میرے لئے زیادہ وسیع ہے۔ میں تیری ذات کے نور سے پناہ چاہتا ہوں جس سے سب تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں۔ اور دنیا و دین کے کام اس سے ٹھیک ہو جاتے ہیں کہ تیرا غضب مجھ پر اُترے۔ یا تیری ناراضامندی مجھ پر وارد ہو۔ مجھے تیری ہی رضامندی! اور خوشنودی درکار ہے۔ اور نیکی کرنے یا بدی سے بچنے کی طاقت مجھے تیری ہی طرف سے ملتی ہے؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف سے واپس ہوتے ہوئے یہ بھی فرمایا۔ میں ان لوگوں کی تباہی کے لیے کیوں دعا کروں۔ اگر یہ لوگ خدا پر ایمان نہیں لاتے۔ تو کیا ہوا۔ امید ہے کہ ان کی آیندہ نسلیں ضرور ایک خدا پر ایمان لانے والی ہونگی[۱]

مختلف مقامات پر نبی صلعم کا تبلیغ کے لیے جانا؛

مکہ میں واپس آکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اب ایسا کرنا شروع کیا۔ کہ مختلف قبیلوں کی سکونت گاہوں میں تشریف لیجاتے۔ یا مکہ سے باہر چلے جاتے۔ اور جو کوئی مسافر آتا جاتا مل جاتا۔ اُسے ایمان اور خدا پرستی کا وعظ فرماتے۔ انہی ایام میں قبیلہ بنو کندہ میں تشریف لے گئے۔ سردار قبیلہ کا نام ملیح تھا۔ نیز قبیلہ بنو عبداللہ کے ہاں بھی پہنچے۔ انہیں فرمایا۔ کہ تمہارے باپ کا نام عبداللہ تھا۔ تم بھی اسم با مسمّٰی ہو جاؤ۔ قبیلہ بنو حنیفہ کے گھروں میں تشریف لے گئے؛ انہوں نے ساری عرب میں سب سے بدتر طریق پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا۔ قبیلہ بنو عامر بن صعصعہ کے پاس گئے سردار قبیلہ کا نام بحیرہ بن فراس تھا۔ اس نے دعوت اسلام سُن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا

[۱] صحیح مسلم عن عائشہ رض ام المومنین؛ +

بھلا اگر ہم تیری بات مان لیں۔ اور تو مخالفین پر غالب آجائے۔ تو کیا تو یہ وعدہ کرتا ہے۔ کہ تیرے بعد یہ امر مجھ سے متعلق ہوگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ تو خدا کے اختیار میں ہے وہ جسے چاہے گا۔ میرے بعد مقرر کریگا۔ بیخرہ بولا۔ خوب۔ اس وقت تو عرب کے سامنے سینہ سپر ہم بنیں۔ اور جب تمہارا کام بن جائے تو مزے کوئی اور اڑائے۔ جاؤ ہم کو تیرے کام سے کچھ سروکار نہیں۔

سوید بن صامت کا ایمان لانا

انہی ایام میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سوید بن صامت ملا۔ اس کا لقب اپنی قوم میں کامل تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دعوت اسلام فرمائی۔ وہ بولا۔ "شاید آپ کے پاس وہی کچھ ہے۔ جو میرے پاس بھی ہے" نبیؐ نے پوچھا "تمہارے پاس کیا ہے" وہ بولا "حکمت لقمان" نبی نے فرمایا "بیان کرو" اس نے کچھ عمدہ اشعار اپنے سنائے۔ نبیؐ نے فرمایا۔ یہ اچھا کلام ہے لیکن میرے پاس قرآن ہے جو اس سے افضل تر ہے۔ اور ہدایت و نور ہے۔ اسکے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قرآن سنایا۔ اور وہ بے تامل اسلام لے آیا۔ جب یثرب لوٹ کر گیا۔ تو قوم خزرج نے اسے قتل کر ڈالا۔[1]

سفارت یثرب میں تبلیغ فرمانا
ایاس بن معاذ کا راہ یاب ہونا

انہی ایام میں ابوالحیشر انس بن رافع مکہ آیا۔ اس کے ساتھ بنی عبدالاشہل کے بھی چند نوجوان تھے۔ جن میں ایاس بن معاذ بھی تھا۔ یہ لوگ قریش کے ساتھ اپنی قوم خزرج کی طرف سے معاہدہ کرنے آئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس گئے۔ اور جا کر فرمایا۔

"میرے پاس ایسی چیز ہے۔ جسمیں تم سب کی بہبودی ہے۔ کیا تمہیں کچھ رغبت ہے" وہ بولے "ایسی کیا چیز ہے؟" فرمایا "میں اللہ کا رسول ہوں۔ مخلوق کی طرف مبعوث ہوں۔ بندگانِ خدا کو دعوت دیتا ہوں کہ خدا ہی کی عبادت کریں۔ اور شرک نہ کریں۔ مجھ پر خدا نے کتاب نازل کی ہے" پھر ان کے سامنے اسلام کے اصول بیان فرمائے۔ اور قرآن مجید بھی پڑھ کر سنایا" ایاس بن معاذ جو ابھی نوجوان تھا۔ سنتے ہی بولا "اے میری قوم۔ بخدا

[1] طبری صفحہ ۲۳۳۲۔

یہ تمہارے لیئے اس مقصد سے بہتر ہے۔ جسکے لیئے تم یہاں آئے ہو"

النس بن رافع نے کنکریوں کی مٹھی بھر کر اُٹھائی۔ اور ایاس کے مُنہ پر پھینک ماری اور کہا۔ بس چپ رہ۔ ہم اس کام کے لیئے تو نہیں آئے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھ کر چلے گئے۔ یہ واقعہ جنگ بعاث سے جو اوس و خزرج میں ہوئی۔ پہلے کا ہے۔ ایاس واپس جاکر چند روز کے بعد مرگیا۔ مرتے وقت اسکی زبان پر تسبیح و تحمید تہلیل و تکبیر جاری تھی۔ مرحوم کے دل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی وعظ سے اسلام کا بیج بویا گیا تھا[1]۔ جو مرتے وقت پھل پھول لے آیا تھا۔

انہی ایام میں ضماد ازدی مکہ میں آیا۔ یہ یمن کا باشندہ۔ اور عرب کا مشہور افسون گر تھا۔ جب اس نے سُنا۔ کہ محمدؐ پر جنات کا اثر ہے۔ تو اُس نے قریش سے کہا۔ کہ میں محمدؐ کا علاج اپنے منتر سے کر سکتا ہوں۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا۔ محمدؐ! آؤ۔ تمہیں منتر سُناؤں۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ پہلے مجھ سے سُن لو۔ پھر آنحضرتؐ نے اُسے سُنایا۔

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ واشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ اما بعد۔	سب تعریف اللہ کے واسطے ہے۔ ہم اسکی نعمتوں کا شکر کرتے ہیں۔ اور ہر کام میں اُسی کی اعانت چاہتے ہیں۔ جسے خدا راہ دکھاتا ہے۔ اُسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ اور جسے خدا ہی رستہ نہ دکھلائے اُسکی کوئی رہبری نہیں کر سکتا۔ میری شہادت یہ ہے کہ خدا کے سوا عبادت کے لایق کوئی بھی نہیں وہ یکتا ہے۔ اسکا کوئی شریک نہیں۔ میں یہ بھی ظاہر کرتا

ہوں کہ محمدؐ خدا کا بندہ اور رسول ہے۔ اِس کے بعد مدعا یہ ہے۔

ضماد نے اسی قدر سُنا تھا۔ بول اُٹھا۔ کہ انہی کلمات کو پھر سُنا دیجئے۔ دو تین دفعہ اس نے انہی کلمات کو سُنا۔ اور پھر بے اختیار بول اُٹھا۔ میں نے بہتیرے کاہن دیکھے

[1] طبری صفحہ ۱۲۳۴

ساحر دیکھے۔ شاعر سُنے۔ لیکن ایسا کلام تو میں نے کسی سے بھی نہ سُنا۔ یہ کلمات تو ایک اتھاہ سمندر جیسے ہیں۔ محمدؐ! خدارا اپنا ہاتھ بڑھاؤ۔ کہ میں اسلام کی بیعت کر لوں[عه]۔

معراج

۲۷۔ رجب ۱۲ نبوت کو معراج ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ملکوت السموات والارض کی سیر کرائی۔

اوّل مسجد الحرام سے بیت المقدس تک تشریف لے گئے۔ وہاں امام بن کر جماعت انبیاء کو نماز پڑھائی۔ پھر آسمانوں کی سیر کرتے۔ اور انبیاء سے اُن کے مقامات پر ملتے ہوئے سدرۃ المنتہیٰ اور بیت معمور تک پہنچے۔ اور وہاں سے قرب حضوری خاص حاصل ہوا۔ اور گوناگون وحی سے مشرف ہوئے[ف۱]۔

شاہ ولی اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں[ف۲]۔

واسری به الی المسجد الاقصے ثم الی سدرۃ المنتھی والی ماشاء اللہ وکل ذالک بجسدہ	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد اقصیٰ تک پھر سدرۃ المنتہیٰ تک اور جہاں تک کہ خدا نے چاہا۔ سیر کرائی گئی۔ یہ سب کچھ جسم کے ساتھ بیداری میں تھا۔

ف۱ علامہ ابن القیم لکھتے ہیں حضرت عائشہ و معاویہ و امام حسن بصری سے مروی ہے کہ اسریٰ روح مبارک کو ہوا تھا اور جسم مبارک اپنی جگہ سے نہیں مفقود ہوا تھا۔ علامہ موصوف کہتے ہیں کہ اسراء روحی میں اور خواب میں بہت تفاوت ہے۔ اسراء روحی سے مراد تو یہ ہے کہ روح مبارک کو ان جملہ مقامات کی سیر کرائی گئی۔ اور خواب میں یہ بات نہیں ہوتی۔ یہ درجہ اتم و اکمل اشرف و اعلیٰ ہے۔ علما کے ایک گروہ کا قول ہے۔ کہ اسراء بدن و روح کے ساتھ تھا۔ زاد المعاد صفحہ ۱۳۰۔ واضح ہو کہ عروج جسدی کا انکار آجکل کے فلسفہ خشک کی بنیاد پر فضول ہے۔ کیونکہ جس قادر مطلق نے اجرام سماویہ کے بھاری بھرکم اجسام کو خلا میں تھام رکھا ہے۔ وہ جسم انسانی کے صغیر جرم کو خلا میں لیجانے کی بھی قدرت رکھتا ہے۔ آجکل نیٹروجن کی طاقت سے ہوائی جہاز اور جہاز وں کے اندر آدمی اُڑ رہے ہیں۔ اسلئے خداوند کریم کا اپنے نبی کریم کو بسواری براق (جو برق سے مشتق اور الکٹرسٹی کی طاقت مخفیہ کی جانب اشارہ کن ہے) ملکوت السموات کی سیر کرانا کچھ بھی مستبعد نہیں۔ محمد سلیمان۔ ف۲ حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۲۰۳۔

عه صحیح مسلم۔

صلی اللہ علیہ وسلم فی الیقظۃ ولکن ذلک فی موطن ھو برزخ بین المثال والشھادۃ جامع لاحکامھا۔ فظھر علی الجسد احکام الروح وتمثل الروح والمعانی الروحیۃ اجسادًا ولذلک بان لکل واقعۃ من تلک الوقائع تعبیر۔

لیکن یہ ایک مقام ہے جو مثال اور شہادت کے درمیان برزخ ہے۔ اور ہر دو عالم مذکورہ کے احکام کا جامع ہوتا ہے۔ پس جسم پر روح کے احکام ظاہر ہوئے۔ اور روح اور معانی نے جسم قبول کر کے تمثل اختیار کیا۔ اسی لئے ان واقعات میں سے ہر واقعہ کی ایک حقیقت ہے۔

اما شق الصدر وملاءہ ایمانا فحقیقتہ غلبۃ انوار الملکیۃ و انطفاء لھب الطبیعۃ وخضوعھا لما یفیض علیھا من حظیرۃ القدس

(۱) صدر کا چاک کرنا۔ اسے ایمان سے بھر دیا جانا۔ اسکی حقیقت ہے انوار ملکیہ کا غلبہ ہو جانا اور شعلہ طبیعت کا بجھ جانا۔ اور جو کچھ حظیرۃ القدس سے طبیعت کو فیضان ہوتا ہے اسکے لئے مطیع بنجانا۔

واما رکوبہ علی البراق فحقیقتہ استواء نفسہ النطقیۃ علی نسمتہ التی ھی الکمال الحیوانی فاستوٰی راکبًا علی البراق کما غلبت احکام نفسہ النطقیۃ علی البھیمیۃ وتسلطت علیھا۔

(۲) براق پر سوار ہونے کی حقیقت یہ ہے کہ نفس ناطقہ نسمہ پر جو کمال حیوانی ہے غالب آ جائے۔ پس آنحضرتؐ براق پر ایسی ہی خوبی سے سوار ہوئے۔ جیسا کہ حضور کے نفس انسانی کے احکام قوت بہیمیہ پر غالب اور متسلط ہیں۔

واما سراہ الی المسجد الاقصیٰ فلانہ محل ظھور شعائر اللہ ومتعلق ھمم الملاء الاعلیٰ ومطمح انظار الانبیاء علیھم السلام فکانہ کوۃ الی الملکوت۔

(۳) مسجد اقصیٰ تک سیر اسلئے ہے۔ کہ وہ شعائر الٰہیہ کے ظہور کا محل ہے۔ ملاء اعلیٰ کی ہمتیں اس سے متعلق ہیں اور وہ انبیاء علیہم السلام کی نگاہوں کی نظرگاہ ہے گویا وہ ملکوت کی جانب ایک روزن ہے۔

واما ملاقاته مع الانبياء صلوات الله عليهم ومفاخرته معهم فحقيقتها اجتماعهم من حيث ارتباطهم بحظيرة القدس وظهور ما اختص به من بينهم من وجوه الكمال۔

(۴) انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ملاقات اور مفاخرت کی حقیقت یہ ہے۔ کہ خطیرۃ القدس سے اُن کو اجتماعی ربط و ضبط حاصل ہے۔ اور پھر ان اجتماعی اُمور کا نہایت کاملیت اور خصوصیت کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ظہور ہوا ہے۔

واما رقيه الى السموات سماء بعد سماء فحقيقته الانسلاخ الى مستوى الرحمن منزلة بعد منزلة۔ ومعرفته حال الملائكة الموكلة بها ومن لحق بهم من افاضل البشر والتدبير الذي اوحاه الله فيها والاختصام الذي يحصل في ملاءها۔

(۵) آسمانوں پر یکے بعد دیگرے چڑھنے کی حقیقت...... درجہ بدرجہ تعلقات طبعی سے نکل کر مستوٰی رحمٰن کی طرف جانا ہے۔ نیز احوال ملائکہ کی معرفت جو اس مقام سے خصوصیت رکھتے ہیں۔ نیز نسل انسانی کے اُن بزرگوں کے احوال کی شناخت جو ملائکہ سے ملے ہوئے ہیں۔ نیز اُس تدبیر کلیہ کی معرفت جو مقام مذکور میں وحی ربانی سے پائی جاتی ہے۔ نیز اُن امور کی شناخت جن پر ملائکہ مسابقت کیا کرتے ہیں۔

واما بكاء موسى فليس بحسد ولكن مثال لفقده عموم الدعوة وبقاء كمال لم يحصله مما هو في وجهه۔

(۶) واضح ہو کہ گریہ موسیٰ سے حسد کا اظہار مراد نہیں۔ بلکہ اظہار اس امر کا ہے کہ اُن کی رسالت تمام دنیا کے لیے عام نہ تھی اور اس طرح ایک کمال باقی تھا جو حضرت موسیٰ کو حاصل نہ تھا۔

واما السدرة المنتهى فشجرة الكون وترتب بعضها على بعض

(۷) سدرۃ المنتہیٰ درخت عالم ہے۔ کہ ایک وجود دوسرے وجود پر مترتب ہو اور

وانجماعها فی تدبیر واحد۔
کانجماع الشجر فی الغاذیة والنامیة
ونحوهما ولم تتمثل حیواناً لان التدبیر
الجملی الاجمالی الشبیهة للسیاسة
الکلی فرادة وانما اشبه الاشیاء به
الشجرة دون الحیوان۔ فان الحیوان فیه
قوی تفصیلیة والارادة فیه
اصرح من سنن الطبیعة

پھر سب کے سب تدبیر واحد کے اندر جمع ہیں۔
جیسا کہ درخت کا بھی غذا و نمو میں یہی حال ہے
واضح رہے کہ کسی حیوان سے اسکی تمثیل نہیں دی گئی
کیونکہ وہ تدبیر کلیہ اجمالیہ جو سیاست کلیہ سے مشابہت
رکھتی ہے۔ وہ بھی مفرد ہے اور اسی لئے بہترین مشابہت
اسکی درخت میں پائی جاتی ہے۔ (کہ ایک ہی تنہ پر مختلف
شاخیں، ڈالیاں، ٹہنیاں، اور پتے ہوتے ہیں
اور غذا و نمو میں برابر سب مستفیض ہیں) اور حیوان
میں یہ مشابہت پائی نہیں جاتی۔ کیونکہ حیوان میں قوائے تفصیلیہ بھی ہیں اور قوۃ ارادہ بھی ہے
اور یہ سنن طبعیہ سے زیادہ صریح ہیں۔

واما الانهار فی اصلها رحمة
فائضة فی الملکوت حذو الشهادة
وحیوة وانماء فلذلک تعین هنالک
بعض الامور النافعة فی الشهادة
کالنیل والفرات۔

(۸) دریاؤں کی اصل وہ رحمت فائضہ ہے۔ جو
عالم شہادت کے محاذی عالم ملکوت میں موجود ہے
نیز حیات اور نمو بھی اسی اصل میں شامل ہیں اسی لئے
ظاہراً چند اسباب نافعہ مثل نیل و فرات وغیرہ
کا تعین کیا گیا ہے۔

واما الانوار التی غشیتها
فتدلیات الٰهیة وتدبیرات
رحمانیة تلعلعت فی الشهادة
حیثما استعدت لها۔

(۹) رہے وہ انوار جنہوں نے اسے ڈھانپ لیا۔
تھا۔ یہ وہ تدلیات رحمانی۔ اور تدبیرات الٰہیہ ہیں
جو عالم ظہور میں جلوہ گستر اور نور بیز ہیں۔ جہاں تک
اس عالم میں ان کی استعداد پائی جاتی ہے۔

واما البیت المعمور فحقیقته
التجلی الالٰهی الذی یتوجه الیه

(۱۰) بیت المعمور کی حقیقت وہ الٰہی تجلی ہے
جسکی طرف بندگان خدا کی دعاؤں اور سجدوں کا

سجدات البشر وتضرعاتها يتمثل بيتًا على حذو ماعندهم من الكعبة وبيت المقدس ؎

ثم اتی باناء من لبن واناء من خمر فاختار اللبن - فقال جبریل هديت للفطرة ولو اخذت الخمر لغوت امتك ؎ فكان هو صلی الله علیه وسلم جامع امته ومنشاء ظهورهم وكان اللبن اختيارهم الفطرة والخمر اختيارهم لذات الدنيا ؎

وامر بخمس صلوات بلسان التجوز لانها خمسون باعتبار الثواب - ثم اوضح الله مراده تدريجًا - ليعلم ان الحرج مدفوع وان النعمة كاملة وتمثل هذا المعنے

رخ ہوتا ہے - اور وہ خانہ کعبہ و بیت المقدس کے محاذ میں جیسا کہ لوگوں کا ان ہر دو کی بابت اعتقاد ہے - ایک گھر کا تمثل لئے ہوئے ہے ؎

(۱۱) شب معراج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک برتن دودھ کا - ایک برتن شراب کا پیش کیا گیا اور آنحضرت نے دودھ کو پسند فرمایا - اور جبریل نے بتلا دیا - کہ آپ نے فطرۃ اصلیہ کو پسند فرمایا - اگر شراب کا برتن آپ لے لیتے - تو آپ کی امت بھٹک جاتی - دیکھو نبی صلعم اپنی امت کو فطرت پر جمع کرنیوالے تھے - اور دودھ سے مراد یہی ہے - کہ امت فطرۃ کو پسند کرے اور خمر سے یہ مراد تھی - کہ لذات دنیا کو پسند کرے ؎

(۱۲) پانچ نمازوں کا تقرر بھی زبان تجوزی سے ہوا - یہ پانچ ثواب میں پچاس کے برابر ہیں - گویا خداوند کریم نے آہستہ آہستہ یہ سمجھایا ہے کہ ثواب تو ۵۰ کے برابر کا کامل ہے - اور حرج اور مرج اُٹھا دیا گیا ہے - یہ مطلب حضرت موسےٰ

سلہ اکثر مصنفین نے معراج کا ذکر بعد از واپسی طائف کیا ہے - مگر امام طبری نے اپنی کتاب "تاریخ الملل والامم" میں ابتدائے نبوت کے دوسرے دن ہی معراج کا ہونا تحریر کیا ہے - ان کی تائید اس دلیل سے بخوبی ہوتی ہے - کہ جب فرضیت نماز کا حکم شب معراج میں ہوا - اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر مسلمانان اس وقت سے ہی برابر نماز پڑھتے تھے - تو نماز کی فرضیت کا حکم گیارہ سال تک کیونکر متاخر رہ سکتا ہے - لیکن حسب بیان شاہ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ (مندرجہ شرح سفر سعادت صفحہ ۳۶) کہ پہلے صرف دو نمازیں - فجر و عصر کی فرض ہوئی تھیں - اور شب معراج کو پانچ نمازیں فرض ہوئیں - کوئی اشکال نہیں رہ جاتی ؎

مستنداً الی موسیٰ علیہ السلام فانہ اکثر الانبیاء معالجۃ للامۃ ومعرفۃ بسیاستہا۔	علیہ السلام کی سند سے تمثل کیا گیا ہے۔ کیونکہ جناب ممدوح بہت سے انبیاء سے امت کی اصلاح و درستی اور اصول سیاست امت کی شناخت میں زیادہ بڑھے ہوئے ہیں۔

طفیل بن عمر دوسی کا ایمان لانا

انہی دنوں طفیل بن عمر و مکہ میں آیا۔ یہ قبیلہ دوس کا سردار تھا۔ اور نواحی یمن میں ان کے خاندان میں رئیسانہ حکومت تھی۔ طفیل بذات خود شاعر و دانشمند شخص تھا۔ اہل مکہ نے آبادی سے باہر جا کر اس کا استقبال کیا۔ اور اعلیٰ پیمانے پر اسکی خدمت اور تواضع کی طفیل کا اپنا بیان ہے کہ "مجھے اہل مکہ نے یہ بھی بتلایا۔ کہ یہ شخص جو ہم میں سے نکلا ہے اس سے ذرا بچنا۔ اسے جادو آتا ہے۔ جادو سے باپ بیٹے۔ شوہر و زن۔ بھائی بھائی میں جدائی ڈال دیتا ہے۔ ہماری جمعیت کو پریشان اور ہمارے کام ابتر کر دیئے ہیں۔ ہم نہیں چاہتے۔ کہ تمہاری قوم پر بھی ایسی ہی کوئی مصیبت پڑے۔ اسلیئے ہماری زور سے یہ نصیحت ہے۔ کہ نہ اسکے پاس جانا۔ نہ اسکی بات سننا۔ اور نہ خود بات چیت کرنا۔"

"یہ باتیں انھوں نے ایسی عمدگی سے میرے ذہن نشین کر دیں۔ کہ جب میں کعبہ میں جانا چاہتا۔ تو کانوں کو روئی (پنبہ) سے بند کر لیتا۔ تاکہ محمدؐ کی آواز کی بھنک بھی میرے کان میں نہ پڑ جائے۔ ایک روز میں صبح ہی خانہ کعبہ میں گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔ چونکہ خدا کی مشیت یہ تھی۔ کہ ان کی آواز میری سماعت تک ضرور پہنچے۔ اسلیئے میں نے سنا۔ کہ ایک نہایت عجیب کلام وہ پڑھ رہے ہیں۔ اس وقت میں اپنے آپ کو ملامت کرنے لگا۔ کہ میں خود شاعر ہوں۔ باعلم ہوں۔ اچھے برے کی تمیز رکھتا ہوں۔ پھر کیا وجہ ہے؟

اور کونسی روک ہے۔ کہ میں اسکی بات نہ سنوں۔ اچھی بات ہوگی۔ تو مانوں گا۔ ورنہ نہیں مانوں گا؛ میں یہ ارادہ کرکے ٹھہر گیا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپس گھر کو چلے۔ تو میں بھی پیچھے پیچھے ہولیا۔ اور جب مکان پر حاضر ہوا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا واقعہ مکہ میں آنے۔ لوگوں کے بہکانے۔ پنبہ درگوش رہنے اور آج حضور کی زبان سے کچھ سن پانے کا کہہ سنایا۔ اور عرض کیا۔ کہ مجھے اپنی بات سنایئے؛ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پڑھا۔ بخدا! میں نے ایسا پاکیزہ کلام کبھی سنا ہی نہ تھا؛ جو اس قدر نیکی۔ اور انصاف کی ہدایت کرتا ہو؛

الغرض طفیل اسی وقت مسلمان ہوگیا۔ جسے قریش بات بات میں مخدوم ومطاع کہتے تھے۔ وہ بات کی بات میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دل وجان سے خادم اور مطیع بن گیا؛ قریش کو ایسے شخص کا مسلمان ہونا نہایت ہی شاق اور ناگوار گذرا؛[۱]

ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا

ابوذر رضی اللہ عنہ اپنے شہر یثرب ہی میں تھے؛ کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کچھ اڑتی سی خبر سنی۔ انہوں نے اپنے بھائی سے کہا۔ تم جاؤ، مکہ میں اس شخص سے مل کر آؤ۔ اور پھر مجھے تبلاؤ؛

انیس برادر ابوذر ایک مشہور فصیح شاعر۔ زبان آور تھا۔ وہ مکہ میں آیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا۔ پھر بھائی کو جا بتلایا۔ کہ میں نے محمد کو ایک ایسا شخص پایا۔ جو نیکیوں کے کرنیکا اور شر سے بچنے کا حکم دیتا ہے؛

ابوذر بولے۔ اتنی بات سے تو کچھ تسلی نہیں ہوتی۔ آخر خود پیدل چل کر مکہ پہنچے۔ حضرت ابوذر کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شناخت نہ تھی۔ اور کسی سے دریافت کرنا بھی پسند نہ کرتے تھے؛

[۱] ملخصاً از زاد المعاد صفحہ ۳۰۹ و ۳۱۰۔ جلد اول؛

زمزم کا پانی پی کر کعبہ میں ہی لیٹ رہے۔ علی مرتضیٰ رضؓ آئے۔ انہوں نے پاس کھڑے ہو کر کہا۔ کہ یہ تو کوئی مسافر معلوم ہوتا ہے۔ ابوذر بولے ہاں۔ علی مرتضیٰ رضؓ نے کہا۔ اچھا میرے ہاں چلو۔ یہ رات کو وہیں رہے۔ نہ علی مرتضیٰ رضؓ نے کچھ پوچھا۔ نہ ابوذر نے کچھ کہا۔ صبح ہوئی۔ ابوذر پھر کعبہ میں آ گئے۔ دل میں آنحضرتؐ کی تلاش تھی۔ مگر کسی سے دریافت نہ کرتے تھے۔ علی مرتضیٰ رضؓ پھر آ پہنچے۔ انہوں نے فرمایا۔ شاید تمہیں اپنا ٹھکانہ نہ ملا۔ ابوذر بولے۔ ہاں۔ علی مرتضیٰ رضؓ پھر ساتھ لے گئے۔ اب انہوں نے پوچھا۔ تم کون ہو اور کیوں یہاں آئے ہو۔ ابوذر نے کہا۔ راز رکھو۔ تو میں تبلا دیتا ہوں۔ علی رضؓ نے وعدہ کیا۔

ابوذر نے کہا۔ میں نے سنا تھا۔ کہ اس شہر میں ایک شخص ہے۔ جو آپ اپنے کو نبی اللہ تبلاتا ہے۔ میں نے اپنے بھائی کو بھیجا تھا۔ وہ یہاں سے کچھ تسلی بخش بات لے کر نہ گیا۔ اس لئے خود آیا ہوں۔

علی مرتضیٰ رضؓ نے کہا۔ تم خوب آئے۔ اور خوب ہوا۔ کہ مجھ سے ملے۔ دیکھو۔ میں انہی کی خدمت میں جا رہا ہوں۔ میرے ساتھ چلو۔ میں پہلے اندر جا کر دیکھ لوں گا۔ اگر اس وقت ملنا مناسب نہ ہوگا تو میں دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو جاؤں گا۔ گویا جوتہ کو درست کر رہا ہوں۔

الغرض ابوذر علی مرتضیٰ رضؓ کے ساتھ خدمت نبویؐ میں پہونچے۔ اور عرض کیا۔ کہ مجھے تبلایا جائے کہ اسلام کیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی بابت بیان فرمایا۔ اور ابوذر اسی وقت مسلمان ہو گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابوذر تم ابھی اس بات کو چھپائے رکھو۔ اور اپنے وطن کو چلے جاؤ۔ جب تمہیں ہمارے ظہور کی خبر ملجائے۔ تب آجانا۔ ابوذر بولے۔ بخدا۔ میں تو ان دشمنوں میں اعلان کر کے جاؤں گا۔ اب ابوذر کعبہ کی طرف آئے۔ قریش جمع تھے۔

انہوں لنے سب کو سُنا کر بآوازِ بلند کلمۂ شہادت پڑھا۔ قریش نے کہا۔ اِس بے دین کو مارو لوگوں نے مار ڈالنے کے لیئے مجھے مارنا شروع کیا۔ عباسؓ آگئے۔ اُنہوں نے مجھے جھک کر دیکھا۔ کہا۔ کمبختو۔ یہ تو قبیلہ غفار کا آدمی ہے جہاں تم تجارت کو جاتے۔ اور کھجوریں لاتے ہو۔ لوگ ہٹ گئے۔ اگلے دن انہوں نے پھر سب کو سُنا کر کلمہ پڑھا۔ پھر لوگوں نے مارا۔ اور عباسؓ نے ان کو چھڑا دیا۔ اور یہ اپنے وطن کو چلے آئے[۵۱]

اسبابِ ہجرت

سنہ ۱۱ نبوت کے موسم حج کا ذکر ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کی تاریکی میں شہر مکہ سے چند میل پرے مقام عقبہ پر کچھ لوگوں کو باتیں کرتے سُنا۔ اس آواز پر خدا کا نبی اُن لوگوں کے پاس پہنچا۔ یہ چھ آدمی تھے[۵۲]۔ اور یثرب سے آئے تھے۔ ان کے سامنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خدا کی عظمت وجلال کا بیان شروع کیا۔ ان کی محبت کو خدا کے ساتھ گرمایا۔ بتوں سے ان کو نفرت دلائی۔ نیکی و پاکیزگی کی تعلیم دے کر گناہوں اور برائیوں سے منع فرمایا۔ قرآن مجید کی تلاوت فرماکر ان کے دلوں کو روشن فرمایا۔ یہ لوگ اگرچہ بت پرست تھے لیکن اُنہوں نے اپنے شہر کے یہودیوں کو بارہا یہ ذکر کرتے سنا تھا۔ کہ ایک نبی عنقریب ظاہر ہونے والا ہے[۵۳]۔ اِس تعلیم سے وہ اُسی وقت ایمان لے آئے۔ اور جب اپنے وطن کو لوٹ کر گئے۔ تو دین حق کے سچے منادی بن گئے۔

---

۵۱ صحیح بخاری عن ابن عباس۔ کتاب المناقب۔ مدارج النبوۃ میں ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ قریباً ایک ماہ تک آب زمزم پر ہی رہے۔ اس پانی نے پانی اور غذا کا کام کیا۔ ان کی توند نکل آئی۔

۵۲ ابو اُمامہ اسعد بن زرارہ۔ عوفؓ بن الحارث۔ رافعؓ بن مالک۔ قُطبہؓ بن عامر بن حدیدہ۔ عقبہؓ بن عامر بن نابی۔ جابرؓ بن عبد اللہ۔ (ابن خلدون)

۵۳ زاد المعاد صفحہ ۳۰۳۔ جلد ۱۔

"وہ نبی" وہ ہر ایک کو یہ خوشخبری سُناتے تھے۔ کہ وہ نبی[1] جس کا تمام عالم کو انتظار تھا آگیا ہمارے کانوں نے اُس کا کلام سُنا۔ ہماری آنکھوں نے اُس کا دیدار دیکھا۔ اور اُس نے ہمکو اُس زندہ رہنے والے خدا سے ملا دیا ہے۔ کہ دنیا کی زندگی اور موت اب ہمارے سامنے ہیچ ہے"

بیعت عقبہ اولےٰ

اِن لوگوں کی بشارت دے جانے کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ یثرب کے گھر گھر میں آنحضرتؐ کا ذکر ہونے لگا۔ اور اگلے سال ۱۲ سنہ نبوت کو یثرب کے ۱۲[2] باشندے مکہ میں حاضر ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے دولت ایمان حاصل کی؛

اِن لوگوں نے جن باتوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔ وہ یہ ہیں:۔

بیعت کی شرطیں (۱) ہم خدائے واحد کی عبادت کیا کرینگے۔ اور کسی کو اسکا شریک نہیں بنائینگے؛

(۲) ہم چوری اور زناکاری کبھی نہیں کریں گے؛

(۳) ہم اپنی اولاد (لڑکیوں) کو قتل نہیں کرینگے؛

(۴) ہم کسی پر جھوٹی تہمت نہیں لگائینگے۔ اور نہ کسی کی چغلی کیا کریں گے؛

---

[1] ناظرین۔ لفظ "وہ نبی" کا مطلب سمجھنے کے لئے انجیل یوحنا باب اول کو ۱۹ سے ۲۰ درس تک پڑھیں۔ یوحنا (یحیٰی) نے اقرار کیا۔ کہ میں مسیح نہیں ہوں ۲۱۔ انہوں نے پوچھا کیا تو الیاس ہے۔ اُس نے کہا میں نہیں ہوں۔ پس آیا تو "وہ نبی" ہے۔ اُس نے جواب دیا نہیں۔ اس سے مطلب نکلا۔ کہ علمائے یہود اُس زمانہ میں تین انبیاء کی آمد ظہور کے منتظر تھے۔ (۱) الیاس۔ (۲) مسیح (۳) "وہ نبی" انجیل سے ثابت ہے کہ یوحنا نے یسوع کو مسیح بتلایا۔ اور مسیح نے یوحنا کو الیاس کہا۔ اب تیسرے کا ظہور باقی تھا۔ جو کتب سالفہ میں وہ نبی اور مسلمانوں کی زبان پر "آنحضرتؐ" کے خطاب سے یاد کئے گئے ہیں۔ اگر آنحضرتؐ "وہ نبی" نہیں۔ تو پادری بتلائیں کہ مسیح کے بعد "وہ نبی" کہلانے والا کون ہوا؛

[2] ابو امامہ[1]؛ عوف بن الحارث[2]؛ رافع بن مالک[3]؛ قطبہ بن عامر[4]؛ عقبہ بن عامر[5]؛ معاذ بن حرث[6]۔ ذکوان بن عبد قیس[7] خالد بن مخلد[8]؛ عبادہ بن صامت[9]؛ عباس بن عبادہ[10]؛ ابو الہثیم[11]؛ عویم بن ساعدہ[12]؛ +

(۵) ہم نبی کی اطاعت ہر ایک اچھی بات میں کیا کرینگے؛

جب یہ لوگ واپس جانے لگے۔ تو آنحضرتؐ نے اُن کی تعلیم کے لئے مصعب بن عمیرؓ کو ساتھ کر دیا مصعب بن عمیر امیر گھرانے کے لاڈلے بیٹے تھے۔ جب گھوڑے پر سوار ہو کر نکلتے۔ تو آگے پیچھے غلام چلا کرتے تھے۔ بدن پر دو سو روپیہ سے کم کی پوشاک کبھی نہ پہنتے۔ مگر جب اُن کو اسلام کے طفیل روحانی عیش حاصل ہوا۔ تب ان جسمانی آرائشوں اور نمایشوں کو اُنہوں نے بالکل چھوڑ دیا تھا۔ جن دنوں یہ مدینہ میں دین حق کی منادی کرتے اور اسلام کی تبلیغ کیا کرتے تھے۔ اُن دنوں اُن کے کندھے پر صرف کمبل کا ایک چھوٹا سا ٹکڑہ ہوتا تھا۔ جسے اگلی طرف سے کیکر کے کانٹوں سے اٹکا لیا کرتے تھے؛

مصعب بن عمیرؓ

بیعت عقبہ ثانیہ

مصعبؓ مدینے میں اسعد بن زرارہ کے گھر جا کر اُترے تھے۔ اور ان کو مدینہ والے اَلمقرِی[۱] (پڑھانے والا۔ اُستاد) کہا کرتے تھے۔ ایک دن مصعبؓ و اسعدؓ۔ اور چند مسلمان بیئر مرق پر جمع ہوئے۔ یہ غور کرنے کے لیئے۔ کہ بنی عبد الاشہل اور بنی ظفر میں کیوں کر اسلام کی منادی کی جائے؛

سعد بن معاذ۔ اور اُسید بن حضیر ان قبائل کے سردار تھے؛ اور ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے۔ اُنہیں بھی خبر ہوئی؛ سعد بن معاذ نے اُسید بن حضیر سے کہا۔

"تم کس غفلت میں پڑے ہو۔ دیکھو یہ دونوں ہمارے گھروں میں آکر ہمارے بیوقوفوں کو بہکانے لگے ہیں۔ تم جاؤ۔ اُنہیں جھڑک دو؛ اور کہہ دو۔ کہ ہمارے محلوں میں پھر کبھی نہ آئیں؛ میں خود ایسا کرتا۔ مگر اس لیئے خاموش ہوں۔ کہ اسعد میری خالہ کا بیٹا ہے"

[۱] طبری صفحہ ۱۲۳۵؛

اُسید بن حصیر اپنا ہتھیار لے کر روانہ ہوا۔ اسعد نے مصعب کو کہا۔ دیکھ یہ قبیلے کا سردار آرہا ہے۔ خدا کرے۔ کہ وہ تیری بات مان جائے۔ مصعب نے کہا۔ کہ اگر وہ آکر بیٹھ گیا۔ تو میں اس سے ضرور کلام کروں گا۔ اتنے میں اُسید آپہنچا۔ اور کھڑا کھڑا گالیاں دیتا رہا۔ اور یہ بھی کہا۔ کہ تم ہمارے احمق ناداں لوگوں کو پھسلانے آئے ہو؟

مصعب کے وعظ پر اسید کا ایمان لانا

مصعب نے کہا۔ کاش۔ آپ بیٹھ کر کچھ سن لیں۔ اگر پسند آئے قبول فرمائیں۔ ناپسند ہو تو اُسے چھوڑ جائیں۔ اُسید نے کہا۔ خیر۔ کیا مضائقہ ہے مصعب نے سمجھایا۔ کہ اسلام کیا ہے اور پھر اُسے قرآن مجید بھی پڑھ کر سنایا۔ اُسید نے سب کچھ چپ چاپ سنتا۔ بالآخر کہا۔ ہاں یہ تو بتلاؤ۔ کہ جب کوئی تمہارے دین میں داخل ہونا چاہتا ہے تو تم کیا کرتے ہو؟

اُنہوں نے کہا۔ نہلا کر۔ پاک کپڑے پہنا کر۔ کلمہ شہادت پڑھا دیتے۔ اور دو رکعت نفل پڑھوا دیتے ہیں۔ اُسید اٹھا۔ کپڑے دھوئے۔ کلمہ شہادت پڑھا۔ اور نفل ادا کئے۔ پھر کہا۔ میرے پیچھے ایک اور شخص ہے۔ اگر وہ تمہارا پیرو ہو گیا۔ تو پھر کوئی تمہارا مخالف نہ رہیگا اور میں جا کر ابھی تمہارے پاس اُسے بھیج دیتا ہوں۔ اُسید یہ کہکر چلا گیا۔ اُدھر سعد بن معاذ اس کے انتظار میں تھا۔ دور سے چہرہ دیکھتے ہی بولا۔ دیکھو۔ اُسید کا وہ چہرہ نہیں جو جاتے وقت تھا۔ جب اُسید آبیٹھا۔ تو سعد نے پوچھا۔ کہ کیا ہوئی۔ اُسید بولا۔ میں نے انہیں سمجھا دیا ہے۔ اور وہ کہتے ہیں۔ کہ ہم تمہاری منشاء کے خلاف کچھ نہ کرینگے مگر وہاں تو ایک اور حادثہ پیش آیا۔ بنو حارثہ وہاں آگئے تھے۔ اور وہ اسعد بن زرارہ کو اس لئے قتل کرنے پر آمادہ ہیں۔ کہ وہ تیرا بھائی ہے۔ یہ سن کر سعد بن معاذ غصہ میں بھر گیا۔ اور اپنا حربہ

مصعب کے وعظ پر سعد بن معاذ کا ایمان قبول کرنا

سنبھال کے کھڑا ہو گیا۔ اُسے ڈر تھا۔ کہ بنو حارثہ اُسکے بھائی کو مار نہ ڈالیں۔ اس نے چلتے وقت یہ بھی کہا۔ کہ اُسید! تم تو کچھ بھی کام نہ بنا کر آئے؟ سعد وہاں پہنچا۔ دیکھا۔ کہ مصعب و اسعد دونوں باطمینان بیٹھے

ہوئے ہیں؛ سعد سمجھا کہ اُسید نے مجھے ان کی باتیں سننے کے لئے بھیجا ہے۔ یہ خیال آتے ہی اُنہیں گالیاں دینے لگا۔ اور اسعد کو یہ بھی کہا۔ کہ اگر میرے تمہارے درمیان قرابت نہ ہوتی۔ تو تمہاری کیا مجال تھی۔ کہ ہمارے محلے میں چلے آتے؛ اسعد نے مصعب رضؓ سے کہا۔ دیکھو یہ بڑے سردار ہیں۔ اور اگر ان کو سمجھا دو تو پھر کوئی دو آدمی بھی تمہارے مخالف نہ رہ جائینگے۔ مصعبؓ نے سعد سے کہا۔ آیئے۔ بیٹھ جایئے۔ کوئی بات کریں؛ ہماری بات پسند آئے۔ تو قبول فرمایئے ورنہ انکار کیجئے؛ سعد حربہ رکھ کر بیٹھ گیا۔ مصعب رضؓ نے اسکے سامنے اسلام کی حقیقت بیان کی۔ اور قرآن مجید بھی سُنایا۔ آخر سعد نے بھی وہی سوال کیا۔ جو اُسید نے کیا تھا۔ الغرض سعد اُٹھا۔ نہایا۔ کپڑے دھوئے۔ کلمہ پڑھا نفل ادا کئے۔ اور ہتھیار لے کر اپنی مجلس میں واپس آیا۔ آتے ہی اپنے قبیلے کے لوگوں کو پکار کر کہا؛

اے بنی عبدالاشہل تم لوگوں کی میرے بارے میں کیا رائے ہے ؟؛

سب نے کہا۔ تم ہمارے سردار ہو۔ تمہاری رائے۔ تمہاری تلاش بہتر اور اعلیٰ ہوتی ہے سعد بولا۔ سنو۔ خواہ کوئی مرد ہے یا عورت۔ میں اُس سے بات کرنا حرام سمجھتا ہوں۔ جب تک کہ وہ خدا اور رسول پر ایمان نہ لائے؛

تمام قبیلہ ایک دن میں مسلمان ہوا؛

اس کہنے کا اثر یہ ہوا۔ کہ بنی عبدالاشہل میں شام تک کوئی عورت۔ کوئی مرد اسلام سے خالی نہ رہا۔ اور تمام قبیلہ ایک دن میں مسلمان ہو گیا؛

مصعب رضؓ کی تعلیم سے اسلام کا چرچا اسی طرح انصار کے تمام قبیلوں میں پھیل گیا۔ اور اُسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اگلے سال ۱۳ سنہ نبوت کو ۷۳ مرد۔ ۲ عورتیں یثرب کے قافلے میں مل کر مکہ آئے اُن کو یثرب کے اہل ایمان نے اس لیئے بھی بھیجا تھا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے شہر میں آنے کی دعوت دیں۔ اور نبیؐ سے منظوری حاصل کریں؛

یہ راستبازوں کا گروہ اُسی متبرک مقام پر جہاں دو سال سے اس شہر یثرب کے مشتاق حاضر

ہوا کرتے تھے۔ رات کی تاریکی میں پہنچ گیا۔ اور خدا کا برگزیدہ رسول بھی اپنے چچا عباس کو ساتھ لیے ہوئے وہاں جا پہنچا؛

حضرت عباس نے (جو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے) اس وقت ایک بات کام کی کہی انہوں نے کہا: لوگو تمہیں معلوم ہے۔ کہ قریش مکہ محمدؐ کے جانی دشمن ہیں۔ اگر تم ان سے کوئی عہد واقرار کرنے لگے ہو۔ تو پہلے سمجھ لینا۔ کہ یہ ایک نازک اور مشکل کام ہے۔ محمدؐ سے عہد و پیمان کرنا۔ سرخ و سیاہ لڑائیوں[۵۲] کو دعوت دینا ہے۔ جو کچھ کرو۔ سوچ سمجھ کر کرو۔ ورنہ بہتر ہے کہ کچھ بھی نہ کرو؛

ان راستبازوں نے عباس کو کچھ بھی جواب نہ دیا۔ ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ کہ حضور کچھ ارشاد فرمائیں؛

عقبہ ثانیہ پر آنحضرت کا وعظ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خدا کا کلام۔ جو خدا کا پیغام انسان کی طرف ہے پڑھ کر سنایا؛ جسکے سننے سے وہ ایمان و ایقان کے نور سے بھرپور ہو گئے؛ اب سب لوگوں نے عرض کی۔ کہ خدا کا نبی ہمارے شہر میں چل کر بسے۔ تاکہ ہمیں پورا پورا فیض حاصل ہو سکے؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

(۱) کیا تم دین حق کی اشاعت میں میری پوری پوری مدد کرو گے؟؛

(۲) اور جب میں تمہارے شہر میں جا بسوں۔ کیا تم میری اور میرے ساتھیوں کی حمایت اپنے اہل و عیال کی مانند کرو گے؛

ایمان والوں نے پوچھا۔ ایسا کرنے کا ہمکو معاوضہ کیا ملے گا؟؛[۵۳]

---

۵۱ طبری صفحہ ۲۴۴؛

۵۲ سرخ لڑائی سے مراد سخت خونریز لڑائی۔ اور سیاہ لڑائی سے تاریک انجام والی لڑائی مراد ہوتی ہے؛

۵۳ دیکھو پطرس کا سوال مسیح سے متی ۱۹-۲۷؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بہشت۔ (جو نجات اور خدا کی خوشنودی کا محل ہے)؎

ایمان والوں نے عرض کیا۔ اے خدا کے رسولؐ۔ یہ تو ہماری تسلی فرما دیجئے۔ کہ حضور ہمکو کبھی چھوڑ تو نہ دیں گے؎

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نہیں۔ میرا جینا میرا مرنا تمہارے ساتھ ہوگا؎

اِس آخری فقرے کا سُننا تھا۔ کہ عاشقانِ صداقت عجب سرور و نشاط کے ساتھ جان نثاری کی بیعتِ اسلام کرنے لگے[1]۔ براء بن معرور وہ پہلے بزرگ ہیں۔ جنہوں نے اس شب سب سے پہلے بیعت کی تھی؎

ایک شیطان نے پہاڑ کی چوٹی سے یہ نظارہ دیکھا۔ اور چیخ کر اہلِ مکہ کو پُکار کر کہا۔ لوگو۔ آؤ۔ دیکھو۔ کہ محمدؐ اور اسکے فرقے کے لوگ تم سے لڑائی کے شورے کر رہے ہیں؎

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم اس آواز کی پرواہ نہ کرو۔ عباس بن عبادہ نے کہا۔ اگر حضور کی اجازت ہو۔ تو ہم کل ہی مکہ والوں کو اپنی تلوار کے جوہر دکھا دیں؎۔ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ نہیں مجھے جنگ کی اجازت نہیں[2]؎

| نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ۱۲ نقیب |

اِس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ۱۲ شخصوں کا انتخاب کیا؎ اور اُن کا نام نقیب رکھا؎۔ اور یہ بھی فرمایا۔ کہ جس طرح عیسٰیؑ بن مریم نے اپنے لئے ۱۲ شخصوں کو چن لیا تھا؎۔ اسی طرح میں تمہیں انتخاب کرتا ہوں۔ تاکہ تم اہلِ یثرب میں جاکر دین کی اشاعت کرو۔ مکہ والوں میں مَیں خود یہ کام کروں گا؎

اِن کے نام یہ ہیں:۔

قبیلہ خزرج کے ۹۔ ۱سعد بن زرارہ۔ رافع بن مالک۔ عبادہ بن صامت (یہ تینوں عقبہ اولیٰ میں بھی تھے)۔ سعد بن ربیع۔ ثعلبہ بن کعب[3]۔ عبداللہ بن رواحہ۔ براء بن معرور۔ عبداللہ

---

[1] وہ نوشتہ پورا ہوا کہ "نور تاریکی میں چمکتا ہے" انجیل یوحنا باب ۱؎

[2] زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۳۰۴؎

[3] زاد المعاد میں بجائے ثعلبہ کے منذر بن عمرو ہے؎

بن عمرو بن حرام - سعد بن عبادہ؎

قبیلہ اوس کے تین - اُسید بن حضیر - سعد بن خثیمہ - رفاعہ بن المنذر؎ ۱

قریش کو دن نکلنے کے بعد کچھ بھنک سی معلوم ہوئی وہ اہل یثرب کی تلاش میں نکلے

قریش نے یثرب کے دو مسلمانوں کو گرفتار کیا

لیکن انکا قافلہ صبح ہی روانہ ہو چکا تھا - قریش نے سعد بن عبادہ اور منذر بن عمرو کو وہاں پایا - منذر تو بھاگ گیا - اور ان کے ہاتھ نہ آیا - مگر سعد بن عبادہ کو انہوں نے پکڑ لیا - اسکی سواری کے اونٹ کا تنگ کھول کر اسکی مشکیں باندھ دیں - مکہ میں لا کر اسے مارتے - اور اسکے سر کے لمبے لمبے بالوں کو کھینچتے تھے - یہ سعد بن عبادہ وہی ہیں جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن ۱۲ اشخاص میں سے ایک نقیب ٹھہرایا تھا - انکا اپنا بیان ہے - کہ جب قریش اُنہیں زد و کوب کر رہے تھے - تو ایک سرخ و سفید شیریں شمائل شخص انہیں اپنی طرف آتا ہوا نظر آیا - مینے اپنے دل میں کہا - کہ اگر اس قوم میں کسی شخص سے مجھے بھلائی ہو سکتی ہے - تو وہ یہی ہوگا - جب وہ میرے پاس آگیا - تو اُس نے نہایت زور سے منہ پر طپانچہ لگایا - اس وقت مجھے یقین آگیا - کہ ان میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں جس سے امید خیر کی جا سکے - اتنے میں ایک اور شخص آیا - اُس نے میرے حال پر ترس کھایا - اور کہا - کیا قریش کے کسی شخص کے ساتھ بھی تجھے حق ہمسائگیت حاصل نہیں اور کسی سے بھی تیرا عہد و پیمان نہیں - مینے کہا - ہاں - جبیر بن مطعم اور حارث بن امیہ جو عبد مناف کے پوتے ہیں - وہ تجارت کے لئے ہمارے ہاں جایا کرتے ہیں - اور میں نے بارہا ان کی حفاظت کی ہے - اس نے کہا - کہ پھر انہی دونوں کے نام کی دہائی تجھے دینی اور اپنے تعلقات کا اعلان کرنا چاہیے - میں نے ایسا ہی کیا - پھر وہی شخص ان دونوں کے پاس پہنچا - اور انہیں تبلایا - کہ خزرج کا ایک آدمی پِٹ رہا ہے - اور وہ تمہارا نام لے لے کر تمہیں پکار رہا ہے - ان دونوں نے پوچھا وہ کون ہے - اس نے تبلایا - سعد بن عبادہ - وہ بولے ہاں - اسکا ہم پر احسان بھی ہے

۱؎ ابن خلدون؎ +

انہوں نے آکر سعد بن عبادہ کو چھوڑا دیا۔ اور یہ ثابت قدم بزرگ یثرب کو سدھار گیا۔[1]

سلمانوں کو ترک وطن کرنے کی اجازت مل گئی۔

عقبہ ثانیہ کی بیعت کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن مسلمانوں کو جو ابھی مکہ سے باہر نہ گئے تھے۔ لیکن جن پر اب اتنے ظلم وستم ہونے لگے تھے۔ کہ پیارا وطن ان کے لئے آگ کا بھاڑ بن گیا تھا۔ یثرب چلے جانے کی اجازت فرمادی۔ ان ایمان والوں کو گھر بار۔ خویش و اقارب۔ باپ بھائی۔ زن و فرزند کے چھوڑنے کا ذرا غم نہ تھا۔ بلکہ خوشی یہ تھی کہ یثرب جاکر خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت پوری آزادی سے کرسکیں گے۔

ہجرت کرنے والوں۔ اور گھر چھوڑ کر جانے والوں کو قریش مکہ کی سخت مزاحمت کا مقابلہ کرنا پڑتا تھا۔

(۱) صہیب رومی رضی اللہ عنہ جب ہجرت کرکے جانے لگے۔ تو کفار نے انہیں آگھیرا کہا صہیب۔ جب تو مکہ میں آیا تھا۔ تو مفلس و قلاش تھا۔ یہاں ٹھہر کر تو نے ہزاروں کمائے۔ آج یہاں سے جاتا ہے۔ اور چاہتا ہے۔ کہ سب مال و زر لیکر چلا جائے۔ یہ تو کبھی نہیں ہونے کا۔

صہیب رضؓ نے کہا۔ اچھا۔ اگر میں اپنا سارا مال و متاع تمہیں دیدوں۔ تب مجھے تم جانے دو گے۔

قریش بولے۔ ہاں۔

حضرت صہیب رضؓ نے سارا مال اُنہیں دیدیا۔ اور یثرب کو روانہ ہوگئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

[1] سعد بن عبادہ کے حال سے کیا نتیجہ نکلتا ہے؟ کیا سبق ملتا ہے؟ کہ اسلام کے ساتھ ہی خدا کی طرف سے آزمائش شروع ہوجاتی ہے۔ بھوک پیاس کی آزمائش۔ قوم و ملک کی عداوت کی آزمائش۔ ضرر جسمانی و نقصان مالی کی آزمائش وغیرہ وغیرہ۔ اور جب کوئی شخص ان آزمائشوں میں پورا اترتا ہے۔ تب وہ خدا کے اس ابدی وعدہ کا مستحق ٹھہر جاتا ہے۔ جو قرآن و انجیل و توراۃ میں مومنین سے کیا گیا ہے۔ کہ اس کی دنیا بھی عمدہ ہوگی کیا کوئی شخص ان بزرگوں کی نسبت جو ایسی آزمائشوں کے بعد اسلام کے شیریں ثمر ثابت ہوئے۔ یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ یہہ بزور شمشیر مسلمان کئے گئے تھے۔ یا یہہ کہہ سکتا ہے کہ ایسے بزرگ کسی دوسرے کو بزور شمشیر مسلمان کیا کرتے تھے۔ +

یہہ قصہ سُن کر فرمایا۔کہ اس سودے میں صہیب نے نفع کمایا؎

(۲) حضرت ام سلمہ کہتی ہیں۔ میرے شوہر ابوسلمہ نے ہجرت کا ارادہ کیا۔ مجھے اونٹ پر چڑھایا۔ میری گود میں میرا بچہ سلمہ تھا۔ جب ہم چل پڑے۔ تو بنو مغیرہ نے آکر ابوسلمہ کو گھیر لیا کہا تو جاسکتا ہے۔ مگر ہماری لڑکی کو نہیں لے جاسکتا۔ اب بنو عبدالاسد بھی آگئے۔ انہوں نے ابوسلمہ سے کہا۔ کہ تو جاسکتا ہے۔ مگر بچہ کو جو ہمارے قبیلہ کا بچہ ہے۔ تو نہیں لے جاسکتا۔ غرض انہوں نے ابوسلمہ سے اونٹ کی مہار لے کر اونٹ بٹھادیا۔ بنو عبدالاسد تو گود کے بچہ کو ماں سے چھین کر لے گئے۔ اور بنو مغیرہ ام سلمہ کو لے آئے۔ ابوسلمہ جو دین کے لیئے ہجرت کرنا فرض سمجھتا تھا۔ زن و بچہ کے بغیر روانہ ہوگیا؎

ام سلمہ روز شام کو اُسی جگہہ جہاں بچہ اور شوہر سے وہ الگ کی گئی تھی۔ پہونچ جاتی گھنٹوں رو دھو کر واپس آجاتی۔ ایک سال اسی طرح روتے چلاتے گزر گیا۔ آخر اُن کے ایک چچیرے بھائی کو رحم آیا۔ اور ہر دو قبایل سے کہہ سُن کر ام سلمہ کو اجازت دلادی۔ کہ اپنے شوہر کے پاس چلی جائے۔ بچہ بھی ان کو واپس دیدیا گیا۔ ام سلمہ ایک اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ کو تن تنہا چلدیں ؎

ایسی ہی مشکلات کا سامنا تقریباً ہر ایک صحابی کو کرنا پڑا تھا؎

(۳) حضرت عمر فاروق کا بیان ہے۔ کہ عیاش اور ہشام صحابی بھی ان کے ساتھ مدینہ چلنے کو تیار ہوئے تھے۔ عیاش بن ابی ربیعہ تو روانگی کے وقت جائے مقررہ پر پہونچ گئے؎ مگر ہشام بن عاصی کی بابت کفار کو خبر لگ گئی۔ اُن کو قریش نے قید کر دیا؎

عیاش مدینہ جا پہنچے تھے۔ کہ ابوجہل معہ اپنے برادر حرث کے مدینہ پہنچا۔ عیاش انکے چچیرے بھائی تھے۔ اور تینوں کی ایک ماں تھی؎

ابوجہل و حرث نے کہا۔ کہ تمہارے بعد والدہ کی بری حالت ہو رہی ہے اُس نے

؎۱ سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۱۶۸ • ؎۲ سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۱۶۲

قسم کھائی ہے۔ کہ عیاش کا منہ دیکھنے تک نہ سر میں کنگھی کروں گی۔ نہ سایہ میں بیٹھوں گی۔ اِس لیئے بھائی تم چلو۔ اور ماں کو تسکین دے کر آجانا۔

عمر فاروقؓ نے کہا۔ عیاش۔ مجھے تو یہ فریب معلوم ہوتا ہے۔ تمہاری ماں کے سر میں کوئی جوں پڑگئی تو وہ خود ہی کنگھی کریگی۔ اور مکہ کی دھوپ نے ذرا خبر لی۔ تو وہ خود ہی سایہ میں جا بیٹھے گی۔ میری رائے تو یہ ہے کہ تم کو جانا نہیں چاہیئے۔

عیاش بولے۔ نہیں میں والدہ کی قسم پوری کر کے واپس آجاؤں گا۔

عمر فاروق۔ اچھا۔ اگر یہی رائے ہے۔ تو سواری کے لیئے میری ناقہ لے جاؤ۔ یہ بہت تیز رفتار ہے۔ اگر راستہ میں تمہیں ذرا بھی ان سے شبہ گزرے۔ تو تم اس ناقہ پر باآسانی ان کی گرفت سے بچ کر آسکو گے۔

عیاش نے ناقہ لے لی۔ یہ تینوں چل پڑے۔ ایک روز راہ میں (مکہ کے قریب) ابوجہل نے کہا۔ بھائی ہمارا اونٹ تو ناقہ کے ساتھ چلتا چلتا رہ گیا۔ بہتر ہے کہ تم مجھے اپنے ساتھ سوار کرالو۔ عیاش بولا۔ بہتر۔ جب عیاش نے ناقہ بٹھلائی۔ تو دونوں بھائیوں نے اُسے پکڑ لیا۔ مشکیں کس لیں۔ اور مکہ میں اسی طرح لے کر داخل ہوئے۔

یہ دونوں بڑے فخر سے کہتے تھے۔ کہ دیکھو۔ بیوقوفوں۔ احمقوں کو یوں سزا دیا کرتے ہیں۔ اب عیاش کو بھی ہشام بن عاصی کے ساتھ قید کر دیا گیا۔

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ تب حضور کی تمنا پوری کرنے کے لیئے ولید بن ولید بن مغیرہؓ مکہ میں آئے۔ زندان خانہ سے دونوں کو شباشب نکال کر لے گئے [۱]

ان ہر سہ حکایات سے ناظرین یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ ہجرت کے وقت بھی مسلمانوں کو کیسی سخت مصیبتوں پر غالب آنا پڑتا تھا۔ گھر چھوڑنا بھی بلا خاص جدوجہد۔ اور ابتلاو امتحان کے آسان نہ تھا۔

---

[۱] سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۱۶۷۔ جلد اول ۔ +

ہجرت

جب مسلمان مکہ میں گنتی کے رہ گئے۔ اور مشہور صحابہ میں سے صرف ابوبکرؓ و علیؓ ہی باقی رہے۔ تو قریش مکہ نے کہا۔ کہ اب محمدؐ کے قتل کردینے کا اچھا موقعہ ہے۔

آنحضرتؐ کو قتل کرنے کیلئے قریش کے سرداروں کی کمیٹی کا اجلاس ہوا

تدبیر قتل پر غور کرنے کے لیئے دار الندوہ میں اجلاس کا خفیہ اعلان کیا گیا۔ دار الندوہ کو قصیٔ بن کلاب نے قایم کیا تھا۔ یہ گویا قریش کا ایوانِ پارلیمنٹ تھا۔ اس اجلاس میں نجد کا ایک تجربہ کار بوڑھا شیطان بھی آکر شامل ہوا تھا۔ اور قریش کے مشہور مشہور قبایل میں سے مندرجۂ ذیل مشہور سردار موجود تھے۔

(۱) بنو عبد شمس میں سے۔ شیبہ و عقبہ فرزندانِ ربیعہ۔ اور ابو سفیان بن حرب۔

(۲) بنو نوفل میں سے۔ طعیمہ بن عدی۔ جبیر بن معطم۔ حارث بن عامر۔

(۳) بنو عبد الدار میں سے۔ نضر بن حارث بن کلدہ۔

(۴) بنو اسد بن عبد العزیٰ میں سے۔ ابو البختری بن ہشام۔ زمعہ بن اسود۔ حکیم بن حزام۔

(۵) بنو مخزوم میں سے۔ ابو جہل بن ہشام۔

(۶) بنو سہم میں سے۔ نبیہ و منبہ فرزندان حجاج۔

(۷) بنو جمح میں سے۔ امیہ بن خلف۔[۱]

حل طلب سوال یہ تھا۔ کہ محمدؐ کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے۔

ایک بولا۔ اسے پکڑ کر گلے میں طوق و زنجیر ڈال کر ایک مکان میں قید کردو۔ اور مکان کا دروازہ تیغہ کردو۔ تاکہ یہ بھی زہیر و نابغہ شاعروں کی موت کا مزا چکھتا ہوا مر جائے۔

بوڑھا نجدی بولا۔ نہیں یہ ٹھیک نہیں۔ محمدؐ کے قید ہونے کی خبر باہر نکلے بغیر نہ رہیگی۔

---

[۱] قرآن مجید میں ہے۔ یکیدون کیداً و اکید کیداً فمھل الکافرین امھلھم رویدا۔ وہ تدبیریں کرتے ہیں۔ خدا بھی تدبیر کرتا ہے۔ اے نبی آپ ان کو نرمی و آہستگی سے چھوڑ دیجئے۔ اس آیت کے ساتھ ان ۱۴ سرداروں کا انجام آپ دیکھئے۔ کہ گیارہ سردار ایک دن میں درجنگ بدر قتل ہوئے تھے۔ اور تین ابو سفیان بن حرب۔ و جبیر بن معطم۔ و حکیم بن حزام جو قتل سے بچے۔ وہ بالآخر مسلمان ہو گئے تھے۔

مسلمان اسے بھی چھڑا لے جائیں گے۔ اور طاقت پاکر تمہیں بھی فنا کر دیں گے؛

دوسرا بولا۔ ایک سرکش اونٹ پر بٹھلا کر ہم اسے یہاں سے نکال دیں۔ ہماری طرف سے کہیں جائے۔ کہیں رہے۔ جئے خواہ مرے؛

بوڑھا نجدی بولا۔ نہیں یہ رائے بھی ٹھیک نہیں۔ کیا تم محمدؐ کی دلاویز باتوں کو بھول گئے ہو۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ جس سے بات کرتا ہے اُسی کو اپنا بنا لیتا ہے۔ وہ دلوں پر کیسی آسانی سے قابو پا لیتا ہے۔ جہاں جائیگا وہیں کے باشندے اسکے ساتھ لگ جائینگے۔ اور وہ بالآخر تم سے اپنے نبی کا بدلہ لے کے چھوڑیں گے؛

نبی کے قتل کی تدبیر قاتلان کے انتخاب کا طریق

آخر ابوجہل نے ایسی تدبیر تبلائی۔ جسے تمام جلسہ نے بالاتفاق منظور کر لیا۔ تجویز اور تدبیر یہ تھی:۔

(۱) عرب کے ہر ایک مشہور قبیلہ سے ایک ایک جوانمرد کا انتخاب کیا جائے؛

(۲) یہ سب بہادر رات کی تاریکی میں محمدؐ کے گھر کو گھیر لیں؛

(۳) جب محمدؐ صبح کی نماز کے لیئے باہر نکلے؛ اس وقت یہ سب بہادر اپنی اپنی تلوار سے اُس پر وار کریں۔ اور اسکی بوٹی بوٹی کر دیں؛

اِس تدبیر کا یہ فائدہ تبلایا گیا۔ کہ جس قتل میں تمام قبیلے شامل ہونگے۔ اس کا بدلہ نہ تو محمدؐ کا قبیلہ لے سکے گا۔ اور نہ محمدؐ کو سچا ماننے والے کچھ شر و فساد اُٹھا سکیں گے"؛

انسانی تدبیر کے مقابلہ میں الٰہی تدبیر

انسانی تدبیر کے مقابلے میں اب الٰہی طاقت اور ربانی حمایت کو دیکھیئے۔ کہ جب رات کو ان لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر آ گھیرا۔ اس وقت خدا کے نبیؐ نے پیارے بھائی علیؓ سے فرمایا۔ "تم میرے بستر پر میری چادر لے کر سو رہو ذرا فکر نہ کرنا۔ کوئی شخص تیرا بال بیکا نہ کر سکے گا"۔ حضرت علیؓ تو ان تلواروں کے سائے میں نہایت بیفکری سے مزے کی نیند سو رہے۔ اور خدا کا رسولؐ خدا کی حفاظت میں باہر نکلا۔ اور ان دل کے اندھوں کی آنکھوں میں خاک ڈالتا ہوا اور سورہ یٰسٓ پڑھتا ہوا صاف

نکل گیا۔ کسی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جاتے نہ دیکھا[1]۔ یہ واقعہ ۲۷ صفر ۱۳ سنہ نبوت روز پنجشنبہ (۱۲ ستمبر ۶۲۲ء) کا ہے۔

خدا کا نبی پیارے دوست ابوبکرؓ کے گھر پہنچا۔ انہوں نے جلدی سے سفر کا ضروری سامان درست کیا۔ ابوبکرؓ کی بیٹی اسماء نے اپنا کمر بند کاٹ کر ستوؤں کے تھیلے کا منہ باندھا۔ اسی شب کی تاریکی میں دونوں بزرگوار چل پڑے۔ مکہ سے چار پانچ میل کے فاصلہ پر کوہ ثور ہے۔ اسکی چڑھائی سر توڑ ہے۔ راستہ سنگلاخ تھا۔ نکیلے پتھر نبی صلعم کے پائے نازک کو زخمی کر رہے تھے۔ اور ٹھوکر لگنے سے بھی تکلیف ہوتی تھی۔ ابوبکرؓ نے نبی صلعم کو اپنے کندھے پر اٹھا لیا۔ آخر ایک غار تک پہنچے۔ ابوبکرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو باہر ٹھہرایا۔ خود اندر جا کر غار کو صاف کیا۔ تن کے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر غار کے روزن بند کئے۔ اور پھر عرض کیا کہ حضورؐ بھی تشریف لے آئیں۔

صبح ہوئی حضرت علیؓ حسب معمول خواب سے بیدار ہوئے۔ قریش نے قریب جا کر انہیں پہچانا۔ پوچھا۔ محمدؐ کہاں ہے۔ علیؓ نے جواب دیا۔ مجھے کیا خبر۔ کیا میرا پہرہ تھا؟ تم لوگوں نے انہیں نکل جانے دیا۔ اور وہ نکل گئے۔ قریش غصہ اور ندامت سے علیؓ پر پل پڑے۔ ان کو مارا اور خانہ کعبہ تک پکڑ لائے۔ اور تھوڑی دیر تک حبس بیجا میں رکھا۔ آخر چھوڑ دیا[2]۔

اب وہ ابوبکرؓ کے گھر آئے۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔ اسماء بنت ابوبکر باہر نکلی۔ ابوجہل نے پوچھا۔ لڑکی تیرا باپ کدھر ہے۔ وہ بولی۔ بخدا مجھے معلوم نہیں۔

بدزبان و درشت خو۔ ابوجہل نے ایسا تپانچہ کھینچ کر مارا۔ کہ اسماء کے کان کی بالی نیچے گر گئی[3]۔

---

[1] خدا کے برگزیدہ داؤدؑ سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مشابہت۔ داؤدؑ گھر کی سے بھاگ کے بچ رہا۔ میکل نے ایک پتلا پلنگ پر لٹا رکھا۔ اور بکریوں کی کھال تکیہ کی جگہ۔ اور اوپر سے چادر اڑھا دی۔ اور جب ساؤل نے ہرکارے داؤدؑ کے پکڑنے کو بھیجے تو یہ بولی۔ کہ وہ بیمار ہے۔ الخ کتاب اسموایل ۱۲-۱۳-۱۴ ورس ۱۹

[2] طبری صفحہ ۲۳۵

[3] طبری صفحہ ۲۴۷

ایسا بھر گیا۔ کہ دودھ اُچھل کر زمین پر بھی گر گیا۔ یہ دودھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اور ہمراہیوں نے پی لیا۔ دوسری دفعہ پھر بکری کو دوہا گیا۔ برتن بھر گیا۔ یہ بھی ہمراہیوں نے پیا۔ تیسری دفعہ پھر برتن بھر اگیا۔ اور وہ ام معبد کے لئے چھوڑ دیا۔ اور آگے کو روانہ ہوئے۔"

کچھ دیر کے بعد ام معبد کا شوہر آیا۔ خیمہ میں دودھ کا بھرا برتن دیکھ کر حیران ہو گیا۔ کہ یہ کہاں سے آیا۔ ام معبد نے کہا۔ کہ ایک متبرک شخص یہاں آیا تھا۔ اور یہ دودھ اُس کے قدوم کا نتیجہ ہے۔ وہ بولا کہ یہ تو وہی صاحب قریش معلوم ہوتا ہے۔ جسکی مجھے تلاش تھی۔ اچھا تم ذرا اسکی توصیف تو کرو۔

ام معبد بولی۔

حلیہ مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

ام معبد نے آنحضرت کا حلیہ بیان کیا

ظاھر الوضاءة۔ ابلج الوجہ حسن الخلق۔ لم تعبہ ثجلة ولم تزربہ صعلة۔ وسیم قسیم فی عینیہ دعج۔ وفی اشعارہ وطف وفی صوتہ صحل۔ وفی عنقہ سطع احور۔ اکحل۔ ازج۔ اقرن۔ شدید سواد الشعار۔ اذا صمت علاہ الوقار وان تکلم علاہ البہا۔ اجمل الناس وابہاھم من بعید۔ واحسنہ۔ واحلاہ من قریب حلو المنطق۔ فصل۔ لا نزر ولا ھذر۔ کان منطقہ

پاکیزہ رو، کشادہ چہرہ، پسندیدہ خو، نہ توند نکلی ہوئی۔ نہ چندیا کے بال گرے ہوئے۔ زیبا صاحب جمال، آنکھیں سیاہ و فراخ، بال لمبے اور گھنے،

آواز میں بھاراپن، بلند گردن، روشن مردمک سُرمگیں چشم، باریک و پیوستہ ابرو، سیاہ گھنگریالے بال، خاموش وقار کے ساتھ، گویا دل بستگی لئے ہوئے۔ دور سے دیکھنے میں زیبندہ و دلفریب، قریب سے نہایت شیریں و کمال حسین۔ شیریں کلام۔ واضح الفاظ کلام کمی و بیشی الفاظ سے معرا۔ تمام گفتگو موتیوں

خرزات، نظم یتحدرن ربعتہ لا یقتحمہ عین من قصر ولا یشناء من طول - غصن بین غصنین - فھو انضر الثلثۃ منظراً واحسنھم قدراً لہ رفقاء یحفون بہ اذا قال استمعوا لقولہ واذا امر تبادروا الی امرہ - محفود - محشود - لا عابس ولا منفد

کی لڑی جیسی پروئی ہوئی - میانہ قد کہ کوتاہی سے حقیر نظر نہیں آتے، نہ طویل کہ آنکھ اُس سے نفرت کرتی، زیبندہ نہال کی تازہ شاخ - زیبندہ منظر - والا قدر رفیق ایسے کہ ہر وقت اسکے گرد و پیش رہتے ہیں - جب وہ کچھ کہتا ہے - تو چپ چاپ سُنتے ہیں جب حکم دیتا ہے تو تعمیل کے لئے جھپٹتے ہیں - مخدوم مطاع - نہ کوتہ سخن - نہ فضول گو۔

یہہ صفت سُن کر وہ بولا - کہ یہ تو ضرور صاحب قریش ہے - اور میں اُسے ضرور جا کر ملوں گا۔[1]

نبوت کے ۱۳ سال مکہ میں

سابقین و اولین کی شان جس طرح گزرے - اُن کا مختصر حال یہ تھا - جو لکھا گیا - یہ یاد رکھنا چاہئے - کہ اِس عرصہ میں اگرچہ مسلمانوں کی تعداد چند سینکڑوں سے زیادہ نہیں بڑھی تھی لیکن یہ بھی عجیب کامیابی تھی - کہ ان ایمان لانے والوں میں؛

(۱) علیؓ - ابو بکرؓ - عثمانؓ - عمرؓ کی شان کے بزرگوار تھے، جنکی علمی فضیلت - عملی کشش و طاقت - روشن ضمیری - اور برترین قابلیت کے اوصاف نے چاردانگ عالم کی رہنمائی کی۔

(۲) یا مصعب بن عمیرؓ - جعفر طیارؓ - اور ابو عبیدہؓ بن الجراح - کی سی اعلیٰ استعداد کے تھے جنہوں نے یثرب و حبش و نجران کو وعظ کے ذریعے سے مسلمان کر لیا۔

(۳) یا عبداللہ بن مسعودؓ و عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے منصب کے تھے - جنکی علمی روایات سینکڑوں علمی نکات کی مخزن ہیں۔

[1] زاد المعاد صفحہ ۳۰ - جلد اول - مکہ سے باہر بدوی غیر مسلم قبائل میں آنحضرتؐ کو لوگ صاحب قریش کہتے تھے۔

(۴) یا زبیر و طلحہ و عمار یاسر کے درجے کے جن کی جاں نثاری و حق پسندی کی نظیر پیش کرنے سے تاریخ قاصر ہے؛

(۵) یا بلال۔ سمیہ۔ یاسر۔ اور کعب کے نمونے کے جنہوں نے اپنے استقلال و استقامت سے فرعون طبیعت ظالموں کو ظلم کرتے کرتے تھکا دیا تھا؛

(۶) یا سکران۔ شموس۔ ام حبیبہ۔ وخنیس کے حوصلے کے جنہوں نے دین حقہ کے لئے خویش و اقارب۔ وطن و مولد۔ کو چھوڑ کر حبش میں جا اقامت کی تھی؛

(۷) یا لبید۔ اور سوید بن صامت الملقب کامل۔ و انیس برادر ابو ذر جیسے فصیح و بلیغ جو ایک ایک تقریر یا ایک ایک قصیدے سے کئی کئی قبیلوں پر قابو حاصل کر لیتے تھے۔ اور جو دنیا میں اپنے سے بڑھ کر کسی کو حقایق دان۔ معانی رس۔ اور انسانی طبیعت کا رمز شناس نہ جانتے تھے؛

"انہیں ایام میں اسلام مکہ سے باہر بھی پھیل گیا تھا"

جسکی چند مثالیں درج کی جاتی ہیں؛

(۱) طفیل بن عمرو دوسی جو ملک یمن کے ایک حصہ کا فرماں روا تھا۔ مکہ میں مسلمان ہوا تھا اور اس طفیل کے طفیل اُس کے ملک میں بھی اسلام پھیل گیا تھا؛

(۲) ابو ذر غفاری۔ اُن کا بھائی انیس۔ اُنکی ماں؛ اور نصف قبیلہ غفار؛

(۳) عیسائیان نجران میں سے ۲۰ کس؛

(۴) ضماد الازدی؛

(۵) قبیلہ بنی الاشہل؛

(۶) تمیم و نعیم۔ اور کچھ باشندگان ملک شام؛

(۷) حبش کے بہت لوگ؛

وغیرہ وغیرہ؛

اثنائے راہ میں بریدہ اور ۷۰ شخصوں کا مسلمان ہونا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ یثرب کو جا رہے تھے۔ کہ اثنائے راہ میں بریدہ اسلمی ملا۔ یہ اپنی قوم کا سردار تھا۔ قریش نے آنحضرتؐ کی گرفتاری پر ایک سو اونٹ کا انعام مشتہر کیا تھا۔ اور بریدہ اسی انعام کے حاصل کرنے کے لئے آنحضرتؐ کی تلاش میں نکلا تھا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوا۔ اور حضورؐ سے ہمکلام ہونیکا موقعہ بھی ملا۔ تو بریدہ ستر آدمیوں سمیت مسلمان ہوگیا۔ اپنی پگڑی اتار کر نیزہ پر باندھ لی۔ جس کا سفید پھریرہ ہوا میں لہراتا اور بشارت سناتا تھا۔ کہ امن کا بادشاہ۔ صلح کا حامی۔ دنیا کو عدالت اور انصاف سے بھرپور کرنے والا تشریف لا رہا ہے۔

راستہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زبیر بن العوام ملے۔ یہ شام سے آ رہے تھے اور مسلمانوں کا تجارت پیشہ گروہ بھی ان کے ساتھ تھا۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ کے لئے سفید پارچات پیش کیے۔[51]

قبا میں پہنچنا

۸[52] ربیع الاول سنہ ۱۳ نبوت روز دوشنبہ[53] (۲۳ ستمبر سنہ ۶۲۲ء) مطابق ۱۰ تشری سنہ ۴۳۸۳ یہود تھی کہ خدا کا نبیؐ قبا پہنچ گیا۔ اہل یثرب نے جب سے سنا تھا کہ آنحضرتؐ نے مکہ چھوڑ دیا ہے۔ روز صبح سے سرِ راہ ہمہ چشم بن کر بیٹھ جاتے۔ اور جب تک ٹھیک دوپہر نہ ہو جاتی۔ بیٹھے رہتے یہ بزرگوار ابھی واپس ہی گئے تھے۔ کہ حضورؐ پہنچ گئے۔ اور ایک شخص کے پکارنے سے سب جمع ہو گئے۔ اور خیر مقدم۔ اللہ اکبر کے ترانے لگاتے ہوئے۔ آفتاب رسالتؐ کے گرداگرد نور خیز شعاعوں کی طرح جمع ہو گئے۔ اکثر مسلمان ایسے تھے۔ جنہوں نے ہنوز دیدار پُرانوار سے چشم ظاہر بین کو روشن نہ کیا تھا۔ انہیں نبی اللہ اور اُن کے رفیق ابوبکر صدیقؓ کی شناخت میں اشتباہ ہو جاتا تھا۔ حضرت صدیقؓ اس ضرورت کو تاڑ گئے۔ اور سرِ مبارک پر سایہ کر کے کھڑے ہو گئے۔

۵۱ بخاری عن عروہ ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

۵۲ سرور المحزون شاہ ولی اللہ محدث دہلوی المتوفی سنہ ۱۱۷۶ھ

۵۳ صحیح بخاری باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

خدا کا رسول پنجشنبہ تک یہاں ٹھہرا؛ اور اس ۳ روزہ قیام[1] میں ہی سب سے پہلا کام یہاں یہ کیا۔ کہ خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت کے لئے ایک مسجد کی بنیاد رکھی؛

اسی جگہہ شیر خدا علی مرتضیٰؓ بھی مکہ سے پیادہ پا سفر کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے۔ حضرت علیؓ چند روز تک مکہ میں حسب الارشاد نبوی صلعم اسلئے ٹھہر گئے تھے کہ جن لوگوں کی امانتیں آنحضرتؐ کے گھر میں موجود تھیں؛ وہ مالکوں کو واپس کر دی جاویں؛

۱۲۔ ربیع الاول[2] سنہ ۱ ہجرت کو جمعہ کا دن تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبا سے سوار ہو کر بنی سالم کے گھروں تک پہنچے تھے۔ کہ جمعہ کا وقت ہوگیا؛ یہاں سو آدمیوں کے ساتھ جمعہ پڑھا یہ اسلام میں پہلا جمعہ تھا؛

خطبہ

خطبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اول جمعۃ جمعہا بالمدینۃ فی بنی سالم بن عوف؛

الحمد للہ احمدہٗ واستعینہٗ واستغفرہٗ واستھدیہ واومن بہ۔ ولا اکفرہٗ۔ واعادی من یکفرہٗ واشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہ وان محمدًا عبدہٗ ورسولہ؛

ارسلہ بالھدیٰ والنور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے پہلے جمعہ کا خطبہ جو مدینہ پہنچ کر بنی سالم بن عوف میں حضورؐ نے پڑھا تھا؛

حمد و ستائش خدا کے لئے ہے؛ میں اسکی حمد کرتا ہوں؛ مدد بخشش اور ہدایت اُسی سے چاہتا ہوں۔ میرا ایمان اُسی پر ہے؛ میں اسکی نافرمانی نہیں کرتا۔ اور نافرمانی کرنیوالوں سے عداوت رکھتا ہوں؛ میری شہادت یہ ہے کہ خدا کے سوا عبادت کے لائق کوئی بھی نہیں۔ وہ یکتا ہے اسکا کوئی شریک نہیں۔ محمدؐ اسکا بندہ اور رسول ہے؛ اُسی نے محمدؐ کو ہدایت۔ نور اور نصیحت کے ساتھ

[1] تفسیر علامہ ابی السعود صفحہ ۲۰۵ جلد ۸؛ مگر صحیح بخاری میں بضع عشر لیلۃ لکھا ہے؛

[2] مطابق ۲۷ ستمبر ۶۲۲ء۔ زاد المعاد صفحہ ۲۵ میں ۱۲ ربیع کو دوشنبہ لکھا ہے۔ یہ غلط ہے؛

والموعظة على فترة من الرسل وقلة
من العلم وضلالة من الناس
وانقطاع من الزمان ودنوّ
من الساعة وقرب من الاجل۔
من يطع الله ورسوله فقد رشد
ومن يعصهما فقد غوى وفرط وضلّ
ضلالاً بعيداً۔ واوصيكم بتقوى
الله فانه خير ما اوصى به المسلم
المسلم ان يحضّه على الآخرة۔
وان يامره بتقوى الله۔
فاحذروا ما حذّركم الله
من نفسه ولا افضل من ذلك
نصيحة ولا افضل من ذلك ذكرا۔
وان تقوى الله لمن عمل على وجل و
مخافة من ربه عون صدق على
ما تبغون من امر الآخرة ومن يصلح
الذي بينه وبين الله من امره في السرّ
والعلانية۔ لا ينوي بذلك الا وجه
الله يكن له ذكرا في عاجل امره
وذخرا فيما بعد الموت۔ حين

ایسے زمانے میں بھیجا ہے، جبکہ مدتوں سے کوئی رسول دنیا
پر نہ آیا تھا، علم گھٹ گیا، اور گمراہی بڑھ گئی تھی،
اُسے آخری زمانے میں قیامت کے قرب اور
موت کی نزدیکی کے وقت بھیجا گیا ہے،
جو کوئی خدا اور رسول کی اطاعت کرتا ہے وہی
راہ یاب ہے۔ اور جس نے ان کا حکم نہ مانا۔ وہ بھٹک
گیا درجہ سے گر گیا، اور سخت گمراہی میں پھنس گیا ہے
مسلمانو! میں تمہیں اللہ سے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں
بہترین وصیت جو مسلمان مسلمان کو کرسکتا ہے یہ ہے کہ
اُسے آخرۃ کے لئے آمادہ کرے، اور اسے اللہ تقوی کیلئے کہے،
لوگو! جن باتوں سے خدا نے تمہیں پرہیز کرنے کو کہا ہے
ان سے بچتے رہو۔ اس سے بڑھ کر نہ کوئی نصیحت ہے
اور نہ اس سے بڑھ کر کوئی ذکر ہے،
یاد رکھو۔ کہ اُمورِ آخرت کے بارے میں اس شخص کے
لئے جو خدا سے ڈر کر کام کر رہا ہے۔ تقویٰ[1] بہترین
مدد ثابت ہوگا۔ اور جب کوئی شخص اپنے اور خدا کے
درمیان کا معاملہ خفیہ وظاہر میں درست کرلیگا،
اور ایسا کرنے میں اُسکی نیت خالص ہوگی، تو ایسا
کرنا اُسکے لئے دنیا میں ذکر اور موت کے بعد جب کہ
انسان کو اعمال کی ضرورت وقدر معلوم ہوگی،

[1] تقویٰ۔ اُس ملکہ انسانی کا نام ہے، جو انسان کو منہیات ومنکرات سے روک دیتا ہے، از محیط المحیط،

يفتقر المرء الى ما قدم۔
وما كان سوى ذالك يود لو ان
بينه وبينها امدا بعيدا۔ ويحذركم
الله نفسه والله رؤف بالعباد۔
والذى صدق قوله وانجز
وعده لا خلف لذالك فانه
يقول عز وجل۔ ما يبدل القول
لدى وما انا بظلام للعبيد۔
فاتقوا الله فى عاجل امركم واجله
فى السر والعلانية فانه من يتق الله
يكفر عنه سيأته ويعظم له اجرا
ومن يتق الله فقد فاز فوزا عظيما۔
وان تقوى الله يوقى مقته ويوقى
عقوبته ويوقى سخطه۔
وان تقوى الله تبيض الوجوه ويرضى
الرب ويرفع الدرجة
خذوا حظكم ولا تفرطوا فى
جنب الله۔ قد علمكم الله كتابه
ونهج لكم سبيله۔ ليعلم الذين
صدقوا ويعلم الكاذبين۔ فاحسنوا
كما احسن الله اليكم۔ وعادوا اعداء الله

ذخیرہ بن جائے گا۔
لیکن اگر کوئی ایسا نہیں کرتا تو اُس کا ذکر اس آیت میں ہے)
"انسان پسند کریگا کہ اسکے اعمال اس کو دور ہی رکھی جاویں خدا
تمکو اپنی طرف سے ڈراتا ہی اور خدا تو اپنی بندوں پر بہت مہربان ہے"
اور جس شخص نے خدا کے حکم کو سچ جانا۔ اور اس کے
وعدوں کو پورا کیا۔ تو اسکی بابت یہ ارشاد الٰہی موجود ہے
"ہمارے ہاں بات نہیں بدلتی۔ اور ہم اپنے
ناچیز بندوں پر ظلم نہیں کرتے"۔
مسلمانو! اپنے موجودہ اور آیندہ۔ ظاہر و خفیہ کاموں
میں اللہ سے تقویٰ کو پیش نظر رکھو۔ کیونکہ تقوے
والوں کی بدیاں چھوڑ دی جاتی ہیں۔ اور اجر
بڑھا دیا جاتا ہے۔ تقویٰ والے وہ ہیں۔ جو بہت
بڑی مراد کو پہنچ جاوینگے۔ یہ تقویٰ ہی ہے۔ جو اللہ کی
بیزاری۔ عذاب اور غصہ کو دور کر دیتا ہے۔
یہ تقویٰ ہی ہے جو چہرہ کو درخشاں، پروردگار کو
خوشنود اور درجہ کو بلند کر دیتا ہے۔
مسلمانو! حظ اٹھاؤ مگر حقوق الٰہی میں فروگذاشت نہ کرو۔
خدا نے اسی لیے تمکو اپنی کتاب سکھلائی اور اپنا رستہ دکھلایا ہے
کہ راستبازوں اور کاذبوں کو الگ الگ کر دیا جائے۔ لوگو
خدا نے تمہارے ساتھ عمدہ برتاؤ کیا ہے۔ تم بھی لوگوں کے ساتھ
ایسا ہی کرو۔ اور جو خدا کے دشمن ہیں انہیں دشمن سمجھو۔ اور اللہ

وجاهدوا فی الله حق جهاده
هو اجتباکم وسماکم المسلمین۔
لیهلک من هلک عن
بینة ویحیی من حی عن بینة
ولا قوة الا بالله فاکثروا
ذکر الله واعملوا لما بعد الیوم
فانه من یصلح ما بینه و
بین الله یکفه الله ما بینه
وبین الناس ذلک بان الله
یقضی علی الناس ولا یقضون
علیه ویملک من الناس ولا
یملکون منه - الله اکبر -
ولا قوة الا بالله العظیم[1]

کے رستے میں پوری ہمت اور توجہ سے کوشش کرو۔
اُسی نے تم کو برگزیدہ بنایا۔ اور تمہارا نام مسلمان رکھا ہے
تاکہ ہلاک ہونیوالا بھی روشن دلایل پر ہلاک ہو
اور زندگی پانے والا بھی روشن دلایل پر زندگی پائے۔
اور سب نیکیاں اللہ کی مدد سے ہیں۔ لوگو اللہ کا ذکر
کرو۔ اور آیندہ زندگی کے لیے عمل کرو۔ کیوں کہ جو
شخص اپنے اور خدا کے درمیان کا معاملہ درست
کرلیتا ہے۔ اللہ تعالی اُس کے اور لوگوں کے
درمیان کے معاملے کو درست کردیتا ہے۔ ہاں
خدا بندوں پر حکم چلاتا ہے۔ اور اُس پر کسی کا حکم نہیں
چلتا۔ خدا بندوں کا مالک ہے۔ اور بندوں کو اُس پر کچھ
اختیار نہیں۔ خدا سب سے بڑا ہے۔ اور ہمکو نیکی کرنے کی
طاقت اسی عظمت والے سے ملتی ہے۔

مدینہ کا داخلہ

نماز جمعہ سے فارغ ہو کر نبی صلے اللہ علیہ وسلم یثرب کے جنوبی جانب سے شہر میں داخل ہوئے۔ اور آج سے ہی شہر کا نام مدینة النبی ہوگیا۔ جسے مختصراً مدینہ کہا جاتا ہے۔

داخلہ عجب شاندار تھا۔ گلی کوچے تحمید و تقدیس کے کلمات سے گونج رہے تھے۔ مرد۔ عورت۔ بچے۔ بوڑھے نور خدا کا جلوہ دیکھنے کے لئے سراپا چشم بن گئے تھے۔ تشریف آوری کے اس شکوہ و احتشام کو دیکھکر اہل کتاب کے عالم سمجھ گئے۔ کہ حبقوق نبی کی کتاب باب ۳ درس ۳ کا مطلب آج کھلا۔

[1] تاریخ الملل والامم طبری رح۔

"اللہ جنوب سے اور وہ جو قدوس ہے کوہ فاران[۹۱] سے آیا، اسکی شوکت سے آسمان چھپ گیا۔ اور زمین اُس کی حمد سے معمور ہوئی"۔

انصار کی معصوم لڑکیاں پیارے لہجہ اور پاک زبانوں سے اس وقت چند اشعار[۹۲] گا رہی تھیں جو ذیل میں درج ہیں:۔

اشرق البدر علینا	اُن پہاڑوں سے جو ہیں سوئے جنوب
من ثنیات[۹۳] الوداع	چودھویں کا چاند ہے ہم پر چڑھا
وجب الشکر علینا	کیسا عمدہ دین اور تعلیم ہے
ما دعیٰ للّٰہ داع	شکر واجب ہے ہمیں اللہ کا
ایھا المبعوث فینا	حکم کی تیرے اطاعت فرض ہے
جئت بالامر المطاع	بھیجنے والا ہے تیرا کبریا

۹۱ مجموعہ بائیبل میں جس قدر کتابیں پہلے انبیا کی ہیں۔ اُن میں مکہ کا نام فاران ہے۔ کیونکہ اس جگہ پر فاران بن عوف بن حمیر نے اپنا قبضہ کیا تھا۔ توراۃ کی کتاب پیدائش ۲۱ باب ۲۱ ورس میں ہے "اسمٰعیل فاران کے بیابان میں رہا"۔ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ ابراہیم و اسمٰعیل نے اس بیابان میں یہ مسجد تعمیر کی۔ جو اب کعبہ کے نام سے مشہور ہے۔ پس توراۃ و قرآن ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہوئے ثابت کرتے ہیں۔ "کہ فاران مکہ کا نام ہے"۔ فاران کا ذکر توراۃ کی کتاب اعداد ۱۰ باب ۱۲ ورس اور کتاب استشنار ۳۳ باب ۲ ورس میں بھی آیا ہے۔ اور ان سب حوالجات سے بصراحت ثابت ہے "کہ فاران مکہ کا نام ہے"۔

۹۲ کتاب یسعیاہ ۴۲ باب ۱۱ ورس میں ہے "کہ سلع کے باشندے ایک گیت گائینگے۔ مدینہ کا نام انبیاء سابق کی کتابوں میں سلع ہے۔ مؤرخ طبری کے بیان سے ثابت ہے۔ کہ جنگ خندق میں مسلمانوں نے جس جگہ خندق کھودی تھی وہاں ایک ٹیلہ کوہ کا ہے جس کا نام اہل مدینہ کی زبان پر سلع ہے!

۹۳ ثنیات جمع ہے ثنیہ کی۔ ثنیہ ٹیلے کو کہتے ہیں، سفر ہجرت میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ثنیۃ البول ثنیۃ الحجار۔ ثنیۃ مردان سے عبور فرمایا تھا۔ ثنیہ وداع مدینہ کے قریب ایک ٹیلہ ہے۔ اہل مدینہ دوست کو یہاں تک چھوڑنے آیا کرتے تھے۔ اس لئے اس نام سے مشہور ہوا۔ ان ثنیات کا ذکر یسعیاہ ۴۲-۱۱ میں ہے "سلع کے باشندے ایک گیت گائیں گے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پہ سے للکاریں گے"۔ +

یہ انصار جن کی لڑکیوں نے یہ ترانہ سنجی کی ہے۔ وہی ہیں، جنہوں نے سنہ ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ نبوت میں مکہ معظمہ پہنچکر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یا وہ ہیں۔ جو مصعب بن عمیر یا ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما کی ہدایت سے اور تعلیم سے مدینہ ہی میں مسلمان ہو گئے تھے۔ بزرگ انصار[1] کچھ بڑے مالدار یا صاحب ثروت یا کسی بڑی جاگیر و املاک کے مالک نہ تھے۔ مگر دل کے ایسے غنی۔ اسلام کے ایسے فدائی۔ مسلمان بھائیوں پر اتنے قربان تھے۔ کہ جب کوئی مسلمان مہاجر ننگی تلواروں[2]، کھچی ہوئی کمانوں سے جان بچاکر۔ بھوکا پیاسا مدینہ میں

---

[1] انصار کے معنی مددگار ہیں۔ اسلام میں یہ لقب اہل مدینہ کا ہے۔ مہاجر کے معنی ہجرت کرنے والے کے ہیں اسلام میں یہ لقب اہل مکہ کا ہے، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے مدینہ گئے تھے۔

[2] یسعیاہ کی کتاب ۲۱ باب میں ہجرت کا ذکر ہے۔ اول ہم اس کتاب کے درس نقل کرتے ہیں۔ پھر اس کے بعض الفاظ کی صراحت کریں گے:-

"۱۳۔ عرب کی بابت الہامی کلام۔ عرب کے صحرا میں تم رات کاٹو گے۔ اے ددانیوں کے قافلو"

"۱۴۔ پانی لے کے پیاسے کا استقبال کرنے آؤ۔ اے تیما کی سرزمین کے باشندو۔ روٹی لے کے۔ بھاگنے والے کے ملنے کو نکلو"

"۱۵۔ کیونکہ وے تلواروں کے سامنے سے ننگی تلوار سے۔ اور کھینچی ہوئی کمان سے۔ اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں"

"۱۶۔ کیونکہ خداوند نے مجھکو فرمایا۔ ہنوز ایک برس ہاں مزدور کے سے ایک ٹھیک برس میں قیدار کی ساری حشمت جاتی رہیگی۔"

"۱۷۔ اور تیر اندازوں کی جو باقی رہے۔ قیدار کے بہادر لوگ گھٹ جائینگے۔ کہ خداوند اسرائیل کے خدا نے یوں فرمایا"

مندرجہ بالا آیات میں آیت ۱۵ میں مہاجرین کا ذکر ہے۔ جو ظالم قریش کے سامنے سے جان و ایمان بچاکر بھاگے تھے۔ اور مدینہ گئے تھے۔ آیت ۱۳ میں ددانیوں۔ اور ۱۴ میں تیما والوں کو حکم ہے کہ ان کا استقبال کریں۔ اور روٹی پانی سے انکی تواضع کریں۔ واضح ہو کہ ددان نام ہے حضرت ابراہیم کے پوتے۔ یقسان کے بیٹے۔ سبا کے بھائی کا۔ سبا اور ددان کی اولاد ملک یمن میں آباد ہوئی تھی۔ سیل عرم کے آنے سے یہ قبائل متفرق ہوئے۔ اوس و خزرج کے قبائل جو انصار کہلاتے ہیں انہیں میں سے ہیں۔ مورخ ابن خلدون نے اسے صراحت سے بیان کیا ہے۔ اس آیت میں جیسا کہ یہ پیشگوئی ہے۔ کہ مہاجرین کی ہجرت قریش کی تلوار اور کمانوں کی وجہ ہوگی۔ ایسے ہی یہ پیشگوئی ہے۔ کہ ان کے انصار نسل ددان کے ہونگے۔ جیسا کہ ہوا۔ تیما نام ہے حضرت اسمٰعیل کے آٹھویں فرزند کا۔ جنکی اولاد مدینہ کے عقب آباد ہوئی۔ اہل مدینہ و حوالی مدینہ کو نصرت و تائید کا حکم دینے کے بعد آیت ۱۶ و ۱۷ میں ان ظالموں کا انجام بتلایا ہے، یعنی قریش کا انجام۔ اس جگہ قریش کو قیدار کے نام سے بتلایا ہے۔ قیدار حضرت اسمٰعیل کے دوسرے فرزند کا نام ہے۔ قریش انہیں کی نسل میں سے ہیں۔ بتلایا گیا ہے کہ اس واقعہ ہجرت کے ایک سال بعد قیدار کے بہادر کمان انداز گھٹ جائینگے۔ اور ان کی شوکت کم ہو جائے گی۔ چنانچہ ہجرت سے ایک ہی سال کے بعد جنگ بدر کا وقوع ہوا جسمیں قریش کے نامی سردار مشہور بہادر مارے گئے۔ اور ان کے رعب داب۔ حشمت و عزت کو بہت نقصان پہونچا تھا۔ جملہ آیات میں صاف صاف نام بتاکر پیشگوئی کی گئی ہے۔

پہنچتا تھا تو ہر ایک انصاری یہ چاہتا تھا۔ کہ وہ مہاجر اُسی کے پاس چل کر ٹھہرے۔ آخر قرعہ اندازی ہوتی تھی۔ اور جس کے نام پر قرعہ نکل آتا۔ وہ مہاجر بھائی کو اپنے گھر لے جاتا۔ مکان، اسباب، روپیہ، زمین، مویشی۔ غرض جو کچھ اسکی ملک میں ہوتا۔ اسکا آدھا حصہ اُسی دن تقسیم کرکے دے دیتا۔ اور پھر رات دن اُس کی خدمت کے لئے مستعد رہتا۔ اپنی خوش قسمتی پر شکر کرتا۔ کہ خدا نے دین کے ایک بھائی کو اسکا حصہ دار بنایا۔"

"مکہ اور مدینہ کے حالات کا مقابلہ"

مکہ میں صرف ایک قوم قریش کا زور اور حکومت تھی۔ اور سب کا مذہب بھی (زیادہ تر) بت پرستی تھا؛ مدینہ مختلف اقوام اور مذاہب کا مجموعہ تھا؛ وہاں بُت پرست بھی تھے۔ اور یہودی بھی؛ اور کم تعداد میں عیسائی بھی۔ یہودیوں کے کئی زبردست قبیلے بنونضیر۔ بنو قینقاع بنو قریظہ تھے۔ جو اپنے جداگانہ قلعوں میں رہا کرتے۔ تجارت اور سود خواری کی وجہ سے بہت مالدار تھے۔ جب سے خدا کے برگزیدہ نبی موسیٰ علیہ السلام نے اپنے وعظ میں یہود کو یہ بشارت[لہ] سنائی تھی؛

لہ کتاب استثناء ۱۸ باب کا ۱۵ ورس یہ ہے "خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے۔ تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کریگا" اسی باب کے ۱۸ و ۱۹ ورس زیادہ صاف ہیں؛ وہ یہ ہیں "۱۸ میں اُن کے لئے اُن کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کرونگا" اور اپنا کلام اُس کے منہ میں ڈالوں گا۔ اور جو کچھ میں اُسے فرماؤں گا۔ وہ سب اُن سے کہے گا" ۱۹۔ اور ایسا ہو گا۔ کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لے کے کہے گا۔ نہ سُنے گا۔ تو میں اسکا حساب اُس سے لوں گا" ان آیات کے تمسک سے مسلمانوں کا استدلال یہ ہے۔

(الف) کہ بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسمٰعیل ہیں۔ (دیکھو کتاب پیدائش باب ۱۶-۱۲ و باب ۲۵-۱۸)؛

(ب) بنی اسرائیل میں موسیٰ کی مانند کوئی نبی نہیں ہوا۔ (دیکھو کتاب استثنا باب ۳۴-۱۰)؛

اسلئے یہ پیشگوئی ہمارے نبی صلعم کے لئے صاف ہے۔ آنحضرت کا پتہ یہ دیا گیا ہے "کہ اپنا کلام اُسکے منہ میں ڈالوں گا" یہ پتہ آنحضرت کا ہی خاص ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کے سوا۔ باقی کوئی کتاب (توراۃ۔ انجیل) ایسی نہیں جسمیں کلام خداوندی کے الفاظ محفوظ رہے ہوں؛ یا جسکی وحی لفظاً و معناً منجی ہو۔ یہودیوں اور عیسائیوں کو اقرار ہے اور انکار نہیں کہ موسیٰ کے دس احکام کے سوا اور کوئی عبارت توراۃ کی خدا کے لفظوں میں محفوظ نہیں۔ اور موسیٰ کے سوا دوسرے انبیاء کے صحیفوں میں خصوصاً انجیل میں آسمانی وحی سے اترے ہوئے خدا کے الفاظ نہیں؛ اس اقرار کے بعد جملہ انبیاء میں صرف حضرت موسیٰ ہی رہ جاتے ہیں۔ جن کو کلام کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مماثلت ہے؛ ہمارے نبی اور حضرت موسیٰ میں باہمی مماثلت و مشابہت اُمور میں ہے؛ مثلاً دونوں کا صاحب ہجرت۔ صاحب

یہود مدینہ نبی موعود کے منتظر تھے

کہ خدا موسٰی کے بھائیوں میں سے موسٰی جیسا نبی پیدا کریگا۔ اس وقت سب یہود امید کئے ہوئے اور اسے امید پر مدینہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ کہ بنی اسمٰعیلؑ میں پیدا ہونے والا نبی۔ یہود کے ادبار قومی کو دور کرنے والا۔ ان کی گزشتہ شان و شوکت۔ حکومت و سلطنت کو دوبارہ زندہ کرنے والا ہوگا۔ اور جب سے یہود کو شام سے نکال دیا گیا اور ذلت و غلامی کے گڑھے میں ڈال دیا گیا تھا۔ اس وقت سے نبی موعود کے ظہور پر اُن کی آنکھیں اور بھی زیادہ لگی ہوئی تھیں؛

آپ اسماعیلی نبی کا مدینہ میں تشریف لانا سُن کر یہودی بالخصوص بہت خوش ہوئے تھے۔ لیکن جب اُنہوں نے دیکھا۔ کہ یہ تو مسیحؑ کو راستباز ٹھہراتا۔ اسکی تعلیم کو سچا بتلاتا۔ مسیحؑ پر ایمان لانے کو اسلام کا ضروری و لاینفک جزو قرار دیتا اور اسکی بزرگی کر کے یہودیوں کو انصاف سے ملزم ٹھہراتا ہے[۱]؛ تو اس وقت سب یہودی ہمارے نبی کے دشمن ہو گئے؛

جب سے خدا کے برگزیدہ بندہ عیسٰی مسیحؑ نے سب سے آخری وعظ میں دوسرے تسلی دینے والے

عیسائیاں مدینہ نبی موعود کے منتظر تھے

کے آنے کی خبر دی تھی جو دنیا کے ساتھ ہمیشہ رہیگا۔ اور جو دنیا کو سب چیزیں سکھلائیگا۔ اور عیسائیوں کو اسکے حکم پر چلنے کی تاکید کی تھی[۱]؛

شریعت۔ صاحب جہاد ہونا۔ دونوں کو اکتالیسویں سال کے شروع میں نبوت ملنا۔ اور یہ امور وہ ہیں جو حضرت موسٰیؑ کے بعد مجموعی طور پر بنی اسرائیل کے کسی نبی میں نہیں پائے جاتے۔ مگر ہمارے نبی میں پائے جاتے ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) لیکن اس جگہ صرف اُسی مماثلت پر غور۔ تدبر کرنا چاہیئے۔ جسے کتاب استثنا نے خود بیان کیا ہے۔ قرآن مجید اسکی تصدیق یوں کرتا ہے۔ وما ینطق عن الھوٰی۔ ان ھو الا وحی یوحٰی۔ محمدؐ اپنی خواہش سے نہیں بولتا ہے۔ یہ تو وہ کلام ہے جو خدا نے اس کے پاس بھیجا اور اُس کی ناطقہ پر جاری ہوا؛

آپ جدید و قدیم عہدنامہ کی تمام کتابوں کو دیکھ جائیں۔ قرآن مجید کے سوا اس پیشگوئی کا کسی نے بھی حوالہ نہیں دیا۔ اور دلیل نہیں پکڑی بیشک یہ صفت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بہت ہی خاص ہے ۱۲۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ درس ۱۵ میں لفظ تیرے ہی درمیان سے الحاقی ہیں۔ اُسکے لئے تین روشن دلایل ہیں (۱) یونانی توراۃ میں یہ لفظ موجود نہیں؛ (۲) اسی باب کے درس ۱۸ و ۱۹ میں کل پیشگوئی کو دہرایا گیا ہے اسمیں یہ لفظ موجود نہیں؛ (۳) لوقا نے اسی آیت کو اعمال ۳ باب ۲۲ و ۲۳ میں درج کیا ہے وہاں بھی تیرے ہی درمیان سے کے الفاظ نہیں لکھے

[۱] وہ دنیا کو گناہ سے اور راستی سے اور عدالت سے تقصیروار ٹھہرائے گا۔ وہ میری بزرگی کریگا۔ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتلاویگا۔ ۱۳ و ۱۴۔ باب ۱۶۔ انجیل یوحنا +

تب سے عیسائی بھی اس نبی کا انتظار کر رہے تھے، جو یہود سے اُن کے ظلموں کا بدلہ لینے والا عیسائیوں کو جلال بخشنے والا اور مسیح کی صداقت ظاہر کرنے والا ہوگا۔ لیکن جب اُنھوں نے دیکھا کہ نبی نے عیسائیوں کے خودساختہ مسائل[1] ابنیت۔ تثلیث۔ کفارہ۔ رہبانیت۔ اور پوپ کے الٰہی اقتدارات کا رد کیا۔ تب وہ بھی ہمارے نبی کے دشمن ہو گئے؛

مدینے کی حالت کا اندازہ کرنیکے لئے ناظرین کو عبداللہ بن ابی بن سلول کے حال پر بھی ایک مختصر نظر ڈال لینا ضروری ہے۔ یہودیوں کے سوا مدینہ کا ممتاز ذی اثر شخص یہ بھی تھا۔ اوس و خزرج کے قبیلوں پر اس کا پورا رعب تھا۔ اور اسکو توقع تھی۔ کہ ان طاقتور قبیلوں کی مدد سے مدینے کی سب سے اعلیٰ طاقت میں ہی بن جاونگا۔ جب اُس نے دیکھا۔ کہ اوس و خزرج مسلمان ہو رہے ہیں تو خود بھی (بعد از جنگ بدر) بظاہر حال مسلمانوں سے مل گیا لیکن

---

[1] ڈاکٹر ڈریپر نے اپنی کتاب موسومہ "مذہب و سائنس" میں .... لکھا ہے۔ کہ عیسائی مذہب اپنی ابتدا میں سالہا سال تک تین اصولوں کی تلقین کرتا رہا۔ حق اللہ۔ یعنی انسان کو چاہیے۔ کہ خدائے بزرگ و برتر کی تعظیم کرے۔ حق الذات۔ یعنی انسان کو چاہیے۔ کہ ذاتی طور پر نیک رہے۔ حق العباد۔ لازم ہے کہ ابنائے جنس کے ساتھ بھلائی کرے۔ اسکے بعد ڈاکٹر موصوف نے لکھا ہے۔ کہ ان ترمیمات و اصلاحات کا صحیح اندازہ کرنے کے لئے جو مذہب عیسوی میں بیرونی عناصر کی آمیزش سے پیدا ہوئے اور آج تک قایم ہیں۔ اول ٹرٹلین کی تحریر مرقومہ سنہ ۲۰۰ء دیکھنی چاہیئے۔ جو اس نے قیصر سیویرس کے زمانہ میں جبکہ عیسائیوں پر طرح طرح کے ظلم ہو رہے تھے۔ بمقام روما قلمبند کی تھی۔ اس تحریر میں تثلیث کا ذکر نہیں ہے۔ اور کفارہ کا تو رد پایا جاتا ہے۔ کیونکہ اسکے الفاظ یہ ہیں "خدا نے انسان کے اعمال حسنہ و سیئہ کے لحاظ سے جزا و سزا مقرر کی ہے۔ جو نیک ہونگے۔ انھیں لذت جاودانی عطا فرمائے گا۔ اور جو بد ہونگے انہیں ابدی شعلوں میں جھونک دیگا۔" ڈاکٹر مذکور نے پھر لکھا ہے۔ "کہ قیصر قسطنطین کے عہد میں عیسائیت میں بت پرستی شامل ہوئی۔ اور پادریوں کی پہلی کونسل اُسی کی صدارت سے سنہ ۳۲۵ء میں قایم ہوئی۔" پھر کونسلوں کے انعقاد کی رسم ترقی کر گئی اور ہر ایک کونسل مذہب و اعتقاد میں نئی نئی ترمیمات و اصلاحات عمل میں لانے لگی۔" اسلئے ہم نے جو متن میں لفظ "عیسائیوں کے خودساختہ مسائل" درج کیا ہے بالکل صحیح ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسائیوں کے جن مسائل میں اصلاح فرمائی تھی۔ آہستہ آہستہ اور جزءاً جزءاً مختلف طور پر عیسائیوں کے مختلف فرقوں نے بھی اُن اصلاحات کو قبول کر لیا ہے اور اپنے مذہب کا جزو بنا لیا ہے۔ اگرچہ وہ اب تک اپنے اس سچے محسن محمد رسول اللہ کے شکرگزار نہیں بنے۔ مثلاً یونیٹیرین۔ کو دیکھیے۔ کہ وہ مسیح کو ابن اللہ تسلیم نہیں کرتے۔ پروٹسٹنٹ فرقہ اسلام کے بعد پیدا ہوا۔ جو رہبانیت اور پوپ کے الٰہی اقتدار کا سخت منکر ہے؛ وغیرہ وغیرہ؛

جب اُس نے دیکھا۔ کہ یہود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہو گئے ہیں۔ تو اُس نے چاہا کہ یہودیوں پر بھی اس کا پہلا اثر قایم رہے۔ اور مسلمان ہو جانے والے قبائل بھی بدستور زیر اقتدار رہیں۔ اِسلئے اُس نے یہ رویّہ اختیار کیا۔ کہ مسلمانوں میں بیٹھ کر اُن سے اپنی رفاقت کا اقرار کرتا۔ اور دیگر اقوام کے سامنے اُن کے ساتھ اپنے اتحاد و صداقت کا دعویٰ کیا کرتا۔

اور چونکہ وہ فی الحقیقت اسلام کو اپنی آرزوں کا پامال کنندہ سمجھتا تھا۔ اس لئے جب موقعہ ملتا۔ تو مسلمانوں کی ضرر رسانی میں بھی دریغ نہ کرتا۔ اس گروہ کا نام مسلمانوں نے منافق رکھا۔ مدینے کی یہ حالت تھی۔ اور اس سے ظاہر ہے۔ کہ اسلام کی دعوت اور منادی کے لیے اس جگہہ بھی بہت سی دشواریوں کا سامنا تھا۔ ایک منصف اور غور کرنے والی طبیعت فیصلہ کر سکتی ہے۔ کہ اِن سب موانع پر غالب آنا اسلام کی صداقت کی عمدہ دلیل ہے۔ اشاعتِ اسلام میں جو کامیابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورّہ میں بمقابلہ مکہ معظمہ ہوئی۔ اس کا ذکر قرآن نے پہلے سے بطور پیشگوئی فرما دیا تھا۔ وللاٰخرۃ خیر لک من الاولیٰ۔ "پچھلا تیرے لیئے پہلے سے بہتر ہو گا" +

باب

استحکام امن کے لیئے بین الاقوامی معاہدہ۔ قریش کی شرارتیں، سازشیں اور حملے۔ یہود کی عہد شکنی۔ سازشیں اور حملے۔ مسلمانوں کی کامیابی۔ منادانِ اسلام کو وعظ دانذار میں آزادی ملنا۔ اسلام کی وسعت۔ امن بسیط کا قیام۔

یہ ذکر ہو چکا ہے کہ مدینے میں مختلف نسلوں کے لوگ آباد تھے۔ ان کے مذاہب بھی الگ الگ تھے۔ یہودیوں کے متعدد قبیلے خصوصاً بہت طاقتور تھے۔ اور اپنے جداگانہ قلعوں میں رہا کرتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے پہنچکر ہجرت کے پہلے ہی سال یہ مناسب خیال فرمایا۔ کہ جملہ

اقوام سے ایک معاہدہ بین الاقوامی اصول پر کر لیا جائے۔ تاکہ نسل اور مذہب کا اختلاف قومیت کی وحدت سے مبدل ہو جائے۔ اور سب کو تمدن و تہذیب میں ایک دوسرے سے مدد دا عانت ملتی رہے۔

اِس معاہدہ[۵] کے جستہ جستہ فقرات درج کیے جاتے ہیں:-

(۱) ھذا الکتاب من محمد النبی صلعم بین المومنین والمسلمین من قریش ویثرب ومن تبعھم فلحق بھم وجاھد معھم۔

یہ تحریر ہے۔ محمد النبیؐ کی جانب سے مسلمانوں کے درمیان جو قریشی یا یثرب کے باشندہ ہیں۔ اور ان لوگوں کے ساتھ جو مسلمانوں کے ساتھ ملے ہوئے اور کاروبار میں ان کے ساتھ شامل ہیں؛

(۲) انھم امتہ واحدہ۔

کہ یہ سب لوگ ایک ہی قوم سمجھے جائینگے؛

(۳) وان یھود بنی عوف امتہ مع المومنین

بنی عوف کے یہودی مسلمانوں کے ساتھ ایک قوم ہیں۔

(۴) وان بینھم النصر علی من حارب اھل ھذہ الصحیفہ؛

اور جو کوئی اس معاہدہ کرنیوالی قوموں کے ساتھ جنگ کریگا تو اسکے برخلاف سب کے سب مل کر کام کرینگے مسلمان اسکی نصرت کریں گے؛

(۵) وان بینھم النصح والنصیحتہ والبر دون الاثم؛

مسلمانوں کے تعلقات اپنی معاہد قوموں کے ساتھ خیرخواہی خیراندیشی اور فائدہ رسانی کے ہونگے۔ ضرر اور گناہ کے نہ ہونگے؛

(۶) وان الیھود ینفقون مع المومنین ماداموا محاربین؛

جنگ کے دنوں میں یہودی مسلمانوں کے ساتھ مصارف میں شامل رہیں گے؛

(۷) وان بطانتہ یھود کانفسھم۔

یہودیوں کی دوستدار قوموں کے حقوق یہودیوں کے برابر سمجھے جائیں گے؛

(۸) وانہ لم یاثم امرء بحلیفہ؛

کوئی شخص اپنے معاہد کے ساتھ مخالفانہ کارروائی نہ کریگا؛

(۹) وان النصر للمظلوم؛

مظلوم کی مدد و نصرت کی جائے گی؛

[۵] سیرت ابن ہشام جلد اول صفحہ ۱۷۸ مطبوعہ مطبع بولاق مصریہ؛

(۱۰) وان يثرب حرام جوفها لاهل هٰذه الصحيفة؛

(۱۱) وان الجار كالنفس غير مضار ولا اثم

(۱۲) وانه ما كان بين اهل هٰذه الصحيفة من حدث او اشتجار يخاف فساده فان مرده الى الله عزوجل - والى محمد رسول الله

مدینے کے اندر کشت وخون کرنا اس معاہدہ کرنے والی سب قوموں پر حرام ہوگا؛

زنہاری بھی معاہد قوموں جیسے سمجھے جائیں گے؛

اِس معاہدہ کی قوموں کے اندر اگر کوئی ایسی نئی بات یا جھگڑا پیدا ہو جائے جسمیں فساد کا خوف ہو؛ تو اس کا فیصلہ خدا اور اسکے رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سمجھا جاوے گا؛

گرد ونواح کے قبائل پر معاہدہ کی توسیع

اِس معاہدہ پر مدینے کی تمام آباد قوموں کے دستخط ہو گئے - اسکے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ چاہا کہ گرد ونواح کے قبیلوں کو بھی اسی معاہدہ میں شامل کرلیا جائے - اِس سے دو فائدے ہونگے؛

(۱) جو خانہ جنگی قبائل کے درمیان ہمیشہ جاری رہتی ہے - اور خلق خدا کے خون سے خدا کی زمین رنگین رہتی ہے - اُس کا انسداد ہو جائے گا؛

(۲) قریش مکہ اُن لوگوں کو جن سے معاہدہ ہو جائیگا مسلمانوں کے خلاف برانگیختہ نہ کرسکینگے

(الف) اس مبارک اور امن بخش ارادہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے پہلے ہی سال وَدّان تک (جو مکہ اور مدینے کے درمیان ہے) سفر فرمایا - اور قبیلہ بنی حمزہ بن بکر بن عبد مناف کو اس معاہدہ میں شریک کرلیا - اس عہدنامہ پر عمرو بن مخشی الضمری نے دستخط کئے تھے۔[۱]

(ب) اسی ارادہ سے بماہ ربیع الاول سنہ ۲ ہجرت خدا کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم رضوی کی طرف گیا اور کوہ بواط کے لوگوں کو شریک معاہدہ کرلیا؛

(ج) اسی سنہ میں بماہ جمادی الاخریٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذی العشیرہ تشریف لے گئے؛ یہ مقام ینبوع اور مدینے کے درمیان ہے - اور بنو مدلج سے معاہدہ لے کر مدینے تشریف لائے۔[۲]

۱؎ زاد المعاد صفحہ ۳۳۴ - جلد ۱؛ +

۲؎ زاد المعاد صفحہ ۳۳۴ - جلد ۱؛ +

اِس مبارک ارادے کی تکمیل کے لئے اگر کافی وقت مل جاتا۔ تو دنیا کو آشکار ہو جاتا کہ رحمۃ للعالمین دنیا میں تلوار چلانے کو نہیں۔ بلکہ صلح پھیلانے اور امن قایم کرنے کے لئے آیا ہے[51]۔

قریش نے مدینہ پہنچکر مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا:

قریش مکہ کو ایمان والوں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسی دشمنی تھی۔ کہ اُن کے وطن چھوڑ کر ۳۰۰ میل پرے چلے جانے کے بعد بھی اُن کو چین نہ آیا۔ پہلے بھی جب مسلمان حبش جارہے تھے۔ اس وقت قریش نے حبش پہنچکر اُن کے گرفتار کرالانے کی کوششیں کی تھیں۔ مگر وہ ملک ایک بادشاہ کے ماتحت تھا اور سمندر درمیان حائل تھا۔ اسلئے وہاں کچھ اور زیادہ کارروائی نہ کرسکے۔ اب جو مسلمان مدینہ جارہے۔ تو سب نے مدینہ پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کرلیا۔ قریش مکہ نے پہلے تو عبداللہ بن اُبی اور اُس کے رفقاء کو جو اوس و خزرج میں سے ہنوز بت پرست تھے۔ لکھ بھیجا۔

مسلمانوں کے خلاف قریش کی پہلی سازش

"تم نے ہمارے شخص کو اپنے ہاں ٹھہرالیا ہے۔ اب لازم ہے۔ کہ تم اس سے لڑو۔ یا وہاں سے نکال دو۔ ورنہ ہم نے قسم کھالی ہے۔ کہ ہم سب مل کر تمہارے اوپر حملہ کردیں گے۔ تمہارے جوانوں کو قتل کردیں گے۔ اور تمہاری عورتوں پر قبضہ کرلیں گے۔"

اِس خط کے آنے پر ابن اُبی اور اُس کے رفقاء نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنیکا ارادہ کیا۔ آں حضرتؐ کو بھی اس کی اطلاع مل گئی۔ آپ نے اس حملہ کرنیوالے مجمع میں خود جاکر گفتگو فرمائی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قریش نے تم سے ایسی چال کھیلی ہے۔ کہ اگر تم اُنکی دھمکی میں آگئے تو تمہارا نقصان بہت زیادہ ہوگا۔ بہ نسبت اسکے کہ تم اُنکی بات سے انکار کردو گے۔ کیونکہ اگر تم مسلمانوں سے لڑو گے۔ تو اپنے ہاتھوں سے اپنے ہی بھائیوں اور فرزندوں کو (جو مسلمان ہوچکے ہیں) قتل کرو گے۔ اگر تمہیں قریش سے لڑنا پڑا۔ تو وہ غیروں کا مقابلہ ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تقریر اُن کے ایسی دل نشین ہوئی۔ کہ تمام مجمع منتشر ہوگیا[52]۔

---

[51] مسیح کا قول ہے۔ "مت سمجھو کہ میں زمین پر صلح کروانے آیا۔ صلح کروانے نہیں۔ بلکہ تلوار چلانے کو آیا ہوں"۔ متی باب ۱۰ درس ۳۴۔

[52] سنن ابی داؤد (المتوفی شعبان ۲۷۵ھ ہجری) عن عبدالرحمن بن کعب باب فی خبر النضیر۔

دوسری سازش

اِسکے بعد قریش مکہ نے اندر ہی اندر یثرب کے یہودیوں سے سازش کرنی شروع کر دی۔ اور جب خفیہ طور پر اُن کو اپنے ساتھ ملا چکے۔ تب اپنی کامیابی کا پورا بھروسہ کر کے مسلمانوں

قریش مکہ کی دھمکی

کو کہلا بھیجا۔ "تم مغرور نہ ہو جانا۔ کہ مکہ سے صاف بچکر نکل آئے۔ ہم یثرب ہی پہنچکر تمہارا ستیاناس کر دیتے ہیں"۔

قریش کا مسلمانوں پر پہلا حملہ

اِس پیغام کے بعد انہوں نے چھیڑ چھاڑ بھی شروع کر دی۔ ربیع الاول سنہ ۲ھ کا ذکر ہے کہ سرداران قریش میں سے ایک شخص کرز بن جابر الفہری یثرب پہنچا۔ اور مدینے

کرز بن جابر کا مدینہ پر حملہ۔ اور مویشیوں کی لوٹ

والوں کے مویشی جو باہر میدان میں چر رہے تھے۔ لوٹ کر لے گیا۔ اور صاف نکل گیا۔ گویا مدینے والوں کو اپنی طاقت دکھلا گیا۔ کہ ہم تین سو میل کا دھاوا کر کے تمہارے گھروں سے تمہارے مویشی لے جا سکتے ہیں"۔

پھر ماہ رمضان سنہ ۲ ہجری کا ذکر ہے۔ کہ ابو جہل نے مکے میں مشہور کر دیا۔ کہ ہمارا قافلہ جو زر و مال سے مالا مال ہے۔ اور شام سے آرہا ہے مسلمان اسے لوٹیں گے۔ اس شہرت سے اسکا مقصود یہ تھا۔ کہ وہ سب لوگ جن کا مال تجارت میں لگا ہوا ہے، اور وہ سب لوگ جن کے اقربا قافلے میں ہیں۔ اور وہ سب لوگ جو مسلمانوں سے نفرت رکھتے ہیں۔ بالاتفاق مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لئے آمادہ ہو جائینگے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا"۔

لشکر قریش کی تعداد۔ اور انکے قطعی ارادے کا یقین۔

ایک ہزار جانباز بہادروں کی خونخوار فوج لے کر (جنگی سواری میں سات سو اونٹ اور تین سو گھوڑے تھے) ابو جہل مکہ سے نکلا۔ جس قافلے کی حفاظت کا بہانہ کر کے یہ فوجی اجتماع ہوا تھا۔ وہ مکہ میں بخیریت پہنچ بھی گیا۔ مگر ابو جہل اس فوج کو لئے ہوئے برابر مدینے کی جانب بڑھا چلا گیا۔ اب مسلمانوں کو کچھ بھی شک نہ رہا۔ کہ یہ قریش مکہ کی چڑھائی غریب مسلمانوں پر ہے"۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملہ میں صحابہ سے مشورہ فرمایا۔ مہاجرین نے قابل اطمینان جواب دیا۔ بار ثانی مشورہ فرمایا۔ مہاجرین نے قابل اطمینان جواب دیا۔ بار ثالث مشورہ فرمایا۔

اب انصار سمجھے کہ آنحضور ہمارے جواب کے منتظر ہیں۔ سعدؓ بن معاذ نے عرض کیا۔ شاید حضور نے یہ سمجھا ہے کہ انصار اپنے شہر سے باہر نکل کر حضورؐ کی اعانت کرنا اپنا فرض نہیں سمجھتے۔ میں انصار کی طرف سے یہ عرض کرتا ہوں۔ کہ ہم تو ہر حالت میں حضورؐ کے ساتھ ہیں کسی سے معاہدہ فرمائیے کسی کے معاہدہ کو شکست فرمائیے۔ ہمارے زر و مال سے جس قدر منشاء مبارک ہو۔ لیجیے ہمکو جو مرضی مبارک ہو۔ عطا کیجیے۔ مال کا جو حصہ ہم سے حضورؐ لے لیں گے۔ ہمیں وہ زیادہ پسند ہوگا۔ اُس مال سے جو حضورؐ ہمارے پاس چھوڑ دیں گے۔ ہمکو جو حکم حضورؐ دیں گے ہم اُسکی تعمیل کرینگے۔ اگر حضورؐ غمدان کے چشمے تک چلیں گے۔ تو ہم ساتھ ہونگے۔ اگر حضورؐ ہم کو سمندر میں گھس جانے کا حکم دیں گے۔ تو حضورؐ کے ساتھ وہاں بھی چلیں گے۔ مقدادؓ نے کہا یہ یا رسول اللہ ہم وہ نہیں۔ کہ قوم موسیٰ کی طرح اذھب انت وربک فقاتلا انا ھھنا قاعدون۔ کہدیں۔ ہم تو حضورؐ کے دہنے بائیں۔ آگے پیچھے قتال کے لئے حاضر ہیں۔[۱]

مسلمان پہلے سے کچھ تیار نہ تھے۔ انصار و مہاجر مل ملاکر ۳۱۳ ایسے نکلے جو میدان میں جا سکیں۔

اب تک مسلمانوں کو جنگ کی اجازت نہ تھی۔

اب تک مسلمانوں کو جنگ کی اجازت نہ تھی۔ کیونکہ اسلام کو جنگ سے کوئی واسطہ ہی نہیں۔ لفظ اسلام کا مادہ سِلم ہے۔ جس کے معنے صلح اور فروتنی کے ہیں۔ جو مذہب دنیا کے لئے صلح کا پیغام لے کر آیا ہو۔ جس مذہب کے پیرو ایماندار و منکسر اور متواضع رہنے کا حکم ہو۔ وہ کیوں جنگ کرتے؟

حکم جہاد کی ضرورت

یہی وجہ تھی۔ کہ اُنھوں نے چپ چاپ گھروں کو۔ املاک کو مکہ میں چھوڑ دیا۔ اور حبش یا مدینہ چلے گئے تھے۔ لیکن اب ایسی صورت آپڑی۔ کہ جنگ کے سوا چارہ ہی نہ رہگیا۔ اگر ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہتے۔ تو نتیجہ یہ ہوتا۔ کہ بکریوں کی طرح ذبح ہوجاتے۔ اور سب سے بڑا نقصان یہ تھا کہ توحید کی منادی کرنے والا دنیا پر کوئی نہ رہ جاتا۔ حضرت مسیحؑ نے اپنے پونے تین سال کے وعظ کے بعد جس ضرورت سے مجبور ہوکر اپنے حواریوں کو حکم دیا تھا کہ

[۱] زاد المعاد صفحہ ۳۴۳۔ ترجمہ آیت یہ ہے۔ جا۔ تو اور تیرا خدا دونوں لڑو۔ ہم تو یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔

کپڑوں۔ لتوں۔ اور نقدی کے بدلے ہتھیار خرید کر مسلح ہو جاویں (دو تا ۲۲/۳۰) اُسی ضرورت کی وجہ سے خدائے بزرگ و برتر نے مسلمانوں کی حالت پر رحم فرما کر اُن کو بھی ۱۴ سال تک صبر کرنے۔ اور ظلم و ستم برداشت کرتے رہنے کے بعد ان حملہ آور دشمنوں کی مدافعت کا حکم دیدیا۔

اجازت جہاد کا پہلا حکم

چونکہ یہ وہ پہلا حکم ہے۔ جسکی رو سے مسلمانوں کو جنگ کی اجازت ملی ہے۔ اسلئے اصل معہ ترجمہ ذیل میں درج ہے:۔

اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر۔ الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق۔ الا ان یقولوا ربنا اللہ۔ ولو لا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوات ومساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا۔ (حج - ع ۶)

جنگ کرنیوالوں کو اجازت دیجاتی ہے۔ کیوں کہ اُنپر ظلم ہوا اور خدا اُن کی مدد پر بیشک قادر ہے۔ یہ لوگ اپنے وطن سے بلا وجہ صرف اسلئے نکالے گئے کہ انہوں نے اللہ کو اپنا رب مان لیا ہے۔ اور اگر بعض لوگوں (حملہ آوروں) کو بعض لوگوں (مسلمانوں) سے اللہ پاک دفع نہ کراتا۔ تب ضرور عیسائیوں کے گرجا۔ یہودیوں کے معابد۔ اور ترسا کے مندر اور مسلمانوں کی مسجدیں جن میں اسم الٰہی کا ذکر کثیر ہوتا ہے گرا دیجاتیں۔

ناظرین! اس حکم میں مفصل طور پر وہ وجوہات درج ہیں۔ جو مسلمانوں کو جنگ کی اجازت ملنے کا باعث ہوئیں۔ اور اس حکم میں یہ بھی دکھلایا گیا ہے۔ کہ جنگ جارحانہ ہے یا مدافعانہ۔

پہلی وجہ ”مدافعت کرنیوالوں کا مظلوم۔ اور حملہ آوروں کا ظالم ہونا“

اور یہ وہ وجہ ہے۔ جسے آجکل کا مروجہ قانون ”تعزیرات ہند“ بھی ”حفاظت خود اختیاری“ کے نام سے جائز ٹھہراتا ہے!

دوسری وجہ ”اُن کا گھر بار سے نکالا جانا۔ املاک سے بیدخل کیا جانا۔ اور وہ بھی صرف اختلاف عقیدہ کی بنیاد پر“

نیک دل ملک معظم ایڈورڈ ہفتم نے جو پیغام حکومت پنجاہ سالہ ہند کے جشن پر اپنی

رعایا کو دیا تھا۔ اُس میں نہایت فخریہ لہجہ سے (اور یہ فخر بالکل صحیح اور مناسب ہے) یہ بھی درج کیا تھا کہ "اس پچاس برس کے عرصہ میں کسی ایک شخص کو بھی محض اختلاف عقیدہ کی وجہ سے اذیت نہیں دی گئی"۔ لیکن یہ مظلوم مسلمان سب کے سب وہی تھے جنکو ہر قسم کی ایذائیں۔ اور جلاوطنی کی سزا محض توحید کی وجہ سے دی گئی تھی"۔

تیسری وجہ۔ ایسی عام ہے۔ جو یہ ثابت کرتی ہے۔ کہ مسلمانوں کو جنگ کی اجازت صرف اُنہی کے ذاتی۔ قومی۔ مذہبی۔ فوائد کے لحاظ سے نہیں دی گئی۔

بلکہ اسلئے بھی۔ کہ مسلمانوں نے جو معاہدات۔ یہودیوں۔ عیسائیوں۔ اور دیگر مختلف اقوام کے ساتھ ابھی حال میں کئے تھے۔ اور جس فراخدلی سے ہر ایک مذہب کے لئے مذہبی آزادی عطا کی تھی۔ اب اگر اس معاہدہ کی حفاظت میں مسلمان اپنی جانوں کو نہ لڑا دیں گے۔ تو سب مذہبوں کی آزادی ملیامیٹ ہو جائیگی۔ اور سب کے مندر۔ سب کے گرجا تہ خاک ہو جائینگے۔ کیونکہ جب کوئی قوم معاہدہ کی حفاظت کرنے والی ہی نہ رہے۔ تو معاہدہ پر عمل کیونکر ہو سکتا ہے۔

ان سب ضروری وجوہات نے مسلمانوں کے لئے ضروری ٹھہرا دیا۔ کہ وہ باوجود بے سروسامان ہونے۔ اور باوجود قلیل التعداد ہونے کے بھی ان حملہ آوروں کو مدینہ سے دور ہی رد کیں [۵۱]۔

مسلمانوں پر قریش کا دوسرا حملہ
یا
جنگ بدر

رمضان سنہ ۲ ہجری کو خدا کا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے ساتھ کے ۳۱۳ (مہاجر زائد از ۶۰۔ انصار زائد از ۲۴۰) مسلمانوں کو لیکر مدینہ سے نکلا۔ اس لشکر کے ساز و سامان کا اندازہ اس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ تمام لشکر میں صرف دو ۲ گھوڑے اور ساٹھ اونٹ تھے۔

یہ عجیب اتفاق دیکھو۔ کہ اہل بدر کی تعداد بھی لشکر طالوت کے برابر تھی۔ جبکہ وہ جالوت کے مقابلہ کو نکلا تھا [۵۲]۔

---

۵۱ اس طرح کے جھگڑے کئی سال تک مسلمانوں کو پریشان کرتے رہے۔ تلوار ہمیشہ اُن کے خلاف اُٹھائی گئی۔ اور اسلام کو تلوار کے زور سے نیست و نابود کرنے کی کوششیں برابر کی گئیں۔ لیکن اسلام ہمیشہ پھیلتا گیا۔ اس کتاب میں مشہور غزوات کا ذکر مختصر لفظوں میں کیا جائے گا۔

۵۲ بخاری عن براء۔ کتاب المغازی۔

جب بدر پہونچے۔ تو دیکھا کہ مکہ کا لشکر جو تعداد میں ان سے سہ چند اور سامان میں ہزار چند زیادہ ہے۔ اُترا ہوا ہے۔

جنگ سے ایک روز پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان جنگ کا ملاحظہ کیا۔ اور بتلایا۔ کہ کل انشاء اللہ تعالیٰ فلاں دشمن اس جگہہ اور فلاں فلاں اس اس جگہہ قتل ہونگے۔

۱۷۔ رمضان کو بروز جمعہ جنگ ہوئی۔ جنگ سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت تضرّع سے خدا کے حضور میں دعا کی۔ اور یہ بھی عرض کیا کہ ان مسلمانوں کے مارے جانے کے بعد دنیا پر توحید کی منادی کرنے والا۔ کوئی بھی نہ رہ جاویگا۔ مسلمانوں نے بھی دعائیں کیں۔

نصرت الٰہی سے مکہ والوں کو شکست ہوئی۔ اُن کے ستّر مشہور آدمی اسیر۔ اور ستّر بہادر مارے گئے۔ ابوجہل بھی اسی جگہہ مارا گیا۔ یہ ہی سب کو چڑھا کر لایا تھا۔ جو ۱۴ سردار دار الندوہ میں آنحضرتؐ کے قتل کرنے کے مشورہ میں شریک ہوئے تھے۔ اِن میں سے بھی گیارہ مارے گئے۔ تین جو بچ رہے تھے۔ انہوں نے بالآخر اسلام قبول کر لیا تھا۔

(الف) اُس زمانے کا قانون جنگ۔ (ب) مظلوم مسلمانوں کا جوش انتقام۔ (ج) دیگر قبائل پر جنگی رعب قایم کرنے کی ضرورت اس امر کی مقتضی تھی۔ کہ قیدیوں کو قتل کر دیا جاتا۔ مگر خدائے رحیم کے رحم دل نبیؐ نے تاوان لیکر سب کو چھوڑ دیا۔ پڑھے لکھے اسیروں کا تاوان جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مقرر فرمایا تھا۔ کہ وہ انصار کے بچوں کو لکھنا سکھادیں۔

اِس واقعہ سے اُس پیشگوئی کا بھی ظہور ہوا۔ جو یسعیاہ نبی کی کتاب ۲۱ ۱۶ و ۱۷ میں ان الفاظ سے درج ہے:۔ "فی مدۃ سنۃ کسنۃ الاجیر یفنیٰ کل مجد قیدار۔ وبقیۃ عدد قسّی ابطال بنی قیدار تقل"۔

ایک سال میں جو مزدور کے برس جیسا ہوگا۔ قیدار کی سب حشمت جاتی رہے گی۔ اور بہادران بنو قیدار کے کمان اندازوں کی تعداد گھٹ جائے گی۔

اور اُس پیشگوئی کا بھی ظہور ہوا۔ جو قرآن مجید میں مسلمانوں کو اس جنگ کی اجازت کا

حکم دیتے ہوئے فرمائی گئی تھی۔ جو یہ ہے "ان اللہ علی نصرھم لقدیر" خدا کو ان مظلوموں کی نصرت پر قدرت ہے"۔ یہی وجہ ہے۔ کہ قرآن میں اس جنگ کا نام۔ یوم الفرقان ہے۔ کیونکہ اہل کتاب اور اہل اسلام کو ان پیشگوئیوں کی وجہ سے اسلام کی صداقت پر ایک عمدہ دلیل مل گئی تھی۔ اللہ پاک نے قرآن مجید میں اس واقعہ کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا ہے۔ "ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ فاتقوا اللہ لعلکم تشکرون[1]" (آل عمران۔ ع ۱۳)۔

قریش کی تیسری سازش۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی تیاری

جنگ بدر سے چند روز بعد کا ذکر ہے۔ کہ صفوان بن امیہ (جسکا باپ بدر میں قتل ہوا تھا) اور عمیر بن وہب (جسکا بیٹا ہنوز مسلمانوں کے ہاتھ میں اسیر تھا) مکہ سے باہر سنسان جگہ میں جمع ہوئے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف باتیں کرنے لگے۔

عمیر بولا۔ اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا۔ جسے میں ادا نہیں کر سکتا۔ اور اگر مجھے اپنے کنبہ کے بیکس رہ جانے کا خیال نہ ہوتا۔ تو میں خود مدینہ جاتا۔ اور محمد کو قتل ہی کر کے آتا۔

صفوان بولا۔ تیرا قرض میں چکا دوں گا۔ اور تیرے کنبے کا خرچ جب تک میں زندہ ہوں میرے ذمے ہوگا۔

عمیر بولا "بہتر۔ یہ راز کسی پر نہ کھلے"۔ پھر عمیر نے اپنی تلوار کی دھار کو تیز کرایا۔ اور زہر میں اُسے بجھوایا۔ اور مکے سے روانہ ہوگیا۔

عمیر مدینے پہنچکر مسجد نبوی کے سامنے اپنا اونٹ بٹھلا رہا تھا کہ اونٹ بول پڑا۔ عمر فاروق رضؓ نے اُسے دیکھا۔ اور پہچانا۔ اور دل میں سمجھ گئے۔ کہ یہ شیطان ضرور مفسد ارادہ سے آیا ہے اسلئے آگے جا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔ کہ عمیر بن وہب مسلح چلا آرہا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اُسے میرے پاس آنے دو۔ عمر فاروق رضؓ نے اسکی تلوار کے قبضہ پر قبضہ کر لیا۔ اسکی گردن پکڑ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لے گئے۔ نبیؐ نے یہ دیکھا

[1] خدا نے بدر میں تمہاری مدد کی جبکہ تم کمزور تھے۔ اب اللہ کے تقویٰ کو اختیار کرو۔ تاکہ اُسکے شکر گزار بنو"۔

تو فرمایا۔ عمرؓ۔ اسے چھوڑ دو۔ عمیر۔ تم میرے پاس آجاؤ۔ عمیر نے آگے بڑھکر سلام کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ کہو کس طرح آئے۔ کہا۔ اپنے بیٹے کی خبر لینے آیا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ یہ تلوار کیسی ہے۔ عمیر بولا۔ یہ کیا تلوار ہے۔ اور ہماری تلواروں نے آپ کا پہلے بھی کیا کر لیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم سچ سچ بتلاؤ۔ عمیر نے پھر اسی جواب کو دُہرایا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دیکھ۔ تو اور صفوان مکہ سے باہر سنسان پہاڑ میں گئے تھے۔ صفوان نے تیرا قرض اور تیرے کنبے کا خرچ اپنے اوپر لے لیا ہے۔ اور تو نے میرے قتل کا وعدہ کیا۔ اور اسی ارادہ سے تو یہاں آیا ہے۔ عمیر! تو یہ نہ سمجھا کہ میرا محافظ خدا ہے۔ عمیر۔ یہ سُنکر حیران ہو گیا۔ بولا۔ اب میرا دل مان گیا۔ کہ آپ ضرور اللہ کے نبی رسول ہیں۔ یہ بالکل آسان تھا۔ کہ سماوی خبروں اور وحی کی بابت ہم آپ کو جھٹلاتے رہے۔ لیکن اب میں اس راز کی بابت کیا کہہ سکتا ہوں۔ جسکی خبر میرے اور صفوان کے سوا تیسرے کو نہیں۔ خدا کا شکر ہے جس نے میرے اسلام کا یہ بہانہ بنا دیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا۔ اپنے بھائی کو دین سکھلاؤ۔ قرآن یاد کراؤ۔ اور اسکے فرزند کو آزاد کر دو۔ عمیر نے عرض کیا۔ اے رسولؐ خدا! مجھے اجازت دیجئے۔ کہ میں مکہ ہی واپس جاؤں۔ اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دوں۔ میرے دل میں آتا ہے۔ کہ اب میں بت پرستوں کو اسی طرح ستایا کروں جس طرح پہلے مسلمانوں کو ستاتا رہا ہوں۔

عمیر کے مدینے جانیکے بعد صفوان کا یہ حال تھا۔ کہ سرداران قریش سے کہا کرتا تھا۔ کہ دیکھو۔ چند روز میں کیا گل کھلنے والا ہے۔ کہ تم بدر کا صدمہ بھول جاؤ گے۔

جب صفوان کو خبر لگی۔ کہ عمیر مسلمان ہو گیا۔ تو اُسے سخت صدمہ ہوا۔ اور اُس نے قسم کھائی کہ جب تک زندہ ہوں۔ عمیر سے بات نہ کروں گا۔ نہ اُسے کوئی فائدہ پہونچنے دونگا۔[۱]

عمیر مکہ میں آیا۔ وہ اسلام کی منادی کیا کرتا تھا۔ اور اکثر لوگ اسکے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے تھے۔

[۱] ۸ سنہ ہجری کے بعد یہ صفوان بھی جو نبی صلعم کا سخت دشمن تھا۔ اور مکہ کا مشہور سردار تھا مسلمان ہو گیا تھا۔ طبری

قریش کا تیسرا حملہ۔ غزوۃ السویق یا قرقرۃ الکدر؛

بدر میں شکست پانے کے بعد ابوسفیان نے نہانے دھونے سے قسم کھالی تھی۔ جبتک مسلمانوں سے بدلہ نہ لیا جائے؛

چنانچہ وہ دوسو سواروں کو لے کر مکہ سے نکلا۔ جب مدینہ کے قریب پہونچا۔ تو رسالہ کو باہر چھوڑ کر خود تاریکیٔ شب میں مدینے کے اندر آیا۔ سلام بن مشکم یہودی سے ملا۔ رات بھر بادہ خواری ہوتی رہی۔ غالباً دونوں کے مشورے سے یہ طے ہوا۔ کہ مقابلہ کا وقت نہیں۔ اس لئے ابوسفیان آخر شب وہاں سے نکلا۔ مسلمانوں کے پھلدار درختوں۔ کھجوروں کو آگ لگا کر نیز ایک مسلمان اور اُس کے حلیف کو قتل کر کے مکہ کو واپس چلا گیا؛

خبر ملنے کے بعد قرقرۃ الکدر تک تعاقب ہوا۔ اسلئے اسکا نام غزوہ قرقرۃ الکدر کہا جاتا ہے۔ ابوسفیان کا رسالہ ستو کی تھیلیاں گراتا گیا تھا۔ جسے مسلمانوں نے اُٹھالیا تھا۔ اس لئے اسکا نام غزوۃ السویق بھی ہُوا؛

قریش کا چوتھا حملہ۔ یا جنگ اُحد ۷، شوال۔ یوم السبت سنہ ۳ ہجری)

قریش مکہ اگلے سال پھر مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ اس دفعہ انہوں نے ملک سے عام چندہ جمع کیا تھا۔ ابو عزہ شاعر نے تہامہ میں گشت لگا کر بنو کنانہ کو قریش کی مدد پر آمادہ کر دیا تھا۔ تجارت شام کا ۵۰ ہزار مثقال سونا۔ ایک ہزار اونٹ جو ابھی تقسیم نہ ہوئے تھے۔ چندہ میں شامل کر دیئے گئے تھے؛ الغرض [1] پانچ ہزار بہادروں کا لشکر جس میں تین ہزار شتر سوار۔ دوسو اسپ سوار۔ اور سات سو زرہ پوش پیادہ تھے؛ مدینے تک بڑھا چلا آیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے تھی۔ کہ مدینہ کے اندر رہ کر مدافعت کیجائے۔ مگر کثرت رائے پر فیصلہ ہوا۔ اور مسلمانوں نے اُحد کے سُرخ پہاڑ تک جو مدینہ سے چار کوس پر ہوگا باہر نکل کر مقابلہ کیا؛

اسلامی لشکر میں ایک ہزار مرد تھے۔ عین وقت پر عبداللہ بن ابی بن سلول نے دغا دی اور اپنے ۳۰۰ شخصوں کو راہ ہی سے پھیر لے گیا۔ اس لئے ۷۰۰ مسلمانوں پر پانچہزار حملہ آوروں کی

[1] ناسخ التواریخ۔ دیگر کتب میں تین ہزار تعداد درج ہے؛ +

مدافعت کار (جو انتقام اور غصہ کے جوش میں بھرے ہوئے تھے) بار تھا۔ مسلمانوں نے ابتدا میں دشمن کو شکست دیدی تھی۔ اور اُن کے ۱۲ مشہور علم بردار (جن میں ۸ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے مقتول ہوئے) مارے جاچکے تھے۔ لیکن مسلمان تیر اندازوں نے اُس درہ کو چھوڑ دیا۔ جہاں اُنہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قایم فرمادیا تھا۔ چالاک دشمن نے موقع تاڑ لیا۔ اور چکر کاٹ کر عقب سے ہوکر مسلمانوں کو دو طرف سے بیچ میں لے لیا۔ مسلمانوں کا اس وقت سخت نقصان ہوا۔ اور لشکر کا بڑا حصہ تتر بتر ہوگیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صرف ۱۲ اصحابی[۵۱] - ابوبکر۔ عمر۔ علی۔ عبدالرحمٰن بن عوف۔ سعد بن وقاص۔ طلحہ بن عبداللہ۔ زبیر بن عوام۔ ابوعبیدہ بن جراح وغیرہ تھے۔ دشمنوں نے خدا کے نبی پر پتھر پھینکے۔ ابن قمیئہ کے پتھر سے نبی صلعم کی پیشانی ابن شہاب کے پتھر سے نبی صلعم کا بازو زخمی ہوا۔ عتبہ کے پتھر سے نبی اللہ کے چار دانت ٹوٹ گئے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پھر ایک غار میں گر گئے تھے۔ خبر اُڑ گئی۔ کہ حضورؐ شہید ہوگئے۔ مدینہ سے محترم خواتین دوڑی دوڑی

فاطمہ زہرا و عائشہ طیبہ کی خدمات میدان جنگ میں

آئیں۔ یہاں آکر فاطمہ بتول نے باپ کے زخموں کو دھویا۔ پیشانی کا خون تھمتا نہ تھا۔ اس میں چٹائی جلا کر بھری۔ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس وقت ڈھال میں پانی بھر بھر لاتے رہے۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ام سلیم رضی اللہ عنہا نے مشکیزے اُٹھائے۔ وہ زخمیوں کو پانی لا لا کر پلاتی تھیں[۵۲]۔ میدان جنگ میں ستر صحابہ شہید ہوئے تھے[۵۳]۔

جنگ کے نقصانات میں سے بڑا بھاری نقصان یہ تھا۔ کہ مصعب رضی اللہ عنہ بن عمیر جو مدینہ میں بطور معلم اسلام آئے تھے۔ اور جن کے وعظ سے اوس و خزرج کے قبیلے مسلمان ہوئے تھے۔ شہید ہوئے[۵۴]۔ ان کی بیوی کا نام حمنہ بنت جحش تھا۔ اسی روز اس کا بھائی۔ اور ماموں بھی

---

۵۱ بخاری عن براء بن عازب باب والرسول یدعوکم کتاب التفسیر۔

۵۲ مسلم عن انس صفحہ ۱۹ ۵۳۔

۵۳ بخاری عن سہل بن سعد۔

۵۴ حضرت مصعب پر ایک دھاری دار چادر کا کفن ڈالا گیا۔ پاؤں برہنہ رہے۔ ان پر گھاس رکھا گیا (بخاری عن خباب)۔

شہید ہوئے تھے۔ پہلے اُسے بھائی کی شہادت کی خبر ملی۔ اس نے اِنّا للہ پڑھا۔ اور

عورت کے دل میں شوہر کا درجہ

بھائی کے حق میں دعا کی۔ پھر اُسے بتایا گیا۔ کہ تیرا شوہر بھی شہید ہوگیا ہے۔ یہ سُنتے ہی اُس نے بے اختیار چیخ ماری۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دیکھو اس کے دل میں شوہر کی کس قدر محبت تھی۔[۵۱]

اسی جنگ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا حمزہ (اسد اللہ و رسولہ) بھی شہید ہوئے۔ دشمنوں نے ان کے اعضا کاٹ کر۔ ان کی لاش کو بھی بے حرمت کیا تھا۔ جنگ کے بعد صفیہ مادر زبیر اپنے بھائی

مائی صفیہ کا استقلال

حمزہ کی لاش دیکھنے آئی۔ زبیر نے ماں کو دور ہی سے روکا۔ صفیہ نے کہا۔ "مجھے معلوم ہے۔ کہ میرے بھائی کی لاش بگاڑی گئی۔ اور بے حرمت کی گئی ہے۔ لیکن یہ تو ہمارے لئے فخر کا مقام ہے۔ بیٹا۔ میں نہ روؤنگی۔ نہ چلاؤنگی۔ صرف دعا پڑھ کر لوٹ جاؤں گی۔[۵۲]

انس بن نضر کا جوش و جاں نثاری

اسی جنگ میں انس بن نضر نے جام شہادت پیا تھا۔ اِس بہادر نے چند بہادر مسلمانوں کو دیکھا۔ کہ ہتھیار پھینک دیئے ہیں۔ اور مغموم بیٹھے ہیں۔ پوچھا۔ کیا حال ہے۔ اُنھوں نے جواب دیا۔ کہ رسُول اللہ کا اِنتقال ہوگیا؛ انس نے نہایت جوش سے کہا۔ موتوا علی مامات علیہ رسول اللہ۔ آؤ۔ جہاں رسُولؐ نے جان دی ہے ہم بھی اسی کام میں اپنی زندگی کا خاتمہ کردیں۔ اب زندہ رہ کر کیا کرینگے۔ یہ جاں نثار اسی جوش میں حملہ کرتے ہوئے۔ ۸۰ زخم جسم پر کھانے کے بعد شہید ہوگیا۔[۵۳]

اِسی جنگ میں سعد بن ربیع شہید ہوئے تھے۔ جنگ ختم ہو جانے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تلاش میں آدمی بھیجے۔ ایک نے دیکھا کہ زخمیوں میں پڑے سانس توڑ رہے ہیں۔ پوچھا کیا حال ہے۔ سعد نے کہا۔ تم مجھے اب مردہ ہی سمجھو لیکن مہربانی سے رسُولؐ اللہ کی خدمت میں میرا سلام عرض کر دینا۔ اور میری طرف سے یہ بھی گزارش کرنا۔

---

۵۱ تاریخ طبری۔ ۵۲ تاریخ طبری۔ ۵۳ تاریخ طبری۔

جان توڑتے وقت سعدؓ بن ربیع کا پیغام بجانب اہل اسلام	

کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین جزا عطا فرمائے۔ جو کسی نبی کو کسی امت کی ہدایت پر نہ دی گئی ہو۔ قوم کو میری طرف سے یہ کہہ دینا۔ کہ جبتک ایک جھپکنے والی آنکھ بھی تم میں سے باقی رہے۔ اس وقت تک اگر دشمن نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچ گیا۔ تو خدا کے حضور میں تم کوئی عذر پیش نہ کر سکوگے[۱]۔

ایک صحابی کا بیان ہے۔ کہ میں ابو بکرؓ سے ملنے گیا۔ ان کی چھاتی پر ایک چھوٹی سی لڑکی بیٹھی تھی۔ جسے وہ بار بار چومتے اور پیار کرتے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے۔ فرمایا۔ یہ سعد بن ربیع کی لڑکی ہے۔ وہ مجھ سے بھی برتر تھا۔ اور قیامت کے دن وہ نقیبانِ محمدی میں شمار کیا جائے گا[۲]۔

عمارہ بن زیاد نے کس مزے سے جان دی	

اسی جنگ میں عمارہ بن زیاد شہید ہوئے تھے۔ جس نے جان دیتے ہوئے اپنے رخسارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تلووں سے لگا دیئے تھے[۳]۔

اس تاریخی واقعہ کو اس شعر میں خوب ادا کیا گیا ہے۔

سر بوقت ذبح اپنا اس کے زیر پائے ہے
یہ نصیب۔ اللہ اکبر۔ لوٹنے کی جائے ہے

ابو دجانہ۔ حنظلہ۔ علی مرتضیٰ طلحہ کی شجاعت و مردانگی	

ابو دجانہ۔ حنظلہ۔ (غسیل الملائکہ)۔ طلحہ۔ علی مرتضیٰ کی بے نظیر شجاعت کمال استقامت اور جاں نثاری کے بھی نہایت شاندار واقعات اس جنگ میں ظاہر ہوئے۔ طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے سپر کا کام لیا۔ اور آنحضرت کی جانب آنے والے تیر ہاتھ پر روکے۔ یہ ہاتھ ہمیشہ کے لئے شل ہو گیا تھا[۴]۔

بنو دینار کی عورت کی قوت ایمانی کا کمال	

بنو دینار کی ایک عورت تھی۔ جس کا باپ۔ بھائی۔ اور شوہر اس جنگ میں شہید ہوئے تھے۔ وہ کہتی تھی۔ کہ مجھے رسول اللہ کی بابت بتلاؤ۔ لوگوں نے کہا۔ کہ وہ بفضلِ خدا صحیح و سالم ہیں۔ کہا۔ مجھے دکھلا دو۔ جب دور سے چہرۂ مبارک دیکھ لیا۔ تو بے اختیار کہہ اٹھی۔ کل مصیبۃ بعدک جلل[۵]۔ اب ہر ایک مصیبت کی برداشت ہو سکتی ہے۔

---

[۱] تاریخ طبری۔ [۲] زاد المعاد۔ [۳] تاریخ طبری۔ [۴] تاریخ طبری۔ [۵] تاریخ طبری۔

رحمۃ للعالمین کی درگزر معافی اور ظالموں کے لئے دعا۔

اسی جنگ میں بعض صحابہ نے آنحضرتؐ سے (جبکہ حضورؐ کے دانت توڑے گئے۔ اور چہرہ زخمی کیا گیا) عرض کیا۔ کاش۔ آپ ان مشرکین پر بد دعا فرمائیں۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انی لم ابعث لعانا ولکن بعثت داعیا و رحمۃ۔[1] اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون۔[2] میں لعنت کرنیکے لئے نبی نہیں بنایا گیا۔ مجھے تو خدا کی طرف بلانیوالا اور سراپا رحمت بنایا گیا ہے۔ اے خدا میری قوم کو ہدایت فرما۔ کیونکہ وہ (مجھے) نہیں جانتے۔

قریش کی چوتھی سازش۔ اور دس داعظان اسلام کا مارا جانا

جنگ اُحد کے بعد دشمنوں نے مسلمانوں کو نقصان پہونچانے بلحاظ کرنے کی مختلف تدابیر پر عمل کیا۔ چنانچہ سنہ ۴ ہجری میں۔

(۱) قریش نے قوم عضل اور قارہ کے سات شخصوں کو گانٹھ کر مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ کہ ہمارے قبیلے اسلام لانے کو تیار ہیں۔ ہمارے ساتھ معلم کر دیجئے۔ رسول اللہؐ نے دس[3] بزرگ صحابہ کو جن کے سردار عاصم بن ثابتؓ تھے۔[4] ان کے ساتھ کر دیا۔ جب یہ صحابہ ان کی زد میں پہونچ گئے۔ تو ان کے دو سو جوان آئے۔ کہ انہیں زندہ گرفتار کر لیں۔ آٹھ صحابی مقابلہ کرتے ہوئے مارے گئے۔ اور دو بزرگوار خبیب بن عدی و زید بن دثنہ گرفتار کر لئے گئے۔

خبیب و زید صحابہ قید میں

سفیان ہذلی انہیں مکہ لے گیا۔ اور قریش کے پاس فروخت کر آیا۔

قریش نے انہیں حارث بن عامر کے گھر میں چند روز بھوکا پیاسا قید رکھا۔ ایک دن حارث کا بچہ تیز چھری سے کھیلتا ہوا خبیبؓ کے پاس پہونچ گیا۔ انہوں نے بچے کو زانو پر بٹھلایا۔ اور چھری لے کر رکھدی۔ جب بچہ کی ماں نے یکایک دیکھا۔ کہ اس کا بچہ چھری لے کر اس قیدی کے پاس ہے جسے چند روز سے انہوں نے بے آب و دانہ رکھا تھا۔ تو اس نے بے اختیار چیخ ماری۔ خبیبؓ نے

مسلمان کا کام غدر کرنا نہیں

کہا۔ یہ سمجھتی ہے۔ کہ میں بچہ کو قتل کر دونگا۔ نہیں جانتی۔ کہ مسلمان

---

[1] صحیح مسلم عن ابی ہریرہؓ۔ [2] شفار قاضی عیاض (المتوفی جمعہ ۵۴۴ھ) مطبع صدیقی بریلی ۱۳۰۱ھ صفحہ ۴۴۔

[3] ابن ہشام میں چھ اور صحیح بخاری میں دس ہیں۔ [4] یہ عاصم بن عمر فاروق کے نانا تھے۔

کا کام غدر کرنا نہیں؛

ظالم قریش والوں نے چند روز کے بعد خبیبؓ کو صلیب کے نیچے بیجا کر کھڑا کر دیا۔ اور کہا۔ "اگر اسلام چھوڑ دو۔ تو تمہاری جان بخشی ہو سکتی ہے"۔ دونوں بزرگواروں نے جواب دیا۔ کہ "جب اسلام نہ باقی رہا۔ تو جان کو رکھ کر کیا کرینگے"۔

اب قریش نے پوچھا۔ کہ کوئی تمنا ہو۔ تو بیان کرو۔ خبیبؓ نے کہا۔ دو رکعت نماز پڑھ لینے کی ہمیں مہلت دیجائے۔ مہلت دی گئی؛ انہوں نے نماز ادا کی۔ حضرت خبیبؓ نے کہا میں نماز میں زیادہ وقت صرف کرتا۔ لیکن سوچا۔ کہ دشمن یہ نہ کہیں کہ موت سے ڈر گیا ہے؛ بے رحموں نے دونوں کو صلیب پر لٹکا دیا۔ اور نیزہ والوں سے کہا۔ کہ نیزوں کی انی سے ان کے جسموں کے ایک ایک حصہ پر چرکے لگائیں؛

اللہ اکبر۔ اُن کا دل اسلام پر کتنا قایم تھا۔ ان کو دین حق پر کتنی استقامت تھی۔ اُن کو ہمیشہ کی نجات اور خدا کی خوشنودی کا کتنا یقین تھا۔ کہ ان تمام تکلیفوں اور زخموں کو برداشت کرتے ہوئے ذرا اُف تک نہیں کی؛

جان اور محبت رسول کا موازنہ ایک سخت دل نے حضرت خبیبؓ کے جگر کو چھیدا۔ اور پوچھا۔ کہو۔ اب تو تم بھی پسند کرتے ہو گے؟ کہ محمدؐ پھنس جاے۔ اور میں چھوٹ جاؤں۔ خبیبؓ نے نہایت جوش سے جواب دیا۔ خدا جانتا ہے۔ کہ "میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا۔ کہ میری جان بچ جانے کے لیئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں میں کانٹا بھی لگے[۵۲]؛

خدا کے اس برگزیدہ بندہ فتی الفتیان (جوانمرد ترین جوانمرداں) نے مقتل اور تماشائیوں کے ہجوم میں صلیب کے نیچے کھڑے ہو کر جو فی البدیہہ یہ اشعار کہے ہیں۔ اس سے اس منظر کی پوری کیفیت اور اس بزرگوار کی صداقت و محبت اسلام کی پاکیزہ صورت بخوبی نظر آتی ہے؛

---

۵۱ بخاری عن عبداللہ بن عیاض؛ +

۵۲ طبری۔ و ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۱۲۳؛ +

لقد جمع الاحزاب حولی والبوا
قبائلهم واستجمعوا کل مجمع
وکلهم مبدی العداوة جاهد
علی لانی فی وثاق بمضیع
وقد جمعوا ابناءهم ونساءهم
وقربت من جزع طویل ممنع
وقد خیرونی الکفر والموت دونه
وقد هملت عینای من غیر مجزع

فلست بمبد للعدو تخشعا
ولا جزعا انی الی الله مرجعی
وما بی حذار الموت انی لمیت
ولکن حذاری جحم نار ملفع
فذا العرش صبرنی علی ما یراد بی
فقد بضعوا لحمی وقد یاس مطمعی

الی الله اشکو غربتی ثم کربتی
وما ارصد الاحزاب لی عند مصرعی

انبوہ در انبوہ لوگ میرے گرد اگرد اکھٹے ہو رہے ہیں؛
اور انہوں نے بڑی بڑی جماعتوں کو ملا لیا ہے؛
یہ سب کے سب عداوت نکال رہے ہیں۔ اور میرے خلاف جوش دکھلا
رہے ہیں۔ اور میں اس ہلاکت گاہ میں بندھا ہوا ہوں؛
قبیلوں نے اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی بلا رکھا ہے؛
اور مجھے ایک مضبوط۔ بلند لکڑی کے پاس لے آئے ہیں؛
انہوں نے کہدیا ہے۔ کہ کفر اختیار کرنے سے مجھے آزادی مل سکتی ہے
مگر اس سے تو موت میرے لئے بہت سہل ہے؛
میری آنکھوں سے آنسو لگاتار جاری ہیں مگر مجھے کچھ ناشکیبائی نہیں؛
میں دشمن کے سامنے نہ عاجزی کرونگا۔ اور نہ روؤں اور چلاؤنگا
میں جانتا ہوں۔ کہ میں خدا کی طرف جا رہا ہوں؛
موت سے مجھے اسلئے ڈر نہیں۔ کہ میں مر جاؤں گا؛
لیکن میں تو لپٹ والی آگ کے خوف سے ڈرتا ہوں؛
اس عرش عظیم کے مالک نے مجھ سے کوئی خدمت لینی چاہی۔ اور مجھے
شکیبائی کے لئے فرمایا ہے۔ اب انہوں نے زدوکوب سے میرا تمام
گوشت کوٹ دیا ہے۔ اور میری امید جاتی رہی ہے؛
میں اپنی درماندگی اور بیوطنی و بیکسی کی فریاد۔ اور ان الاؤ دنگی
(جو میری جان توڑنے کے بعد یہ لوگ رکھتے ہیں) فریاد خدا سے کرتا ہوں؛

لہ از سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۱۲۳۔ صحیحین میں صرف اشعار نمبر ۹ و نمبر ۱۰ مروی ہیں؛ برادران اسلام کو استقامت اور صداقت کا یہ نمونہ پیش نظر رکھنا چاہیے۔ شعر نمبر ۹ سے تواضع وانکسار اور جلال خداوندی کے سامنے اپنی خشیت و نیاز کا سبق لینا چاہیے؛ زاد المعاد میں دوسرا اور پانچواں شعر نہیں ہے؛ حاشیہ پر جو ن کی علامت سے الفاظ درج کئے گئے ہیں۔ یہ زاد المعاد صفحہ ۳۵۹۔ جلد ۱ سے لئے گئے ہیں؛ +

فواللہ ما ارجو اذا امت مسلماً
علی ای جنب کان فی اللہ مصرعی
وذٰلک فی ذات الالٰہ وان یشاء
یبارک علی اوصال شلو ممزع

بخدا جب میں اسلام پر جان دے رہا ہوں۔ تو میں پرواہ نہیں کرتا کہ راہ خدا میں کس پہلو پر گرتا۔ اور کیونکر جان دیتا ہوں۔ خدا کی ذات سے اگر وہ چاہے۔ یہ بالکل امید ہے۔ کہ وہ پارہ ہائے گوشت کے ہر ایک ٹکڑے کو برکت عطا فرمائے۔

سب سے آخر میں یہ دعا تھی۔ اللھم بلغنا رسالۃ رسولک فبلغہ ما یصنع بنا۔ اے خدا ہم نے تیرے رسولؐ کے احکام ان لوگوں کو پہنچا دیئے۔ اب تو اپنے رسولؐ کو ہماری حال کی اور ان کی کرتوتوں کی خبر فرما دے۔

سعید بن عامر رضی اللہ عنہ جو حضرت عمر فاروق رضؓ کے عمال میں سے تھے۔ انکا یہ حال تھا کہ کبھی کبھی یکبارگی بیہوش ہو جایا کرتے۔ عمر فاروق رضؓ نے ان سے وجہ پوچھی۔ وہ بولے۔ مجھے نہ کوئی مرض ہے۔ نہ کچھ شکایت ہے۔ جب خبیب رضی اللہ عنہ کو صلیب پر چڑھایا گیا۔ تو میں اس مجمع میں موجود تھا۔ مجھے جس وقت خبیبؓ کی باتیں یاد آ جاتی ہیں میں کانپ کر بیہوش ہو جاتا ہوں۔

ایک اور سازش اور ستر معلمین اسلام کا قتل کیا جانا

(۲) ابو براء عامر نے بھی ایسا ہی فریب کیا۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کیا۔ کہ ملک نجد کی تعلیم و ہدایت کے لیے کچھ منادی میرے ساتھ بھیج دیجئے۔ اسکا بھتیجا نجد کا رئیس تھا۔ اس نے یقین دلایا۔ کہ منادی کرنیوالوں کی حفاظت کیجائیگی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منذر بن عمرو انصاری کو معہ ستر[1] صحابہ کے جو قراء و فضلاء و منتخب بزرگوار تھے۔ اس کے ساتھ کر دیا۔ جب وہ بئر معونہ پر جا پہنچے۔ جو بنی عامر کا علاقہ تھا۔ تو وہاں سے حرام بن ملحان کو نامہ نبوی دے کر عامر بن طفیل حاکم کے پاس بھیجا۔ اس نے اس سفیر کو قتل کرا دیا۔ جبار بن سلمیٰ ایک شخص تھا۔ جس نے حاکم کے اشارے سے انکی پشت میں نیزہ مارا تھا۔ جو چھاتی سے صاف نکل گیا۔ انہوں نے گرتے ہوئے کہا۔ فزت ورب الکعبۃ۔ ترجمہ۔ (قسم ہے کعبہ کے خدا کی۔ میں اپنی مراد کو پہونچ گیا)۔

[1] زاد المعاد بحوالہ صحیح صفحہ ۳۶۰۔ ابن ہشام میں ۴۰ کی تعداد ہے۔

قاتل پر اس فقرے نے ایسا اثر کیا۔ کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر مسلمان ہوگیا؛ حاکم نے باقی سب کو بھی قتل کرا دیا۔ کعب بن زید نے جو کُشتگان خنجر تسلیم کی اوٹ میں چھپ کر زندہ رہ گیا تھا؛ اس واقعہ کی آنحضرتؐ کو خبر دی؛

قریش کا پانچواں حملہ۔ عہد شکنی یا فتح مکہ

اِسی سال ۸ھ ہجری (سنہ ہجری) مسلمانوں کو اضطراراً ماہ رمضان میں مکہ پر فوج کشی کرنی پڑی۔ وجہ یہ ہوئی۔ کہ سنہ میں جو معاہدہ قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بمقام حدیبیہ کیا تھا۔ اسکی پہلی دفعہ میں یہ تھا۔

"دس سال تک جنگ نہ ہوگی۔ اس شرط میں جو قومیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی جانب ملنا چاہیں۔ وہ ادھر مل جاویں۔ اور جو قومیں قریش کی طرف ملنا چاہیں۔ وہ اودھر ملجائیں"۔

اسکے موافق بنو خزاعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اور بنو بکر قریش کی طرف مل گئے تھے؛ معاہدہ کو ابھی دو برس بھی پورے نہ ہوئے تھے۔ کہ بنو بکر نے بنو خزاعہ پر حملہ کیا۔ اور قریش نے بھی بنو بکر کو اسلحہ سے امداد دی۔ عکرمہ بن ابوجہل سہیل بن عمرو (معاہدہ پر اسی نے دستخط کئے تھے) وصفوان بن امیہ (مشہور سرداران قریش) خود بھی نقاب پوش ہوکر معہ اپنے حوالی وموالی کے بنو خزاعہ پر حملہ آور ہوئے[1]؛

اِن بیچاروں نے امان بھی مانگی۔ بھاگ کر خانہ کعبہ میں پناہ بھی لی؛ مگر اُن کو ہر جگہ بے دریغ تہ تیغ کیا گیا۔ یہ مظلوم جب اِلھک اِلھک (اپنے خدا کے واسطے۔ اپنے خدا کے واسطے) کہہ کر رحم کی درخواست کرتے تھے۔ تو یہ ظالم اُن کے جواب میں کہتے تھے۔ لا الہ الیوم[2] (آج خدا کوئی چیز نہیں)؛

مظلوموں کے بچے کچھے چالیس آدمی جنہوں نے بھاگ کر اپنی جان بچالی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہونچے۔ اور اپنی مظلومی و بربادی کی داستان سُنائی۔ عمرو بن سالم الخزاعی نے پُردرد نظم میں تمام واقعات گوش گذار کئے۔ اس نظم کے جستہ جستہ اشعار درج

---

[1] تاریخ طبری؛ +
[2] سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۲۰۹؛ +

کیے جاتے ہیں:-

ان قریشاً اخلفوک الموعدا | ونقضوا میثاقک المؤکدا
وجعلوا لی فی کداء رصدا | وزعموا ان لست ادعوا احدا
وهم اذل واقل عددا | هم بیتونا بالوتیر[1] هجدا

فقتلونا رکعاً وسجدا[2]

(ترجمہ) قریش نے آپ سے وعدہ خلافی کی؛

انہوں نے اس مضبوط معاہدے کو جو آپ سے کیا تھا توڑ ڈالا؛

ہمیں خشک گھاس کی طرح پامال کر دیا؛

وہ سمجھتے ہیں۔ کہ ہماری امداد کو کوئی نہیں آنے کا؛

وہ تو ذلیل ہیں۔ اور قلیل ہیں؛

انہوں نے وتیر میں ہمکو سوتے ہوئے جالیا؛

ہمکو رکوع وسجود کی حالت میں پارہ پارہ کر دیا؛

(۱) معاہدے کی پابندی۔ (۲) فریق مظلوم کی دادرسی۔ (۳) دوستدار قبائل کی آئندہ حفاظت کی غرض سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی جانب سوار ہو گئے؛ دس ہزار کی جمعیت ہمرکاب تھی[3]۔ دو منزل چلے تھے

---

[1] وتیر پایان مکہ کی جانب ایک چشمہ کا نام ہے۔ جس پر بنو خزاعہ آباد تھے؛ (معجم البلدان)

[2] اس معرعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے کچھ لوگ مسلمان بھی ہو گئے تھے۔ اگرچہ مورخین کا اتفاق ہے کہ بنو خزاعہ جس وقت مدد نبی صلعم نے فرمائی تھی۔ وہ مسلمان نہ ہوئے تھے (منقول از طبری) و سیرت ابن ہشام صفحہ ۲۱۱؛

[3] صحیح بخاری عن ابن عباس۔ کتاب المغازی ۔ اب پڑھیے غزل الغزلات ۵ باب۔ ۱۰ درس۔ "میرا محبوب سرخ و سفید ہے؛ دس ہزار آدمیوں کے درمیان وہ جھنڈے کی مانند کھڑا ہوتا ہے"؛ ملاحظہ کیجیے۔ اسی باب کا ۱۶ درس۔ جو ار دو بائبل آجکل مشن ملک میں پھیلا رہی ہے۔ اسکے الفاظ یہ ہیں "ہاں وہ سراپا عشق انگیز ہے۔ اے یروشلم کے بیٹیو۔ یہ میرا پیارا یہ میرا جانی ہے"۔ مگر عبرانی بائبل کے الفاظ یہ ہیں "خلو محمدیم۔ زہ دودی وزہ رعی۔ بنوث یروشلایم"۔ اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے "وہ تو ٹھیک محمد ہے۔ میرا خلیل۔ میرا حبیب یہی ہے۔ اے دختران یروشلم"۔ پادری صاحبان کا اتفاق ہے۔ کہ غزل الغزلات میں ہیکل (قبلہ) نے کسی موعود بزرگ کے عشق میں ترانہ لگایا ہے۔ اسکے بعد پادری صاحبان

کہ راہ میں ابوسفیان بن الحارث بن عبد المطلب اور عبداللہ بن ابوامیہ آنحضرتؐ سے ملاقی ہوئے:

یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ایذائیں دی تھیں اور اسلام کے مٹانے میں بڑی بڑی کوششیں کی تھیں۔ آنحضرتؐ نے اُنہیں دیکھا۔ اور اپنا رخ پھیر لیا۔ ام المومنین ام سلمہؓ نے عرض کی:

یا رسول اللہ۔ ابوسفیان آپ کے حقیقی چچا کا بیٹا ہے۔ اور عبداللہ حقیقی پھوپھی (عاتکہ) کا لڑکا ہے اتنے قریبی تو مرحمت سے محروم نہ رہنے چاہئیں:

اِس کے بعد حضرت علیؓ نے اِن دونوں کو یہ ترکیب تبلائی۔ کہ جن الفاظ میں برادرانِ یوسف علیہ السلام نے معافی کی درخواست کی تھی۔ تم بھی آنحضرتؐ کی خدمت میں جاکر اُنہی الفاظ کا استعمال کرو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عفو و رحم سے اُمید ہے۔ کہ ضرور کامیاب ہو جاؤ گے:

اُنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہو کر یہ آیت پڑھی:۔

"تاللہ لقد اٰثرک اللہ علینا وان کنا لخاطئین"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا:۔

اسے حضرت مسیح کے متعلق فرماتے ہیں۔ لیکن جب اس ترانہ کے مصنف حضرت سلیمانؑ نے خود ہی نام مبارک "محمدؐ" بھی فرما دیا۔ اور اُن کا پتہ دے دیا کہ وہ بائبل میں دس ہزار آدمیوں کے درمیان آویگا۔ تو اب ممدوح کا صحیح پتہ لگ جانے میں کوئی شبہ نہیں رہا۔ عبرانی لفظ "محمدیم" کا ترجمہ عشق انگیز سراپا غلط ہے:

شاید کوئی کہے۔ کہ اس پیشین گوئی سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دس ہزار فوج کے ساتھ خاص مکہ پر آنا ثابت نہیں ہوتا۔ اسلئے مکہ کا نام دکھلانے کے لئے دوسرا حوالہ ملاحظہ فرما دیں۔ کتاب استثناء ۳۳ باب ۲ ورس ہے "یہ وہ برکت ہے جو موسیٰ مرد خدا نے اپنے مرنے سے آگے بنی اسرائیل کو بخشی۔ اور اُس نے کہا۔ خداوند سینا سے آیا۔ اور شعیر سے اُن پر طلوع ہوا فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا۔ اور اُس کے دہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت اُن کے لئے تھی" سینا سے آنے سے موسیٰ اور شعیر سے خداوند کے آنے سے مراد حضرت عیسیٰ ہیں۔ باقی پیشگوئی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت ہے جو دس ہزار صحابہ کے ساتھ فاران کے پہاڑ سے فاران والوں پر جلوہ گر ہوئے تھے۔ آتشی شریعت سے مراد نورانی اور آسمانی شریعت ہے۔ کیونکہ موسیٰ نے آگ میں سے خدا کا کلام سُنا تھا۔ ان کی لئے سے مراد یہ تھی۔ کہ اہل مکہ فتح مکہ کے وقت مسلمان ہو گئے:

لا تثریب علیکم الیوم ۔ یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین ؛

اس وقت ابو سفیان نے عجب جوش و نشاط سے یہ اشعار پڑھے :۔

لعمرک انی حین احمل رایة	قسم ہے کہ جن دنوں میں نشان جنگ اسلئے اٹھایا کرتا تھا ؛
لتغلب خیل اللات خیل محمد	کہ لات (بت کا نام ہے) کا لشکر محمد کے لشکر پر غالب آجاے ؛
لکالمدلج الحیران اظلم لیلة	ان دنوں میں اس خارپشت جیسا تھا جو اندھیری رات میں ٹکریں کھاتا ہو
فھذا اوانی حین اھدی فاھتدی	اب وہ وقت آگیا۔ کہ میں ہدایت پاؤں۔ اور سیدھے رستے ہو جاؤں ؛
ھدانی ھاد غیر نفسی ودلنی	مجھے ہادی نے (نہ کہ میرے نفس نے) ہدایت دی ہے
الی اللہ من طردتہ کل مطرد	اور خدا کا رستہ مجھے اس شخص نے بتلایا ہے۔ جسے میں نے دھتکار دیا اور چھوڑ دیا تھا ؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں تم تو مجھے چھوڑتے ہی رہے تھے [۱] ؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش یہ تھی۔ کہ اہل مکہ کو اس آمد کی خبر نہ ہونے پائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا [۲] ؛

---

[۱] زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۴۱۳ ؛

[۲] صحیح بخاری عن ابن معقل کتاب المغازی ۔ فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۴۰ ۔ اب ملاحظہ کیجئے ملاکی نبی کی کتاب ۳ باب اور ۱ درس ۔ اور وہ خداوند جسکی تلاش میں تم ہو۔ ہاں عہد کا رسول جس سے تم خوش ہو۔ وہ اپنی ہیکل میں ناگہاں آوے گا دیکھو وہ یقیناً آوے گا ۔ رب الافواج فرماتا ہے ۔ ۲۔ پر اس کے آنے کے دن کون ٹھہر سکے گا۔ اور جب وہ نمود ہو گا۔ کون ہے ۔ جو کھڑا رہے گا ؛

اس الہامی عبارت سے ثابت ہے۔ کہ رسول معہود و موعود کا انتظار اسکی علامات معلوم کرنیکا شوق سب کو لگا ہوا تھا۔ اور انبیاء سلف اپنا فرض سمجھتے تھے کہ اسکی علامات بیان کردیں۔ ملاکی نبی کی کتاب عہد نامہ قدیم کی سب سے آخری کتاب ہے۔ اس لئے اس پیشگوئی کے مصداق یا تو حضرت مسیح ہو سکتے ہیں۔ یا ہمارے دعویٰ کے موافق حضرت محمد رسول اللہ ۔ مسیح علیہ السلام بوجوہات ذیل اس پیش گوئی کے مصداق نہیں ؛

(۱) متی نے اس پیشگوئی کو حضرت مسیح کی بابت نہیں بتلایا۔ حالانکہ انہوں نے مسیح کی پیشگوئیوں کو انجیل میں جمع کر دیا ہے

(۲) قدیم مصنفین میں سے اور کسی فاضل عیسائی نے بھی اسے مسیح کی بابت نہیں کہا ؛

(۳) مسیح کو سب عیسائی ابن اللہ کہتے ہیں۔ نہ کہ رسول ؛

(۴) ہیکل میں دشمن ان کے سامنے مغلوب نہیں ہوئے۔ بلکہ دشمنوں نے مسیح کو مغلوب کر لیا ؛

نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر یہ پیشگوئی بوجوہات ذیل صادق آتی ہے :۔

کہ جب آنحضرت مکہ تک پہنچکر باہر خیمہ زن ہو گئے۔ اور اہل مکہ کو باخبر کرنے کے لیے لشکر میں الاؤ روشن کرنے کا حکم دیا۔ تب اُن کو خبر ہوئی؛

دوسری صبح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا۔ کہ فوج مختلف راستوں سے شہر میں داخل ہو اور ان احکام کی پابندی کرے؛

فوج کو ہدایت اور احکام رحم

(۱) جو کوئی شخص ہتھیار پھینک دے۔ اُسے قتل نہ کیا جائے؛

(۲) جو کوئی شخص خانہ کعبہ کے اندر پہنچ جائے۔ اُسے قتل نہ کیا جائے؛

(۳) جو کوئی شخص اپنے گھر کے اندر بیٹھ رہے۔ اُسے قتل نہ کیا جائے؛

(۴) جو کوئی شخص ابوسفیان کے گھر جا رہے۔ اُسے قتل نہ کیا جائے؛

(۵) جو کوئی شخص حکیم بن حزام کے گھر جا رہے۔ اُسے قتل نہ کیا جائے؛

(۶) بھاگ جانے والے کا تعاقب نہ کیا جائے؛

(۷) زخمی کو قتل نہ کیا جائے؛

(۸) اسیر کو قتل نہ کیا جائے؛

شہر میں داخل ہونے والے دستوں میں سے صرف اُس دستہ کا جو خالد بن ولید رض کے ماتحت تھا۔ کچھ مقابلہ ہوا جس میں اہل مکہ کو بھاگنا پڑا۔ باقی سب دستے بلا مزاحمت شہر میں داخل ہو گئے۔ مقابلہ میں ۲ مسلمان ۲۰ مقابل کام آئے؛

(۱) "اپنی ہیکل" کا لفظ موجود ہے۔ اِس سے ظاہر ہے۔ کہ وہ اس مکان کی طرف آئیگا۔ جسے ہیکل ہونیکا درجہ خود اُسی نے بخشا ہو۔ چنانچہ کعبہ کو آنحضرت نے ہی "قبلہ" قرار دیا تھا۔ اور فتح مکہ سے قریباً سات برس پہلے قرار دیچکے تھے؛

(۲) "ناگہاں آویگا" خود آں حضرت کی دعا یہ تھی۔ اللھم اضرب علی اذانھم حتی نبغتھم بغتۃ (بلاذری) اور ایسا ہی ہوا؛

(۳) لفظ رب الافواج بطور براعت الاستہلال ہے۔ کہ وہ اس وقت فوجوں کے ساتھ ہوگا؛

(۴) اہل مکہ میں سے کوئی بھی مقابلہ میں نہ ٹھہر سکا تھا؛

(۵) لفظ عہد کا رسول انہی معنوں میں ہے جس میں لفظ وہ نبی یوحنا بپتسمہ دینے والے (یحییٰ نبی) نے استعمال کیا ہے۔ اور مسیح نے انکار کیا۔ کہ میں وہ نبی نہیں ہوں۔ دیکھو یوحنا باب ۱ درس ۲۱؛ +

خدا کا برگزیدہ رسولؐ جس وقت (۲۰-رمضان) شہر میں داخل ہوا اس وقت سر جھکائے[۵۱]
قرآن مجید (سورۃ الفتح) کی تلاوت فرما رہا تھا۔ اور اونٹ کی سواری پر بیت اللہ[۵۲] کو جا رہا تھا
اونٹ پر اپنے ساتھ اپنے آزاد کردہ غلام زید کے فرزند اُسامہ رضی اللہ عنہما کو سوار کیا ہوا تھا۔ وہاں
پہنچکر پہلے خدا کے گھر کو بتوں سے پاک کیا۔ اس وقت بیت اللہ کے گرداگرد ۳۶۰ بُت رکھے
ہوئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کمان کے گوشے (یا چھڑی کی نوک) سے ہر ایک بُت کو
گراتے جاتے تھے۔ اور زبان مبارک سے یہ پڑھ رہے تھے:۔

(۱) جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ (بنی اسرائیل ع ۹)
(۲) جاء الحق وما یبدئ الباطل وما یعید[۵۳]۔ (سبا۔ ع ۶)

اِس کام سے فارغ ہو کر عثمان بن ابی طلحہ کو طلب فرمایا۔ ان کے خاندان میں مدت سے
کعبہ کی کلید برداری چلی آتی تھی۔

ابتدائے ایام نبوت میں ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی عثمان سے فرمایا تھا کہ
بیت اللہ کھول دو۔ اس نے انکار کیا تھا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا تھا۔ اچھا۔ تم دیکھ لینا۔ کہ ایک دن
یہ کلید میرے ہاتھ میں ہوگی۔ اور میں جسے چاہوں گا۔ اُسے عطا کرونگا۔ عثمان نے جواب دیا تھا

---

۵۱ اہل حکومت ایسی فتوحات کے موقع پر بڑی طمطراق سے مفتوح شہر میں داخل ہوا کرتے ہیں؛

۵۲ بخاری عن عبداللہ بن مغفل۔ اب یسعیاہ نبی کی کتاب باب ۲۱ درس ۷ دیکھو جس میں ایک گدھے کے سوار اور ایک اونٹ کے سوار کا ذکر بطور پیشگوئی کیا گیا ہے۔ گدھے کے سوار حضرت مسیحؑ ہیں۔ اور اونٹ کے سوار محمد رسول اللہ (دونوں پر خدا کا درود ہو) ہر دو کے حالات کا مقابلہ کرو حضرت مسیحؑ بیت ایل (بیت المقدس) میں گدھے پر سوار ہو کر گئے۔ دکانداروں۔ کبوتر فروشوں وغیرہ کو وہاں سے نکالا۔ اور خدا کے گھر کو مقدس ٹھہرایا۔ محمد مصطفٰےؐ بیت اللہ میں اونٹ پر چڑھ کر گئے۔ اور بتوں کو وہاں سے نکالا۔ ان ہر دو مقدسین نے یسعیاہ نبی کی پیشگوئی کو سچا ٹھہرایا۔"

حضرت مسیح اور جناب محمد رسول اللہ کے کاموں کی مماثلت۔

۵۳ بخاری عن عبداللہ بن مسعود۔ پہلی اور دوسری آیت میں بت پرستی کو باطل بتلا کر یہ بھی اظہار فرمایا ہے۔ کہ اب اس گھر میں بُت نہ رکھے جاوینگے۔ چودھویں صدی گزر رہی ہے اور اس پیشگوئی کی صداقت آشکارا ہو رہی ہے۔ جو نبی باعلام ربانی ایسی زبردست اور واضح پیشگوئیوں کا اظہار فرماتا تھا۔ اُس کے برگزیدہ اور صادق ہونے میں کیونکر کوئی شخص شبہ کر سکتا ہے؛ +

کہ گیا اُس روز قریش کے سب ہی مرد ذلیل و تباہ ہو جائینگے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ کہ وہ اور بھی زیادہ عزت و اقبال سے ہونگے؛

اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کلید لے کر بیت اللہ کا دروازہ کھولا۔ اندر جا کر ہر ایک گوشے میں اللہ اکبر کے ترانے لگائے۔ اور پھر نماز شکرانہ پڑھتے ہوئے نہایت عجز و نیاز سے رب العزت کے سامنے پیشانی کو خاک پر رکھ کر سجدہ کیا؛

اسی عرصہ میں مکہ کے وہ سب سردار اور سب بڑے بڑے لوگ جمع ہو گئے تھے۔ جنہوں نے

(۱) بیسیوں مسلمانوں کو قتل کیا تھا۔ یا کرایا تھا؛

(۲) سینکڑوں مسلمانوں کو اذیت دے دے کر گھر بار سے نکالا تھا؛

(۳) دین اسلام کو تباہ کرنے اور مسلمانوں کو برباد کرنیکے لئے حبش۔ شام۔ نجد اور یمن تک کے سفر کئے تھے؛

(۴) جنہوں نے بارہا مدینے پر حملے کر کے مسلمانوں کو (تین سو میل پرے چلے جانیکے بعد بھی) چین سے نہیں رہنے دیا تھا؛

یعنی وہ سب لوگ جو مسلمانوں کے فنا کرنے میں زر سے۔ مال سے۔ زور سے۔ تدبیر سے ہتھیار سے۔ تزویر سے اپنا سارا زور لگا چکے تھے۔ اور انہی ناپاک کوششوں میں اکیس ۲۱ سال تک برابر منہمک رہے تھے؛

خدا کا رسول جسے خدا نے تمام مخلوق کے واسطے رحمت بنایا جب عبادت سے فارغ ہو کر باہر رونق افروز ہوا تو حضرت عباسؓ (عم رسولؐ) نے عرض کی۔ کہ کلید بیت اللہ بنی ہاشم کو عطا فرمائی جائے؛

حق بحقدار	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نہیں۔ الیوم یوم البر و الوفا۔ (آج کا دن تو

سلوک کرنے پورے عطیات دینے کا ہے) پھر عثمان کو بلایا۔ اُسی کو کلید مرحمت فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا۔ کہ جو کوئی تم سے یہ کلید چھینے گا وہ ظالم ہوگا؛

فتح کے بعد نبی صلعم کی تقریر مفتوحین اور دشمنوں کے سامنے	اب رحمۃ للعالمین اس گردن زدنی و کشتنی جماعت کی جانب متوجہ ہوئے۔ اور زبان مبارک سے فرمایا:-

یامعشر قریش- ان اللہ قد ذهب عنکم نخوۃ الجاهلیة وتعظمها بالآباء- الناس من آدم وادم خلق من تراب-
(ثم تلا رسول اللہ صلعم) یا ایها الناس انا خلقناکم من ذکر وانثی وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم-
اذهبوا فانتم الطلقاء لا تثریب علیکم الیوم [۵۱]؛

اے جماعت قریش- خدا نے تمہاری جاہلانہ نخوۃ اور آباواجداد پر اترانے کا غرور آج توڑ دیا- (سچ تو یہ ہے) سب لوگ آدم کے فرزند ہیں اور آدم مٹی سے بنایا گیا تھا- خدا فرماتا ہے- لوگو! ہم نے تمکو ایک مرد وعورت سے پیدا کیا ہے- اور گوت اور قبیلے سب پہچان کے لیئے بنادیئے ہیں- اور خدا کے ہاں تو اسکی زیادہ عزت ہے- جس میں تقویٰ زیادہ ہے؛
پھر فرمایا- جاؤ- تم آزاد ہو- اور تم پر آج کوئی مواخذہ نہیں؛

اسلام لانے والوں سے بیعت اس کی شرائط-

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر بیٹھ کر مسلمان ہونے والوں کی بیعت قبول فرمائی- اس موقعہ پر عمر فاروق ایک ایک شخص کو پیش کرتے تھے [۵۲]؛

بیعت کرنے والے کو مندرجہ ذیل باتوں کا اقرار کرنا پڑتا تھا:-

(۱) میں خدا کے ساتھ کسی کو بھی اسکی ذات میں- صفات میں- اور استحقاق عبادت واستعانت میں شریک نہ کرونگا؛

(۲) میں چوری نہ کرونگا؛ زنا نہ کرونگا- خون ناحق نہ کرونگا؛ لڑکیوں کو جان سے نہ مارونگا؛ کسی پر بہتان نہ لگاؤنگا؛

(۳) میں امور حق میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بقدر استطاعت کرونگا [۵۳]؛

---

۵۱ طبری؛ ۵۲ طبری؛

۵۳ طبری- اس بیعت کے الفاظ کو جو اقبالمندی اور عروج میں لوگوں سے کہلوائے گئے- بیعت عقبہ اولیٰ کے الفاظ سے (جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اندھیری رات کے پردہ میں شہر سے باہر جاکر اہل مدینہ سے کہلوائے تھے) ملاکر دیکھو- کہ ذرا بھی فرق نہیں معلوم ہوگا- یہی کسوٹی آنحضرت کی اعلیٰ شان کو ظاہر کرتی ہے؛ +

عورتوں سے مزید اقرار بیعت

عورتوں سے مزید اقرار یہ بھی لیئے جاتے تھے،

کسی کے سوگ میں مُنہ نہ نوچیں گی، تپانچوں سے چہرہ نہ پیٹیں گی، نہ سر کے بال کھسوٹینگی، نہ گریبان چاک کرینگی، نہ سیاہ کپڑے پہنیں گی۔ اور نہ قبر پر سوگواری میں بیٹھینگی،

عورتوں سے بیعت لینے کا طریق

عورتوں سے بیعت لینے کا طریق یہ تھا، کہ پانی کے باسن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنا ہاتھ ڈال کر نکال لیتے، پھر بیعت کرنے والی اسی باسن میں اپنا ہاتھ ڈالتی، دوسرے مواقع پر صرف اقرار زبانی لے کر ہی تکمیل بیعت فرمایا کرتے،

فتح سے دوسرے دن کا ذکر ہے، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کا طواف کر رہے تھے فضالہ بن عمیر نے موقعہ دیکھ کر ارادہ کیا۔ کہ آنحضرت کو قتل کر ڈالے۔ جب وہ اس ارادہ سے قریب پہنچا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "کیا فضالہ آتا ہے؟"

فضالہ بولا۔ "ہاں"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم اپنے دل میں ابھی کیا ارادہ کر رہے تھے،

فضالہ نے کہا "کچھ نہیں میں تو اللہ اللہ کر رہا تھا،

نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ سُن کے ہنس پڑے۔ اور فرمایا۔ اچھا تم اپنے خدا سے اپنے لیئے معافی کی درخواست کرو، یہ فرما کر اپنا ہاتھ بھی اُس کے سینہ پر رکھ دیا،

فضالہ کا بیان ہے۔ کہ ہاتھ رکھدینے سے مجھے بڑی اطمینان قلب حاصل ہوئی۔ اور آنحضرۃ کی محبت اس قدر میرے دل میں پیدا ہوگئی۔ کہ حضورؐ سے بڑھ کر کوئی بھی محبوب نہ رہا،

میں یہاں سے گھر کو واپس چلا۔ راستہ میں میری معشوقہ ملی، جسکے پاس میں بیٹھا کرتا تھا، اُس نے کہا۔ فضالہ۔ ایک بات سُنتے جاوُ،

مینے جواب دیا۔ نہیں نہیں، خدا اور اسلام ایسی باتوں سے مجھے منع کرتے ہیں[۱]،

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سیرت کا بیان نامکمل رہ جائیگا۔ اگر عفو تقصیرات کا جو مکہ میں فرمائی گئیں، ذکر نہ کیا جائے۔ واضح ہو۔ کہ مکہ میں داخل ہونے سے پہلے تمام فوج کو ہدایت کر دگئی

[۱] زاد المعاد صفحہ ۴۱۰ جلد ۱،

تھی۔ کہ کسی شخص پر حملہ نہ کریں لیکن چار مرد۔ دو عورتیں[1] جو اپنے سابقہ جرائم کی وجہ سے واجب القصاص تھے۔ اعلان کر دیا گیا تھا۔ کہ ان کو قتل کر دیا جائے؛

اِن چار مردوں میں سے صرف ابن خطل قتل کیا گیا۔ یہ پہلے مسلمان ہو چکا تھا۔ ایک روز اس نے اپنے غلام کو اِسلئے قتل کر دیا۔ کہ وقت پر کھانا تیار نہیں کیا تھا۔ قتل کے بعد مکہ بھاگ آیا تھا۔ باقی تین عکرمہ بن ابوجہل۔ ہبار بن الاسود۔ اور عبداللہ بن ابی سرح کو معافی دی گئی

۱۔ عکرمہ علاوہ ازیں کہ ابوجہل کا بیٹا تھا۔ اور بارہا مسلمانوں سے جنگ کر چکا تھا۔ اب حال میں بھی بنو خزاعہ کو جو مسلمانوں کے حلیف تھے۔ تباہ کرنے کا باعث یہی تھا؛

۲۔ ہبار نے سیدہ زینب بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ جبکہ وہ مکہ سے مدینہ کو ہودج میں بیٹھی جا رہی تھیں۔ نیزہ مارا؛ اور کجاوہ گرا دیا تھا؛ اس صدمہ سے اُن کا حمل ساقط ہو گیا؛ اور بالآخر اسی صدمہ سے انہوں نے وفات پائی تھی؛

۳۔ عبداللہ بن ابی سرح کہنے لگا تھا۔ کہ وحی تو میرے پاس آتی ہے۔ اور محمد تو مجھ سے سُن کر لکھوا دیتے ہیں؛

اللہ اکبر۔ ایسے مجرمین پر رحم فرمانا۔ نبی الرحمۃ ہی کا کام ہے؛

دو عورتوں میں سے ایک عورت کو جو قتل عمد کا ارتکاب کر چکی تھی۔ سزا ر قصاص دی گئی تھی؛ معافی پانے والوں میں ہندہ زوجہ ابوسفیان بھی ہے؛ اِس عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کا کلیجہ سینہ سے نکال کر دانتوں سے چبایا؛ اُن کی ناک۔ کان کو کاٹ کر۔ تاگے میں پرو کر گلے کا ہار بنایا تھا؛

وحشی کو بھی معافی دی گئی جس نے امیر حمزہ (اسد اللہ و رسولہ) کو دھوکے سے مارا تھا اور پھر نعش کو بے حرمت کیا تھا؛

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے؛ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح[2] نہیں کیا تھا۔ بلکہ

---

[1] سنن ابوداؤد عن سعد؛ + [2] علماء میں بھی اختلاف ہے کہ مکہ فتح ہوا۔ یا صلح سے اُس پر قبضہ ہوا؛ +

خلق محمدی۔ اور عفو و رحم مصطفوی نے اہل مکہ کے دلوں کو فتح کر لیا تھا؛

فتح کے بعد غنیمت کے طور پر کفار کے مال و جنس پر قبضہ کرنیکا تو کیا ذکر ہے؛

مہاجرین مسلمان جو مکہ ہی سے اُجڑ کر گئے تھے؛ اُن کے گھروں پر کفار نے قبضہ کر لیا تھا؛ اب ان مسلمانوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی جائدادوں کے واپس دلائے جانے کی درخواست کی؛ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس درخواست کو بھی نامنظور فرما دیا[1]۔ گویا حضور کا مدعا یہ تھا؛ کہ یہ جن چیزوں کو تم خدا کے لئے چھوڑ چکے۔ اب اُن کی واپسی کا کیوں سوال کرتے ہو؛

فتح مکہ کا بیان (جسکے ضمن میں انبیاء گزشتہ کے کئی صحیفوں کی پیشگوئیاں مندرج ہیں) ختم کرنے سے پیشتر میں ناظرین کو ایک اور زبردست پیشگوئی پر توجہ دلاتا ہوں؛

قرآن مجید میں سورۂ یوسف ہے جسکا نزول مکہ میں ہوا تھا۔ اس سورۃ کے آخر میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ ذٰلك من انباء الغيب نوحيه اليك ۔ یہ غیب کی خبریں ہیں جسکی وحی تیری اوپر بھیجی جاتی؛ اب ناظرین حضرت یوسف علیہ و علی آبآئہ السلام (جو الکریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم کے خطاب سے مخاطب ہیں) کے حالات سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم کے حالات کی مماثلت معلوم کریں؛

(۱) حضرت یوسفؑ پر بوجہ اُن کے روحانی کمالات کے اُن کے بھائیوں نے حسد کیا؛ اسی طرح نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر بھی آپ کے بھائیوں نے حسد کیا؛

(۲) حضرت یوسف علیہ السلام چاہ کے اندر رہے؛ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غار کے اندر؛

(۳) حضرت یوسف علیہ السلام نے چند سال زندان میں بسر کئے تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند سال شعب ابی طالب میں محصور ہو کر کاٹے تھے؛

(۴) حضرت یوسف علیہ السلام کو وطن سے باہر مصر میں جاکے جاہ و جلال ملا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وطن سے باہر مدینہ میں جاکے کامیابی ہوئی؛

(۵) حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے قحط کے دنوں میں اُنکے بھائی التجا لے کے گئے آنحضرتؐ

[1] زاد المعاد جلد اول صفحہ ۳۲۰؛

کے سامنے بھی حضورؐ کے بھائیوں نے ایسی درخواست پیش کی۔ صحیح بخاری باب الاستقاء میں ہے۔ کہ جب مکہ میں قحط شدید پڑا۔ تو ابوسفیان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا کہا "یا محمد جئت تامر بصلۃ الرحم۔ فادع اللہ لنا۔" محمدؐ آپ تو اپنی تعلیم میں رحم اور قرابتداروں سے سلوک کا حکم دیا کرتے ہیں۔" دیکھ ہم قحط سے مر رہے ہیں۔ دعا کیجئے۔ کہ یہ مصیبت ٹلے"۔ اور آنحضرتؐ کی دعا سے قحط رفع ہوا تھا۔

(۶) حضرت یوسفؑ نے مصر سے کنعان کو اپنے بھائیوں کے لیے غلہ بھجوایا۔ اور آنحضرتؐ نے واثلہ بن اثال کو حکم دے کر نجد سے مکہ میں غلہ بھجوایا تھا۔

(۷) حضرت یوسفؑ کی عظمت کو بالآخر اُن کے بھائیوں نے تسلیم کیا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو بھی اُن کے بھائیوں کو بالآخر تسلیم کرنا پڑا تھا۔

(۸) حضرت یوسفؑ نے اپنے ایذا دہندہ بھائیوں کے لیے یغفر اللہ لکم کی دعا فرمائی تھی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی۔ اپنے چچیرے بھائی ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب اور عبداللہ بن امیہ کو جنہوں نے برسوں حضورؐ کو ستایا تھا۔ اسی دعا سے شادکام فرمایا تھا۔

(۹) حضرت یوسف علیہ السلام کے علو مرتبت کا اظہار اُن کے والد یعقوب علیہ السلام نے کیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر فتح مکہ کے دن حضورؐ کے چچا عباسؓ (جن کو حدیث میں "صنو اب" مثل پدر فرمایا گیا ہے) ایمان لائے تھے۔

(۱۰) حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو لا تثریب علیکم الیوم کہہ کر معاف فرمایا تھا۔ اور آنحضرتؐ نے اپنے بھائیوں کو جنہوں نے ہزارہا اذیتیں دی تھیں اسی کلمہ طیبہ سے خورسند فرمایا تھا۔

چونکہ ان سب حالات کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں دی گئی تھی۔ اور سورہ یوسف کا اعلان مکہ ہی میں منکروں کے اندر ہو چکا تھا۔ جسکا ظہور اتم فتح مکہ تک ہو گیا۔ اسلئے سورہ مذکور کو بھی فتح مکہ سے مناسبت خاص ہے۔ اور تمام سورہ آنحضرتؐ کے لیے پیشگوئی کا حکم رکھتی ہے۔

فتح مکہ کے نتائج۔ اسلام میں بکثرت داخل ہونیکی وجوہات

فتح مکہ کے بعد (جو صلح او معافی سے ہزار درجہ بڑھکر ہے) اسلام لانے والوں کی تعداد کثیر درکثیر ہوگئی تھی۔ اسکے چند اسباب ہیں:۔

(۱) بہت سے قبائل اسلام سے اسلئے رکے ہوئے تھے۔ کہ وہ قریش کے ہم عہد تھے اور اسلام لانا بمنزلہ عہد شکنی کے تھا۔

(۲) بہت سے قبائل اسلام سے اسلئے رُکے ہوئے تھے۔ کہ وہ قریش کے مقابلہ میں بہت کمزور تھے۔ مگر اُن کے تعلقات یا رشتہ داری قریش کے ساتھ وابستہ تھے۔ اور اُن کا خیال تھا۔ کہ اسلام لانے سے وہ تعلقات بھی منقطع ہو جائینگے۔ اور یہ لوگ قریش کے غیظ وغضب کے مورد بھی بن جائیں گے۔

(۳) بہت سے قبائل دیکھ رہے تھے۔ کہ مسلمانوں کا مکہ پر قابض ہو جانا ہی صحیح نشان اُنکی صداقت کا۔ اور مقبول خدا ہونیکا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ سینکڑوں سال سے قومی روایات اُن میں چلی آتی تھیں۔ کہ مکہ پر کوئی ایسا شخص فتح نہیں پا سکتا جسکے ساتھ رب العالمین کی نصرت و تائید نہ ہو۔

فیقولون اترکوہ وقومہ فانہ ان ظہر علیھم فھو نبی صادق۔

(صحیح بخاری عن عمرو بن سلمہ پ ۱۷)

"وہ قبائل کہا کرتے تھے۔ کہ اسے اپنی قوم سے سلجھ لینے دو۔ اگر وہ اپنی قوم پر غالب آگیا۔ تو ضرور سچا نبی ہے"۔

(۴) متعدد مختلف قبائل میں بہتیرے بوڑھے ایسے موجود تھے۔ جنہوں نے فاتح یمن ابرہہ حبشی کے چالیس ہزار[۱] لشکر جرار کو مکہ پر حملہ آور ہوتے دیکھا تھا۔ اس لشکر میں ہاتھی بھی تھے۔ اور

[۱] فرنچ پروفیسر سیڈیو نے اپنی کتاب خلاصۂ تاریخ العرب صفحہ ۲۳ میں لشکر حبش کی تعداد چالیس ہزار تحریر کی ہے اور لکھا ہے کہ جنرل ابرہۃ الاشرام نے (جو یمن میں نجاشی کا نائب السلطنت بھی بن گیا تھا) صنعا میں ایک گرجا تعمیر کیا تھا جسکی عمارت نہایت عجیب تھی۔ وہ چاہتا تھا۔ کہ عرب کا سارا ملک اس گرجا کے سالانہ حج کو آیا کرے جیسا کہ کعبہ کے حج کو جاتے ہیں جب اسکو دیگر تدابیر میں کامیابی نہ ہوئی۔ تب کعبہ کے گرانے کو آیا تھا۔ عبداللہ بن زبعری شاعر قدیم اپنے قصیدہ میں اس واقعہ کی بابت کہتا ہے

واسئل امیر الجیش عنا ما رای + ولسوف ینبی الجاھلین علیمھا + ستون الفا لم یوبوا ارضھم بل لم یعش بعد الایاب سقیمھا + "ذرا پوچھو۔ کہ آرمی کے جنرل نے کیا کچھ دیکھا۔ جسے خبر ہے وہ بیخبروں کو بتلادیگا کہ ساٹھ ہزار میں سے کوئی بھی اپنے ملک کو زندہ نہ گیا تھا۔ اور اگر کوئی مرتا پڑتا واپس گیا بھی۔ تو وہ بھی نہ بچا تھا"۔
چونکہ پروفیسر سیڈیو نے لکھا ہے کہ جنرل ریاط (Aryat) ستر ہزار فوج لے کر ۵۲۵ء میں آیا تھا۔ اسلئے عجیب نہیں کہ عربی شاعر کا بیان تعداد فوج کے متعلق صحیح ہو۔ اور اشرم جو ریاط کا نائب و قاتل ہے۔ یمن میں دس ہزار فوج چھوڑ کر ساٹھ ہزار فوج مکہ پر لایا ہو۔ +

ابرہہ کی خاص سواری کا ہاتھی محمود[۵۱] نسل کا تھا۔

اِن بوڑھوں نے اپنی آنکھ سے آج سے ساٹھ برس[۵۲] پیشتر ان حبشیوں کو مکہ پر حملہ کرتے بھی دیکھا۔ اور یہ بھی دیکھا تھا۔ کہ اہل مکہ اُن کے ڈر سے گھر بار کو چھوڑ کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر جا رہے تھے۔ اور شہر میں ایک بھی شخص حملہ آور فوج کا مقابلہ کرنے والا نہ رہ گیا تھا۔ بااین ہمہ انہوں نے دیکھا تھا۔ کہ فوج خستہ و برباد ہوئی۔ اور سردار فوج باحال تباہ و خراب ایسی حالت میں بھاگا کہ نہ فوج ساتھ تھی۔ نہ ہاتھی۔ بلکہ سب کے لاشے مکہ سے چار کوس پرے سڑ رہے تھے۔

اِن بوڑھوں کو اب تک عبد مناف اور ابرہہ کی گفت و کلام بھی یاد تھی۔ کہ جب ابرہہ کا لشکر مکہ کی سرحد پر آ اترا۔ تو انہوں نے اہل مکہ کے مویشی جو جنگل میں چر رہے تھے۔ پکڑ لیے۔ اُن میں عبد مناف کے بھی سو اونٹ تھے۔ عبد مناف ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا تھے۔ اور اُس وقت مکہ کے سردار وہی تھے۔ خوب لمبے۔ چوڑے۔ سُرخ و سفید۔ شکل سے امارت و رعب برستا تھا۔ یہ خود حبشیوں کے لشکر میں گئے۔ اور سردار فیل خانہ کی وساطت سے ابرہہ کو ملے۔ اُس نے تعظیم دی۔ برابر بٹھلایا۔ اور پوچھا۔ کہ کس طرح تشریف لائے۔

عبد مناف نے کہا۔ ہمارے مویشی آپ کی فوج نے پکڑ لیے ہیں۔ براہِ مہربانی اُنکے چھوڑ دینے کا حکم دیجیے۔

ابرہہ بولا۔ جب آپ آئے تھے۔ تو میرے دل میں آپ کی بڑی وقعت پیدا ہوئی تھی لیکن آپ کی باتیں سُن کر اب نہ وہ وقعت قایم رہی نہ عزت۔

عبد مناف نے پوچھا۔ یہ کیوں۔

ابرہہ بولا۔ دیکھو۔ میں اسلیئے آیا ہوں۔ کہ تمہارے اس عبادت خانہ کو گرا دوں۔ جسے تم سب سے زیادہ مقدس مکان سمجھتے ہو۔ اور جسکے سامنے میرے تعمیر کردہ کلیسیا کی وقعت اب تک عرب کی نگاہ میں کچھ بھی نہیں ہوئی۔ تم اپنے اُس مقدس مکان کے بچاؤ کا ذرا بھی ذکر نہیں کرتے۔ اور اپنے

۵۱ ہاتھیوں کی ایک عظیم الخلقت نوع تھی۔ جو اب دنیا سے ناپید ہو گئی ہے۔ انگریزی زبان میں اس نسل کا نام (Mammoth) ہے۔ عرب نے اسی کو معرب کرکے محمود بنا لیا ہے۔ از تاریخ الدول العرب۔

۵۲ ہمارے زمانہ ۱۹۱۲ء میں بھی فتح دہلی اور محاصرہ لکھنو کے سپاہی زندہ ہیں۔ بلکہ جنگ کریمیا کے دیکھنے والے بھی۔

مویشیوں کو اُس سے زیادہ قیمتی سمجھتے ہو۔

عبد مناف نے کہا۔ نہیں۔ میں مویشیوں کو اُس سے بڑھکر نہیں سمجھتا۔ بات یہ ہے۔ کہ میں مویشیوں کا مالک ہوں۔ اور مجھے اُن کی فکر ہے۔ اور اس گھر کا مالک ایک اور ہے۔ اُسے اپنے گھر کا خود ہی خیال ہوگا۔ مجھے اس فکر کی ضرورت نہیں۔

الغرض جب مسلمانوں کا مکہ پر ایسی کامیابی و آسانی کے ساتھ قبضہ ہوا۔ تو اسلام لانیوالوں کے سامنے سے معاہدات کی روک اُٹھ گئی۔ قریش کا دباؤ اور رعب بھی جاتا رہا۔ اور مسلمانوں کا مقبولِ خدا ہونا بھی اُنہوں نے اپنے مقرر کردہ معیار کے موافق دیکھ لیا۔ اور ان وجوہات سے اسلام لانے والوں کی کثرت ہوگئی۔

سب سے آخری اور چوتھی وجہ یہ ہے کہ اب اسلام کی حقیقت کے سمجھانے: اور اسلام کی تبلیغ کرنے میں واعظین اسلام کے سامنے کوئی روک ٹوک اور دقت باقی نہ رہی تھی۔ واعظ آزادی سے منادی کرتے تھے۔ سامعین آزادی و اطمینان سے وعظ سُنتے تھے۔ اور اسلام کی کشش کامل لوگوں کو اپنی جانب خود بخود کھینچ کھینچ لیتی تھی۔

ہوازن ثقیف کے حملے کی مدافعت
یا
جنگ حُنین۔ شوال ۸ھ

فتح مکہ ہوجانے سے ہوازن اور ثقیف کے قبیلوں نے جنگی حد مکہ سے ملتی تھی۔ سوچا۔ کہ اگر ہم مسلمانوں کو شکست دیدیں تو اہل مکہ کے جس قدر باغات و جاگیرات طائف میں ہیں۔ وہ بلا دغدغہ ہمارے ہوجائیں گے[1]۔ اور مسلمانوں سے بُت شکنی کے جرم کا انتقام بھی لیا جاسکے گا۔

اُنہوں نے بنی مضر و بنی ہلال کے قبیلوں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ اور چار ہزار بہادر لیکر مکہ کو روانہ ہوئے۔ اور وادی حُنین میں آ اُترے۔ انہوں نے اپنے سردار مالک بن عوف کے مشورہ سے اپنے زن و بچہ۔ مال و مواشی کو بھی ساتھ لے لیا تھا۔ مالک نے اس تدبیر کا یہ فائدہ بتلایا تھا کہ زن و بچہ۔ مال و مواشی کو چھوڑ کر کوئی شخص بھی میدان جنگ سے فرار نہیں اختیار کرے گا۔

---

[1] فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۶۳۔ +

یہ خبر سُن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی (جو کعبہ کے متصل اور حرم کی سرزمین پر جنگ کرنا مناسب نہ سمجھتے تھے) مکہ سے آگے بڑھے؛

اسلامی لشکر میں مکہ کے دو ہزار اشخاص اور بھی شامل ہو گئے تھے۔ اس تعداد میں نومسلم بھی شامل تھے؛ اور بُت پرست معاہد بھی۔ فوج کی مجموعی تعداد بارہ ہزار ہو گئی تھی؛ فوج کو اپنی کثرت پر غرور بھی ہو گیا تھا۔ اور اسی لیے وہ مراحل حزم و احتیاط سے دُور بھی تھی؛

دشمن نے ایک تنگ اور دشوار گزار درہ میں گھات لگائی اور اپنے تیر اندازوں کو وہاں بٹھلایا جب لشکر اسلام کا اگلا حصہ (جسمیں زیادہ تر طلقاءِ مکہ؛ یا ایسے لاابالی نوجوان تھے۔ کہ کسی کے پاس ہتھیار بھی نہ تھے؛ یا لڑائی کی ضرورت کے موافق نہ تھے) اُنکی زد میں بے خبر جا پہنچا۔ تو اُنھوں نے اتنے تیر برسائے کہ ان کو سراسیمہ ہو کے بھاگنے ہی کی سوجھی؛ قریباً ایک سو صحابہ[51] میدان میں کھڑے رہ گئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب چاروں طرف سے حملہ آوروں کو بڑھتے اور اپنے لشکر کو بھاگتے دیکھا۔ تو بے نظیر شجاعت و استقامت کا نمونہ دکھلایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر سے اُترے۔ اور یہ فرمانا شروع کیا:۔

۔ انا النبی لا کذب ۔ انا ابن عبد المطلب[52] ؛ ۔

میں نبی ہوں۔ اس میں ذرا بھی شبہ نہیں؛ میں عبد المطلب کا فرزند ہوں۔

مطلب یہ تھا کہ میرے صدق کا معیار کسی فوج کی شکست یا فتح نہیں ہے۔ بلکہ میری صداقت خود میری ذات سے ہوتی ہے؛

اب عباس عم نبی صلعم نے صحابہ کو مہاجرین و انصار کے پتہ سے بُلانا شروع کیا۔ وہ سب آواز سُنتے ہی کبوتروں کی ٹکڑی کی طرح ایک آواز پر ہی پلٹے[53]؛ اب فوج کی ترتیب از سرِ نو کی گئی؛ انصار و مہاجر کو آگے بڑھایا گیا غنیم اس حملہ سے بھاگ نکلا۔ اور دو حصوں میں منتشر ہو گیا؛

۵۱ مسلم عن براء بن عازب باب جنگ حنین۔

۵۲ صحیح بخاری عن براء۔ پ ۱۷؛

۵۳ صحیح بخاری عن ابن عباس؛

(۱) اُن کا سردار مالک بن عوف جنگی مردوں کو لے کر قلعہ طائف میں جا ٹھہرا۔

(۲) دوسرا گروہ جس میں اُن کے اہل و عیال تھے اور زر و مال تھا۔ اوطاس کی گھاٹی میں جا چھپا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قلعہ طائف کے محاصرہ کا حکم دیا۔ اور اوطاس کیطرف ابو عامر اشعری کو مامور فرمایا۔ ابو عامر نے وہاں پہنچ کر دشمن کے اہل و عیال اور زر و مال پر قبضہ کر لیا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اوطاس کا نتیجہ معلوم ہوا۔ تو قلعہ کا محاصرہ اُٹھا دینے کا حکم دیا۔ کیونکہ اِن لوگوں پر اہل و عیال کے جاتے رہنے کی بھاری مصیبت پڑ چکی تھی۔

اوطاس میں ۲۴ ہزار اونٹ۔ ۴۰ ہزار بکریاں۔ چار ہزار اوقیہ چاندی۔ اور چھ ہزار زن و بچہ مسلمانوں کے ہاتھ لگے تھے[۵۱]۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابھی میدان جنگ کے قریب ہی ٹھہرے ہوئے تھے۔ کہ قبیلہ ہوازن کے چھ سردار آئے۔ اور اُنہوں نے رحم کی درخواست پیش کر دی۔

یہ وہی لوگ تھے۔ جنہوں نے طائف میں نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر پتھر برسائے تھے۔ اور آخری مرتبہ وہاں سے زید رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیہوشی کی حالت میں اُٹھا کر لائے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں میں خود تمہارا انتظار کر رہا تھا۔ (اور اسی انتظار میں قریباً دو ہفتہ ہو گئے۔ کہ مال غنیمت کو تقسیم بھی نہ کیا گیا تھا[۵۲]) میں اپنے حصہ کے۔ اور اپنے خاندان کے حصہ کے قیدیوں کو بآسانی چھوڑ سکتا ہوں۔ اور اگر میرے ساتھ صرف انصار و مہاجر ہی ہوتے۔ تو سب کا۔

---

۵۱ یسعیاہ نبی کی کتاب ۴۹ باب ۲۸ درس دیکھو جس میں مکہ کی فتح اور جنگ حُنین کا ذکر۔ اور اس بھاری غنیمت کے ملنے کا بیان ہے۔ کتاب کے الفاظ یہ ہیں "اُٹھو۔ قیدار پر چڑھو۔ اور پورب کے لوگوں کو ہلاک کرو۔ اُن کے خیموں اور اُن کے گلّوں کو وے لے لیں گے۔ اور اُن کے سارے برتنوں۔ اور اُن کے اونٹوں کو وے اپنے لئے لیتے جائیں گے"۔ واضح ہو کہ قیدار پر چڑھائی سے مراد مکہ پر چڑھائی ہے۔ جہاں قریش فرزندان قیدار آباد تھے۔ اور پورب والوں سے مراد حُنین و طائف کے لوگ ہیں۔ دیکھو حُنین مکہ سے پورب کی طرف ہے۔

۵۲ صحیح بخاری عن مسور و مروان کتاب المغازی۔

چھوڑ دینا بھی مشکل نہ تھا۔ مگر تم دیکھتے ہو۔ کہ اس لشکر میں میرے ساتھ وہ لوگ بھی ہیں جو ابھی مسلمان نہیں۔ اِس لئے ایک تدبیر کی ضرورت ہے۔ تم کل نماز صبح کے بعد آنا۔ اور مجمع عام میں اپنی درخواست پیش کرنا۔ اُس وقت کوئی صورت نکل آئے گی۔ فرمایا تم خواہ مال کا واپس لینا پسند کرلو۔ یا اہل و عیال کا۔ کیونکہ حملہ آور لشکر کو خالی رکھنا دشوار ہے؛

دوسرے دن وہی سردار آئے اور انھوں نے مجمع عام میں اپنے قیدیوں کی رہائی کی درخواست نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی؛

بے نظیر فیاضی اور رحم

نبی الرحمۃ ؐ نے فرمایا۔ میں اپنے اور بنو عبدالمطلب کے قیدیوں کو بلا کسی معاوضہ کے رہا کرتا ہوں۔ انصار و مہاجرین نے کہا؛ ہم بھی اپنے قیدیوں کو بلا کسی معاوضہ کے آزاد کرتے ہیں؛ اب بنی سلیم و بنی فزارہ رہ گئے۔ اُن کے نزدیک یہ عجیب بات تھی۔ کہ حملہ آور دشمن پر (جو خوش قسمتی سے زیر ہو گیا ہو) ایسا رحم و لطف کیا جائے۔ اِس لئے اُنھوں نے اپنے حصہ کے قیدیوں کو آزاد نہ کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنھیں بلایا۔ ہر ایک قیدی کی قیمت چھ اونٹ قرار پائے۔ یہ قیمت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا کر دی؛ اور اس طرح باقی قیدیوں کو بھی آزادی دلا دی؛ پھر سب قیدیوں کو اپنے حضور سے لباس پہنا کر رخصت فرما دیا؛

دودھ پلائی کی بیٹی کی عزت

اِن قیدیوں میں دائی حلیمہ کی بیٹی شیما بنت الحارث بھی تھی؛ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دودھ کی بہن کو پہچانا؛ اور اُسکی نشست کے لئے اپنی چادر زمین پر بچھا دی؛ فرمایا اگر تم میرے پاس ٹھہرو۔ تو بہتر ہے۔ اور اگر قوم میں واپس جانا ہے۔ تو اختیار ہے۔ اُس نے واپس جانا چاہا۔ اور اُسے عزت و اکرام کے ساتھ اُسکی قوم میں بھیج دیا گیا؛

مخلصین کے اخلاص کا نمونہ

مال غنیمت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی جگہ تقسیم فرما دیا؛ عطیے کے بڑے بڑے حصے اُن لوگوں کو عنایت فرمائے تھے جو تھوڑے دن سے اسلام لائے ہوئے تھے؛ انصار کو جو نہایت مخلصین تھے۔ اُس میں سے کچھ بھی نہ دیا تھا؛ فرمایا؛ انصار کے ساتھ میں خود ہوں لوگ مال لے کر اپنے اپنے گھر جائینگے۔ اور انصار نبی اللہ کو ساتھ لیکر اپنے گھروں میں داخل ہونگے؛

انصار اس فرمودہ پر اتنے خوش تھے کہ مال والوں کو یہ مسرت حاصل نہ تھی؛ ؎

دو شاہد اند مرا خیبر و حنین کہ تو ✤ دہی بجود ہر آنچہ بہ تیغ بستانی

فصل

۲

یہودیوں کی شرارتیں، عہد شکنی، حملے، اور مسلمانوں کی مدافعتیں؛

لفظ یہود سے اگرچہ صرف وہی ایک قبیلہ مراد ہونا چاہیے، جو یہودا ابن یعقوب کی نسل سے تھا؛ لیکن اصطلاحاً بنی اسرائیل کے بارہ قبائل ہی کا قومی نام یہی پڑ گیا ہے؛ بنی اسرائیل اپنے ابتدائی زمانہ میں خدا کی مقبول اور برگزیدہ قوم تھی، لیکن آخر میں وہ خدا سے اس قدر دور ہوتے گئے۔ کہ خدا کے غضب کے مستحق ٹھہرے؛

حضرت مسیح جیسے رحم دل نے ان کی حالتوں کو دیکھ کر انہیں سانپ اور سانپ کے بچے تبلایا تھا؛ اور یہ بھی خبر دی تھی۔ کہ خدا کی بادشاہت اس قوم سے لی جا کر ایک دوسری قوم کو دیدی جاوے گی؛ جو اسکے اچھے پھل لائے؛[لہ]

جب اس بشارت کے ظہور کا وقت آگیا؛ اور محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی بہترین تعلیم کی تبلیغ شروع کی؛ تو یہود نے سخت پیچ و تاب کھایا؛ اور آخر یہی فیصلہ کیا کہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بھی ویسا ہی ظلم و ستم کا آماجگاہ بنایا جائے۔ جیسا کہ مسیح کو بنا چکے تھے؛

یہود اگرچہ ہجرت کے پہلے ہی سال معاہدہ کر کے امن عامہ کا پیمان باندھ چکے تھے؛ لیکن فطری شرارت نے زیادہ دیر تک چھپا رہنا پسند نہ کیا؛ معاہدے سے ڈیڑھ سال ہی کے بعد شرارتوں کا آغاز ہو گیا؛

یہود کی پہلی شرارت۔ بلوہ قتل اور اخراج بنو قینقاع

جب مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر کی جانب گئے ہوئے تھے۔ انہی دنوں کا ذکر ہے کہ ایک مسلمان عورت بنو قینقاع کے محلے میں دودھ

لہ متی ۲۱ باب ۴۳ و ۴۴؛

بیچنے گئی۔ چند یہودیوں نے شرارت کی۔ اور اُسے سرِ بازار برہنہ کردیا۔ عورت کی چیخ پکار سُن کر ایک مسلمان موقعہ پر جا پہنچا۔ اُس نے طیش میں آکر فساد انگیز یہودی کو قتل کردیا۔ اسپر سب یہودی جمع ہو گئے۔ اس مسلمان کو بھی مار ڈالا۔ اور بلوہ بھی کیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر سے واپس آکر یہودیوں کو اس بلوہ کے متعلق دریافت کرنے کے لیئے بلایا۔ انہوں نے معاہدہ کا کاغذ بھیجدیا۔ اور خود جنگ پر آمادہ ہو گئے۔ یہ حرکت اب بغاوت تک پہنچ گئی تھی۔ اسلیئے اُن کو یہ سزا دی گئی کہ مدینہ چھوڑ دیں اور خیبر میں جا آباد ہوں۔

یہود کی دوسری شرارت۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش۔ یا جلاء بنو نضیر۔

قریش کی پہلی سازش کے عنوان میں لکھا جا چکا ہے۔ کہ قریش نے مدینہ کے بُت پرستوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کرنے کی بابت خط لکھا تھا۔ مگر آنحضرت کی زیرکی و دانائی سے انکی یہ تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ اب بدر میں شکست پانے کے بعد قریش نے یہود کو پھر لکھا۔ کہ "تم جائدادوں اور قلعوں کے مالک ہو۔ تم محمد سے لڑو۔ ورنہ ہم تمہارے ساتھ ایسا اور ایسا کرینگے۔ تمہاری عورتوں کی پازیبیں تک اُتار لینگے"۔ اِس خط کے ملنے پر بنو نضیر نے عہد شکنی کا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فریب کرنیکا ارادہ کرلیا۔[۵]

سنہ ۴ ہجری کا ذکر ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک قومی چندہ فراہم کرنیکے لیئے بنو نضیر کے محلہ میں تشریف لے گئے۔ اُنہوں نے آنحضرت کو ایک دیوار کے نیچے بٹھلادیا۔ اور تدبیر کی کہ ابن جحاش ملعون دیوار کے اوپر جاکر ایک بھاری پتھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر گرادے اور حضور کی زندگی کا خاتمہ کردے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں جا بیٹھنے کے بعد باعلام ربانی اِس شرارت کا علم ہو گیا۔ اور حفاظت الٰہی سے بچ کر چلے آئے۔

بالآخر بنو نضیر کو یہ سزا دی گئی۔ کہ خیبر جاکر آباد ہو جائیں۔ اُنہوں نے چھ سو اونٹوں پر اسباب لادا۔

[۵] ابوداؤد عن عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک۔ باب فی خبر النضیر۔

اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے گرایا؛ باجے بجاتے ہوئے نکلے؛ اور خیبر جا بسے؛[۱]

یہود کی تیسری سازش۔ ملک کی عام بغاوت؛ اور اس کا انجام؛ جنگ احزاب یا غزوہ خندق

۵ ہجری کا مشہور واقعہ جنگ خندق ہے؛[۲] بنو نضیر خیبر پہنچکر بھی امن سے نہیں بیٹھے؛ انہوں نے یہ عزم کیا؛ کہ مسلمانوں کے قلع وقمع کرنیکے لئے ایک متفقہ کوشش کیجائے۔ جس میں عرب کے تمام قبائل اور جملہ مذاہب کے جنگجو شامل ہوں؛

انہوں نے بیس سردار مامور کئے۔ کہ عرب کے تمام قبیلوں کو حملہ کے لئے آمادہ کریں؛ اس کوشش کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ذی قعدہ ۵ھ کو دس[۳] ہزار کا خونخوار لشکر جسمیں بت پرست یہودی وغیرہ سب ہی شامل تھے؛ مدینے پر حملہ آور ہوا۔ قرآن مجید میں اس لڑائی کا نام جنگ احزاب ہے؛

(۱) قریش۔ بنو کنانہ؛ اہل تہامہ زیر کمان سفیان بن حرب تھے؛

(۲) بنی فزارہ زیر کمان عتبہ بن حصین؛

(۳) بنی مرہ ..... زیر کمان حارث بن عوف؛

(۴) بنو اشجع واہل نجد ..... زیر کمان مسعود بن رخیلہ تھے؛[۴]

مسلمانوں نے جب ان لشکروں سے مقابلہ کی طاقت نہ دیکھی؛ تو شہر کے گرد خندق کھودلی۔ دس دس آدمیوں نے چالیس چالیس گز خندق تیار کی تھی؛[۵]

صحابہ خندق کھودتے ہوئے یہ شعر پڑھتے تھے؛ ؎ نحن الذین بایعوا محمدا ✤ علی الاسلام ما بقینا ابدا؛[۶]

(ہم وہ ہیں جنہوں نے ہمیشہ کے لیئے محمدؐ کے ہاتھ پر بیعت اسلام کی ہے)؛

---

[۱] یسعیاہ نبی کی کتاب ۳۰ میں پیشگوئی موجود ہے "یا غی اٹھکے دولت و خزانہ لے کر اس قوم کے پاس جاتے ہیں جس سے اُن کو کچھ فائدہ نہ ہوگا"؛ کچھ فائدہ نہ ہونے کا ظہور جنگ خیبر میں ہوا تھا؛

[۲] ہم نے اس جنگ کو یہودیوں کے جنگ میں شمار کیا ہے۔ کیونکہ یہودی ہی تمام قبائل کو اشتعال لانے اور مدینہ پر چڑھا کر لانے والے تھے۔ اگرچہ حملہ آوروں میں قریش بھی شامل تھے۔ اور دیگر بت پرست قومیں بھی؛ اور زیادہ تعداد بت پرستوں کی ہی تھی؛

[۳] زاد المعاد صفحہ ۳۶۷۔ جلد ۱؛

[۴] طبری جلد ۲ صفحہ ۲؛ [۵] طبری جلد ۲ صفحہ ۳؛ [۶] صحیح بخاری عن براء؛

خندق کھودنے۔ پتھر توڑنے۔ مٹی ہٹانے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی صحابہ کو مدد دیتے تھے، سینہ مبارک کے بال مٹی سے چھپ گئے تھے۔ اور ابن رواحہ کے اشعار ذیل کو بآواز بلند پڑھتے تھے:

اللھم لولا انت ما اھتدینا	تھی ہدایت اے خدا تیرے سوا ہم کو کہاں
ولا تصدقنا ولا صلینا	گیسے پڑھتے ہم نمازیں کیسے دیتے ہم زکوۃ
فانزلن سکینۃ علینا	اے خدا ہم پر سکینہ کا تو فرما دے نزول
وثبت الاقدام ان لاقینا	دشمن آ جائے۔ تو ہمکو کر عطا یا رب ثبات
ان الاعداء قد بغوا علینا	بے سبب ہم پر یہ دشمن ظلم سے چڑھ آئے ہیں
اذا ارادوا فتنۃ ابینا[۵۱]	فتنہ گر ہیں وہ۔ نہیں بھاتی ہمیں فتنہ کی بات

مسلمان صرف تین ہزار تھے۔ اسلامی لشکر مدینہ ہی میں اس طرح پر اترا۔ کہ سامنے خندق تھی۔ اور پس پشت کوہ سلع۔ بنو قریظہ یہودی (جو مدینہ کے اندر آباد تھے اور جن پر پابندی معاہدہ مسلمانوں کا ساتھ دینا ضروری ولابدی تھا) ان سے شب کی تاریکی میں حیی بن اخطب یہودی سردار بنو نضیر انکو جا کر ملا اور انہیں نقض عہد پر آمادہ کر کے اپنی طرف ملالیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کئی نقیب (حواری) بھی ان کے پاس بار بار سمجھانے کو بھیجے۔ مگر انہوں نے صاف صاف کہہ دیا "محمد کون ہے کہ ہم اسکی بات مانیں۔ ہم سے اس کا کوئی عہد و پیمان نہیں"[۵۳]

اسکے بعد بنو قریظہ نے شہر کے امن میں بھی خلل ڈالنا شروع کر دیا۔ اور مسلمانوں کی عورتوں اور بچوں کو خطر میں ڈالدیا۔ بناچاری ان تین ہزار مسلمانوں میں سے بھی ایک حصہ کو شہر کے امن عامہ کی حفاظت کے لئے علٰحدہ کرنا پڑا۔ بنو قریظہ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ جب باہر سے دس ہزار دشمن کا جرار لشکر حملہ آور ہوگا۔ اور شہر کے اندر غدر پھیلا کر ہم مسلمانوں کی عافیت تنگ کر دیں گے تو دنیا پر مسلمانوں کا نام و نشان بھی باقی نہ رہے گا۔

---

[۵۱] صحیح بخاری عن انس رضہ۔ [۵۲] زاد المعاد صفحہ ۳۰۶۔

[۵۳] ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۱۴۱۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ طبعاً جنگ سے نفرت تھی۔ اسلئے آپ نے یہ بھی صحابہ سے مشورت کی کہ حملہ آور سرداران غطفان سے ایک تہائی پیداوار ثمر (میوہ) پر صلح کر لیجائے لیکن انصار نے جنگ کو ترجیح دی۔ سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ نے اس تجویز کے متعلق تقریر کرتے ہوئے کہا کہ جن دنوں یہ حملہ آور قبائل شرک کی نجاست میں آلودہ۔ اور بت پرستی میں مبتلا تھے۔ اُن دنوں بھی ہم نے ان کو ایک چھوہارہ تک نہیں دیا۔ آج جبکہ خدا نے ہمیں اسلام سے مشرف فرما دیا ہے۔ ہم انہیں کیونکر پیداوار کا ثلث دے سکتے ہیں۔ اُن کے لئے ہمارے پاس تو تلوار کے سوا اور کچھ نہیں ہے[1]

حملہ آور فوج کا محاصرہ بیس دن تک رہا۔ کبھی کبھی اکے دکے کا مقابلہ بھی ہوا۔ عمرو بن عبدود جو اپنے آپ کو ہزار پہلوانوں کے برابر سمجھا کرتا تھا۔ حیدر کرار شیر شکار رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اور نوفل بن عبداللہ بن مغیرہ بھی مقابلہ میں ہلاک ہوا۔ اہل مکہ نے نوفل کی لاش لینے کے لئے دس ہزار درہم مسلمانوں کے پیش کئے۔ نبی صلعم نے فرمایا۔ لاش دیدو۔ قیمت درکار نہیں[2]۔

جب وہ اس عرصہ میں محصور مسلمانوں سے کوئی مورچہ نہ لے سکے۔ تو اُن کے حوصلے ٹوٹ گئے آخر ایک رات تمام لشکر اپنے ڈیرے ڈنڈے اُٹھا کر رفوچکر ہوگیا۔

بنو قریظہ کا انجام

اس مصیبت سے رہائی کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ کو بلا بھیجا۔ کہ وہ سامنے آکر اپنے اس طریق عمل کی وجہ بیان کریں۔ اب بنو قریظہ قلعہ بند ہو بیٹھے۔ اور لڑائی کی پوری تیاری کر لی۔ اس وقت مسلمانوں کو یہ معلوم ہوا۔ کہ بنو نضیر کا سردار حیی بن اخطب جو بنو قریظہ کو مسلمانوں سے مخالف بنانے آیا تھا۔ اب تک اُن کے قلعے کے اندر موجود ہے۔

بنو قریظہ کا یہ غدر ان کی پہلی حرکت ہی نہ تھی۔ بلکہ جنگ بدر میں انہوں نے قریش کو جو مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے تھے۔ سلاحات سے مدد دی تھی۔ اور اُس وقت رحم دل نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کا یہ قصور معاف کر دیا تھا۔

اب ان کے قلعہ بند ہو جانے سے مسلمانوں کو مجبوراً لڑنا پڑا۔ بماہ ذی الحجہ محاصرہ کیا گیا جو

[1] طبری و سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۱۴۱۔ + [2] ابن ہشام۔

۲۵ دن تک رہا، محاصرہ کی سختی سے بنو قریظہ تنگ آ گئے۔ اُنہوں نے قبیلہ اوس کے مسلمانوں کو جن سے اُن کا پہلے سے ربط وضبط تھا، بیچ میں ڈالا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منوالیا۔ کہ بنو قریظہ کے معاملے میں سعد بن معاذ کو (جو اوس کے سردار قبیلہ تھے) حکم (سرپنچ و منصف) تسلیم کیا جائے، جو فیصلہ سعد کر دے۔ خدا کا نبی (صلعم) اُسی کو منظور کرلے؛

بنو قریظہ قلعہ سے نکل آئے۔ اور مقدمہ سعد بن معاذ کے سپرد کیا گیا، خدا جانے بنو قریظہ کے یہودیوں۔ اور اوس کے مسلمانوں نے سعد بن معاذ کو حکم بناتے ہوئے کیا کیا امیدیں سعد بن معاذ پر لگائی ہونگی۔ مگر ضروری تحقیقات کے بعد اس جنگی مرد نے یہ فیصلہ دیا؛

(۱) بنو قریظہ کے جنگجو مرد قتل کئے جاویں؛

(۲) عورتیں اور بچے مملوک بنائے جاویں؛

(۳) مال تقسیم کیا جائے؛

اس فیصلہ کی تعمیل کے متعلق صحیح بخاری میں جو روایت ابو سعید خدری رضہ سے ہے۔ اس سے یہ تو معلوم ہوتا ہے، کہ جنگ آور مرد قتل کئے گئے تھے، لیکن اس حدیث میں۔ عورتوں اور بچوں کے مملوک بنائے جانے یا مال تقسیم کئے جانے کا کچھ ذکر نہیں، اس فیصلہ کے متعلق ناظرین یہ بھی یاد رکھیں کہ یہودیوں کو اُن کے اپنے منتخب کردہ منصف نے قریباً وہی[۱] سزا دی تھی، جو یہودی اپنے دشمنوں کو

---

[۱] قریباً وہی سزا اسلئے لکھا گیا ہے۔ کہ یہودی اپنے قیدیوں کو اس سے زیادہ سخت سزا دیا کرتے تھے۔ کتاب توراۃ میں گنتی کا ۳۱ باب از ۹ تا ۳۵ ورس ناظرین پڑھ کر دیکھیں۔

"۹۔ بنی اسرائیل نے مدیان کی عورتوں۔ ان کے بچوں کو اسیر کیا، اُن کے مواشی۔ اور بھیڑ بکری اور مال و اسباب سب کچھ لوٹ لیا۔ ۱۰۔ اور ان کے سارے شہروں کو جن میں وے رہتے تھے۔ اور اُن کے سب قلعوں کو پھونک دیا۔ ۱۴۔ موسیٰ۔۔۔۔ غصہ ہوا، ۱۵۔ کہ کیا تم نے سب عورتوں کو جیتا رکھا ہے؟ ۱۷۔ تم اُن بچوں کو جتنے لڑکے ہیں سب کو قتل کر دو۔ اور ہر ایک عورت جو مرد کی صحبت سے واقف تھیں۔ جان سے مارو۔ ۱۸۔ لیکن وے لڑکیاں جو مرد کی صحبت سے واقف نہیں ہوئیں اُن کو اپنے لئے زندہ رکھو۔"

رگ وید، چوتھے منڈل کے سوکت ۱۶۔ رچا ۱۰ میں ہے؛

"اُس نے پچاس ہزار سیاہ فام دشمنوں کو لڑائی میں تباہ و غارت کیا"۔ صفحہ ۳۴۔ قدیم ہندوستان؛

رگ وید منڈل ۱۰۔ سوکت ۴۹۔ رچا ۷؛

دیا کرتے تھے۔ اور جو اُن کی شریعت میں تھی؛

ہمارے پاس یہ امر باور کرنے کی وجوہات اور نظائر موجود ہیں۔ کہ اگر بنو قریظہ اپنا معاملہ نبی کریم صلعم کے سپرد کر دیتے۔ تو اُن کو بھی زیادہ سے زیادہ جو سزا دیجاتی۔ وہ یہ ہوتی۔ کہ جاؤ؛ خیبر میں آباد ہو جاؤ؛ بنو قینقاع اور بنو نضیر کا معاملہ اسکی نظیر ہے؛ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ان بنو قریظہ میں سے بھی بعض کو رحم شاہانہ سے اس فیصلہ کی تعمیل سے مستثنٰی فرما دیا تھا۔ مثلاً زبیر یہودی کے لیئے معہ اہل و عیال و فرزند و مال رہائی کا حکم دیدیا تھا۔ اور رفاعہ بن شمویل یہودی کی بھی جان بخشی فرما دی تھی؛[۵۱]

فصل

"عیسائیوں سے جنگ؛"

عیسائی اقوام سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا برتاؤ دوستانہ رہا۔ ایک دو حاکمان ملک نے شخصی طور پر آنحضرت سے عناد کیا لیکن جمہور کا اُس سے تعلق نہ تھا تفصیل سے اسکی توضیح ہوتی ہے کہ صرف ایک عیسائی سردار کے ساتھ ایک جنگ ہوئی۔ اور ایک سفر اُن کے حملہ آور ہونیکی خبر اُڑ جانے پر کیا گیا ہے؛ اور بس؛

"داعی اسلام کا انتقام۔ یا جنگ موتہ۔ بماہ جمادی الاول ۸ھ ہجری؛"	موتہ شام کے ایک قصبہ کا نام ہے۔ یہاں کے سردار شرحبیل بن عمرو غسانی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ ازدی کو جو دعوت اسلام کا خط لے کر روانہ ہوا تھا قتل کرا دیا تھا؛

"ہمنے داسوں (غلاموں) کو دو ٹکڑوں میں قطع کر دیا۔ قضا و قدر نے انکو اسی واسطے پیدا کیا تھا" صفحہ ۳۸؛ رگ وید منڈل ۲۔ منتر ۲۰۔ رچا ۶۔۷؛

"وہ اندر جس نے ورترا کو قتل کیا۔ اور جس نے قصبے کے قصبے اور گاؤں کے گاؤں تہ و بالا کر دیئے" "وہ جو کالے داسوں کی فوجوں کو تباہ کرتا ہے" صفحہ ۳۰ اردو ترجمہ قدیم ہندوستان کی تہذیب مصنفہ مسٹر آر۔ سی۔ دت صاحب؛

[۵۱] تاریخ طبری صفحہ ۱۵۰۵؛

مظلوم حارثؓ کے قتل سے سفیروں کی جانیں خطرہ میں پڑ گئی تھیں۔ اسلئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قریباً تین ہزار کی ایک فوج روانہ کی۔ حاکم غسان بجائے اسکے کہ اپنی کارروائی پر ندامت کا اظہار کرتا مقابلہ پر تیار ہو گیا۔ اتفاق سے ہرقل بادشاہ اس علاقہ میں آیا ہوا تھا۔ اور موآب میں ایک لاکھ لشکر کی جمعیت سے ٹھہرا ہوا تھا۔ عرب کے صحرانشین عیسائی قبائل لخم۔ جذام۔ بہرا۔ بلی۔ قیس وغیرہ کے بھی قریباً ایک لاکھ آدمی شہنشاہ ہرقل کی آمد پر وہاں جمع تھے۔ اسلئے حاکم غسان نے کچھ شاہی فوج بھی منگوالی۔ اور قبائل کو بھی جمع کر لیا۔ غرض دشمنوں کی تعداد ایک لاکھ تک پہنچ گئی۔ مسلمان مجبوراً لڑے۔ زید بن حارثہ (جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردہ۔ نہایت عزیز۔ اور اس فوج کے کمانڈر تھے) مارے گئے[۵۱]۔ جعفر طیارؓ (جو نبی صلعم کے چچیرے۔ اور علی مرتضیٰؓ کے حقیقی بڑے بھائی تھے) بعمر ۳۳ سال ۹۰ زخم[۵۲] سامنے کی طرف کھاکر۔ اور عبداللہ بن رواحہ (بزرگ صحابی) جنہوں نے یکے بعد دیگرے فوج کی کمان سنبھالی تھی۔ شہید ہو گئے۔ پھر خالد بن ولیدؓ نے فوج کو سنبھالا۔ اور ڈیڑھ دن کی سخت جنگ کے بعد اپنے سے چالیس گنی زیادہ فوج کو بھاگ جانے پر مجبور کر دیا۔ اس جنگ میں ۹ تلواریں حضرت خالدؓ کے ہاتھ میں مارتے مارتے ٹوٹی تھیں[۵۳]۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے میں بیٹھے ہوئے ان بزرگوں کے مارے جانے۔ اور جنگ کے آخری انجام کا حال صحابہ سے اسی روز بیان فرما دیا تھا۔ اسی جنگ کے بعد خالد کو سیف اللہ کا خطاب عطا ہوا تھا۔

جیش عسرت۔ یا سفر تبوک[۵۴] رجب سنہ ۹ ہجری۔	ایک قافلہ شام سے آیا۔ اور انہوں نے ظاہر کیا۔ کہ قیصر کی فوجیں مدینے پر حملہ آور ہونے کے لئے تیار اور فراہم ہو رہی ہیں۔ عرب کے عیسائی قبائل

۵۱ زید بن حارثہ چھاتی میں نیزہ کھاکر گھوڑے سے گرے۔ ان کے ہاتھ میں نشان تھا۔ جعفر طیار نے نشان سنبھال لیا۔ حملہ آوروں نے حضرت جعفر کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں۔ یہ پیدل ہو گئے۔ ایک دشمن نے ان کا دہنا بازو تلوار سے اڑا دیا۔ انہوں نے بائیں ہاتھ سے نشان سنبھال لیا۔ دوسرے دشمن نے دوسرا بازو تلوار سے اڑا دیا۔ اسلئے ان کا لقب ذوالجناحین ہوا۔ (ابن خلدون)۔

۵۲ صحیح بخاری عن ابن عمر۔ باب غزوہ موتہ۔ ۵۳ بخاری عن قیس بن ابی حازم۔

۵۴ چونکہ کوئی جنگ نہیں ہوئی اسلئے میں نے اسکا نام سفر رکھا ہے۔ مورخین اسے غزوہ تبوک اسلئے کہتے ہیں کہ یہ سفر بغرض مدافعت فوجی تھا۔

لخم - جذام - عاملہ - غسان وغیرہ بھی اُن کے ساتھ شامل ہیں - گویا وہ اس شکست کا بدلہ لینا چاہتے تھے - جو بمقام موتہ - قیصر کے حاکم اور قیصر کی فوج کو ہوئی تھی ؛

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خیال فرمایا - کہ حملہ آور فوج کی مدافعت عرب کی سرزمین میں داخل ہونے سے پہلے پہلے مناسب ہے - تاکہ اندرونِ ملک کے امن میں خلل واقع نہ ہو ؛

یہ مقابلہ ایسی سلطنت سے تھا - جو نصف دنیا پر حکمران تھی - اور جسکی فوج ابھی حال ہی میں سلطنت ایران کو نیچا دکھا چکی تھی ؛

مسلمان بے سر و سامان تھے - سفر دور دراز کا تھا - عرب کی مشہور گرمی خوب زوروں پر تھی - مدینے میں میوے پک گئے تھے ؛ میوے کھانے اور سایہ میں بیٹھنے کے دن تھے ؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تیاری سامان کے لیئے عام چندہ کی فہرست کھولی ؛

عثمان غنی رضہ نے ۹۰۰ - اونٹ - ایک سو گھوڑے ؛ اور ایک ہزار دینار چندہ میں دیئے - اُن کو مجہز جیش العسرہ - کا خطاب ملا[۱] ؛

عبدالرحمٰن بن عوف نے چالیس ہزار درہم ؛

عمر فاروق رضہ نے تمام اثاث البیت نقد و جنس کا نصف جو کئی ہزار روپیہ تھا پیش کیا ؛

ابوبکر صدیق رضہ جو کچھ لائے - اگرچہ وہ قیمت میں کم تھا - مگر معلوم ہوا - کہ وہ گھر میں اللہ اور رسول کی محبت کے سوا اور کچھ بھی باقی نہ چھوڑ کر آئے تھے ؛

ابو عقیل انصاری نے دو سیر چھوہارے لاکر پیش کیے - اور یہ بھی عرض کی - کہ "رات بھر پانی نکال نکال کر ایک کھیت کو سیراب کر کے چار سیر چھوہارے مزدوری کے لایا تھا - دو سیر بیوی بچے کے لیئے چھوڑ کر باقی دو سیر لے آیا ہوں"؛ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اِن چھوہاروں کو جملہ قیمتی مال و متاع کے اوپر بکھیر دو ؛

غرض ہر ایک صحابی نے اس موقع پر ایسے ہی خلوص و فراخدلی سے کام لیا ؛ قریباً ۲۰ شخص جو دکھاوے

---

[۱] ابن خلدون ؛

کے مسلمان تھے۔ بہانے کر کے اپنے گھروں میں رہ گئے۔ عبداللہ بن ابی سلول مشہور منافق نے ان لوگوں کو اطمینان دلایا تھا۔ کہ اب محمدؐ اور اُس کے ساتھی مدینے واپس نہ آسکیں گے۔ قیصر انہیں قید کر کے مختلف ممالک میں بھیج دے گا۔

خدا کا نبی تیس ہزار کی جمعیت سے تبوک کو روانہ ہوا۔

مدینہ پر سباع بن عرفطہ کو خلیفہ بنایا۔[1] اور علی مرتضیٰؓ کو مدینہ میں اہل بیت کی ضروریات کے لئے مامور فرمایا۔[2] لشکر میں سواریوں کی بڑی قلت تھی۔ ۱۸ شخصوں کے لئے ایک اونٹ مقرر تھا۔ رسد کے نہ ہونے سے اکثر جگہ درختوں کے پتے کھانے پڑے۔ جس سے ہونٹ سوج گئے تھے۔ پانی بعض جگہ ملا ہی نہیں۔ اونٹوں کو (اگرچہ سواری کے لئے پہلے ہی کم تھے) ذبح کر کے ان کی امعا کا پانی پیا کرتے تھے۔[3]

الغرض صبر و استقلال سے تمام تکالیف کو برداشت کرتے ہوئے تبوک پہنچ گئے۔

ابھی تبوک کے راستے ہی میں تھے۔ کہ علی مرتضیٰؓ بھی پہنچ گئے۔ معلوم ہوا کہ منافقین بعد میں حضرت علیؑ کو چڑانے اور کھجانے لگے تھے۔ کوئی کہتا۔ نکما سمجھ کر چھوڑ دیا۔ کوئی کہتا بُرں کھا کر چھوڑ دیا۔ ان باتوں سے شیر خدا کو غیرت آئی۔ دو منزلہ سہ منزلہ طے کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے۔ لمبے لمبے سفر۔ اور سخت گرمی کی تکلیف سے پاؤں متورم تھے۔ اور چھالے پڑ گئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الا ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی۔ "علی تم اس پر خوش نہیں ہوتے۔ کہ تم میرے لئے ویسے ہی ہو جیسا کہ موسیٰ کے لئے ہارون تھے۔ گو میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ یہ سُن کر علی مرتضیٰؓ خوش و خرم مدینے کو واپس تشریف لے گئے۔[4]

---

[1] طبری ۔ [2] صحیحین ۔ [3] مدارج النبوۃ ۔

[4] صحیح بخاری۔ عن مصعب بن سعد عن ابیہ باب غزوہ تبوک۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون کو بنی اسرائیل پر اس وقت چھوڑ گئے تھے۔ جب انہوں نے کوہ طور پر ۴۰ دن کا میقات پورا کیا تھا۔ قرآن مجید میں اس واقعہ کا مفصل ذکر ہے۔ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے انتقال کے بعد حضرت موسیٰ کے جو خلیفہ ہوئے ان کا نام یوشع بن نون ہے۔

تبوک پہنچکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ قیام فرمایا؛ اہل شام پر اس دلیرانہ حرکت کا اثر یہ ہوا۔ کہ انہوں نے عرب پر حملہ آور ہونے کا خیال اس وقت چھوڑ دیا۔ اور اس حملہ آوری کا بہترین موقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی [redacted] کے بعد کا زمانہ قرار دیا؛

تبوک[1] میں ایک نماز کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مختصر اور نہایت جامع وعظ فرمایا تھا؛ ذیل میں اسے معہ ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔ ہم نے اس میں صرف اس قدر تصرف کیا ہے کہ ہر فقرہ کو ترتیب سے لکھ کر اس پر نمبر شمار لگا دیے ہیں؛

اللہ پاک کی بہترین حمد و ثنا کے بعد فرمایا؛

اما بعد

(۱) فان اصدق الحدیث کتاب اللہ۔	(۱) ہر ایک کلام سے صدق میں بڑھکر اللہ کی کتاب ہے؛
(۲) واوثق العرٰی کلمۃ التقوٰی۔	(۲) سب سے بڑھکر بھروسے کی بات تقوٰی کا کلمہ ہے؛
(۳) وخیر الملل ملۃ ابراہیم	(۳) سب ملتوں سے بہتر ملت ابراہیم علیہ السلام کا ہے؛
(۴) وخیر السنن سنۃ محمد۔	(۴) سب طریقوں سے بہتر طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے؛
(۵) واشرف الحدیث ذکر اللہ۔	(۵) سب باتوں پر اللہ کے ذکر کو شرف ہے؛

[1] فلاڈلفیا کا قدیم کلیسیا جسکا ذکر مکاشفات یوحنا۔ ۳ باب ۷ تا ۱۳ ورس میں ہے۔ تبوک ہی کے متصل تھا؛ عرب اسے القصر کہتے تھے۔ حجاز ریلوے کی سڑک میں اسکے کھنڈر بھی پائے گئے۔ زمان نبویؐ میں اس جگہ عیسائی قومیں آباد تھیں۔ اسلئے ایام قیام تبوک میں ان اقوام میں تبلیغ اسلام بھی کی گئی۔ اور اُن سے معاہدات بھی کیے گئے۔ عیسائیت پر قایم رہنے والی اقوام کو مذہب کی آزادی دی گئی۔ اور اُن کے جان ومال کی حفاظت کا ذمہ مسلمانوں نے اپنے اوپر لیا۔ اس طرف چند چھوٹی چھوٹی ریاستیں بھی عیسائیوں کی تھیں۔ مثلاً اکیدر دومۃ الجندل میں حکمران تھا۔ اور یوحنا ایلہ کا فرماں روا تھا۔ ان کی حکومتوں کو قایم رکھا گیا۔ اہل اذرح بھی عیسائی تھے۔ اور آزاد قبائل تھے۔ اُن کو انکی حالت پر چھوڑا گیا۔ معاہدات میں جس فیاضی۔ بے تعصبی بلکہ محبت کا اظہار کیا گیا ہے۔ وہ آج تک مسلّمہ ہے۔ عیسائیوں نے نئے یروسلم۔ اور خدا کا نیا نام۔ جس کا ذکر مکاشفات ۳ باب ۱۲ ورس میں ہے۔ اسی جگہ سنا تھا؛

اکیدر والیٔ دومۃ الجندل جسے خالد بن ولید نے شکار کھیلتے گرفتار کیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر معاہدہ کرنے کے بعد پھر مسلمان ہوگیا تھا؛ +

(۶) واحسن القصص ھٰذا القرآن۔

(۶) سب واقعات سے پاکیزہ تر یہ قرآن ہے؛

(۷) وخیر الامور عوازمھا۔

(۷) بہترین کام اولوالعزمی کے کام ہیں؛

(۸) وشر الامور محدثاتھا۔

(۸) امور میں بدترین امر وہ ہے جو نیا نکالا گیا ہو؛

(۹) واحسن الھدی ھدی الانبیاء۔

(۹) انبیاء کی روش سب روشوں سے خوب تر ہے؛

(۱۰) واشرف الموت قتل الشھداء۔

(۱۰) شہیدوں کی موت موت کی سب قسموں سے بزرگ تر ہے؛

(۱۱) واعمی العمی الضلالۃ بعد الھدیٰ۔

(۱۱) سب سے بڑھ کر اندھاپن وہ گمراہی ہے جو ہدایت کے بعد ہو جائے؛

(۱۲) خیر الاعمال ما نفع۔

(۱۲) عملوں میں وہ عمل اچھا ہے۔ جو نفع دِہ ہو؛

(۱۳) وخیر الھدی ما اتبع۔

(۱۳) بہترین روش وہ ہے جس پر لوگ چل سکیں؛

(۱۴) وشر العمی عمی القلب۔

(۱۴) بدترین کوری۔ دل کی کوری ہے؛

(۱۵) والید العلیا خیر من الید السفلیٰ۔

(۱۵) بلند ہاتھ پست ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے؛

(۱۶) وما قل وکفیٰ خیر مما کثر والھیٰ۔

(۱۶) تھوڑا اور کافی مال اس بہتات سے اچھا ہے جو غفلت میں ڈالدے؛

(۱۷) شر المعذرۃ حین یحضر الموت۔

(۱۷) بدترین معذرت وہ ہے جو جان کندنی کے وقت کیجائے؛

(۱۸) وشر الندامۃ یوم القیامۃ۔

(۱۸) بدترین ندامت وہ ہے۔ جو قیامت کو ہوگی؛

(۱۹) ومن الناس من لا یاتی الجمعۃ الا دبراً

(۱۹) بعض لوگ جمعہ کو آتے ہیں مگر دل پیچھے لگے ہوتے ہیں؛

(۲۰) ومنھم من لا یذکر اللہ الا ھجراً۔

(۲۰) اُن میں بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ کا ذکر کبھی کبھی کیا کرتے ہیں؛

(۲۱) ومن اعظم الخطاء اللسان الکذوب

(۲۱) سب گناہوں سے عظیم تر جھوٹی زبان ہے؛

(۲۲) وخیر الغنی غنی النفس۔

(۲۲) سب سے بڑی تونگری دل کی تونگری ہے؛

(۲۳) وخیر الزاد التقویٰ۔

(۲۳) سب سے عمدہ توشہ تقوےٰ ہے؛

(۲۴) وراس الحکمۃ مخافۃ اللہ عزوجل

(۲۴) دانائی کا سر یہ ہے۔ کہ خدا کا خوف دل میں ہو؛

(۲۵) وخیر ما وقر فی القلوب الیقین

(۲۵) دلنشین ہونے کے لئے بہترین چیز یقین ہے؛

(۲۶) والارتیاب من الکفر۔

(۲۶) شک پیدا کرنا کفر (کی شاخ) ہے؛

(۲۷) والنياحة من عمل الجاهلية	(۲۷) بَین سے رونا جاہلیت کا کام ہے؛
(۲۸) والغلول من حر جهنم۔	(۲۸) چوری کرنا عذاب جہنم کا سامان ہے؛
(۲۹) والسكر كيٌّ من النار۔	(۲۹) بدمست ہونا آگ میں پڑنا ہے؛
(۳۰) والشعر من ابليس۔	(۳۰) شعر ابلیس کا (حصہ) ہے؛
(۳۱) والخمر جماع الاثم۔	(۳۱) شراب تمام گناہوں کا مجموعہ ہے؛
(۳۲) وشر الماكل ماكل مال اليتيم۔	(۳۲) بدترین روزی یتیم کا مال کھا جانا ہے؛
(۳۳) والسعيد من وعظ بغيره۔	(۳۳) سعادتمند وہ ہے۔ جو دوسرے سے نصیحت پکڑتا ہے؛
(۳۴) والشقي من شقي في بطن امه	(۳۴) اصل بدبخت وہ ہے۔ جو ماں کے پیٹ میں ہی بدبخت ہو؛
(۳۵) وملاك العمل خواتمه۔	(۳۵) عمل کا سرمایہ اُس کا بہترین انجام ہے؛
(۳۶) وشر الرويا رويا الكذب۔	(۳۶) بدترین خواب وہ ہے۔ جو جھوٹا ہو؛
(۳۷) وكل ما هو آت قريب۔	(۳۷) جو بات ہونے والی ہے۔ وہ بہت قریب ہے؛
(۳۸) وسباب المومن فسوق۔	(۳۸) مومن کو گالی دینا فسق ہے؛
(۳۹) وقتاله كفر۔	(۳۹) مومن کو قتل کرنا کفر ہے؛
(۴۰) واكل لحمه من معصية الله۔	(۴۰) مومن کا گوشت کھانا (اسکی غیبت کرنا) اللہ کی معصیت ہے؛
(۴۱) وحرمة ماله كحرمة دمه۔	(۴۱) مومن کا مال دوسرے پر ایسا ہی حرام ہے۔ جیسا کہ اس کا خون؛
(۴۲) ومن يتألى على الله يكذبه۔	(۴۲) جو خدا سے استغنا کرتا ہے۔ خدا اُسے جھٹلاتا ہے؛
(۴۳) ومن يغفر يغفر له۔	(۴۳) جو کسی کا عیب چھپاتا ہے۔ خدا اُسکے عیوب چھپاتا ہے؛
(۴۴) ومن يعف يعف الله عنه	(۴۴) جو معافی دیتا ہے۔ اُسے معافی دیجاتی ہے؛
(۴۵) ومن يكظم الغيظ يأجره الله	(۴۵) جو غصہ کو پی جاتا ہے۔ خدا اُسے اجر دیتا ہے؛
(۴۶) ومن يصبر على الرزية يعوضه الله	(۴۶) جو نقصان پر صبر کرتا ہے۔ خدا عوض بخشتا ہے؛
(۴۷) ومن تتبع السمعة يسمعه الله	(۴۷) جو چغلی کو پھیلاتا ہے خدا اُسکی رسوائی عام کر دیتا ہے

(۴۸) ومن یصبر یضعف اللّٰه لہ۔	(۴۸) جو صبر کرتا ہے خدا اُسے بڑھاتا ہے۔
(۴۹) ومن یعص اللّٰہ یعذبہ اللّٰہ۔	(۴۹) جو خدا کی نافرمانی کرتا ہے۔ خدا اُسے عذاب دیتا ہے۔
(۵۰) ثم استغفر ثلثا۔	(۵۰) پھر تین دفعہ استغفار پڑھ کر.....

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خطبہ کو ختم فرمایا[۱]۔

ذوالبجادین کی وفات

ایام قیام تبوک میں ذوالبجادین کا انتقال ہوا۔ اس مخلص کے ذکر سے واضح ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مفلس و مخلص صحابہ پر کس قدر مزید لطف و عنایت فرمایا کرتے تھے۔ ان کا نام عبداللہ تھا۔ ابھی بچہ ہی تھے۔ کہ باپ مر گیا چچا نے پرورش کی تھی۔ جب جوان ہوئے تو چچا نے اونٹ، بکریاں، غلام دے کر انکی حیثیت درست کر دی تھی۔ عبداللہ نے اسلام کے متعلق کچھ سُنا اور دل میں توحید کا ذوق پیدا ہوا۔ لیکن چچا سے اس قدر ڈرتا تھا۔ کہ اظہار اسلام نہ کر سکا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ سے واپس گئے۔ تو عبداللہ نے چچا سے جا کر کہا۔

"پیارے چچا! مجھے برسوں انتظار کرتے گزر گئے۔ کہ کب آپ کے دل میں اسلام کی تحریک پیدا ہوتی ہے۔ اور آپ کب مسلمان ہوتے ہیں۔ لیکن آپ کا حال وہی پہلے کا سا چلا جاتا ہے۔ میں اپنی عمر پر زیادہ اعتماد نہیں کر سکتا۔ مجھے اجازت فرمائیے۔ کہ میں مسلمان ہو جاؤں۔"

چچا نے جواب دیا۔ "دیکھ۔ اگر تو محمد کا دین قبول کرنا چاہتا ہے۔ تو میں سب کچھ تجھ سے چھین لونگا۔ تیرے بدن پر چادر۔ اور تہ بند تک باقی نہ رہنے دونگا۔"

عبداللہ نے جواب دیا۔ چچا صاحب! میں مسلمان ضرور بنوں گا۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ہی قبول کرونگا۔ شرک اور بت پرستی سے میں بیزار ہو چکا ہوں۔ اب جو آپ کی منشاء ہے کیجیے۔ اور جو کچھ میرے قبضے میں زر و مال وغیرہ ہے۔ سب سنبھال لیجیے۔ میں جانتا ہوں۔ کہ ان سب چیزوں کو آخر ایک روز یہیں دنیا پر چھوڑ جانا ہے۔ اسلئے میں ان کے لئے سچے دین کو ترک نہیں کر سکتا۔"

[۱] بیہقی (المتوفی ۴۵۸ھ) فی الدلائل۔ وحاکم من حدیث عقبہ بن عامر منقول از زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۴۶۲۔

عبداللہ نے یہ کہہ کر بدن کے کپڑے تک اُتار دیئے۔ اور مادر زاد برہنہ ہو کر ماں کے پاس گیا۔ ماں دیکھ کر حیران ہوئی۔ کہ کیا ہوا؟ عبداللہ نے کہا۔ میں مومن اور موحد ہو گیا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جانا چاہتا ہوں۔ ستر پوشی کے لئے کپڑے کی ضرورت ہے مہربانی فرما کر دیدیجئے۔ ماں نے ایک کمبل دیدیا۔ عبداللہ نے کمبل پھاڑا۔ آدھے کا تہ بند بنالیا۔ آدھا اوڑھ لیا۔ اور مدینے کو روانہ ہو گیا۔ علی الصباح مسجد نبوی میں پہنچ گیا۔ دیوار مسجد سے تکیہ لگا کر منتظرانہ بیٹھ گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد مبارک میں آئے۔ تو اسے دیکھ کر پوچھا کہ کون ہو۔ کہا۔ میرا نام عبدالعزیٰ ہے۔ فقیر و مسافر ہوں۔ عاشق جمال اور طالب ہدایت ہو کر درِ دولت تک آپہنچا ہوں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہارا نام عبداللہ ہے۔ اور ذوالبجادین لقب۔ تم ہمارے قریب ہی ٹھہرو۔ اور مسجد میں رہا کرو۔

عبداللہ اصحاب صفہ[1] میں شامل ہو گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سیکھتا اور دن بھر عجب ذوق و شوق اور جوش و طرب سے پڑھا کیا کرتا۔

ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضؓ نے آنحضرتؐ سے التماس کی۔ کہ لوگ تو نماز پڑھ رہے ہیں اور یہ اعرابی اس قدر بلند آواز سے پڑھ رہا ہے۔ کہ دوسروں کی قرأت میں مزاحمت ہوتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عمر۔ اسے کچھ نہ کہو۔ یہ تو خدا اور رسول کے لئے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر آیا ہے۔

---

[1] صفہ چبوترہ کو کہتے ہیں۔ مسجد نبوی کے صحن میں ایک چبوترہ تھا۔ جو لوگ گھر بار تج کر دنیا کا زر و مال آسائش و آرام چھوڑ کر تعلیم دین و اسلام کے لئے آیا کرتے تھے۔ وہ اس چبوترہ پر ٹھہرا کرتے تھے۔ اسلئے اہل صفہ کے نام سے مشہور تھے۔ یہ عاشقان صداقت بھوک پیاس کی مصیبت اور گرمی سردی کی تکالیف برداشت کرتے۔ مگر دنیا کی کوئی تکلیف اسلام کی تعلیم اور قرآن مجید کا درس لینے سے ان کی روک نہ بن سکتی تھی۔ انہی میں سے وہ لوگ تیار ہوتے تھے۔ جو مختلف ملکوں میں جا کر اشاعت اسلام کرتے تھے۔ انہی میں سے حضرت ابوہریرہؓ ہیں جو ہزاروں احادیث کے راوی اور اسلام کے مبلغ ہیں۔ +

عبداللہ کے سامنے غزوہ تبوک کی تیاری ہونے لگی۔ تو یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ عرض کی۔ یارسولُ اللہ دعا فرمایئے۔ کہ "میں بھی راہ خدا میں شہید ہو جاؤں" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جاؤ۔ کسی درخت کا چھلکا اُتار لاؤ۔ جب عبداللہ چھلکا لے آئے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ چھلکا اسکے بازو پر باندھ دیا۔ اور زبان مبارک سے فرمایا "الٰہی۔ میں کفار پر اس کا خون حرام کرتا ہوں"۔ عبداللہ نے کہا۔ یارسول اللہ۔ میں تو شہادت کا طالب ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب غزا کی نیت سے تم نکلو اور پھر تپ آجائے۔ اور مر جاؤ۔ تب بھی تم شہید ہی ہوگے۔

تبوک پہنچ کر یہی ہوا۔ کہ تپ چڑھا۔ اور عالم بقا کو سدھار گیا۔ بلال بن حارث مزنی کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ کے دفن کی کیفیت دیکھی ہے۔

رات کا وقت تھا۔ بلال رضؓ کے ہاتھ میں چراغ تھا۔ ابوبکرؓ و عمرؓ اس کی لاش کو لحد میں رکھ رہے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسکی قبر میں اُترے تھے۔ اور ابوبکرؓ و عمرؓ سے فرما رہے تھے۔ ادبا الی اخاکما۔ اپنے بھائی کا ادب و احترام ملحوظ رکھو۔ آنحضرتؐ نے قبر پر اینٹیں بھی اپنے ہاتھ سے رکھیں۔ اور پھر دعا میں فرمایا۔

الٰہی۔ آج کی شام تک میں اس سے خوشنود رہا ہوں۔ تو بھی اس سے راضی ہو جا۔[۱]

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کاش۔ اس قبر میں میں دبایا جاتا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے مع الخیر مدینہ منورہ پہنچ گئے۔

جو منافقین یہ سمجھے ہوئے تھے۔ کہ اب محمدؐ اور اُس کے دوست قید ہو کر کسی دور دست جزیرہ میں بھیجے جائینگے۔ اور صحیح و سالم مدینہ نہ پہنچیں گے۔ وہ اب پشیمان ہوئے۔ اور انہوں نے ساتھ نہ چلنے کی جھوٹے موٹے عذر بنا لئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو معافی دیدی۔ لیکن تین مخلص صحابی بھی تھے۔ جو اپنی معمولی سستی و کاہلی کی وجہ سے ہمرکاب جانے سے رہ گئے تھے۔ ان کو اپنی صداقت کی وجہ سے ایک امتحان بھی دینا پڑا۔

[۱] مدارج النبوۃ صفحہ ۴۲۳ جلد دوم۔

ان میں سے ایک بزرگ صحابی نے اپنے متعلق جو کچھ اپنی زبان سے بیان کیا ہے، میں اسی کو اس جگہ لکھ دینا ضروری سمجھتا ہوں؛

یہ بزرگوار کعب بن مالک انصاری ہیں۔ اور ان ۳، سابقین میں سے ہیں؛ جو عقبہ کی بیعت ثانیہ میں حاضر ہوئے تھے:

کعب بن مالک کا امتحان سخت طریق سے

کعبؓ کا بیان ہے۔ کہ اس سفر میں میرا گھر پر رہ جانا۔ ابتلاء محض تھا، ایسا کرنے کا نہ میرا ارادہ تھا۔ اور نہ کوئی عذر تھا؛ سفر کا جملہ سامان تب تھا؛ عمدہ اونٹنیاں میرے پاس موجود تھیں۔ میری مالی حالت ایسی اچھی تھی۔ کہ پہلے کبھی نہ ہوئی تھی۔ اس سفر کے لیے میں نے دو مضبوط شتر بھی خرید کیے تھے؛ حالانکہ اس سے پیشتر میرے پاس دو اونٹ کبھی نہ ہوئے تھے۔ لوگ سفر کی تیاری کرتے تھے۔ اور مجھے ذرا تردد نہ تھا۔ میں نے سوچ رکھا تھا؛ کہ جس روز کوچ ہوگا؛ میں چل پڑونگا؛ لشکر اسلام جس روز روانہ ہوا؛ مجھے کچھ تھوڑا سا کام تھا۔ میں نے کہا؛ خیر میں کل جا ملوں گا؛ دو تین روز اسی طرح سستی اور تذبذب میں گزر گئے۔ اب لشکر اتنی دور نکل گیا۔ کہ اس سے مل سکنا مشکل ہوگیا۔ مجھے نہایت صدمہ تھا؛ کہ یہ کیا ہوا؛

میں ایک روز گھر سے نکلا؛ مجھے ان منافقین کے سوا۔ جو جھوٹ موٹ عذر کرنے کے عادی تھے یا جو معذور تھے۔ اور کوئی بھی راستے میں نہ ملا؛ یہ دیکھ کر میرے تن بدن کو رنج و غم کی آگ لگ گئی؛ یہ دن میرے اسی طرح گزر گئے؛ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپس بھی تشریف لے آئے؛ اب میں حیران تھا۔ کہ کیا کروں؛ اور کیا کہوں؛ اور کیونکر خدا کے رسول کے عتاب سے بچاؤ کروں؛ لوگوں نے مجھے بعض حیلے بہانے بتلائے۔ مگر میں نے یہی فیصلہ کیا؛ کہ نجات سچ ہی سے مل سکتی ہے؛ آخر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا؛ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا اور تبسم فرمایا؛ تبسم خشم آمیز تھا؛ میرے تو ہوش اسی وقت جاتے رہے؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ کعب تم کیوں رہ گئے تھے؛ کیا تمہارے پاس کوئی سامان

مہیا نہ تھا، میں نے عرض کیا، یا رسُول اللہ۔ میرے پاس تو سب کچھ تھا۔ میری نفس نے مجھے غافل بنایا۔ کاہلی نے مجھ پر غلبہ کیا۔ شیطان نے مجھ پر حملہ کیا۔ اور مجھے حرمان و خذلان کے گرداب میں ڈالدیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم اپنے گھر ٹھہرو۔ اور حکم الٰہی کا انتظار کرو۔

بعض لوگوں نے کہا۔ دیکھو، اگر تم بھی کوئی حیلہ بنا لیتے۔ تو ایسا نہ ہوتا، میں نے کہا، وحی الٰہی سے میرا جھوٹ کھُل جاتا۔ اور پھر میں کہیں کا بھی نہ رہتا، معاملہ کسی دُنیا دار سے نہیں بلکہ اللہ کے رسُول کے ساتھ ہے، میں نے دریافت کیا، کہ جو حکم میرے لئے ہُوا ہے، کسی اور کے لیئے بھی ہوا ہے، لوگوں نے کہا، ہاں، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع کی بھی یہی حالت ہے، یہ سُن کر مجھے ذرا تسلی ہوئی، کہ دو مردِ صالح اور بھی میری جیسی حالت میں ہیں،

اب رسُولِ خدا نے حکم دیا۔ کہ کوئی مسلمان ہمارے ساتھ بات چیت نہ کرے۔ اور نہ ہمارے پاس آکر بیٹھے۔ اب زندگی، اور دنیا ہمارے لئے وبال معلوم ہونے لگی۔ ان دونوں میں ہلال اور مرارہ تو گھر سے بھی باہر نہ نکلے، کیونکہ وہ بوڑھے بھی تھے، لیکن میں جوان اور دلیر تھا۔ گھر سے نکلتا، مسجد نبوی میں جاتا، نماز پڑھکر مجلس مبارک کے ایک گوشہ میں بیٹھ جاتا،

نبی صلی اللہ علیہ وسلم محبت بھری نگاہ اور گوشہ چشم سے مجھے دیکھا کرتے، میری شکستگی کا ملاحظہ فرمایا کرتے، اور جب میں اُس طرف آنکھ اُٹھاتا۔ تو حضور اعراض فرماتے،

مسلمانوں کا یہ حال تھا، کہ نہ کوئی مجھ سے بات کرتا، نہ کوئی میرے سلام کا جواب دیتا

ایک روز میں نہایت رنج والم میں مدینہ سے باہر نکلا۔ ابو قتادہ میرا چچیرا بھائی تھا، ہم دونوں میں نہایت محبت تھی، سامنے اس کا باغ تھا، وہ باغ میں کچھ عمارت بنوا رہا تھا، میں اُس کے پاس چلا گیا، اُسے سلام کیا، تو اُس نے جواب تک نہ دیا، اور مُنہ پھیر کے کھڑا ہو گیا، میں نے کہا۔ ابو قتادہ! تم خوب جانتے ہو، کہ میں خدا اور رسُولؐ سے محبت رکھتا ہوں

اور نفاق و شرک کا میرے دل پر اثر نہیں۔ پھر تم کیوں مجھ سے بات نہیں کرتے۔ ابو قتادہ نے اب بھی جواب نہ دیا جب میں نے تین بار اسی بات کو دُہرایا، تو چچیرے بھائی نے صرف اس قدر جواب دیا،

کہ "خدا اور رسول ہی کو خوب معلوم ہے"۔ مجھے بہت ہی رقت ہوئی۔ اور میں خوب ہی رویا۔ میں مدینہ میں لوٹ کر آیا۔ تو مجھے ایک عیسائی ملا۔ یہ شہر میں مجھے تلاش کر رہا تھا۔ لوگوں نے تبلادیا کہ وہ یہی شخص ہے۔ اسکے پاس بادشاہ غسان کا ایک خط میرے نام تھا۔ خط میں لکھا تھا۔

"ہم نے سنا ہے۔ کہ تمھارا آقا تم سے ناراض ہو گیا ہے۔ تمکو اپنے سامنے سے نکال دیا ہے؛ اور باقی سب لوگ بھی تم پر جور وجفا کر رہے ہیں؛ ہمکو تمہارے درجہ و منزلت کا حال بخوبی معلوم ہے؛ اور تم ایسے نہیں ہو۔ کہ کوئی تم سے ذرا بھی بے التفاتی کرے؛ یا تمہاری عزت کے خلاف تم سے سلوک کیا جائے؛ اب تم یہ خط پڑھتے ہی میرے پاس چلے آؤ اور آکر دیکھو۔ کہ میں تمہارا اعزاز و اکرام کیا کچھ کر سکتا ہوں"۔

خط پڑھتے ہی میںنے کہا؛ کہ یہ ایک اور مصیبت مجھ پر پڑی؛ اس سے بڑھ کے مصیبت اور کیا ہو سکتی ہے؛ کہ آج ایک عیسائی مجھ پر اور میرے دین پر قابو پانے کی آرزو کرنے لگا ہے؛ اور مجھے کفر کی دعوت دیتا ہے؛ اس خیال سے میرا اندوہ و رنج چند در چند بڑھ گیا؛ خط کو قاصد کے سامنے ہی میںنے آگ میں ڈالدیا؛ اور قاصد سے کہدیا۔ جاؤ؛ کہدینا کہ آپ کی عنایت و التفات سے مجھے اپنے آقا کی بے التفاتی لاکھ درجہ بہتر و خوشتر ہے"۔

میں گھر پہنچا۔ تو دیکھا؛ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک شخص آیا ہوا موجود ہے۔ اس نے کہا؛ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے؛ کہ تم اپنی بیوی سے علٰحدہ رہا کرو۔ میں نے پوچھا۔ کیا طلاق کا حکم دیا ہے؛ کہا۔ نہیں صرف علٰحدہ رہنے کو فرمایا ہے۔ یہ سن کر میں نے اپنی بیوی کو اس کے میکے بھیجدیا؛ مجھے معلوم ہوا۔ کہ ہلال اور مرارہ کے پاس بھی یہی حکم پہنچا تھا۔ ہلال کی بیوی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی؛ اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ہلال کمزور و ضعیف ہے؛ اور اسکی خدمت کے لئے کوئی خادم بھی نہیں۔ اگر اذن ہو تو میں اسکی خدمت کرتی رہوں؛ فرمایا۔ ہاں۔ اس کے بستر سے دور رہو۔ عورت نے کہا؛ یا رسول اللہ! ہلال کا غم و رنج سے ایسا حال ہے۔ کہ اسے تو اور کوئی بھی خیال نہیں رہا۔

آپ مجھے لوگوں نے کہا۔ کہ تم بھی اتنی اجازت لے لو۔ کہ تمھاری بیوی تمہارا کام کاج تو کر دیا کرے میں نے کہا۔ میں تو ایسی جرأت نہیں کرنے کا۔ کیا خبر حضور اجازت دیں یا نہ دیں۔ اور میں تو جوان ہوں۔ اپنا کام خود کر سکتا ہوں۔ مجھے خدمت کی ضرورت نہیں؛

الغرض اسی طرح مصیبت کے پچاس[1] دن گزر گئے۔ ایک رات میں اپنی چھت پر لیٹا ہوا تھا اور اپنی مصیبت پر سخت نالاں تھا۔ کہ کوہ سلع[2] پر چڑھ کے جو میرے گھر کے قریب تھا۔ ابوبکر صدیق رضی نے آواز دی۔ کعب کو مبارک ہو۔ کہ اسکی توبہ قبول ہوگئی۔ یہ آواز سنتے ہی میرے دوست احباب دوڑ پڑے۔ اور مبارکباد کہنے لگے۔ کہ مخلص کی توبہ قبول ہوئی۔ میں نے یہ سنتے ہی پیشانی کو خاک پر رکھدیا اور سجدۂ شکرانہ ادا کیا۔ اور پھر دوڑا دوڑ انبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین وانصار میں تشریف فرما تھے۔ مجھے دیکھ کر مہاجرین نے مبارکباد دی۔ اور انصار خاموش رہے۔ میں نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا۔ اس وقت چہرہ مبارک خوشی و مسرت سے ماہ چہاردہ کی طرح تاباں و درخشاں ہو رہا تھا۔ اور عادت مبارک تھی

---

[1] سفر تبوک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غالباً ۵۰ دن ہی لگے تھے۔ اسلئے پیچھے رہ جانے والوں کو اتنے دن ہی مسلمانوں اور عیال سے قریباً تنہائی میں کاٹنے پڑے؛ +

[2] سلع کا ذکر بخاری کی اس حدیث میں آیا ہی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سلع کی پہاڑی مدینے کے اندر ہی۔ اور کعب بن مالک صحابی کا گھر اسکے پاس تھا۔ اور طبری نے جنگ خندق کے بیان میں بروایت ابن اسحٰق یہ روایت کی ہے:-
وخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والمسلمون حتی جعلوا ظهورهم الى سلع فى ثلاثة آلاف من المسلمين فضرب هنالك عسكره والخندق بينه وبين القوم؛ اس سے ثابت ہے کہ جنگ خندق میں جب مسلمانوں نے مدینہ میں محصور ہو کر دشمنوں کا مقابلہ کیا تھا۔ اس وقت اسلامی لشکر سلع کے قریب اترا تھا تو اس وقت مسلمانوں کا رخ خندق کی طرف اور پشت سلع کی طرف تھی؛ حسان بن ثابت کا جنگ خندق کی نسبت شعر ہے جسمیں عمرو بن عبدود کے مرنے کا ذکر ہے؛ امسى الفتى عمرو بن عبدٍ ثاوياً؛ بجنوب سلع ثادة لم ينظر؛ کعب بن مالک نے جنگ خندق پر جو قصیدہ لکھا۔ اس کا ایک شعر ہے:-
الا ابلغ قريشاً ان سلعاً + وما بين العريض الى العماد؛ اب ان ہر دو روایات کے ساتھ یسعیاہ نبی کی کتاب باب ۴۲ درس ۱۱ کو دیکھیں جس میں سلع کے باشندوں کا بیان ہے۔ جس سے صاف واضح ہو جاتا ہے۔ کہ انبیاء کی کتابوں میں مدینہ کا نام سلع ہے؛ +

کہ خوشی میں چہرہ مبارک اور بھی زیادہ روشن ہو جاتا تھا" مجھے فرمایا۔ کعب! مبارک! اس بہترین دن کے لئے! جب سے تو ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ کوئی دن ایسا مبارک تجھ پر آج تک نہیں گذرا۔ آو" تمہاری توبہ کو رب العالمین نے قبول فرما لیا ہے"

میں نے عرض کیا" یا رسول اللہ۔ اس قبولیت کے شکرانے میں میں اپنا کل مال راہِ خدا میں صدقہ دیتا ہوں" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" نہیں"۔ میں نے عرض کیا" نصف" فرمایا" نہیں"۔ میں نے عرض کیا" ثلث" فرمایا" ہاں" ثلث خوب ہے" اور ثلث بہت بھی ہے"

الحمد للہ

کہ اس شور و شر کا جو قریش نے برسوں سے اٹھا رکھا اور جس نے عرب کے تمام قبائل کو بغاوت کی زہر آلودہوا سے آلودہ کر رکھا تھا۔ رحمۃ للعالمین کی بے نظیر فیاضی۔ اور لاثانی رحم دلی کے ظہور پر خاتمہ ہو گیا

یہ وہ ناگزیر جنگ تھے۔ جن میں اللہ کا برگزیدہ رسول و نبی اور مسلمان اضطراراً تقریباً سات سال کے درمیانی عرصہ میں شریک ہوتے رہے"

ناظرین کسی جنگ میں نہیں دیکھیں گے" کہ مسلمانوں نے ابتدا کی ہو۔ یہ تمام جنگ صرف حملہ آوروں کے حملوں کو روکنے۔ اور اُن کے شر سے بچنے کے لئے کئے گئے تھے" نبوت کے تمام زمانے میں ایک شخص بھی اس لئے قتل نہیں ہوا کہ وہ بت پرست یا پارسی۔ یا عیسائی یا یہودی تھا۔

قرآن مجید میں اس مطلب کو اللہ تعالیٰ نے بخوبی واضح فرما دیا تھا" کہ دنیا میں مذہب و اعتقاد کا اختلاف ہمیشہ سے رہا ہے۔ اور ہمیشہ تک رہیگا۔ اسلئے مذہب کے لئے کسی شخص پر جبر کرنا جائز نہیں" مندرجہ ذیل آیات اس مطلب کے لئے صاف ہیں:۔

(۱) لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ۔ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ" سورہ بقرہ رکوع ۳۴

دین کے بارے میں کسی پر جبر نہیں، ہدایت اور گمراہی اچھی طرح ظاہر ہو گئی ہے"

(۲) وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ

اگر تیرا پروردگار چاہتا" تو زمین پر سب کے سب

كُلُّهُمْ جَمِيعًا. أَفَأَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ
حَتَّىٰ يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ. (سورہ یونس-

(۳) وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ
أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ
إِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبُّكَ وَلِذَٰلِكَ
خَلَقَهُمْ. (سورہ ہود رکوع ۱۰)

(۴) إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ
وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ.
(سورہ قصص رکوع ۶)

(۵) نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ وَمَا أَنْتَ
عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ. فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ
وَعِيدِ. (سورہ ق ع ۳)

(۶) فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ. لَسْتَ
عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ. (سورہ غاشیہ پ عم)

باشندے ایمان لے آتے۔ کیا تو ان لوگوں پر جبر کرے گا کہ وہ ایمان لے آئیں۔

اگر تیرا پروردگار چاہتا۔ تو سب لوگوں کو ایک ہی امت بنا دیتا۔ اور وہ تو ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے (بجز اُن کے جن پر تیرے رب نے رحم کیا ہے) اور اُن کو اسی اختلاف کے لئے پیدا کیا ہے۔

تو اُسے ہدایت نہیں دے سکتا جس سے محبت کرتا ہے۔ مگر خدا جسے چاہتا ہے۔ ہدایت دیتا ہے۔

جو کچھ باتیں یہ لوگ کرتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں۔ اور تو ان پر جبر نہیں کر سکتا۔ ہاں قرآن کا وعظ کر۔ پھر جو کوئی عذاب الٰہی سے ڈرتا ہے۔ وہ ڈرے۔

وعظ کرتا رہ۔ کیوں کہ تو وعظ کرنے والا ہی ہے اور ان پر کروڑہ نہیں ہے۔

اسیرانِ جنگ

جنگ کا ذکر ختم کرنے سے پیشتر مناسب ہے کہ اُس برتاؤ کا ذکر کر دیا جائے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسیرانِ جنگ کے ساتھ فرماتے تھے۔

اسلام سے پیشتر دنیا میں جتنی قومیں اور سلطنتیں تھیں۔ وہ اسیرانِ جنگ کے ساتھ ایسے وحشیانہ سلوک کرتی تھیں۔ جسے سُن کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق عمل قیدیوں کے ساتھ صرف دو ہی طرح پر تھا۔

(الف) فدیہ لے کر آزاد کرنا؛

(ب) بلا کسی فدیہ کے آزاد کر دینا؛

مسلمانوں کو سب سے پہلے جنگ بدر میں قیدی ہاتھ لگے تھے۔ یہ اہل مکہ تھے ان سے بڑھکر دشمن مسلمانوں کا کوئی نہ تھا؛ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اس معاملہ کو صحابہ کے شوریٰ میں پیش کیا۔ صحابہ میں ایک جانب ابوبکر صدیق رضؓ تھے۔ جنکی رائے یہ تھی؛ کہ قیدیوں سے جرمانہ لے لیا جائے۔ اور انہیں چھوڑ دیا جائے؛ اس رائے کی تائید میں انہوں نے دو دلائل پیش کیے تھے؛۔

(الف) زرجرمانہ سے ہم اپنے سازوسامان کی درستی کرلیں گے؛

(ب) آزادی پانے کے بعد ممکن ہے کہ ان قیدیوں میں سے خدا کسی کو اسلام کی ہدایت فرما دے

دوسری جانب عمر فاروق رضؓ تھے؛ اُن کی رائے تھی۔ کہ قیدیوں کو قتل کیا جائے۔ وہ اپنی رائے کی تائید میں کہتے تھے؛

(الف) یہ لوگ کفر کے امام اور شرک کے پیشوا ہیں۔ انکی گردنیں اُڑانی چاہئیں؛

(ب) خدا نے ہمکو ان پر غلبہ دیا ہے۔ اسلئے مسلمانوں کا انتقام لینا چاہیئے؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضؓ کی رائے کو پسند فرمایا؛ جو قیدی زرجرمانہ ادا نہ کر سکتے تھے اُن کے لیئے تجویز فرمایا؛ کہ وہ اولاد انصار کو لکھنا سکھلادیں؛ (یا کوئی اور ہنر سکھلادیں)؛

بعض لوگ اب تک یہ سمجھتے ہیں۔ کہ عمر فاروق کی رائے زیادہ صحیح تھی۔ وہ حدیث کے اگلے حصہ سے دلیل پکڑتے ہیں؛ حدیث میں یہ ہے کہ اگلے روز عمر رضؓ نے رسول اللہ اور ابوبکر رضؓ کو اس بارہ میں گریہ کرتے دیکھا تھا۔ لیکن علماء کا ایک گروہ اس استدلال کے بعد بھی ابوبکر صدیق رضؓ کی رائے کو ترجیح دیتا ہے؛ بوجوہ ذیل:۔

(۱) قرآن مجید میں بھی رائے ابوبکر رضؓ کی بابت پہلے سے حکم موجود تھا؛

(۲) اس رائے میں رحمت ملحوظ ہے۔ جو سب چیزوں سے وسیع تر ہے؛

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حدیث میں ابوبکر رضؓ کو ابراہیم و عیسیٰ سے؛ اور عمر رضؓ کو نوح و

موسیٰ سے تشبیہ دی ہے ؛

(۴) ابوبکرؓ کی رائے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے موافق تھی ؛

(۵) بالآخر رب العالمین نے بھی اسی رائے کو برقرار رکھا ؛

(۶) ابوبکر صدیقؓ کا خیال صحیح ہوا کہ اسیران جنگ میں سے بہت لوگ بعد میں از خود مسلمان بھی ہوئے۔ اور سر دست زرِ جرمانہ (تاوانِ جنگ) سے مسلمانوں نے اپنی حالت کو درست بھی کر لیا ؛

الغرض جنگ بدر کے ۷۲ قیدیوں میں سے ۷۰ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جرمانہ لیکر آزاد فرما دیا تھا۔ ان قیدیوں کو مہمانوں کی طرح رکھا گیا تھا۔ بہت سے قیدیوں کے بیانات موجود ہیں جنہوں نے اقرار کیا ہے کہ اہل مدینہ بچوں سے بڑھ کر انکی آسائش کا اہتمام کرتے تھے ؛ صرف دو قیدی (عقبہ بن ابی معیط و نضر بن حارث) قتل کرائے گئے تھے۔ یہ سزا اُن کے سابقہ جرائم کا نتیجہ تھی ؛ جسنے اُنہیں واجب القتل ٹھہرا دیا تھا ؛

جنگ بدر کے بعد غزوہ بنو المصطلق میں سو سے زیادہ زن و مرد قید ہوئے تھے۔ وہ سب بلا کسی معاوضہ کے آزاد کر دیئے گئے تھے ؛ اور ان میں سے ایک عورت جویریہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین ہونے کا درجہ عطا فرمایا تھا ؛

حدیبیہ کے میدان میں کوہ تنعیم کے اسی حملہ آور قید ہوئے تھے۔ اُن کو بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا کسی شرط۔ اور بلا کسی جرمانہ کے آزاد فرما دیا تھا ؛

جنگ حُنین میں چھ ہزار زن و مرد کو بلا کسی شرط اور جُرمانہ کے آزاد فرما دیا تھا۔ بعض اسیروں کی آزادی کا معاوضہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے اسیر کنندگان کو ادا کیا تھا ؛ اور پھر اکثر اسیروں کو خلعت و انعام دے کر رخصت فرمایا تھا ؛

ان جملہ نظائر سے ثابت ہے۔ کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حملہ آور دشمنوں پر قابو اور غلبہ پا لینے کے بعد کس قدر الطاف فرمایا کرتے تھے ؛

کتب احادیث میں ایک واقعہ قیدیوں سے قیدیوں کے تبادلہ کا بھی ملتا ہے؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پاک تعلیم ہی کا اثر تھا۔ کہ خلفائے راشدین کے عہد میں اگرچہ عراق و شام۔ مصر و عرب۔ ایران و خراسان کے سینکڑوں شہر فتح کیے گئے مگر کسی جگہ بھی حملہ آوروں، جنگ آزماؤں یا رعایا میں سے کسی کو لونڈی۔ غلام بنانے کا مذکور نہیں ملتا؛ مغلوب دشمن سے تاوان جنگ لینے کا بھی کہیں اندراج نظر نہیں آتا؛

اگرچہ مسلمانوں کے لئے یہ جنگ سخت آزمائش تھے۔ لیکن شاید رب العالمین کی اس میں بھی یہ حکمت ہو، کہ اسلام دنیا کے لئے جنگ کا بھی وہ نمونہ پیش کر دے جو ہمدردی انسانی اور رحم و الطاف سے لبریز ہو۔ +

باب

مختلف مذاہب اور مختلف ممالک کے پادشاہوں کے پاس دعوت اسلام کے لئے سفیر اور فرامین کا بھیجا جانا۔ بعض کا مسلمان ہو جانا، بعض کا اظہار ادب کرنا، بعض کا گستاخی سے پیش آنا۔ اور اس کا انجام؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں جو ایسی خصوصیات پائی جاتی ہیں، کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کی نبوت و رسالت میں موجود نہیں؛ ان میں سے ایک نمایاں تر خصوصیت یہ ہے۔ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اسلام کو کل دنیا کا مذہب واحد کہکر پیش کیا ہے؛

اور اسی لئے نبوت کے اس ابتدائی زمانے ہی سے جب کہ شہر مکہ کے رہنے والے بھی اسلام سے بخوبی واقف نہوئے تھے۔ آنحضرت نے دیگر اقوام اور دیگر ادیان کے لوگوں میں بھی تبلیغ کرنا شروع کر دیا تھا۔ بلال حبشی، صہیب رومی، سلمان پارسی۔ عداس نینوائی وہ

بزرگوار ہیں۔ جو حبش۔ یونان۔ ایران اور وسط ایشیا کی طرف سے ثمر اولین بن کر اسلام میں داخل ہوئے تھے۔

قرآن مجید کی آیات اس بارے میں بہت صاف ہیں۔

(۱) وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیرا ونذیرا۔ (سورہ سبا ع ۳)	ہمنے تجھے تمام انسانوں کے لیے بشارت پہنچانیوالا۔ ڈرسنانے والا۔ بناکر دنیا میں رسول بنایا ہے۔
(۲) ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ۔ (سورہ صف ع ۱ نیز سورہ فتح ع ۴)	(۲) خدا وہ ہے جس نے اپنے رسول کو روشن دلائل اور سچے دین کے ساتھ بھیجا ہے۔ تاکہ وہ سب دینوں پر غلبہ حاصل کرے۔
(۳) وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین۔ (سورہ انبیاء ع ۷)	(۳) ہم نے تجھے تمام اہل عالم کے لیئے رحمت بناکر بھیجا ہے۔
(۴) قل یایھا الناس۔ انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ (سورہ اعراف ع ۲۰)	(۴) ان سے کہدو۔ کہ اے انسانی نسل کے بچو۔ میں تم سب کے لیئے اللہ کا رسول ہوں۔

اِن آیات مبارکہ کے ارشاد کی تبعیت ہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذیل کے مراسلات مختلف قوموں اور مختلف مذہبوں کے سرکردگان کے پاس روانہ فرمائے تھے۔ اور ہر ایک کو لکھدیا تھا۔ کہ اسلام سے انکار کرنے کا وبال نہ صرف اسلیئے پڑے گا۔ کہ تم نے اپنی ذات کے لیئے انکار کردیا۔ بلکہ تمھارے انکار کی وجہ سے چونکہ تمھاری قوم بھی ہدایت سے رُکے گی اسلیئے انکی ضلالت وگمراہی کا نکال بھی تم ہی پر پڑے گا۔ کیوں کہ اس فرمان میں شخصی حیثیت سے نہیں۔ بلکہ سرکردہ قوم ہونے کی وجہ سے تم کو مخاطب کیا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ اسلام کی بابت یہ ایسی کارروائی فرمائی ہی جسکی نظیر دنیا کے کسی سابقہ مذہب کی تاریخ میں نہیں پائی جاتی۔ کہ ان کے بانیانِ مذہب نے بھی ایسا ہی کیا ہو۔

چونکہ ہم ہر ایک سچے مذہب کے ہادی کی دل سے عزت وعظمت کرتے ہیں، اسلیئے انکی خوشی سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں۔ کہ وہ مقدس بزرگوار اپنے مذہب کو خود بھی اسی قوم سے مخصوص سمجھتے تھے جسکے لئے وہ بھیجے گئے تھے[1]۔

اب اگر ان کے متبعین اُن کے مسلک سے تجاوز کرتے ہیں، تو یہ انکا اپنا فعل ہے جو مذہبی حیثیت سے سند نہیں بن سکتا۔

سنہ ہجری مقدس کے ماہ محرم کی پہلی تاریخ تھی۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پادشاہان عالم کے نام دعوت اسلام کے خطوط مبارک اپنے سفیروں کے ہاتھ روانہ فرمائے، جو سفیر جس قوم کے پاس بھیجا گیا وہ وہاں کی زبان جانتا تھا۔ تاکہ تبلیغ بخوبی کر سکے[2]۔

اب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی مہر نہ بنائی تھی۔ جب شاہان عالم کو خطوط لکھے گئے، تو اُن پر مہر کرنے کے لیئے خاتم تیار کی گئی۔ یہ چاندی کی تھی، تین سطور میں اس طرح پر یہ عبارت کندہ تھی[3]۔

الله
رسول
محمد

اِن خطوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ جو خط عیسائی پادشاہوں کے نام تھے۔ ان میں خصوصیت سے یہ آیت مبارکہ بھی تھی:۔

یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئًا۔ ولا یتخذ بعضنا بعضًا اربابًا من دون اللہ۔ (آل عمران رکوع ۷)

اے اہل کتاب، آؤ۔ ایسی بات پر اتفاق کریں جو ہمارے تمہارے (دین) میں مساوی ہے۔ یعنے خدا کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کریں۔ اور کسی چیز کو بھی اُسکا شریک نہ ٹھہرائیں اور خدا کے سوا خدائی کا درجہ ہم اپنے جیسے انسانوں کے لیئے تجویز نہ کریں۔

---

[1] مقدس مسیح فرماتے ہیں "میں صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لیے بھیجا گیا ہوں"۔
[2] خصائص الکبرٰی جلد دوم۔ بروایت ابن ابی شیبہ جعفر ا۔
[3] بخاری عن انس بن مالک۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ انگشتری ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ اپنی خلافت کے زمانہ میں پہنتے رہے۔ حضرت عثمانؓ سے آخر عہد خلافت میں یہ انگشتری مدینہ کے ایک چاہ بیر اریس کے اندر گر گئی تھی۔ بخاری نقش الخاتم۔

اب ہم مختصر طور پر ان سفارتوں کا حال درج کرتے ہیں؛

بادشاہ حبش کے نام

اصحم بن ابجر؛ بادشاہ حبش؛ الملقب بہ نجاشی کے پاس عمرو بن امیہ الضمری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک لے کر گئے تھے؛ یہ بادشاہ عیسائی تھا؛ تاریخ طبری سے اس نامہ کی نقل درج کی جاتی ہے :-

بسم الله الرحمٰن الرحيم ط

من محمد رسول الله الى النجاشى الاصحم ملك الحبشه . سلم انت فانى احمد اليك الله الملك القدوس السلام المؤمن المهيمن - واشهد ان عيسى بن مريم روح الله وكلمته القاها الى مريم البتول الطيبة الحصينة فحملت به عيسى فخلقه الله من روحه و نفخه كما خلق ادم بيده و نفخه وانى ادعوك الى الله وحده لاشريك له والموالاة على طاعته وان تتبعنى وتؤمن بالذى جاءنى فانى رسول الله ـ وقد بعثت اليك ابن عمى جعفرا ونفرا معه من المسلمين فاذا جاءك

خدا کے نام سے جو بڑی رحمت اور کمال رحم والا ہے؛ یہ خط اللہ کے رسول محمد کی طرف سے نجاشی اصحم بادشاہ حبش کے نام ہے؛ تجھے سلامتی ہو۔ میں پہلے اللہ کی ستایش کرتا ہوں۔ جو ملک ۔ قدوس ۔ سلام ۔ مومن[1] ۔ اور مہیمن ہے ۔ اور ظاہر کرتا ہوں ۔ کہ عیسیٰ بن مریم اللہ کی مخلوق اور اس کا حکم ہیں؛ جو مریم بتول طیبہ عفیفہ کی جانب بھیجا گیا؛ اور انہیں عیسیٰ کا اس سے حمل ٹھہر گیا؛ خدا نے عیسیٰ کو اپنی روح اور نفخ سے اسی طرح پیدا کیا؛ جیسا کہ آدم کو اپنے ہاتھ اور نفخ سے پیدا کیا تھا؛ اب میری دعوت یہ ہے؛ کہ تو خدا پر جو اکیلا اور لاشریک ہے ایمان لے آ ۔ اور ہمیشہ اسی کی فرماں برداری میں رہا کر؛ اور میرا اتباع کر ۔ اور میری تعلیم کا سچے دل سے اقرار کر کیوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں؛

میں قبل ازیں اس ملک میں اپنے چچیرے بھائی جعفر کو مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ بھیج چکا ہوں؛

[1] مومن جو خدا کا نام ہے اُس کے معنے ہیں "ایمان عطا کرنے والا" ۔

فاقرهم۔ ودع التجبر۔ فانی
ادعوك وجنودك الی الله
فقد بلغت ونصحت۔ فاقبلوا
نصحی۔
والسلام علی من اتبع الهدی۔

تم اسے بآرام ٹھہرالینا۔ نجاشی۔ تم تکبر چھوڑ دو۔
کیونکہ میں تمکو اور تمھارے دربار کو خدا کی طرف بلاتا
ہوں۔ دیکھو میں نے اللہ کا حکم پہنچادیا۔ اور تمہیں
بخوبی سمجھا دیا۔ اب مناسب ہے۔ کہ میری نصیحت مان لو۔
سلام۔ اُسپر جو سیدھی راہ پر چلتا ہے۔

نجاشی اس فرمان مبارک پر مسلمان ہوگیا۔ اور جواب میں یہ عریضہ تحریر کیا:۔

بسم الله الرحمن الرحیم
الی محمد رسول الله من النجاشی الاصحم
بن ابجر۔ سلام علیك یا نبی الله و
رحمة الله وبرکاته۔ من الله الذی
لا اله الا هو۔ الذی هدانی الی الاسلام
اما بعد فقد بلغنی کتابك یا رسول الله
فی ما ذکرت من امر عیسی فورب
السماء والارض ان عیسی ما یزید
علی ما ذکرت شفروقا۔ انه کما
قلت۔ وقد عرفنا ما بعثت به
الینا۔ وقد قربنا ابن عمك و
اصحابه۔ فاشهد انك رسول الله
صادقا مصدقا۔ وقد بایعتك
وبایعت ابن عمك واسلمت علی
یدیه لله رب العالمین

اللہ۔ رحمن۔ رحیم کے نام سے۔
محمد رسول اللہ کی خدمت میں نجاشی اصحم بن ابجر
کی طرف سے۔ اے نبی اللہ کے آپ پر اللہ کی سلامتی۔
رحمت اور برکتیں ہوں۔ اُسی خدا کی جسکے سوا کوئی معبود
نہیں۔ اور جس نے مجھے اسلام کی ہدایت فرمائی ہے۔
اب عرض یہ ہے۔ کہ حضور کا فرمان میرے پاس پہنچا۔
عیسیٰ کے متعلق جو کچھ آپنے تحریر فرمایا ہے۔ بخدائے
زمین و آسمان۔ وہ اس سے ذرہ برابر بھی بڑھکر نہیں۔
انکی حیثیت اُتنی ہی ہے۔ جو آپنے تحریر فرمائی۔ ہمنے
آپ کی تعلیم سیکھ لی ہے۔ اور آپ کا چچیرا بھائی اور مسلمان
میرے پاس آرام سے ہیں۔ میں اقرار کرتا ہوں۔ کہ
آپ اللہ کے رسول ہیں۔ سچے ہیں۔ اور راستبازوں
کی سچائی ظاہر کرنے والے ہیں۔ میں آپسے بیعت کرتا
ہوں۔ میں نے آپکے چچیرے بھائی کے ہاتھ پر حضور
کی بیعت اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا اقرار کیا ہے۔

وقد بعثت الیك بابنی ارھا بن الاصحم بن ابجر فانی لا املك الا نفسی وان شئت ان اٰتیك فعلت یارسول اللہ، فانی اشھد ان ما تقول حق، والسلام علیك یارسول اللہ	اور میں حضور کی خدمت میں اپنے فرزند ارھا کو روانہ کرتا ہوں، میں تو اپنے ہی نفس کا مالک ہوں، اگر حضور کا منشا یہ ہوگا۔ کہ میں حاضر خدمت ہو جاؤں تو ضرور حاضر ہونگا۔ کیوں کہ میں یقین کرتا ہوں کہ حضور جو فرماتے ہیں۔ وہی حق ہے؛ اے خدا کے رسول۔ آپ پر سلام؛

(۲) منذر بن ساوی شاہ بحرین تھا، شہنشاہ فارس کا خراج گذار تھا، علاء بن الحضرمیؓ اسکے پاس نامہ مبارک لے کے گئے تھے؛ یہ مسلمان ہو گیا، اور اسکی رعایا کا اکثر حصہ بھی مسلمان ہوا؛ اس نے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لکھا تھا؛ کہ بعض لوگوں نے تو اسلام کو از حد پسند کیا ہے، بعض نے کراہت کا اظہار کیا ہے؛ بعض نے مخالفت کی ہے؛ میرے علاقے میں یہودی اور مجوسی بہت ہیں۔ ان کے لئے جو ارشاد ہو، کیا جائے؛ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں تحریر فرمایا تھا؛

(۱) من ینصح انما ینصح لنفسہ	جو نصیحت پکڑتا ہے وہ اپنے لئے؛
(۲) من اقام علی یھودیۃ اومجوسیۃ فعلیہ الجزیہ؛	جو یہودیت یا مجوسیت پر قائم رہے؛ وہ جزیہ (خراج رعیتانہ) دیا کرے؛

(۳) جیفر و عبد فرزندان جلندی۔ ملک عمان کے نام عمرو بن عاصؓ کے ہاتھ خط بھیجا گیا؛

عمرو کا قول ہے؛ کہ جب میں عمان پہنچا۔ تو پہلے عبد کو ملا۔ یہ سردار تھا۔ اور اپنے بھائی کی نسبت زیادہ نرم و خوش خلق تھا؛ مینے اُسے بتایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سفیر ہوں اور تمہارے پاس اور تمہارے بھائی کے پاس آیا ہوں؛

عبد بولا؛ میرا بھائی، عمر میں مجھ سے بڑا۔ اور ملک کا مالک ہے؛ میں تمہیں اسکی خدمتمیں

پہنچا دوں گا۔ مگر یہ تو بتلاؤ۔ کہ تم کس چیز کی دعوت دیتے ہو؟۔

عمرو بن عاص نے کہا۔ اکیلے خدا کی طرف۔ جس کا کوئی شریک نہیں۔ نیز اس شہادت کی طرف کہ محمدؐ خدا کا بندہ اور رسول ہے۔

عبد نے کہا۔ عمرو تو سردار قوم کا بیٹا ہے۔ بتلاؤ۔ کہ تیرے باپ نے کیا کیا۔ کیونکہ ہم کو نمونہ بنانا چاہئے۔

عمرو بن عاص نے جواب دیا۔ وہ مر گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لایا تھا۔ کاش وہ ایمان لاتا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی راستبازی کا اقرار کرتا۔

میں بھی اپنے باپ کی رائے ہی پر تھا۔ حتیٰ کہ خدا نے مجھے اسلام کی ہدایت فرمائی۔

عبد۔ تم کب سے محمدؐ کے پیرو ہو گئے ہو۔

عمرو بن عاص۔ ابھی تھوڑا عرصہ ہوا۔

عبد۔ کہاں۔

عمرو بن عاص۔ نجاشی کے دربار میں۔ اور نجاشی بھی مسلمان ہو گیا۔

عبد۔ وہاں کی رعایا نے نجاشی کے ساتھ کیا سلوک کیا۔

عمرو بن عاص۔ اُسے بدستور بادشاہ رہنے دیا۔ اور انہوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

عبد۔ (تعجب سے) کیا بشپ پادریوں نے بھی؟

عمرو بن عاص۔ ہاں۔

عبد۔ دیکھو۔ عمرو۔ کیا کہہ رہے ہو۔ انسان کے لئے کوئی چیز بھی جھوٹ سے بڑھ کر ذلت بخش نہیں۔

عمرو بن عاص۔ میں نے جھوٹ نہیں کہا۔ اور اسلام میں جھوٹ بولنا جائز بھی نہیں۔

عبد۔ ہرقل نے کیا کیا۔ کیا اُسے نجاشی کے اسلام لانے کا حال معلوم ہے؟

عمرو بن عاص۔ ہاں۔

عبد۔ تم کیوں کر ایسا کہہ سکتے ہو؟۔

عمرو بن عاص۔ نجاشی ہرقل کو خراج دیا کرتا تھا۔ جب سے مسلمان ہوا۔ کہدیا ہے کہ اب اگر ایک درھم بھی مانگے گا۔ تو نہ دوں گا؛

ہرقل تک یہ بات پہنچ گئی؛ ہرقل کے بھائی نباق نے کہا؛ یہ نجاشی حضور کا ادنیٰ غلام اب خراج دینے سے انکار کرتا ہے۔ اور حضور کے دین کو بھی اُس نے چھوڑ دیا ہے۔ ہرقل نے کہا۔ پھر کیا ہوا۔ اس نے اپنے لئے ایک مذہب پسند کرلیا؛ اور قبول کرلیا؛ میں کیا کروں؟؛ بخدا۔ اگر اس شہنشاہی کا مجھے خیال نہ ہوتا۔ تو میں بھی وہی کرتا جو نجاشی نے کیا ہے؛

عبد۔ دیکھو۔ عمرو کیا کہہ رہے ہو؛

عمرو بن عاص؛ قسم ہے خدا کی؛ سچ کہہ رہا ہوں؛

عبد؛ اچھا بتلاؤ؛ وہ کن چیزوں کے کرنیکا حکم دیتا ہے۔ اور کن چیزوں سے منع کرتا ہے؛

عمرو بن عاص؛ وہ اللہ عزوجل کی اطاعت کا حکم دیتے ہیں؛ اور معصیتِ الٰہی سے روکتے ہیں؛ وہ زنا اور شراب کے استعمال سے اور پتھروں؛ بتوں اور صلیب کی پرستش سے منع فرماتے ہیں؛

عبد۔ کیسے اچھے احکام ہیں؛ جنکی وہ دعوت دیتے ہیں؛ کاش میرا بھائی میری رائے قبول کرے ہم دونوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاکر ایمان لائیں؛

میں سمجھتا ہوں؛ کہ اگر میرے بھائی نے اس پیغام کو رد کیا؛ اور دنیا ہی کا راغب رہا تو وہ اپنے ملک کے لئے بھی سراپا نقصان ثابت ہوگا؛

عمرو بن عاص؛ اگر وہ اسلام قبول کرے گا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُسی کو اس ملک کا بادشاہ تسلیم فرمالیں گے۔ وہ صرف اتنا کرینگے؛ کہ یہاں کے اغنیاء سے صدقہ وصول کرکے یہاں کے غربا میں تقسیم کرادیا کرینگے؛

عبد؛ یہ تو اچھی بات ہے؛ مگر صدقہ سے کیا مراد ہے؟؛

عمرو بن عاص۔ نے زکوٰۃ کے مسائل بتلائے۔ جب یہ بتلایا۔ کہ اونٹ میں بھی زکوٰۃ ہے۔ تو عبد بولا۔ کیا وہ ہمارے سوائم مواشی میں سے بھی صدقہ دینے کو کہیں گے۔ وہ تو خود ہی درختوں کے

پتوں سے پیٹ بھر لیتا، اور خود ہی پانی جا پیتا ہے؛

عمرو بن عاص نے کہا، ہاں! اونٹوں میں سے بھی صدقہ لیا جاتا ہے؛

عبد:- میں نہیں جانتا۔ کہ میری قوم کے لوگ۔ جو تعداد میں زیادہ ہیں۔ اور دور دور تک بکھرے پڑے ہیں؛ وہ اس حکم کو مان لیں گے؛

الغرض عمرو بن عاص وہاں چند روز ٹھہرے؛ عبد روز روز کی باتیں اپنے بھائی کو پہنچا دیا کرتا تھا۔ ایک روز عمرو بن عاص کو بادشاہ نے طلب کیا؛ چوبداروں نے دونوں جانب سے بازو تھام کر انہیں بادشاہ کے حضور میں پیش کیا؛ بادشاہ نے فرمایا؛ اسے چھوڑ دو؛ چوبداروں نے چھوڑ دیا؛ یہ بیٹھنے لگے؛ چوبداروں نے پھر ٹوکا۔ انہوں نے بادشاہ کی طرف دیکھا۔ بادشاہ نے کہا؛ بولو۔ تمہارا کیا کام ہے؟؛

عمرو بن عاص نے خط دیا؛ جس پر مہر ثبت تھی؛

جیفر نے مہر توڑ کر خط کھولا؛ پڑھا، پھر بھائی کو دیا۔ اس نے بھی پڑھا؛ اور عمرو بن عاص نے دیکھا؛ کہ بھائی زیادہ نرم دل ہے؛

بادشاہ نے پوچھا؛ کہ قریش کا کیا حال ہے؟؛

عمرو بن عاص نے کہا؛ سب نے طوعاً و کرہاً اس کی اطاعت اختیار کر لی ہے؛

بادشاہ نے پوچھا؛ اس کے ساتھ رہنے والے کون لوگ ہیں؟؛

عمرو بن عاص؛ یہ وہ لوگ ہیں؛ جنہوں نے اسلام کو رضا و رغبت سے قبول کیا؛ سب کچھ چھوڑ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو اختیار کر لیا ہے۔ اور پوری فکر و غور اور عقل و تجربہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانچ کر لی ہے؛

بادشاہ نے کہا؛ اچھا۔ تم کل پھر ملنا؛

عمرو بن عاص دوسرے روز اول بادشاہ کے بھائی سے ملا؛ وہ بولا؛ کہ اگر ہماری ملک کو صدمہ نہ پہنچے؛ تو بادشاہ مسلمان ہو جائے گا؛

عمرو بن عاص پھر بادشاہ سے ملے؛

بادشاہ نے کہا میں نے اس معاملہ میں غور کیا، دیکھو اگر میں ایسے شخص کی اطاعت اختیار کرتا ہوں جسکی فوج ہمارے ملک تک نہیں پہنچی۔ تو میں سارے عرب میں کمزور سمجھا جاؤں گا؛ حالانکہ اگر اسکی فوج اس ملک میں آئی، تو میں ایسی سخت لڑائی لڑونگا۔ کہ تمہیں کبھی سابقہ نہ ہوا ہو؛

عمرو بن عاص نے کہا۔ بہتر۔ میں کل واپس چلا جاؤں گا۔

بادشاہ نے کہا۔ نہیں۔ کل تک ٹھہرو؛

دوسرے روز بادشاہ نے انہیں آدمی بھیجکر بلایا؛ اور دونوں بھائی سلمان ہو گئے۔ اور رعایا کا اکثر حصہ بھی اسلام لے آیا؛[1]

(۴) منذر بن حارث بن ابو شمر۔ دمشق کا حاکم۔ اور شام کا گورنر تھا، شجاع بن وہب الاسدی اسکے پاس بطور سفارت بھیجے گئے تھے۔ پہلے خط مبارک پڑھکر بہت بگڑا۔ کہا میں خود مدینے پر حملہ کروں گا، بالآخر سفیر کو باعزاز رخصت کیا؛ مگر سلمان نہ ہوا؛

(۵) ہوذہ بن علی۔ حاکم یمامہ۔ عیسائی المذہب تھا؛ سلیط بن عمروؓ۔ نامہ مبارک اس کے پاس لے کے گئے تھے۔ اُس نے کہا۔ کہ اگر اسلام پر میری آدھی حکومت تسلیم کر لی جائے تو سلمان ہو جاؤنگا؛ ہوذہ اس جواب سے تھوڑے دنوں بعد ہلاک ہو گیا؛

(۶) جریح بن متی الملقب بہ مقوقس شاہ اسکندریہ و مصر۔ عیسائی المذہب تھا؛ حاطب بن ابی بلیعہ اس کے پاس سفیر ہو کے گئے تھے؛ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خط کے آخر میں تحریر فرمادیا تھا، کہ اگر تم نے اسلام سے انکار کیا۔ تو تمام مصریوں (اہل قبط) کے سلمان نہ ہونے کا گناہ تمہاری گردن پر ہو گا؛

سفیر نے خط پہنچانے کے علاوہ بادشاہ کو ان الفاظ میں خود بھی سمجھایا تھا؛

صاحب! آپ سے پہلے اس ملک میں ایک شخص ہو چکا ہے؛ جو انا ربکم الاعلیٰ

---

[1] زاد المعاد صفحہ ۵۲۲؛

دمیں تم لوگوں کا بڑا خدا ہوں) کہا کرتا تھا، اور خدا نے اُسے دنیا اور آخرت کی رسوائی دی جب خدا کا غضب بھڑکا، تو وہ۔ ملک وغیرہ کچھ بھی نہ رہا۔ اسلئے لازم ہے، کہ تم دوسروں کو دیکھو اور عبرت پکڑو، یہ نہ ہو، کہ دوسرے تم سے عبرت لیا کریں،

بادشاہ نے کہا، ہم خود ایک مذہب رکھتے ہیں، اسے ترک نہیں کرینگے۔ جبتک کہ اس سے بہتر دین کوئی نہ ملے،

حاطب بولا۔ میں آپ کو دینِ اسلام کی جانب بلاتا ہوں، جو جملہ دیگر مذاہب سے کفایت کنندہ ہے،

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سب ہی کو دعوت اسلام فرمائی ہے۔ قریش نے مخالفت کی ہے، اور یہود نے عداوت، لیکن سب میں سے محبت ومودت کے ساتھ قریب تر نصاریٰ رہی ہیں، بخدا جس طرح موسیٰ نے عیسیٰ کے لیے بشارت دی۔ اسی طرح عیسیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دی ہے، قرآن مجید کی دعوت ہم آپ کو اسی طرح دیتے ہیں جیسے آپ اہل توراۃ کو انجیل کی دعوت دیا کرتے ہیں، جس نبی کو جس قوم کا زمانہ ملا۔ وہی قوم اسکی امت سمجھی جاتی ہے، اسلئے آپ پر لازم ہے کہ اس نبی کی اطاعت کریں۔ جسکا عہد آپ کو مل گیا ہے، اور یہ سمجھ لیں کہ ہم آپ کو حضرت مسیح کے مذہب ہی کی طرف دعوت دیتے ہیں،

مقوقس نے کہا، میں نے اس نبی کے بارے میں غور کیا، ہنوز مجھے کوئی رغبت معلوم نہیں ہوئی، اگرچہ وہ کسی مرغوب شے سے نہیں روکتے ہیں، میں جانتا ہوں، کہ نہ وہ ساحر ضرر رساں ہیں نہ کاہن کاذب، اور اُن میں تو نبوت ہی کی علامت پائی جاتی ہے، بہرحال میں اس معاملے میں مزید غور کروں گا،

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کو ہاتھی دانت کے ڈبے میں رکھوا کر مہر لگوا کر خزانہ میں رکھوا دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تحائف بھیجے۔ اور جواب خط میں یہ بھی لکھا۔ کہ یہ تو مجھے معلوم ہے کہ ایک نبی کا ظہور باقی ہے، مگر میں یہ سمجھتا تھا۔ کہ وہ رسول شام میں ہونگے،

دلدل؛ مشہور خچر اسی نے تحفے میں بھیجا تھا؛[۱]

(۷) ہرقل شاہ قسطنطنیہ۔ یا روما کی شرقی شاخ سلطنت کا نامور شہنشاہ عیسائی المذہب تھا دحیہ بن خلیفۃ الکلبی رضؓ سفیر بن کر اس کے پاس نامہ مبارک بمقام بیت المقدس لے کے گئے تھے؛ ہرقل نے سفیر کے اعزاز میں بڑا شاندار دربار کیا؛ اور سفیر سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بہت باتیں دریافت کرتا رہا؛

اس کے بعد ہرقل نے مزید تحقیقات کرنا بھی ضروری سمجھا؛ حکم دیا؛ کہ اگر ملک میں کوئی شخص مکہ کا آیا ہوا موجود ہو۔ تو پیش کیا جائے؛

اتفاق سے اُن دنوں ابوسُفیان معہ دیگر تاجران مکہ شام آیا ہوا تھا؛[۲] اسے بیت المقدس پہنچایا؛ اور دربار میں پیش کیا گیا؛ قیصر نے ہمراہی تاجروں سے کہا؛ کہ میں ابوسُفیان سے سوال کروں گا۔ اگر یہ کوئی جواب غلط دے تو مجھے بتلا دینا؛

ابوسُفیان اُن دنوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جانی دشمن تھا؛ اس کا اپنا بیان ہے۔ کہ اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا؛ کہ میرے ساتھ والے میرا جھوٹ ظاہر کر دیں گے؛ تو میں بہت باتیں بناتا؛ مگر اس وقت قیصر کے سامنے مجھے سچ سچ ہی کہنا پڑا؛

سوال و جواب یہ ہیں:۔

قیصر؛ "محمدؐ کا خاندان اور نسب کیسا ہے؟"

ابوسفیان تاجر؛ "شریف و عظیم"

یہ جواب سن کر ہرقل نے کہا "سچ ہے؛ نبی شریف گھرانے کے ہوتے ہیں، تاکہ اُن کی اطاعت میں کسی کو عار نہ ہو"

قیصر؛ "محمدؐ سے پہلے بھی کسی نے عرب میں یا قریش میں نبی ہونیکا دعویٰ کیا ہے؟"

ابوسفیان تاجر؛ "نہیں"

[۱] زاد المعاد صفحہ ۵۲۰؛ [۲] صحیح بخاری؛ عن ابن عباس؛ کتاب الجہاد صفحہ ۱۰۶۔ و کتاب الشہادات؛

یہ جواب سُن کر ہرقل نے کہا، "اگر ایسا ہوتا۔ تو میں سمجھ لیتا کہ اپنے سے پہلے کی تقلید اور ریس کرتا ہے۔"

قیصر: "نبی ہونے کے دعویٰ سے پہلے کیا یہ شخص جھوٹ بولا کرتا تھا، یا اسکو جھوٹ بولنے کی کبھی تہمت دی گئی تھی؟"

ابوسفیان: "نہیں۔"

ہرقل نے اس جواب پر کہا۔ "یہ نہیں ہوسکتا۔ کہ جس شخص نے لوگوں پر جھوٹ نہ بولا، وہ خدا پر جھوٹ باندھے۔"

قیصر: "اس کے باپ دادا میں سے کوئی شخص بادشاہ بھی ہوا ہے؟"

ابوسفیان: "نہیں۔"

ہرقل نے اس جواب پر کہا: "اگر ایسا ہوتا۔ تو میں سمجھ لیتا، کہ نبوت کے بہانے سے باپ دادا کی سلطنت حاصل کرنا چاہتا ہے۔"

قیصر: "محمدؐ کے ماننے والے مسکین غریب لوگ زیادہ ہیں، یا سردار اور قوی لوگ؟"

ابوسفیان: "مسکین حقیر لوگ۔"

ہرقل نے اس جواب پر کہا، "ہر ایک نبی کے پہلے ماننے والے مسکین غریب لوگ ہی ہوتے رہے ہیں۔"

قیصر: "ان لوگوں کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے یا کم ہوتی ہے؟"

ابوسفیان: "بڑھ رہی ہے۔"

ہرقل نے کہا: "ایمان کا یہی خاصہ ہے۔ کہ آہستہ آہستہ بڑھتا ہے، اور حد کمال تک پہنچ جاتا ہے۔"

قیصر: "کوئی شخص اسکے دین سے بیزار ہو کر پھر بھی جاتا ہے؟"

ابوسفیان: "نہیں۔"

ہرقل نے کہا: "لذت ایمان کی یہی تاثیر ہے، کہ جب دل میں بیٹھ جاتی اور روح پر اپنا اثر قایم کر لیتی ہے، تب جُدا نہیں ہوتی۔"

قیصر۔ "یہ شخص کبھی عہد و پیمان کو توڑ بھی دیتا ہے؟"

ابوسفیان۔ "نہیں، لیکن امسال ہمارا معاہدہ اس سے ہوا ہے، دیکھئے کیا انجام ہو"

ابوسفیان کہتا ہے۔ کہ میں صرف اس جواب میں اتنا فقرہ ایزاد کر سکا تھا۔ مگر قیصر نے اسپر کچھ توجہ نہ کی۔" اور یوں کہا، "بیشک نبی عہد شکن نہیں ہوتے۔ عہد شکنی دنیا دار کیا کرتا ہے، نبی دنیا کے طالب نہیں ہوتے۔"

قیصر۔ "کبھی اس شخص کے ساتھ تمہاری لڑائی بھی ہوئی؟"

ابوسفیان۔ "ہاں۔"

قیصر۔ "جنگ کا نتیجہ کیا رہا؟"

ابوسفیان۔ "کبھی وہ غالب رہا (بدر میں) اور کبھی ہم (اُحد میں)۔"

ہرقل نے کہا۔ "خدا کے نبیوں کا یہی حال ہوتا ہے۔ لیکن آخر کار خدا کی مدد اور فتح اُن ہی کو حاصل ہوتی ہے۔"

قیصر۔ "اسکی تعلیم کیا ہے؟"

ابوسفیان۔ "ایک خدا کی عبادت کرو۔ باپ دادا کے طریق (بُت پرستی) کو چھوڑ دو۔ نماز روزہ۔ سچائی۔ پاک دامنی۔ صلہ رحم کی پابندی اختیار کرو۔"

ہرقل نے کہا۔ نبی موعود کی یہی علامتیں ہمکو بتلائی گئی ہیں، میں سمجھتا تھا۔ کہ نبی کا ظہور ہونے والا ہے، لیکن یہ نہ سمجھتا تھا، کہ وہ عرب میں سے ہوگا۔ ابوسفیان! اگر تم نے سچ سچ جواب دیئے ہیں، تو وہ ایک روز اس جگہ کا جہاں میں بیٹھا ہوا ہوں، (شام و بیت المقدس) ضرور قابض ہو جائیگا، کاش! میں اُن کی خدمت میں پہنچ سکتا۔ اور نبی کے پاؤں دھویا کرتا۔"

اس کے بعد آنحضرت کا نامہ مبارک پڑھا گیا۔ ارا کین دربار اسے سن کر بہت چیخے، اور چلائے اور ہمکو دربار سے باہر نکال دیا گیا، میرے دل میں اسی روز سے اپنی ذلت کا نقش اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آئندہ عظمت کا یقین ہو گیا۔

(۸) خسرو پرویز۔ کسریٰ ایران نصف مشرقی دنیا کا شہنشاہ تھا۔ زردشتی مذہب رکھتا تھا۔

عبداللہ بن حذافہ رضؓ اس کے پاس نامہ مبارک لے کے گئے تھے۔ نامہ مبارک کی نقل یہ ہے:۔

بسم الله الرحمن الرحيم من محمد رسول الله الى كسرى عظيم فارس۔ سلام على من اتبع الهدى۔ وآمن بالله ورسوله۔ وشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له وان محمدا عبده و رسوله۔ وادعوك بدعاية الله فانى انا رسول الله الى الناس كافة لانذر من كان حيا ويحق القول على الكافرين۔ فاسلم تسلم۔ فان ابيت فان اثم المجوس عليك۔

اللہ رحمٰن رحیم کے نام سے۔ محمد رسول اللہ کی طرف سے کسریٰ بزرگ فارس کے نام۔ سلام اس پر جو سیدھے راہ پر چلتا۔ اور خدا اور رسول پر ایمان لاتا۔ اور یہ شہادت ادا کرتا ہے۔ کہ خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اور محمدؐ اس کا بندہ اور رسول ہے۔ میں تجھے خدا کے پیغام کی دعوت دیتا ہوں۔ اور میں خدا کا رسول ہوں۔ مجھے جملہ نسل آدم کی طرف بھیجا گیا ہے۔ تاکہ جو کوئی زندہ ہے۔ اسے عذاب الٰہی کا ڈر سنا دیا جائے۔ اور جو منکر ہیں۔ ان پر خدا کا قول پورا ہو تو مسلمان ہو جا۔ سلامت رہے گا۔ ورنہ تمام قوم مجوس کا گناہ تیرے ذمے ہوگا۔

خسرو نے نامہ مبارک دیکھتے ہی غصہ سے چاک کر ڈالا۔ اور زبان سے کہا۔ "میری رعایا کا ادنیٰ شخص مجھے خط لکھتا ہے۔ اور اپنا نام میرے نام سے پہلے تحریر کرتا ہے۔"

اس کے بعد خسرو نے باذان کو جو یمن میں اس کا وائسرائے (نائب السلطنت) تھا۔ اور عرب کا تمام ملک اسی کے زیر اقتدار یا زیر اثر سمجھا جاتا تھا۔ یہ حکم بھیجا۔ کہ اس شخص (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کو گرفتار کر کے میرے پاس روانہ کر دو۔

باذان نے ایک فوجی دستہ مامور کیا۔ فوجی افسر کا نام خرخسرو تھا۔ ایک ملکی افسر بھی ساتھ روانہ کیا۔ جس کا نام بانویہ تھا۔ بانویہ کو یہ ہدایت کی تھی۔ کہ آنحضرتؐ کے حالات پر گہری نظر ڈالے۔ اور آنحضرتؐ کو کسریٰ کے پاس پہنچا دے۔ لیکن اگر آپ ساتھ جانے سے انکار کریں۔ تو واپس آ کر رپورٹ کرے۔

جب یہ فوجی دستہ طائف پہنچا۔ تو اہل طائف نے بڑی خوشیاں منائیں۔ کہ اب محمد ضرور تباہ ہو جائیگا۔ کیونکہ شہنشاہ کسریٰ نے اُسے گستاخی کی سزا دینے کا حکم دیدیا ہے۔

جب یہ افسر مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو نبیؐ نے فرمایا۔ کہ وہ کل کو پھر حاضر ہوں۔ دوسرے روز نبیؐ نے فرمایا۔ آج رات تمہارے بادشاہ کو خدا نے ہلاک کر ڈالا۔ جاؤ۔ اور تحقیق کرو۔ افسر یہ خبر سُن کر یمن کو لوٹ گئے۔ وہاں والیٔ امیر کے پاس سرکاری اطلاع آچکی تھی۔ کہ خسرو کو اسکے بیٹے نے قتل کر دیا ہے۔ اور تخت کا مالک "شیرویہ" ہے۔ جو باپ کا قاتل تھا۔[۱]

اب باذان نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عادات و اخلاق اور تعلیم و ہدایت کے متعلق کامل تحقیقات کی۔ اور تحقیقات کے بعد مسلمان ہو گیا۔ دربار اور ملک کا اکثر حصہ بھی مسلمان ہو گیا۔

جو سفیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا۔ اُس نے واپس آکر عرض کیا۔ کہ شاہ ایران نے نامہ مبارک کو چاک کر ڈالا۔ اس وقت نبیؐ نے فرمایا۔ (مُزِّقَ مُلْکُہٗ) اُس نے اپنی (قوم کے) فرمان سلطنت کو چاک کر دیا ہے۔

ناظرین اس مختصر اور پُرہیبت جملہ کو دیکھیں۔ اور سوا تیرہ سو برس کی تاریخ عالم میں تلاش کریں۔ کہ کسی جگہ اس قوم کی سلطنت کا نشان بھی ملتا ہے۔ جو اس واقعہ سے پیشتر چار پانچ ہزار برس سے نصف دنیا پر شہنشاہی کرتی تھی۔ اور جسکی فتوحات بارہا یونان و روما کو نیچا دکھا چکی تھیں؟ ہرگز نہیں۔

چند والیان ملک کا شرف باسلام ہونا۔

مناسبت مقام سے اس جگہ اُن والیان و حکمرانان ملک کے نام بھی درج کیے جاتے ہیں۔ جنہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ منادانِ اسلام سے اسلام کی حقیقت معلوم ہوئی۔ اور وہ مسلمان ہو گئے۔

(۱) ثمامہ۔ نجد کا حکمران تھا۔ سنہ ۶ ہجری میں مسلمان ہوا۔

---

[۱] ناظرین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ مبارک کے الفاظ "اسلم تسلم" پر مکرر غور کریں۔ اس میں درج تھا۔ کہ اگر مسلمان ہو جائیگا۔ تب سلامت رہیگا۔ یہ تہدید نہ تھی۔ بلکہ اخبار عن الغیب و پیشگوئی تھا۔

(۲) جبلہ، عرب کی مشہور و قدیم سلطنت غسان کا حکمران تھا، ۸ھ ہجری میں مسلمان ہوا،

(۳) فروہ بن عمرو خزاعی۔ علاقہ شام پر قیصر کی طرف سے گورنر تھا۔ جب یہ مسلمان ہوا، تو قیصر نے سامنے بلایا، اور حکم دیا، کہ اسلام چھوڑ دے، فروہ نے انکار کیا، قیصر نے اسے قید کر دیا۔ اور پھر قتل کرا دیا۔ خدا کے پیارے بندے نے دولت حکومت۔ عزت اور جان سب چیزیں ترک کر دیں۔ مگر اسلام ترک نہ کیا،

(۴) اکیدر۔ دومۃ الجندل کا حکمران تھا، ۹ھ ہجری میں مسلمان ہوا،

(۵) ذی الکلاع حمیری۔ یمن و طائف کے بعض اضلاع میں اسکی حکومت تھی، اور زبردست قبیلہ حمیر کا یہ بادشاہ تھا، یہ اپنے آپ کو خدا کہلایا کرتا۔ اور لوگوں سے سجدہ کرایا کرتا تھا، مسلمان ہو جانے کے بعد ایک دن میں اٹھارہ ہزار غلام آزاد کئے تھے۔ عمر فاروق رض کے عہد میں سلطنت از خود چھوڑ کر مدینہ منورہ میں آ رہا تھا، اور زاہدانہ زندگی بسر کرتا تھا،

باب

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اسلام کی اشاعت مسلمانوں نے کئی ذریعوں سے جس حسن و خوبی کے ساتھ کی تھی اُس کی مختصر کیفیت اُن وفود (ڈیپوٹیشنوں) سے اندازہ کیجا سکتی ہے۔ جو وقتاً فوقتاً حضورؐ کی خدمت میں دور دور دراز سے آیا کرتے تھے،

ڈیپوٹیشن کا آنا، واپس جانا، ہر منزل اور راہ پر مختلف قوموں اور قبیلوں سے ملنا، اور اسلام کی آواز کا سب لوگوں کے کان تک پہنچانا، کیسی خوبی سے انجام پاتا تھا،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جن مدافعانہ جنگوں میں بمجبوری شامل ہونا پڑا، وہ ملک کے ایک محدود دائرہ میں تھی، لیکن ان ڈیپوٹیشنوں کو دیکھو، کہ ملک کے ہر گوشہ اور ہر حصے سے چلے آتے تھے،

ہدایت اور اسلام ہی وہ چشمے ہیں۔ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چٹیل میدان میں بہا دیئے تھے۔ جنکی طرف تمام پیاسے چلے آتے تھے۔

دعوت عام کی دوسری دلیل زبردست ان وفود کا حاضر ہونا ہے۔ جن قبائل کے وفود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اُن کے نام یہ ہیں میں نے اُن قبائل کے نام اس فہرست میں شامل نہیں کئے۔ جن کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنا۔ ملکی اغراض کے یا ذاتی فوائد کے لئے تھا۔

دوس۔ صداء۔ ثقیف۔ عبد القیس۔ بنی حنیفہ۔ طے۔ اشعریین۔ ازد۔ فروہ جذامی۔ ہمدان۔ طارق بن عبد اللہ۔ تجیب۔ بنی سعد ہذیم۔ بنو اسد۔ وفد بہراء۔ عذرا۔ خولان۔ محارب۔ غسان۔ بنی الحارث۔ وفد بنی عیش۔ غامد۔ بنی فرازہ۔ سلامان۔ نجران۔ نخع۔

ذیل میں وفود مندرجہ بالا کے مختصر مختصر حال درج کرتا ہوں:۔

وفد دوس کا آنا

طفیل بن عمرو دوسی رض کے اسلام لانے کا ذکر اس کتاب میں پہلے آچکا ہے۔ اسلام کے بعد جب یہ بزرگوار وطن کو جانے لگا۔ تو اس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ دعا فرمائیے۔ کہ میری قوم بھی میری دعوت پر مسلمان ہو جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ خدایا طفیل کو تو ایک نشان (آیت) بنا دے۔ طفیل گھر پہنچا۔ تو بوڑھا باپ ملنے کے لئے آیا۔ طفیل نے کہا باوا جان۔ اب نہ میں تمہارا ہوں۔ اور نہ آپ میرے ہیں۔ بوڑھے نے کہا۔ یہ کیوں۔ طفیل نے کہا۔ میں تو محمد کا دین قبول کر کے۔ اور مسلمان ہو کے آیا ہوں۔ بوڑھے نے کہا۔ بیٹا۔ جو تیرا دین ہے۔ وہی میرا بھی ہے۔ طفیل نے کہا۔ خوب۔ تب آپ اٹھیے۔ غسل فرمایئے۔ پاک کپڑے پہن کر تشریف لایئے۔ تاکہ میں اسلام کی تعلیم دوں۔ پھر طفیل کی عورت آئی۔ اُس سے بھی اسی طرح بات چیت ہوئی۔ اور وہ بھی مسلمان ہو گئی۔ اب طفیل نے اسلام کی منادی شروع کر دی۔ لیکن لوگ کچھ مسلمان نہ ہوئے۔

طفیل پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا، عرض کیا۔ کہ میری قوم میں زنا کی کثرت ہے (چونکہ اسلام زنا کو سختی سے حرام ٹھہراتا ہے) اسلئے لوگ مسلمان نہیں ہوتے، حضور اُن کے لئے دعا فرمائیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان سے کہا۔ اللھم اھد دوسا۔ اے خدا دوس کو سیدھا رستہ دکھلا۔ پھر طفیل سے فرمایا۔ جاؤ،

دعوت اسلام کرنیوالوں کے لئے ضروری ہدایات

لوگوں کو دین خدا کی طرف بلاؤ، اُن سے نرمی اور محبت کا برتاؤ کرو، اِس دفعہ طفیل کو اچھی کامیابی ہوئی، وہ ۷ھ ہجری میں دوس کے ستر۔ اسّی خاندانوں کو جو مسلمان ہو چکے تھے، ساتھ لیکر مدینہ پہنچا، معلوم ہوا۔ کہ حضور خیبر گئے ہوئے ہیں، اسلئے خیبر ہی پہنچ کر شرف حضوری حاصل کیا، اور یہ سب لوگ بھی خیبر ہی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوئے[1] نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی بھی حبش سے وہاں کے حبشی قبایل کو جو مسلمان ہو چکے تھے، لیکر خیبر ہی جا پہونچے تھے،

حضرت جعفر کا حبش سے وہاں کے نو مسلمانوں کو لیکر۔ اور حضرت طفیل بن عمرو کا یمن سے دوس کے نو مسلم خاندانوں کو لیکر خیبر میں پہنچ جانا، گویا یہودیوں کو خدا کی طرف سے یہ بتلا دینا تھا کہ جس نبی کی تعلیم ایسے دور دراز ملکوں میں دلوں کے قلعوں کو ایسی آسانی سے فتح کر رہی ہے اُسکی مخالفت اپنے اینٹ پتھر کے قلعوں کے بھروسہ پر کرنا کس قدر بے بنیاد بات ہے، +

وفد صداء

یہ وفد ۸ھ ہجری میں حاضر خدمت نبوی ہوا تھا، سب سے پہلے اس قوم کا ایک شخص زیاد بن حارث صدائی حاضر ہوا، پھر دوبارہ وہی زیاد قوم کے پندرہ سر کردہ لوگوں کو لے کر آیا، سعد بن عبادہ اُن کی تواضع کے لئے مامور ہوئے۔ ان کے واپس جانے کے بعد ان کے قبیلہ میں اسلام پھیل گیا تھا،

بے خبروں کو اسلام کے سیکھنے کی بہت ضرورت ہے

زیاد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا، کہ ہمارے ہاں صرف ایک کنواں ہے۔ سرما میں اس کا پانی کافی ہوتا ہے لیکن گرما میں وہ خشک ہو جاتا ہے۔ اسلئے تمام قوم متفرق ہو کر یہ موسم پورا کرتی ہے۔ ہمارا قبیلہ ابھی جدید الاسلام ہے

[1] زاد المعاد جلد اول صفحہ ۳۴۹ +

تعلیم وتعلم کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ دُعا فرمایئے۔ کہ کنوئیں کا پانی ختم نہ ہوا کرے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم سات کنکریاں اُٹھا لاؤ۔ زیاد لے آیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو اپنے ہاتھ میں رکھ کر پھر واپس دیدیا۔ فرمایا۔ ایک ایک کنکری اس کنوئیں میں گرا دینا۔ ہر ایک کنکری پر اللہ۔ اللہ پڑھتے جانا۔ زیاد کا بیان ہے۔ کہ پھر اُس میں اتنا پانی بڑھ گیا۔ کہ اُس کے قعر کا پتہ ہی نہ لگا کرتا تھا۔[1]

وفد ثقیف کا حال ثقیف میں سب سے پہلا شخص جو تعلیم اسلام حاصل کرنے کیلئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تھا۔ جنگ ہوازن وثقیف کے بعد وہ عروہ بن مسعود ثقفی تھا۔ یہ اپنی قوم کا سردار تھا۔ اور صلح حدیبیہ میں کفار مکہ کا وکیل بنکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تھا۔ جنگ ہوازن وثقیف کے بعد جذبہ توفیق الٰہی سے مدینہ منورہ میں حاضر ہوا۔ اور اسلام قبول کیا۔ عروہ کے گھر میں دس بیویاں تھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ تم اُن میں سے چار رکھو[2]

[1] زاد المعاد صفحہ ۵۱۰۔

[2] اس قصہ سے ناظرین کو معلوم ہوگا۔ کہ عرب میں کثرت زوجات کا رواج پہلے سے تھا۔ اور کوئی پابندی نہ تھی کہ ایک مرد اس سے زیادہ بیویاں نہ کرے۔ اسلام نے اس مطلق العنانی کو روکا۔ لامحدود کو محدود بنایا۔ اور کثرت کیلئے سب سے آخری تعداد چار مقرر کی۔ آجکل بہت لوگ ایسا اعتراض کرتے ہیں۔ کہ اسلام نے چار کو بھی کیوں جائز رکھا ایسا اعتراض کرنے والے زیادہ تر عیسائی ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں۔ کہ کیا مسیح علیہ السلام نے یہودیوں کے رواج کثرت زوجات کو دیکھ کر اُس میں کوئی اصلاح کی تھی۔ اگر نہیں کی۔ تو یہ بھی اسلام کی خصوصیت ہے۔ کہ اُس نے جملہ مذاہب عالم میں اس مسئلہ کے متعلق ایک حد مقرر کی۔ انجیل متی ۲۵ باب کو شروع سے پڑھ کر دیکھو۔ جس میں ایک دلہا کے ساتھ ۱۰ کنواریوں کی شادی کا ذکر ہے جنمیں ۵ تو دلہا کے ساتھ جاتی اور ۵ اپنی نادانی سے پیچھے رہجاتی ہیں۔ یہ تمثیل کثرت زوجات کی دلیل بھی جاتی ہے۔ قرآن مجید میں دو۔ تین۔ چار تک اجازت دیکر پھر یہ فرمایا گیا ہے:۔ وان خفتم ان لا تعدلوا فواحدۃ "اگر یہ اندیشہ ہو۔ کہ تم اپنی بیویوں کے لئے عدل نہ کرسکوگے۔ تب صرف ایک بیوی کرنا" پھر یہ بھی فرمادیا۔ ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم "تم کبھی اپنی بیویوں کے درمیان عدل نہ کرسکوگے اگرچہ تم خود بھی ایسا کرنا چاہو" پس یہ اسلام ہی ہے جس نے دنیا کی تمام مذہبی کتابوں سے پیشتر "تب صرف ایک بیوی" کے الفاظ کو قانونی اور حکمی طور پر بیان کیا ہے۔ اسلام کے لئے یہی فخر اور فضل کافی ہے۔ کتاب ہذا کے موضوع سے یہ زائد ہے کہ ایک سے زیادہ بیوی کے جواز پر عقلی ونقلی دلایل کا یہاں بیان کیا جاوے لیکن مختصراً اس جگہ اتنا لکھدینا ضروری ہے۔ کہ جب قومی عزت ووقار کا حصر کثرت آبادی پر ہو۔ تب اُس وقت قومی غرض کیلئے ایک سے زیادہ بیوی کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ گو ذاتی آرام ایک سے زیادہ بیوی کرنے میں نہیں رہتا۔ لیکن دنیا کے عقلمند جانتے ہیں۔ کہ مبارک وہ ہیں جو قوم کے لئے اپنے آپ کی قربانی کردیتے ہیں۔

رکھ کر باقی کو طلاق دیدو[۱]، چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا؛

جب عروہ رضی اللہ عنہ اسلام سیکھ چکے؛ تو اُنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا؛ کہ اب مجھے اپنی قوم میں جانے۔ قوم میں اسلام کی منادی کرنے کی اجازت فرما دی جائے؛ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛ تمہاری قوم تمہیں قتل کردے گی؛ عروہ رضؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ

[۱] لفظ طلاق سے بھی یوروپین مصنف بہت برہم ہوا کرتے ہیں۔ وہ یہ امر فراموش کر دیتے ہیں کہ جسٹین کوڈ میں طلاق کی کامل آزادی عیسائیوں کے لیے بحال رکھی گئی ہے۔ وہ یہ بھی فراموش کر دیتے ہیں۔ کہ آج دنیا میں صرف یوروپ ہی ایسے جہاں طلاق بکثرت دیجاتی ہے؛ اور طلاق منظور کرنے والی عدالتیں جداگانہ یوروپ میں ہی ہیں۔ اسلام نے تو یہود اور عیسائیوں۔ اور مشرکین عرب کی بے روک ٹوک طلاق پر بہت سی قیود بڑھا دی ہیں؛ جس سے طلاق کی رسم قریباً بیٹ ہو گئی؛ (۱) مہر زوجہ طلاق کی روک ہے؛ (۲) طلاق شرعی تین ہیں؛ ہر ایک طلاق ایک حیض کے بعد ہونی چاہیئے یہ تین مہینے کی میعاد بھی طلاق کے لئے روک ہے؛ (۳) آخری طلاق تک خاوند بیوی ایک گھر میں ہیں۔ یہ تدبیر بھی طلاق کی روک کے لئے ہے؛ (۴) طلاق پر دو گواہ ضروری ہیں؛ اور یہ بھی اہل غیرت کے لیے جو غیر کے سامنے اپنا پردہ کھولنا نہیں چاہتے طلاق کی روک ہے؛ (۵) مطلقہ عورت پہلے خاوند سے نکاح نہیں کر سکتی۔ جبتک کوئی اور شخص نکاح نہ کرلے؛ اور پھر اتفاق وقت سے نہ چھوڑ دے؛ یہ سخت و قریباً دشوار شرط بھی طلاق کے لئے روک ہے؛ (۶) سب سے بڑھکر ان ابغض الحلال عند اللہ الطلاق۔ سب سے زیادہ طلاق کو روکنے والی ہے؛ اس حدیث کا ترجمہ یہ ہے۔ جائز کاموں میں سب سے زیادہ قابل نفرت کام خدا کے نزدیک طلاق ہے؛ (۷) قرآن مجید میں ہے۔ نبی صلعم نے اپنے صحابی زید سے فرمایا: امسك عليك زوجك واتق الله۔ (الاحزاب۔ ۳۷۔ آیت) اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دے؛ (اور اُسے طلاق نہ دینے میں) خدا سے ڈر؛ لیکن سارے قرآن مجید میں کہیں بھی نہیں کہ کسی شخص کو طلاق دینے کی بابت سکھایا گیا ہو (۸) قرآن مجید نے ظہار کو لغو ٹھہرایا۔ حالانکہ عرب کے نزدیک یہ بھی ایک طلاق تھی؛ اس سے بھی طلاق کی کمی ہو گئی؛ (۹) قرآن مجید نے ایلاء کی اصلاح کی۔ حالانکہ عرب میں یہ بھی طلاق کے معنی میں ہی مستعمل ہوتا تھا۔ اور اس سے بھی طلاق میں کمی پیدا ہوئی؛

(۱۰) قرآن مجید نے لازم ٹھہرایا ہے؛ کہ ناچاقی و بدسلوکی کی حالت میں ایک ثالث شخص شوہر کے کنبہ کا۔ ایک شخص ثالث بیوی کے کنبہ کا مقرر کئے جاویں؛ اور یہ دونوں مل کر میاں بیوی کی شکایات سن کر اُن میں اصلاح کرادیں؛ یہ تدبیر بھی طلاق کی روک کے لیئے ہے۔ اگر کسی مذہب نے طلاق کی روک میں اتنی اور ایسی تدابیر کی تعلیم دی ہے تو وہ پیش کرے؛

اِن احکام کا عملی نتیجہ دیکھو؛ کہ مسلمانوں میں طلاق کا استعمال شاذ و نادر کیا جاتا ہے؛ لیکن یوروپ میں جو عدم جواز طلاق کے مسئلہ پر متفق ہے۔ کوئی شہر کوئی محلہ ایسا نہ ملے گا؛ جہاں طلاق کی دو چار مثالیں نہ مل سکیں؛ فقط ÷

میری قوم کو مجھ سے اتنی محبت ہے۔ جتنی کسی عاشق کو اپنے معشوق سے ہوتی ہے؛

یہ بزرگوار اپنی قوم میں آیا، اور وعظ اسلام شروع کر دیا، ایک روز یہ اپنے بالاخانہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ کسی شقی نے تیر چلایا جس سے یہ شہید ہو گئے؛

اگرچہ عروہ رضہ جان بر نہ ہوئے، لیکن جو آواز انہوں نے قوم کے کانوں تک پہنچائی تھی، وہ دلوں پر اثر کئے بغیر نہ رہی۔ تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا، کہ قوم نے اپنے چند سرکردگان کو منتخب کیا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس لئے بھیجا، کہ اسلام کی نسبت پوری واقفیت حاصل کریں؛

یہ وفد ۹ھ ہجری میں خدمت نبوی میں حاضر ہوا تھا، وفد کا سردار عبدیالیل تھا جسنے سمجھانے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو طائف پر گئے تھے۔ اور اس نے وعظ کے سننے سے انکار کر کے آبادی کے لڑکوں اور اوباشوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تضحیک و تحقیر کے لئے مقرر کر دیا تھا۔ اور جس کے اشارہ سے طائف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھر برسائے گئے کیچڑ پھینکا گیا تھا؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں سے آتے ہوئے یہ فرمایا تھا، کہ میں ان کی بربادی کے لیئے دعا نہیں کروں گا، کیوں کہ اگر یہ خود اسلام نہ لائینگے۔ تو ان کی آئندہ نسلوں کو خدا ایمان عطا کرے گا، اب وہی دشمن اسلام خود بخود اسلام کے لئے اپنے دل میں جگہ پاتے اور دلی شوق و روحی طلب سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں؛

مغیرہ بن شعبہ رضہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، کہ یہ (اہل ثقیف) میری قوم کے لوگ ہیں۔ کیا میں انہیں اپنے پاس اتار لوں، اور ان کی تواضع کروں؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا امنعك ان تكرم قومك۔ میں منع نہیں کرتا، کہ تم اپنی قوم کی عزت کرو لیکن ان کو ایسی جگہ اتارو۔ جہاں قرآن کی آواز ان کے کان میں پڑے الغرض ان کے خیمے مسجد کے صحن میں لگائے گئے، جہاں سے یہ قرآن بھی سنتے تھے؛

اور لوگوں کو نماز پڑھتے بھی دیکھتے۔ اِس تدبیر سے اُن کے دلوں پر اسلام کی صداقت کا اثر پڑا۔ اور اُنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت اسلام کر لی۔ اُنہوں نے بیعت سے پہلے یہ اجازت چاہی۔ کہ ہمکو ترک نماز کی اجازت دیجائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لَا خَیْرَ فِی دِیْنٍ لَیْسَ فِیْہِ رُکُوع "جس مذہب میں نماز نہیں۔ اُس میں کوئی بھی خوبی نہیں"۔ پھر اُنہوں نے کہا: اچھا ہمیں جہاد کے لئے نہ بلایا جائے۔ اور نہ زکوٰۃ ہم سے لی جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شرط قبول فرمائی۔ اور صحابہ سے فرمایا۔ کہ اسلام کے اثر سے یہ خود ہی دونوں کام کرنے لگیں گے[۱]۔

عبد یا لیل نے جوانِ کا سردار تھا۔ مختلف اوقات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مندرجہ ذیل مسائل پر بھی گفتگو کی۔

زنا حرام ہے

یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) زنا کے بارہ میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ ہماری قوم کے لوگ اکثر وطن سے دور رہتے ہیں۔ اسلئے زنا کے بغیر کچھ چارہ ہی نہیں۔ نبی صلعم نے فرمایا۔ زنا تو حرام ہے۔ اور اللہ پاک کا اُس کے لئے یہ حکم ہے۔ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً وَّسَاءَ سَبِیْلًا۔ (بنی اسرائیل ع ۴) "تم زنا کے قریب بھی نہ جاؤ۔ یہ تو سخت بے حیائی اور بہت بُرا طریق ہے"۔

(۲) یا رسول اللہ۔ سود کے بارہ میں حضور کیا فرماتے ہیں۔ یہ تو بالکل ہمارا ہی مال ہوتا ہے

سود کا روپیہ لینا حرام ہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم اپنا اصل روپیہ واپس لے سکتے ہو۔ دیکھو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰۤوا (بقرہ ع ۳۸)

---

[۱] سنن ابو داؤد عن وہب و عثمان بن ابی العاص۔ باب ماجاء فی خبر الطائف۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہدی مبارک کو دیکھو۔ کہ کس طرح نو مسلموں پر شرائع اسلام کی تعمیل کا بار ڈالا کرتے تھے۔ دعوت اسلام صفحہ ۲۶۲ میں ہے کہ والی وبیمبر زار روس مسلمان ہونے کو تیار تھا۔ اس شرط پر کہ وہ شراب کا پینا ترک نہ کرے گا۔ اس وقت کے عالم نے اس شرط کو قبول نہ کیا۔ زار مذکور جو بت پرستی سے متنفر ہو گیا تھا۔ مایوس ہو کر عیسائی بن گیا۔ اگر اس عالم کو ہدی محمدی سے واقفیت ہوتی۔ تو آج زار اور اُس کی سلطنت روس تقریباً سب مسلمان ہوتے۔

ترجمہ:۔ اے ایمان لانے والو خدا سے ڈرو، اور سود میں سے جو لینا رہ گیا ہے، وہ بھی چھوڑ دو۔"

(۳) یا رسول اللہ، خمر (شراب) کے بارہ میں آپ کیا فرماتے ہیں، یہ تو ہمارے ہی ملک کا عرق ہے، اور اسکے بغیر تو ہم رہ نہیں سکتے۔

شراب کا استعمال حرام ہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ شراب کو خدا نے حرام کر دیا ہے، دیکھو، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ (مائدہ ع ۱۲)۔ ترجمہ۔ اے ایمان والو شراب۔ جوا۔ انصاب وازلام۔ ناپاک وگندے ہیں، شیطان کے کام ہیں۔ ان سے بچا کرو، تاکہ فلاح پاؤ۔"

دوسرے روز اُس نے آکر کہا، خیر ہم آپ کی سب باتیں مان لیں گے۔ لیکن (ربہ) کو کیا کریں (ربہ مونث ہے۔ لفظ رب کا۔ جس دیوی کے بُت کو یہ پوجا کرتے تھے۔ اُسے ربہ کہا کرتے تھے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے گرا دو۔

وفد کے لوگوں نے کہا۔ ہائے ہائے۔ اگر ربہ کو خبر ہو گئی۔ کہ آپ اُسی گرا دینا چاہتے ہیں تو وہ ہم لوگوں کو تباہ ہی کر ڈالے گی۔"

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا، افسوس۔ ابن عبدیالیل۔ تم اتنا نہیں سمجھتے۔ کہ وہ تو صرف پتھر ہی ہے، ابن عبدیالیل نے کھسیانہ ہو کر کہا۔ عمر۔ ہم تجھ سے بات کرنے نہیں آئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔

اُسے گرانے کی ذمہ داری حضور خود لیں، کیونکہ ہم تو اُسے کبھی نہیں گرانے کے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خیر میں گرا دینے والے کو بھی بھیج دوں گا۔"

اِن میں سے ایک نے عرض کیا، کہ اُس شخص کو آپ ہمارے بعد روانہ کیجئے گا، ہمارے ساتھ وہ نہ جائے۔[۱]

[۱] معلوم ہوتا ہے کہ ابن عبدیالیل جو طائف کا حکمران رئیس تھا، ایک ہوشیار شخص تھا، وہ اپنے آپ کو جاہل قوم کا نشانہ بننے سے بچانے کے لئے بظاہر اعتراضات و سوالات کرتا تھا۔ تاکہ قوم یہ نہ کہے کہ بحث مباحثہ کے بغیر مسلمان ہو گیا، جاہلوں کے سمجھانے کی یہ بھی اچھی تدبیر ہے۔

الغرض یہ لوگ جو حاضر ہوئے تھے، وہ مسلمان ہو کر وطن کو واپس چلے گئے۔ اُنھوں نے چلتے وقت کہا، کہ ہمارے لئے کوئی امام مقرر کر دیجئے۔

اِن ہی میں ایک شخص عثمان بن ابو العاص تھا، جو عمر میں سب سے چھوٹا تھا۔ وہ قوم سے خفیہ خفیہ قرآن مجید اور احکام شریعت سیکھتا رہا تھا، کبھی رسول اللہ سے کبھی ابوبکر صدیقؓ سے سیکھ لیا کرتا، آنحضرتؐ نے اُسی کو اُن کا امام مقرر فرما دیا۔

وفد نے راستہ میں یہ مشورہ کیا، کہ اپنا اسلام چھپا کر پہلے قوم کو مایوس کر دینا چاہیئے، جب یہ وطن پہنچ گئے، تو قوم نے پوچھا، کہو، کیا حال ہوا۔

وفد نے کہا، ہمیں ایک سخت خو۔ درشت گو شخص سے سابقہ پڑا، جو ہمیں اَن ہونی باتوں کا حکم دیتا ہے۔ مثلاً لات وعزیٰ کو توڑ دینا، تمام سودی روپیہ کو چھوڑ دینا۔ شراب، زنا، کو حرام سمجھنا۔ قوم نے قسم کھا کر کہا ہم ان باتوں کو کبھی نہیں ماننے کے۔

وفد نے کہا، اچھا ہتھیاروں کو درست کرو، اور جنگ کی تیاری کرو، قلعوں کی مرمت کر لو۔ دو دن تک ثقیف اسی ارادہ پر جمے رہے۔ تیسرے روز خود بخود ہی کہنے لگے۔

بھلا محمدؐ کے ساتھ ہم کیوں کر لڑ سکیں گے۔ سارا عرب تو اُسکی اطاعت کر رہا ہے۔ پھر وفد کے لوگوں سے کہا، جاؤ، جو کچھ بھی وہ کہتا ہے۔ قبول کر لو۔

وفد نے کہا، کہ اب ہم تم کو صحیح صحیح بتلاتے ہیں، ہم نے محمدؐ کو تقویٰ میں اور وفا میں رحم میں اور صدق میں سب ہی سے بڑھ کر پایا، ہم۔ تم سب کو اس سفر سے بڑی برکت حاصل ہوئی۔

قوم نے کہا، کہ تم نے ہم سے یہ راز کیوں پوشیدہ رکھا، اور ہمکو ایسے سخت غم والم میں کیوں ڈالا۔

وفد نے کہا، ہمارا مدعا یہ تھا، کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں سے شیطانی غرور نکال دے۔

اسکے بعد وہ لوگ مسلمان ہو گئے۔

چند روز کے بعد وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے اشخاص بماتحتی

خالد بن ولیدؓ پہنچ گئے۔ انہوں نے لات کے گرا دینے کی کارروائی کا آغاز کرنا چاہا۔ ثقیف کے سب مرد و زن۔ بوڑھے۔ بچے اس کام کو دشوار سمجھے ہوئے تھے۔ پردہ نشین عورتیں بھی یہ تماشا دیکھنے نکل آئی تھیں۔ مغیرہ بن شعبہ نے اسکے توڑنے کے لئے تبر چلایا۔ مگر اپنے زور میں خود ہی گر پڑے۔ یہ دیکھ کر ثقیف والے پکار اُٹھے۔ خدا نے مغیرہ کو دھتکار دیا۔ اور ربّہ نے اُسے قتل کر ڈالا۔ اب خوش ہو ہو کر کہنے لگے۔ تم کچھ ہی کوشش کرو۔ مگر اسے نہیں گرا سکتے۔

مغیرہ بن شعبہ نے خفا ہو کر کہا۔ ثقیف والو۔ تم بہت ہی بیوقوف ہو۔ یہ پتھر کا ٹکڑا کر بھی کیا سکتا ہے۔ لوگو۔ خدا کی عافیت کو قبول کرو۔ اور اُسی کی بندگی کرو۔

پھر مندر کا دروازہ بند کر کے مغیرہ نے اول اُس بُت کو توڑا۔ اور پھر مندر کی دیواروں پر چڑھ گیا۔ اور اُنہیں گرانا شروع کر دیا۔ باقی مسلمان بھی دیواروں پر جا چڑھے۔ اور اُس عمارت کا ایک ایک پتھر گرا کر چھوڑا۔

مندر کا پجاری کہنے لگا۔ کہ مندر کی بنیاد انہیں ضرور غرق کر دے گی۔ مغیرہ نے یہ سُنا تو بنیاد بھی ساری کھود ڈالی۔ اور اس طرح اس قوم کے دلوں میں اسلام کی بنیاد مُستحکم ہو گئی۔ [ل۵]

وفد عبد القیس کا حال قبیلہ عبد القیس کا وفد خدمت نبوی میں حاضر ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ تم کس قوم سے ہو۔ عرض کیا۔ قوم ربیعہ سے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خوش آمدید۔ فرمایا۔

اِنہوں نے عرض کیا۔ یا رسولؐ اللہ۔ ہمارے اور حضور کے درمیان قبیلہ مضر کے کافر آباد ہیں۔ ہم شہر حرام میں ہی حاضر ہو سکتے ہیں۔ اِس لئے صاف واضح طور پر سمجھا دیا جائے جس پر ہم بھی عمل کرتے رہیں۔ اور قوم کے باقی ماندہ اشخاص بھی۔

فرمایا۔ میں چار چیزوں پر عمل کرنیکا۔ اور چار چیزوں سے بچے رہنے کا حکم دیتا ہوں۔ جن چیزوں کے کرنے کا حکم ہے وہ یہ ہیں :-

---

ل۵ زاد المعاد صفحہ ۵۴۴۔ +

(۱) اکیلے خدا پر ایمان لانا، اس سے مراد یہ ہے کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت

اداکرنا، (۲) نماز، (۳) زکوٰۃ، (۴) رمضان کے روزے، اور مال غنیمت سے خمس نکالنا۔ | کرنے کے کام

(چار چیزیں جن سے بچنے کا حکم ہے یہ ہیں) :-

(۱) دُبا۔ (تونبا)، (۲) حنتم (لاکھی برتن)، (۳) نقیر۔ (شراب کے لیئے لکڑی کا ایک برتن)،

(۴) مزفت (قیر آلودہ برتن)[۱]، ان باتوں کو یاد رکھو۔ اور پچھلوں کو بھی بتلادو۔

اُنہوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ۔ حضور کو کیا معلوم ہے، کہ نقیر کیا ہوتی ہے۔ فرمایا

جانتا ہوں۔ کھجور کے درخت میں زخم لگاکر عرق نکالتے، اُس میں کھجوریں ڈالا کرتے ہو،

اس پر پانی ڈالتے ہو۔ اُس میں جوش پیدا ہوتا ہے۔ جب جوش بیٹھ جاتا ہے، تب پیا کرتے ہو،

ممکن ہے۔ کہ تم سے کوئی (اس نشہ میں) اپنے چچیرے بھائی کو بھی قتل کر ڈالے۔

(عجیب بات یہ کہ اسی وفد میں ایک شخص ایسا بھی تھا، جس نے نقیر کے نشہ میں اپنے چچیرے

بھائی کو قتل کردیا تھا)۔

ان لوگوں نے پوچھا، یارسول اللہ۔ ہم کیسے برتن میں پانی پیا کریں۔ فرمایا مشکوں

میں جن کا منہ باندھ دیا جاتا ہے۔ اُنہوں نے کہا، یارسول اللہ۔ ہمارے یہاں چوہے

بکثرت ہوتے ہیں۔ اسلئے وہاں چمڑے کی مشکیں سالم نہیں رہ سکتی ہیں۔ فرمایا، خواہ سالم ہی

نہ رہیں۔

اسی وفد کے ساتھ جارود بن العلاء بھی آیا تھا، یہ مسیحی المذہب تھا، اسنے کہا یارسول اللہ

میں اس وقت بھی ایک مذہب رکھتا ہوں، اگر ہم اسے چھوڑکر آپ کے دین میں داخل ہو جائیں،

توکیا آپ ہمارے ضامن بن سکتے ہیں۔ فرمایا۔ ہاں، میں ضامن بنتا ہوں۔ کیونکہ جس

---

[۱] صحیح بخاری عن ابن عباس۔ اس قوم میں شراب بکثرت پی جاتی، بنائی جاتی، ذخیرہ رکھی جاتی تھی، نبی مسلم نے حرمت شراب کا حکم دیتے وقت اُن ظروف کا استعمال بھی منع فرمادیا، جن میں شراب پی جاتی، یا رکھی جاتی تھی، جب قوم سے شراب کی عادت چھٹ گئی، تب ان برتنوں کے استعمال کی ممانعت بھی دور کردی گئی تھی، اس سے سلمان بآسانی سمجھ سکتے ہیں کہ نبی مسلم کیسی حکمت اور عمدگی سے تعلیم دیا کرتے تھے۔

مذہب کی میں دعوت دے رہا ہوں، یہ اُس سے بہتر ہے جیسے تم اب ہو؛
جارود کے ساتھ اور بھی عیسائی مسلمان ہو گئے تھے [۵۱]

وفد بنی حنیفہ بنو حنیفہ کا وفد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا؛ ثمامہ بن اثال کی کوشش سے اس علاقہ میں اسلام کی اشاعت ہوئی تھی۔ یہ وفد مدینہ آکر مسلمان ہوا تھا۔

اسی وفد کے ساتھ مسیلمہ کذاب بھی تھا؛ وہ مدینہ آکر لوگوں میں کہنے لگا۔ کہ اگر محمد صاحب یہ اقرار کریں۔ کہ اُن کا جانشین مجھے بنایا جائے گا۔ تو میں بیعت کر لوں گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سُنا۔ حضور کے ہاتھ میں کھجور کی ایک چھڑی تھی؛ فرمایا، میں تو اس چھڑی کے دینے کی شرط پر بھی بیعت لینا نہیں چاہتا؛

اگر وہ بیعت نہ کرے گا۔ تو خدا اُسے تباہ فرمائے گا۔ اس کا انجام خدا تعالیٰ نے مجھے دکھلایا ہے؛ یعنی میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ میرے ہاتھوں میں سونے کے کنگن ہیں؛ مجھے وہ ناگوار معلوم ہوئے۔ خواب میں ہی وحی سے معلوم ہوا۔ کہ انہیں پھونک سے اُڑا دو؛ میں نے پھونک ماری۔ تو وہ اُڑ گئے؛ میں خیال کرتا ہوں۔ کہ ان سے مراد مسیلمہ صاحب یمامہ اور عنسی صاحب صنعا ہے [۵۲]؛

مسیلمہ کذاب نے اگرچہ رسالت کا دعویٰ کیا تھا؛ مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی رسول تسلیم کرتا تھا؛ اس سے مدعا اس کا غالباً یہ تھا۔ کہ اس علاقہ کے مسلمان مخالف نہ ہوں؛

سنہ ۱۰ ہجری میں مسیلمہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ خط وکتابت بھی ہوئی تھی۔

---

۵۱ زاد المعاد صفحہ ۴۰ صحیحین بروایت ابن عباس رض؛ ۵۲ دیکھو صفحہ ۲۳۴؛

۵۳ صحیحین بروایت نافع بن جبیر عن ابن عباس مسیلمہ اور عنسی دو کذاب شخص گزرے ہیں؛ جنہوں نے نبی صلعم کی دیکھا دیکھی نبوت کا دعویٰ کر لیا تھا؛ خدا نے دونوں کو تباہ کر دیا؛ کامیابی اور ابدی صداقت کی فاقت اُسی کو ملی۔ جو خدا کا سچا رسول تھا؛ قرآن مجید میں پیشگوئی موجود ہے۔ ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ۔ خدا نے اپنے رسول کو ہدایتوں اور صداقتوں کے ساتھ اس لئے بھیجا ہے۔ کہ وہ باقی سب مذہبوں سے بڑھ کر ظہور پائے؛ +

من مسیلمہ رسول اللہ الی محمد رسول اللہ - اما بعد فان لنا نصف الارض ولقریش نصفہا - ولکن قریشاً لا ینصفون - والسلام علیک۔ ترجمہ "خدا کے رسول مسیلمہ کی طرف سے خدا کے رسول محمدؐ کے نام - واضح ہو - کہ نصف زمین ہماری اور نصف قریش کی ہے مگر قریش انصاف نہیں کرتے - آپ پر سلام ہو" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا :-

بسم اللہ الرحمن الرحیم - من محمد النبی الی مسیلمۃ الکذاب - اما بعد فان الارض للہ یورثہا من یشاء من عبادہ - والعاقبۃ للمتقین والسلام علی من اتبع الھدیٰ - کتب ابی بن کعب ؓ ترجمہ - اللہ کے نام سے - جو کمال رحمت اور بڑے رحم والا ہے - خدا کے نبی محمدؐ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کے نام - واضح ہو - کہ زمین خدا کی ہے - وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے وارث بناتا ہے - اور عاقبت خدا ترس لوگوں کے لیے ہے - سلام ہو اُس پر جو سیدھے راستہ پر چلتا ہے"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط حبیبؓ بن زید بن عاصم لیکر گئے تھے - کذاب نے اُن کے دونوں ہاتھ دونوں پاؤں کٹوا دیئے تھے۔[۵۲]

وفد طے کا بیان قبیلہ طے کا وفد جس کا سردار زید الخیل تھا - نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا - نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - عرب کے جس شخص کی تعریف میرے سامنے ہوئی - وہ دیکھنے کے وقت اُس سے کم ہی نکلا - ایک زید الخیل اس سے مستثنیٰ ہے پھر اس کا نام زید الخیر رکھ دیا - یہ سب لوگ ضروری گفتگو کے بعد مسلمان ہو گئے تھے۔[۵۳]

---

۵۱ فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۹۵ -

۵۲ فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۹۵ - اس جگہ ناظرین کی اطلاع کے لئے اس قدر درج کر دینا ضروری ہے کہ مسیلمہ پر ابوبکر صدیقؓ کی خلافت میں خالد بن ولیدؓ نے لشکر کشی کی تھی - مسیلمہ وحشی کے ہاتھ سے قتل ہوا تھا وحشی وہی ہیں جو حضرت حمزہؓ کے قاتل ہیں - یہ کہا کرتے تھے - کہ اگر کفر میں میں نے ایک عظیم الشان مسلمان کو مارا تھا - تو اسلام میں آکر ایک بڑے بھاری کافر کو بھی مارا ہے - خدا نے میرے گناہ کی تلافی کرا دی۔

۵۳ زاد المعاد صفحہ ۱۹۴ -

وفد اشعریین کا حال قبیلہ اشعریہ (جو اہل یمن تھے) کا وفد حاضر ہوا۔ اُن کے آنے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

اہل یمن آئے ہیں۔ جن کے دل نہایت نرم اور ضعیف ہیں۔

ایمان یمنیوں کا ہے۔ اور حکمت یمنیوں کی، سکنت بکریوں والوں میں فخر اور غرور اونٹ والوں میں ہے، جو مشرق کی طرف رہتے ہیں۔

جب یہ لوگ مدینہ میں داخل ہوئے۔ تو یہ شعر پڑھ رہے تھے:۔

غداً نلاقی الاحبہ ✦ محمداً وحزبہ

"کل ہم اپنے دوستوں یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُن کے ساتھ والوں سے ملیں گے"[1]

وفد ازد کا حال یہ وفد سات شخصوں کا تھا۔ نبی صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو نبی صلعم نے اُن کی وضع قطع کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا، پوچھا۔ تم کون ہو، اُنہوں نے جواب دیا، ہم مومن ہیں۔ نبی صلعم نے فرمایا، ہر ایک قول کی ایک حقیقت ہوتی ہے، تبلاؤ۔ کہ تمہارے قول اور ایمان کی حقیقت کیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا، کہ ہم پندرہ خصلتیں رکھتے ہیں، پانچ وہ **ایمان کی حقیقت** ہیں، جنپر اعتقاد رکھنے کا۔ اور پانچ وہ ہیں جنپر عمل کرنے کا حکم آپ کے بھیجے ہوئے لوگوں نے دیا ہے، پانچ وہ ہیں جنپر ہم پہلے سے پابند ہیں۔

پانچ باتیں جنپر حضور کے متعلقین نے ایمان لانے کا حکم دیا۔ یہ ہیں:۔ ایمان خدا پر، فرشتوں پر۔ اللہ کی کتابوں پر۔ اللہ کے رسولوں پر، مرنے کے بعد جی اٹھنے پر۔

پانچ باتیں عمل کرنے کی ہمکو یہ تبلائی گئی ہیں:۔

لا الٰہ الا اللہ کہنا، پانچ وقت کی نمازوں کا قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا، بیت الحرام کا حج کرنا، جسے راہ کی استطاعت ہو۔

پانچ باتیں جو پہلے سے معلوم ہیں، یہ ہیں:۔ آسودگی کے وقت شکر کرنا، مصیبت کے وقت صبر کرنا، قضائے الٰہی پر رضامند ہونا، امتحان کے مقامات میں راستبازی پر قایم رہنا،

[1] زاد المعاد صفحہ ۳۴۱؛

اعدا کو شماتت نہ دینا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جنہوں نے اِن باتوں کی تعلیم دی وہ حکیم و عالم تھے۔ اور اُن کی دانشمندی سے معلوم ہوتا ہے۔ گویا انبیاءؑ تھے۔ اچھا پانچ چیزیں اور بتا دیتا ہوں۔ تاکہ پوری بیس خصلتیں ہو جائیں :-

(الف) وہ چیز جمع نہ کرو جسے کھانا نہ ہو۔ (ب) وہ مکان نہ بناؤ جس میں بسنا نہ ہو۔ (ج) ایسی باتوں میں مقابلہ نہ کرو۔ جنہیں کل کو چھوڑ دینا ہو۔ (د) خدا کا تقویٰ رکھو۔ جسکی طرف لوٹ جانا اور جسکی حضور میں پیش ہونا ہے۔ (ھ) اُن چیزوں کی رغبت رکھو۔ جو آخرت میں تمہارے کام آئینگی۔ جہاں تم ہمیشہ رہو گے۔

اِن لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت پر پورا پورا عمل کیا۔[۱]

فروہؓ بن عمرو الجذامی کی سفارت آنے کا ذکر عرب کا جتنا شمالی حصہ سلطنت قسطنطنیہ کے قبضہ میں تھا اُس سارے علاقہ کا گورنر فروہ بن عمرو تھا۔ اسکا دار الحکومت معان تھا۔ شام کا متصلہ علاقہ بھی اسی کی حکومت میں تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نامہ مبارک (دعوت اسلام کا) بھیجا تھا۔ فروہ رضؓ نے اسلام قبول کیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک سفید رنگ کا قیمتی خچر ہدیہ میں بھیجا تھا۔

جب بادشاہ قسطنطنیہ کو اُسکے مسلمان ہو جانے کی اطلاع ملی۔ تو اُسے حکومت سے واپس بلالیا پہلے اسلام سے پھر جانے کی ترغیب دیتے رہے۔ جب فروہ نے انکار کیا۔ تو اسے قید کر دیا گیا۔ آخر یہ رائے ہوئی کہ اُسے پھانسی پر لٹکا دیا جائے۔ شہر فلسطین میں عفرا نامی تالاب پر اُسے پھانسی دیدی گئی۔ جب وہ پھانسی کے نیچے پہنچا۔ تو اُس نے یہ شعر پڑھے[۲] :-

الا ھل اتی سلمٰی بان خلیلہا ۔۔۔ علی ماء عفرا فوق احدی الرواحل

علی ناقۃ لم یضرب الفحل امہا ۔۔۔ مشذبۃ اطرافہا بالمناجل

جان دینے سے پیشتر یہ شعر بھی پڑھا :-

بلغ سراۃ المسلمین باننی + سلم لربی اعظمی و مقامی

[۱] زاد المعاد صفحہ ۵۱۲۔ از کتاب معرفۃ الصحابہ لابی نعیم (المتوفی ۴۳۰ھ)۔ [۲] ان اشعار میں پھانسی کی پہیلی ہے۔

وفد ہمدان یہ قبیلہ یمن میں آباد تھا۔ ان میں اشاعت اسلام کے لئے خالد بن ولید رضہ کو بھیجا گیا تھا وہ وہاں دیر تک رہے۔ اسلام نہ پھیلا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علی مرتضیٰ رضہ کو اس قبیلہ میں اشاعت اسلام کے لئے مامور فرمایا۔ ان کے فیضان سے تمام قبیلہ ایک دن میں مسلمان ہوگیا۔

حضرت علی رضہ کا خط جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سُنا۔ تو سجدہ شکرانہ کیا۔ اور زبان مبارک سے فرمایا۔ السلام علی ھمدان۔ (ہمدان کو سلام پہونچے)۔

یہ وفد انہی لوگوں کا تھا جو حضرت علی رضہ کے ہاتھ پر ایمان لا چکے تھے۔ اور دیدار نبوی سے مشرف ہونے آئے تھے۔ مالک بن نمط نے مندرجہ ذیل اشعار نبی صلعم کے حضور میں نہایت ذوق سے پڑھے تھے:۔

الیک جاوزن سواد الریف ✦ فی ھبوات الصیف والخریف ✦ معظمات بحبال اللیف[۵۱]

وفد طارق بن عبداللہ طارق بن عبداللہ کا بیان ہے۔ کہ میں مکہ کے سوق المجاز میں کھڑا تھا۔ اتنے میں وہاں ایک شخص آیا۔ جو پکار پکار کر کہتا تھا۔

یا ایھا الناس قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا۔ لوگو! لا اِلٰہ اِلا اللہ کہو۔ فلاح پاؤ گے۔

ایک دوسرا شخص اسکے پیچھے پیچھے آیا۔ جو کنکریاں اُسے مارتا تھا۔ اور کہتا تھا۔

یا ایھا الناس لا تصدقوہ فانہ کذاب۔ لوگو! اسے سچا نہ سمجھو۔ یہ تو جھوٹا شخص ہے میں نے دریافت کیا۔ کہ یہ کون کون ہیں۔

لوگوں نے کہا۔ کہ یہ تو بنی ہاشم میں سے ایک ہے۔ جو اپنے آپ کو رسول اللہ سمجھتا ہے اور یہ دوسرا اس کا چچا عبدالعزیٰ ہے (ابولہب کا نام عبدالعزیٰ تھا)۔[۵۲]

طارق کہتا ہے۔ کہ اسکے بعد برسوں گزر گئے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ جا رہے۔ اس وقت ہماری قوم کے چند لوگ جن میں میں بھی تھا۔ مدینہ گئے۔ تاکہ وہاں کی کھجوریں مول لائیں۔ جب مدینہ کی آبادی کے متصل پہنچ گئے۔ تو ہم اس لئے ٹھہر گئے۔ کہ سفر کے کپڑے اتار کر

---

[۵۱] زاد المعاد صفحہ ۳۰۹۔

[۵۲] اس واقعہ سے اندازہ کرو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسی محنت اور صبر و استقلال سے قوموں کو توحید کی دعوت دی تھی۔ بدنام کرنے والے کہتے ہیں۔ کہ اسلام بزور شمشیر پھیلایا تھا۔

دوسرے کپڑے بدل کر شہر میں داخل ہونگے؛

اِتنے میں ایک شخص آیا؛ جسپر دو پُرانی چادریں تھیں۔ اُس نے سلام کر کے پوچھا؛ کہ کِدھر سے آئے؛ کدھر جاؤ گے؛ ہم نے کہا؛ کہ ربذہ سے آئے ہیں۔ اور یہیں تک قصد ہے پوچھا۔ مدعا کیا ہے؟

ہم نے کہا۔ کہ کھجوریں خرید کرنی ہیں؛

ہمارے پاس ایک سُرخ اونٹ تھا۔ جسکے مہار ڈالی ہوئی تھی۔

اُس شخص نے کہا۔ یہ اونٹ بیچتے ہو؟۔ ہم نے کہا؛ ہاں؛ اس قدر ... کھجوروں کے بالعوض دیدیں گے۔ اُس شخص نے یہ سُن کر قیمت گھٹانے کی بابت کچھ بھی نہیں کہا؛ اور مہار شتر سنبھال کر شہر کو چلا گیا۔ جب شہر کے اندر جا پہنچا؛ تو اب آپسمیں لوگ کہنے لگے؛ کہ یہ ہم نے کیا کیا؛ اونٹ ایسے شخص کو دیدیا۔ جس سے ہم واقف تک نہیں؛ اور قیمت کے وصول کرنے کا کوئی انتظام ہی نہ کیا؛

ہمارے ساتھ ایک ہودج نشین (سردار قوم کی) عورت بھی تھی۔ وہ بولی؛ کہ میں نے اس شخص کا چہرہ دیکھا تھا؛ کہ چودھویں رات کے چاند کے روشن حصہ جیسا تھا؛ اگر ایسا آدمی قیمت نہ دے تو میں ادا کروں گی؛

ہم یہی باتیں کر رہے تھے؛ اتنے میں ایک شخص آیا؛ کہا۔ مجھے رسول اللہ نے بھیجا ہے۔ (اور قیمت شتر) کی کھجوریں بھیجی ہیں۔ (تمھاری ضیافت کی کھجوریں الگ ہیں) کھاؤ۔ پیو۔ اور قیمت کی کھجوروں کو ناپ کر پورا کر لو۔ جب ہم کھا پی کر سیر ہوئے۔ تو شہر میں داخل ہوئے دیکھا کہ وہی شخص مسجد کے منبر پر کھڑا وعظ کر رہا ہے۔ ہم نے مندرجہ ذیل الفاظ آپ کے سُنے۔

تصدقوا۔ فان الصدقة خير لكم
اليد العليا۔ خير من اليد السفلى
امك واباك۔ واختك واخاك

لوگو! خیرات دیا کرو خیرات کا دینا تمہارے لئے بہتر ہے۔ اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے ماں کو، باپ کو، بہن کو، بھائی کو، پھر قریبی کو۔

وادناك ادناك	اور دوسرے قریبی کو دو[۱]

وفد تجیب[۱۴]؛ قبیلہ تجیب کے تیرہ[۱۳] شخص حاضر ہوئے تھے؛ یہ اپنے قوم کے مال و مواشی کی زکوٰۃ لے کر آئے تھے؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛ کہ اسے واپس لے جاؤ۔ اور اپنے قبیلہ کے فقراء پر تقسیم کر دو؛ انہوں نے عرض کی؛

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فقراء کو دے کر جو بچ رہا ہے؛ ہم وہی لیکر آئے ہیں؛ ابو بکر صدیق رضؓ نے عرض کیا؛ یا رسول اللہ؛ ان سے بہتر کوئی وفد اب تک نہیں آیا؛ رسول اللہ؛ نے فرمایا؛ ہدایت خدائے عزوجل کے ہاتھ میں ہے۔ خدا جسکی بہبودی چاہتا ہے؛ اس کے سینہ کو ایمان کے لیئے کھول دیتا ہے؛

ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چند باتوں کا سوال کیا؛ آنحضرتؐ نے ان کو جوابات لکھوا دیئے تھے؛[۲]

یہ لوگ قرآن اور سنن ہدیٰ کے سیکھنے میں بہت ہی راغب تھے؛ اسلیئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضؓ کو ان کی تواضع کے لیئے خاص طور پر معین کر دیا تھا؛

یہ لوگ واپسی کی اجازت کے لیئے بہت ہی اضطراب ظاہر کرتے تھے؛ صحابہ نے پوچھا؛ کہ تم یہاں سے جانے کے لیئے کیوں گھبراتے ہو؛

کہا۔ دل میں یہ جوش ہے؛ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے جو انوار ہم نے حاصل کیئے نبی اللہ کی گفتار سے جو فیوض ہمنے پائے؛ جو برکات اور فوائد ہمکو یہاں آکر حاصل ہوئے۔ ان سب کی اطلاع اپنی قوم کو جلد پہنچائیں؛

آنحضرتؐ نے انکو عطیات سے سرفراز کیا؛ اور رخصت فرمایا؛ پوچھا کوئی شخص تم میں سے باقی بھی رہا ہے؛ انہوں نے کہا؛ ہاں؛ ایک نوجوان لڑکا ہے؛ جسے اسباب کے پاس ہم نے چھوڑ دیا تھا؛

---

۱ زاد المعاد صفحہ ۵۰؛ بحوالہ بیہقی عن جامع بن شداد۔ توحید کا سبق طارق نے مکہ میں؛ اور اخلاق حسنہ کا سبق مدینہ میں پایا تھا؛ اور بالآخر اپنی قوم سمیت مسلمان ہو گیا تھا؛

۲ جو لوگ سمجھتے ہیں کہ احادیث رسول آنحضرتؐ کے زمانہ میں قلمبند نہیں کی گئیں؛ وہ اس واقعہ پر زیادہ غور کریں؛

فرمایا، اُسے بھی بھیجدینا۔ وہ حاضر ہوا، تو اُس نے کہا، یارسول اللہ، حضور نے میری قوم کے

لوگوں پر لُطف و رحمت کی ہے، مجھے بھی کچھ مرحمت ہو جائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم کیا چاہتے ہو۔

کہا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، میرا مدعا اپنی قوم کے مُدعا سے الگ ہے،

اگرچہ میں جانتا ہوں، کہ وہ یہاں اسلام کی محبت سے آئے، اور صدقات کا مال بھی لائے

تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم کیا چاہتے ہو۔

التماس دعا | کہا، میں اپنے گھر سے صرف اس لئے آیا تھا، کہ حضور میرے لیئے دعا فرمائیں، کہ

خدا مجھے بخشدے، مجھ پر رحم کرے، اور میرے دل کو غنی بنا دے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکے لیے یہی دعا فرمادی، سنہ ہجری کو جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

حج کیا، تو اُس قبیلہ کے لوگ پھر حضور سے ملے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ اُس نوجوان کی کیا خبر ہے؟

لوگوں نے کہا، یارسول اللہ، اُس جیسا شخص کبھی دیکھنے میں ہی نہیں آیا۔ اور اُس جیسا قانع کوئی سنا ہی

نہیں گیا، اگر دنیا بھر کی دولت اُسکے سامنے تقسیم ہو رہی ہو۔ تو وہ نظر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا،[ا]

وفد بنی سعد هذیم | یہ قبیلہ ایک شاخ قضاعہ کی تھا، جس وقت یہ مسجد نبوی میں پہونچے، تو دیکھا

کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ کی نماز پڑھا رہے ہیں،

انہوں نے آپسمیں یہ طے کیا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے سے

پیشتر ہمکو کوئی کام بھی نہیں کرنا چاہئیے، اسلیئے ایک طرف ہو کر الگ بیٹھے رہے جب آنحضرت

اُدھر سے فارغ ہوئے۔ ان کو بلایا، پوچھا۔ کیا تم مسلمان ہو۔ انہوں نے کہا، ہاں، فرمایا۔ تم

اپنے بھائی کے لیئے دعا میں کیوں شامل نہ ہوئے،

آدمی اسلام لاتے ہی مسلمان ہو جاتا ہے | عرض کیا، ہم سمجھتے تھے، کہ بیعت رسول سے پہلے ہم کوئی کام بھی کرنے کے مجاز نہیں، فرمایا۔ جس وقت تم نے اسلام قبول کیا، اسی وقت سے تم مسلمان ہو گئے ہو،

[ا] زاد المعاد صفحہ ۵۰ جلد اول۔ جو لوگ تبلیغ اسلام کی خدمت اپنے ذمہ لیتے ہیں انہیں اس نوجوان کے نمونہ پر عمل کرنا چاہیئے۔

اتنے میں وہ لڑکا بھی آپہنچا، جسے یہ لوگ اپنی سواریوں کے پاس بٹھلا آئے تھے، وفد نے کہا، یارسول اللہ، یہ ہم سے چھوٹا، اور اسی لئے ہمارا خادم ہے۔ فرمایا۔ ہاں، اصغر القوم خادمھم (چھوٹا اپنے بزرگوں کا خادم ہوتا ہے) خدا اسے برکت دے، اس دعا کی یہ برکت ہوئی کہ وہی قوم کا امام، اور قرآن مجید کا قوم میں سب سے اچھا جاننے والا ہوگیا،

جب یہ وفد لوٹ کر وطن گیا، تو تمام قبیلہ میں اسلام پھیل گیا[1]،

وفد بنو اسد[2] یہ دس شخص تھے، جن میں وابصہ بن معبد، اور طلحہ بن خویلد بھی تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے اندر اصحاب میں تشریف فرما تھے۔ اُن میں سے ایک نے کہا، یارسول اللہ، ہم شہادت دیتے ہیں، کہ خدا اکیلا ہے، لاشریک ہے، اور آپ اُس کے بندے اور رسول ہیں، دیکھئے، یارسول اللہ، ہم از خود حاضر ہوگئے ہیں، اور آپ نے تو ہمارے پاس کوئی آدمی بھی نہ بھیجا۔ اس پر اس آیت کا نزول ہوا،

یمنون علیك ان اسلموا قل لا تمنوا علی اسلامکم بل الله یمن علیکم ان ھداکم للایمان ان کنتم صادقین ۔ (حجرات، ع ۲) ترجمہ - یہ لوگ آپ پر احسان جتلاتے ہیں، کہ اسلام لائے ہیں، کہدو، کہ اپنے اسلام کا مجھ پر احسان نہ جتاؤ۔ بلکہ خدا تم پر اس بات کا احسان جتاتا ہے کہ اُس نے تمہیں اسلام کی ہدایت کی، (بشرطیکہ) تم اس دعوے میں سچے بھی ہو"

منت منہ کہ خدمت سلطاں ہمی کنی

منت شناس زو، کہ بخدمت بداشتت

پھر ان لوگوں نے سوال کیا، کہ جانوروں کی بولیوں، اور شگونوں وغیرہ سے فال لینا کیسا ہے، رسول اللہ نے ان سب سے انہیں منع فرمایا،

اُنہوں نے عرض کیا، یارسول اللہ ایک بات باقی رہ گئی ہے، یعنی خط کشی، (رمل) اسکی بابت کیا ارشاد ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اسے ایک نبی نے لوگوں کو سکھلایا تھا، جس کسی کو صحت سے وہ (قواعد) علم مل گیا، وہ بیشک علم ہے[2]،

[1] زاد المعاد صفحہ ۵۰۵ ۔ [2] زاد المعاد صفحہ ۵۰۵ ۔

۱۵ وفد بہراء

یہ لوگ مدینے میں آئے۔ مقدادؓ کے گھر کے سامنے آکر اونٹ بٹھلائے۔ مقداد نے گھر والوں سے کہا۔ کہ ان کے لیئے کچھ تیار کرو۔ اور خود ان کے پاس گئے۔ اور خوش آمدید کہکر اپنے گھر پر لے آئے۔ ان کے سامنے حیش رکھا گیا۔ حیش ایک کھانا ہے جو کھجور اور ستو۔ ملا کر گھی میں تیار کیا جاتا ہے۔ گھی کے ساتھ کبھی چربی بھی ڈالدیا کرتے ہیں۔ اسی کھانے میں سے کچھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیئے بھی مقداد نے بھیجا۔ نبیؐ نے کچھ کھا کر وہ برتن واپس فرما دیا۔ اب مقداد دونوں وقت وہی پیالہ ان مہمانوں کے سامنے رکھدیتے وہ مزے لے لے کر کھایا کرتے۔ خوب کھایا کرتے۔ مگر کھانا کم نہ ہوا کرتا تھا۔ ان لوگوں کو دیکھکر یہ حیرت ہوئی۔ آخر ایک روز اپنے میزبان سے پوچھا۔

مقدادؓ ہم نے تو سُنا تھا۔ کہ مدینہ والوں کی خوراک ستو۔ جو وغیرہ ہیں۔ تم تو ہمیں ہر وقت وہ کھانا کھلاتے ہو۔ جو ہمارے ہاں بہت عمدہ سمجھا جاتا ہے۔ اور جو ہر روز ہمکو میسر بھی نہیں آسکتا۔ اور پھر ایسا لذیذ۔ کہ ہم نے کبھی ایسا کھایا بھی نہیں۔

مقداد نے کہا۔ صاحبو۔ یہ سب کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ہے۔ کیونکہ اسی آنحضرتؐ کے انگشتان مبارک لگ چکی ہیں۔

یہ سُنتے ہی سب نے باتفاق کہا۔ اور اپنا ایمان تازہ کیا۔ کہ بیشک وہ خدا کے رسول ہیں۔ یہ لوگ مدینہ میں کچھ عرصہ ٹھہرے۔ قرآن اور احکام سیکھے۔ اور واپس چلے گئے۔

۱۶ وفد عذرہ کا بیان

بماہ صفر ۹ھ ہجری یہ وفد حاضر ہوا تھا۔ ۱۹ شخص اس میں تھے۔ ان میں حمزہ بن نعمان بھی تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ تم کون ہو۔

اُنہوں نے کہا۔ ہم بنی عذرہ ہیں۔ اور قصی کے (ماں کی طرف سے) بھائی ہیں۔ ہم نے ہی قصی کو ترقی دلائی۔ اور خزاعہ و بنی بکر کو مکہ سے باہر نکالا تھا۔ اسلئے ہمکو قرابت بھی حاصل ہے۔ اور نسب بھی۔ آنحضرتؐ نے مرحبا و خوش آمدید فرمایا۔

اور یہ بھی بشارت سُنائی۔ کہ عنقریب شام فتح ہو جائیگا۔ ہرقل اُن کے علاقہ سے بھاگ جائیگا۔

پھر آنحضرتؐ نے حکم دیا۔ کہ کاہنوں سے جا کر سوال نہ کیا کریں۔ اور جو قربانیاں وہ کیا کرتے ہیں آیندہ نہ کریں۔ اب صرف عید اضحیٰ کی قربانی باقی رہ گئی ہے۔ یہ لوگ کچھ دنوں مدینہ طیبہ میں رہے اور پھر انعام و جائزہ سے مشرف ہو کر رخصت ہوئے[۱]۔

وفد خولان یہ دس شخص تھے۔ جو ماہ شعبان سنہ ہجری کو خدمت نبوی صلعم میں حاضر ہوئے تھے۔ انہوں نے آ کر عرض کیا۔ کہ ہم اپنی قوم کے پس ماندگان کی جانب سے وکیل ہو کر آئے ہیں۔ خدا اور رسولؐ پر ہمارا ایمان ہے۔ ہم حضورؐ کی خدمت میں لمبا سفر طے کر کے آئے ہیں۔ اور ہم اقرار کرتے ہیں۔ کہ خدا اور رسولؐ کا ہم پر احسان ہے۔ ہم یہاں محض زیارت کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من زارنی بالمدینۃ کان فی جواری یوم القیامۃ۔ (جسنے مدینہ میں آ کر میری زیارت کی۔ وہ قیامت کے دن میرا ہمسایہ ہوگا) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ عم انس کا کیا ہوا۔ (یہ ایک بت کا نام ہے۔ جو اس قوم کا معبود تھا)۔

وفد نے عرض کیا۔ ہزار شکر ہے۔ کہ خدا نے حضورؐ کی تعلیم کو ہمارے لیئے اسکا بدل بنا دیا ہے۔ بعض بعض بوڑھے اور بوڑھی عورتیں رہ گئی ہیں۔ جو اسکی پوجا کیئے جاتی ہیں۔

اب انشاء اللہ ہم اسے جا کر گرا دینگے۔ ہم مدتوں دھوکے۔ اور فتنہ میں رہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کسی دن کا ذکر تو سناؤ۔

وفد نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ ایک دفعہ ہم نے سو نر گاؤ جمع کئے۔ اور وہ سب کے سب ایک ہی دن عم انس کے لیئے قربان کیے گئے۔ اور درندوں کے لیئے چھوڑ دیئے گئے۔ حالانکہ ہمکو گوشت اور جانوروں کی بہت زیادہ ضرورت تھی۔

انہوں نے یہ بھی عرض کیا۔ کہ چوپایوں اور زراعت میں سے عم انس کا حصہ برابر نکالا جاتا تھا۔ جب کوئی زراعت کرتا۔ تو اسکا وسطی حصہ عم انس کے لئے مقرر کرتا۔ اور ایک کنارہ کا خدا کے نام مقرر کر دیتا۔ اگر کھیتی کو ہوا مار جاتی۔ تو خدا کا حصہ تو عم انس کے نام کر دیتے مگر عم انس کا حصہ خدا کے نام پر نہ کرتے۔

[۱] زاد المعاد صفحہ ۵۰۶۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرائض دین سکھلائے۔ اور خصوصیت سے ان باتوں کی نصیحت فرمائی:۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا نمونہ

(۱) عہد کو پورا کرنا (۲) امانت کا ادا کرنا۔ (۳) ہمسایہ لوگوں سے اچھا برتاؤ کرنا۔ (۴) کسی ایک شخص پر بھی ظلم نہ کرنا۔ یہ بھی فرمایا:کہ ظلم قیامت کے دن تاریکی ہوگا۔[۱]

وفد محارب

یہ دس شخص تھے، جو قوم کے وکیل ہو کر سنہ ہجری میں آئے تھے، بلال رضؓ ان کی خدمت کے لئے مامور تھے۔ صبح و شام کا کھانا وہی لایا کرتے تھے۔ ایک روز ظہر سے عصر تک کا پورا وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کو دیا۔

ان میں سے ایک شخص کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہچان لیا۔ اور اُسے غور سے دیکھنا شروع کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:کہ میں نے تمکو پہلے بھی دیکھا ہے۔

یہ شخص بولا۔ خدا کی قسم، ہاں، حضورؐ نے مجھے دیکھا بھی تھا۔ اور مجھ سے بات بھی کی تھی، اور میں نے بدترین کلام سے حضورؐ کو جواب دیا۔ اور بہت بُری طرح سے حضورؐ کے کلام کو رد کیا تھا۔ یہ بازار عکاظ کا ذکر ہے۔ جہاں حضور لوگوں کو سمجھاتے پھرتے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں، ٹھیک ہے۔

اُس شخص نے کہا۔ یا رسول اللہ۔ اُس روز میرے دوستوں میں مجھ سے بڑھکر کوئی بھی حضور کی مخالفت کرنے والا۔ اور اسلام سے دُور دُور رہنے والا نہ تھا۔

وہ سب تو اپنے آبائی مذہب پر ہی مر گئے، مگر خدا کا شکر ہے، کہ اُس نے مجھے آجتک باقی رکھا، اور حضورؐ پر ایمان لانا مجھے نصیب ہوا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سب کے دل خدائے عزوجل کے ہاتھ میں ہیں۔

اُس شخص نے کہا۔ یا رسول اللہ، میری پہلی حالت کے لئے معافی کی دعا فرمائیے۔

اسلام سب پہلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اسلام اُن سب باتوں

[۱] زاد المعاد صفحہ ۵۰۹۔

کو مٹا دیتا ہے۔ جو کفر میں ہوئی ہوں۔[1]

وفد غسان کا حال رمضان سنہ ۱۰ ہجری — قبیلہ غسان کے تین شخص سنہ ۱۰ ہجری میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد اپنی قوم کی ہدایت کا ارادہ کر کے واپس گئے تھے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کو اشاعت اسلام میں کامیابی نہ ہوئی۔ اُن میں سے دو پہلے وفات پا چکے تھے۔ اور ایک اُس وقت تک زندہ تھا۔ جبکہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے شام کو فتح کیا تھا۔[2]

وفد بنی الحارث — یہ وفد شوال سنہ ۱۰ ہجری میں نبی صلعم کے پاس حاضر ہوا تھا۔ ان کے علاقہ میں خالد بن ولید کو اشاعت اسلام کے لیے بھیجا گیا تھا۔ اُن کی تعلیم سے لوگ مسلمان ہو گئے تھے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اطلاع بھیجدی۔ اور خود انکی تعلیم کے لیے وہاں ٹھہر گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھ بھیجا۔ کہ تم واپس آ جاؤ۔ اور اُس قوم کے چند سرکردہ لوگوں کو بھی ساتھ لاؤ۔ اِس وفد میں قیس بن الحصین و عبد اللہ بن قراد وغیرہ تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا۔ کیا وجہ ہے۔ کہ جاہلیت میں جس کسی نے تم سے جنگ کی وہ مغلوب ہی ہوا۔

اُنہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ ہم خود کسی پر چڑھ کر نہیں جاتے۔ جب لڑائی کے لیے جمع ہو جاتے ہیں۔ تو پھر متفرق نہیں ہوتے۔ اپنی طرف سے ظلم کی ابتداء نہیں کرتے۔ — مغلوب نہ ہونے کی باتیں

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سچ ہے۔ یہی وجہ ہے۔

یہ وفد انتقال مبارک سے چار ماہ پیشتر آیا تھا۔ یہ علاقہ نجران کے باشندے تھے۔[3]

وفد بنی عبس کا حال — یہ لوگ مسلمان ہو کر آئے تھے۔ انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہم نے منادانِ اسلام سے سُنا ہے۔ کہ حضور یہ ارشاد فرماتے ہیں۔

---

[1] زاد المعاد صفحہ ۵۰۹۔ [2] زاد المعاد جلد ۱۔ [3] زاد المعاد صفحہ ۴۹۳۔

لااسلام لمن لا ھجرۃ لہٗ۔ ہمارے پاس زرومال بھی ہے۔ اور مویشی بھی جنپر ہماری گزران ہے۔ پس اگر ہجرت کے بغیر ہمارا اسلام ہی ٹھیک نہیں، تو مال و متاع ہمارے کیا کام آئینگے۔ اور مویشی ہمیں کیا فائدہ دیں گے، بہتر ہے، کہ ہم سب کچھ فروخت کر کے سب کے سب خدمت عالی میں حاضر ہو جائیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اتقوا اللہ حیث کنتم۔ فلن یلتکم من اعمالکم شیئًا۔ تم جہاں آباد ہو، وہیں رہ کر خدا ترسی کو اپنا شیوہ بنائے رکھو۔ تمہارے اعمال میں ذرا بھی کمی نہیں آنے کی[۱]۔

اس جواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتلا دیا ہے، کہ سب مسلمانوں کو مرکز اسلام میں جمع ہو کر اسلامی رقبہ کو محدود و تنگ کر لینا مناسب نہیں، مسلمانوں کو مختلف دور دست ملکوں میں پہنچنا اور اسلام کی دعوت کو پہنچانا چاہیئے۔

جو لوگ اب ترک وطن کر کے اسلامی ملکوں میں جا بسنے کو بہتر سمجھتے ہیں، اُنہیں یاد رکھنا چاہئے کہ ایسا کرنا آنحضرتؐ کی تعلیم کے برخلاف ہے، اور صوابدید مذہب کے بھی خلاف ہے۔

۴۲۔ وفد غامد کا بیان

یہ وفد ۱۰ھ ہجری میں آیا تھا۔ اس میں دس آدمی تھے۔ یہ مدینہ سے باہر اُترے ایک لڑکے کو بٹھلا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم اسباب کے پاس کسے چھوڑ کر آئے ہو، لوگوں نے کہا ایک لڑکے کو۔ فرمایا، تمہارے بعد وہ سو گیا، ایک شخص آیا۔ خورجی چرا کر لے گیا، ایک شخص بولا۔ یا رسول اللہ، خورجی تو میری تھی۔ فرمایا، ہاں۔ گھبراؤ نہیں، وہ لڑکا اٹھا چور کے پیچھے پیچھے بھاگا۔ اسے جا پکڑا، سب اسباب صحیح سالم مل گیا ہے۔

یہ لوگ آنحضرتؐ کی خدمت سے جب واپس پہنچے، تو لڑکے سے معلوم ہوا، کہ ٹھیک اسی طرح اسکے ساتھ ماجرا ہوا تھا، یہ لوگ اسی امر پر مسلمان ہو گئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعب رضؓ کو مقرر فرمایا، کہ اُنہیں قرآن یاد کرا دیں۔ اور شرایع اسلام سکھلا دیں۔

[۱] زاد المعاد صفحہ ۵۱۱ - جلد اول۔

جب وہ واپس جانے لگے۔ تو انہیں شرائعِ اسلام ایک کاغذ میں لکھوا کر دیدیئے گئے۔[۱]

وفد بنی فرازہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپس آئے۔ تو بنی فرازہ کا ایک وفد جس میں دس پندرہ آدمی شامل تھے۔ خدمت مبارک میں حاضر ہوا۔ ان کو اسلام کا اقرار تھا ان کی سواری میں لاغر کمزور اونٹ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تمہارے بستیوں کا کیا حال ہے۔

ایک نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ بستیوں میں قحط ہے۔ مواشی مر گئے۔ باغ خشک ہو گئے۔ بال بچے بھوکے مر رہے ہیں۔ آپ خدا سے دعا کریں۔ کہ ہماری فریاد سُنے۔

آپ ہماری سفارش خدا سے کریں۔ خدا ہماری سفارش آپ سے کرے۔

خدا کسی کی شفاعت نہیں کرتا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خدا ان باتوں سے پاک ہے خرابی ہو تیرے لیئے۔ بھلا۔ میں تو خدا کے پاس شفاعت کروں گا۔ لیکن خدا کس کے پاس شفاعت کرے۔ وہ معبود ہے۔ اُس کے سوا کوئی نہیں۔ وہ سب سے بزرگ تر ہے۔ آسمانوں اور زمین پر اُسی کا حکم ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی قوم میں بارش کے لیئے دعا فرمائی۔ جو الفاظ کہ محفوظ ہیں وہ یہ ہیں اللھم اسق عبادك وبھائمك۔ وانشر رحمتك۔ واحی بلادك المیت۔ اللھم اسقنا غیثا مغیثا مریحا۔ طبقا واسعا عاجلا غیر اجل۔ نافعا غیر ضار۔ اللھم سقیا رحمۃ لا سقیا عذاب ولا ھدم ولا غرق ولا محق۔ اللھم اسقنا الغیث وانصرنا علی الاعداء

ترجمہ۔ اے خدا اپنے بندوں اور جانوروں کو سیراب کر۔ اپنی رحمت کو پھیلا دے۔ اور اپنی مردہ بستیوں کو زندہ کر دے۔ الٰہی ہمکو فریاد رس بارش سے جو راحت رساں۔ آرام بخش ہو جلد آئے دیر نہ لگائے۔ نفع پہنچائے۔ ضرر نہ کرے۔ سیراب کر دے۔ الٰہی ہمکو رحمت سے سیراب کر دے۔ نہ عذاب۔ وہدم وغرق ومحق سے بھر دے۔ الٰہی بارش باراں سے ہمیں سیراب کر دے۔ اور دشمنوں پر ہمکو نصرت عطا کر۔[۲]

[۱] زاد المعاد صفحہ ۵۱۲۔ [۲] زاد المعاد صفحہ ۵۰۵۔

وفد سلامان شوال سنہ ۱۰ ہجری

یہ سترہ۱۷ شخص تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائے تھے۔ انہی میں حبیب بن عمرو تھا، اس نے سوال کیا تھا۔ کہ سب اعمال سے افضل کیا چیز ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سب اعمال سے افضل کیا ہے۔

"وقت پر نماز کا پڑھنا"

اِن لوگوں نے عرض کیا، کہ ہمارے ہاں بارش نہیں ہوئی، دعا فرمایئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان سے فرما دیا۔ اللھم اسقھم الغیث فی دارھم۔

حبیب نے عرض کیا، یا رسول اللہ، ان مبارک ہاتھوں کو اٹھا کر دعا فرما دیجیے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے۔ اور ہاتھ اٹھا کر دعا کر دی۔

جب وفد اپنے وطن میں لوٹ کر گیا، تو معلوم ہوا، کہ ٹھیک اُسی روز بارش ہوئی تھی جس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی۔[۱]

وفد نجران ۱۰ھ

اُن جملہ روایات پر جو وفد نجران کے عنوان کی تحت میں دواوین احادیث میں پائی جاتی ہیں، غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ عیسائیان نجران کے معتمد دو دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ اسلئے اسی ترتیب سے اُن کا ذکر کیا جاتا ہے۔

ابو عبد اللہ حاکم کی روایت عن یونس بن بکیر میں ہے، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران کو دعوت اسلام کا خط تحریر فرمایا تھا۔ جب اسقف نے اس خط کو پڑھا، تو اُس کے بدن پر لرزہ پڑ گیا، اور وہ کانپ اُٹھا، اُس نے فوراً شرحبیل بن دواعہ کو بلایا، یہ قبیلہ ہمدان کا شخص تھا، کوئی بڑا کام بغیر اسکی رائے کے حاکم یا مشیر یا پادری طے نہیں کیا کرتے تھے۔

اُسقف نے اُسے خط دیا۔ اور اُس نے پڑھ لیا۔ تو

اُسقف بولا، ابو مریم فرمائیے، آپ کی کیا رائے ہے؟

شرحبیل نے کہا، صاحب یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے، کہ خدا نے ابراہیمؑ سے یہ وعدہ کیا

[۱] زاد المعاد صفحہ ۱۱۵ ۲

ہوا ہے، کہ اسمٰعیل کی نسل[۱] میں نبوت بھی ہوگی۔ ممکن ہے کہ یہ وہی شخص ہو لیکن نبوت کے متعلق میری کیا رائے ہوسکتی ہے۔ کوئی دنیوی بات ہوتی، تو میں اُس پر غور کر سکتا۔ اور اپنی رائے عرض کر سکتا تھا۔

اسقف نے کہا۔ اچھا آپ بیٹھ جایئے۔

اسقف نے پھر ایک دوسرے شخص کو جسکا نام عبداللہ بن شرجبیل تھا۔ اور قوم حمیر سے تھا۔ بلایا۔ اور نامہ نبویؐ دکھلا کر اُسکی رائے دریافت کی۔ اس نے شرجبیل کا سا جواب دیا۔

اسقف نے پھر ایک تیسرے شخص جبار بن قیس کو بلایا۔ یہ بنو الحارث بن کعب میں سے تھا۔ نامہ دکھلایا۔ اور رائے دریافت کی۔ اُس نے بھی ان دونوں کا سا جواب دیا۔

جب اُسقف نے دیکھا۔ کہ اُن میں سے کوئی بھی جواب نہیں دیتا۔ تو اُس نے حکم دیا۔ کہ گھنٹے بجائے جائیں۔ اور ٹاٹ کے پردے گرجا پر لٹکائے جائیں۔ ان کا دستور تھا۔ کہ اگر کوئی مہم عظیم درپیش ہوتی۔ تو لوگوں کے بلانے کا طریق دن کے لئے یہ تھا۔ کہ گھنٹے بجاتے اور ٹاٹ کے پردے گرجا پر لٹکا دیتے۔ اور رات کے لئے یہ تھا۔ کہ گھنٹے بجاتے اور پہاڑی

---

[۱] اولاد اسمٰعیل میں نبوت ہونے کی بابت بائبل کی کتابوں میں بہت سے حوالے ملتے ہیں۔ اوّل یہ کہ اسحاق اور اسمٰعیل سے خدا نے برابر کے وعدے کئے تھے۔ دوئم یہ کہ عرب میں پیدا ہونے والے نبی کے نشانات اور علامات کی پیشگوئیاں بہت انبیاء نے کی ہیں۔ اور چونکہ عرب میں صرف اسمٰعیل کی اولاد ہی آباد ہوئی تھی اسلئے اُن پیشگوئیوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ نبی موعود اسمٰعیلی ہوگا۔ سوئم موسیٰ علیہ السلام کی بیان کردہ پیشین گوئی اس بارہ میں بہت واضح ہے۔ درس ۱۸ میں . . . . . اُن کے لئے اُن کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا۔ اور اپنا کلام اُس کے مُنہ میں ڈالونگا اور جو کچھ میں اُسے فرماؤنگا۔ وہ سب اُن سے کہیگا۔" کتاب استثناء باب ۱۸۔ یہ ظاہر ہے۔ کہ بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسمٰعیل ہی ہیں۔ اور موسیٰ جیسا نبی حضرت محمد رسول ہی ہیں جو موسیٰ کی طرح صاحب کتاب۔ صاحب شریعت۔ صاحب جہاد۔ مہاجر غازی ہیں۔ اور مُنہ میں کلام ڈالنے سے مطلب وحی کے اصل الفاظ کا محفوظ رہنا ہے۔ یہ خصوصیت صرف قرآن مجید ہی کی ہے۔ بائبل کے مجموعہ میں سے کسی کتاب کو یہ درجہ حاصل نہیں۔ کہ اُسکے الفاظ بھی اصلی محفوظ رہے ہوں۔" اس پیشینگوئی کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کی دوسری پیشینگوئی بھی پڑھو۔" خدا سینا سے نکلا اور سعیر سے چمکا۔ اور فاران کے پہاڑ سے ظاہر ہوا۔ اس کے ہاتھ میں شریعت روشن ہے۔ ملائکہ کے لشکر کے ساتھ آیا ہے۔" اس میں فاران کا پتہ درج ہے جو مکہ کا نام ہے۔ شرجبیل نے ان حوالہ جات کا خیال کر کے مندرجہ بالا فقرہ استعمال کیا تھا۔ +

پر آگ روشن کر دیتے۔ اس گرجا کے متعلق تہتر گاؤں تھے، جن میں ایک لاکھ سے زیادہ جنگجو مردوں کی آبادی تھی، وادی کے بالائی اور نشیبی حصّہ کا طول ایک اسپ سوار کے ایک دن کی راہ کا تھا۔ جب کل علاقہ کے یہ لوگ (جو سب کے سب عیسائی تھے) جمع ہو گئے، تو اسقف نے وہ وہ نامہ مبارک سب کو سنایا، اور رائے دریافت کی، مشورہ کے بعد قرار داد یہ ہوئی کہ شرجیل اور عبداللہ اور جبار کو نبی کی خدمت میں روانہ کیا جاوے، وہ وہاں پہونچکے سب حالات معلوم کر کے پھر واپس آئیں،

یہ لوگ مدینہ پہونچے اور چند روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہے، ان ہی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عیسیٰ کی شخصیت کے متعلق گفتگو بھی کی۔ اسی گفتگو پر ان آیات کا نزول ہوا:-

اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِیْنَ ۔ فَمَنْ حَآجَّكَ فِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَی الْكٰذِبِیْنَ ۔ (آل عمران - ع ۶)	عیسیٰ کی مثال خدا کے نزدیک آدم کی سی ہے، خدا نے اسے مٹی سے بنایا، پھر فرمایا کہ (انسان زندہ) بن جا وہ زندہ ہو گیا، سچی بات تیرے پروردگار کی جانب سے یہی ہے، اب تم اس سچی کو لمبا کھینچنے والوں میں نہ رہو، اور جو کوئی تم سے اس علم کے بعد جھگڑا کرے، اُسے کہدو کہ ہم اپنی اولاد کو بلاتے ہیں۔ تم اپنی اولاد کو بلاؤ۔ اسی طرح ہماری عورتیں اور تمھاری عورتیں۔ ہم خود بھی اور تم خود بھی جمع ہوں، پھر خدا کی طرف متوجہ ہوں، اور خدا کی لعنت جھوٹے پر ڈالیں۔

لہ عیسائیوں کی تعلیم اور مقولہ ہے، کہ تثلیث کو بلا دلیل مان لینا چاہیئے۔ قرآن کریم نے اول دلیل دی کہ اگر عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ تو اس سے وہ خدا یا فرزند خدا نہیں ہو سکتے۔ دیکھو آدم بغیر ماں باپ دونوں کے پیدا ہوئے تھے؛ چونکہ یہ یقین تھا کہ دلیل کارگر نہ ہوگی۔ اس لئے بحث کے لئے ایک اچھوتا پہلو نکالا یعنی خدا سے دعا مانگنا۔ اور جھوٹے پر لعنت برسانا؛ یہ ظاہر ہے کہ اگر مسیح خدا یا ابن خدا ہیں، تو ایسے لوگوں کی ضرور حمایت کریں گے جو اُن کا اصل درجہ

اِن آیات کے نزول پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنؓ و حسینؓ کو بھی بلایا، اور فاطمہؓ (سیدۃ نساء العالمین) بھی باپ کی پس پُشت آکر کھڑی ہوگئیں۔ [لہ]

اِن عیسائیوں نے علٰحدہ ہو کر بات چیت کی۔ شرجیل نے اپنے ساتھیوں سے کہا، کہ اِس شخص کے متعلق کوئی رائے قایم کرنا آسان نہیں ہے۔ دیکھو تمام وادی کے لوگ اکٹھے ہوئے تب اُنھوں نے ہمکو بھیجا تھا۔

میں سمجھتا ہوں، کہ اگر یہ بادشاہ ہے، تب بھی اوس سے مباہلہ کرنا ٹھیک نہ ہوگا، کیونکہ تمام عرب میں سے ہم ہی اُسکی نگاہ میں کھٹکتے رہیں گے۔ اور اگر یہ نبی مرسل ہے۔ تب تو اُسکی لعنت کے بعد ہمارا پر کاہ بھی زمین پر باقی نہ رہے گا، اِسلئے میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ ہم اُسکی ماتحتی قبول کریں۔ اور رقم جزیہ کا فیصلہ بھی اُسکی رائے پر چھوڑ دیں۔ کیونکہ جہاں تک مینے سمجھا ہے یہ سخت مزاج نہیں ہے۔ دونوں ساتھیوں نے اتفاق کیا، اور اُنھوں نے جاکر عرض کر دیا، کہ مباہلہ سے بہتر ہمارے لئے یہ ہی، کہ جو کچھ حضور کے خیال میں کل صبح تک ہمارے لئے بہتر معلوم ہو۔ وہ ہمپر مقرر کر دیا جاوے۔

اگلے روز حضرتؐ نے ان پر جزیہ مقرر کر دیا، اور ایک معاہدہ جسے مغیرہ صحابی نے لکھا تھا اور ابو سفیان بن حرب۔ غیلان بن عمرو۔ مالک بن عوف۔ اقرع بن حابس صحابہ کی شہادات اُسپر ثبت تھیں، اُنھیں مرحمت فرمایا۔ معاہدہ کا ایک فقرہ خاص طور پر ناظرین کے ملاحظہ طلب ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیسائیوں کو کیسے کھلے دل سے ان کے حقوق مرحمت فرماتے تھے۔

دنیا پر ظاہر کر رہے ہیں، لیکن اگر یہ غلط ہے۔ تو خدا خود فیصلہ فرما دے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مباہلہ صرف توحید کے اثبات اور استحکام کے لیئے نکالا ہے، جبکہ باب استدلال بند ہو۔ یہ لازم نہیں۔ کہ ذرا ذرا سے اختلافات کو ہم مباہلہ سے طے کرانے کے خواہشمند ہوں۔

لہ دیگر روایات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موجودگی بھی درج ہے۔ ان کے جمع کرنے سے مقصد عیسائیوں کو دکھلا دینا تھا۔ کہ ہم ابھی مباہلہ کو تیار ہیں۔ گو اُن کی زن و فرزند اُس وقت مدینہ میں نہ تھے۔

لنجران جوار الله وذمة محمد النبی علی انفسهم وملتهم وارضهم واموالهم وغائبهم وشاهدهم وعشیرتهم وتبعهم وان لا یغیرو لما کانوا علیه ولا یغیر حق من حقوقهم ولا ملتهم .... ولا یغیر کلما تحت ایدیهم من قلیل او کثیر۔ ولیس علیهم ربیبة ولا دم جاهلیة۔ ولا یحشرون ولا یعشرون ولا یطاء ارضهم الجیش۔ الخ۔[1]	نجران والوں کو خدا اور محمد رسول اللہ کی حفاظت حاصل ہوگی۔ جان اور مذہب اور زمین اور جایداد کے متعلق۔ اُن سب کو جو حاضر یا غایب ہیں۔ صاحب قبیلہ ہیں۔ یا اتباع کرنیوالے ہیں۔ اُنکی حالت میں اور حقوق میں کوئی تغیر نہ کیا جاویگا۔ اور جو کچھ کم یا زیادہ ان کے قبضہ میں ہے۔ اسے نہ بدلا جائیگا۔ پچھلے زمانہ کی شبہات یا قتل کے جھگڑے انپر نہ چلائے جائینگے۔ وہ بیگار میں نہ پکڑے جاوینگے۔ اُن سے دہ یکی نہ لی جاوے گی۔ اُن کے علاقہ سے فوج عبور نہ کرے گی۔

سند حاصل کر کے یہ لوگ نجران کو واپس چلے گئے۔ بشپ (اسقف) اور دیگر سر آوردہ لوگوں نے ایک منزل آگے بڑھ کر ان سے ملاقات کی۔ ڈیپوٹیشن نے یہ سند اُسقف کے سامنے پیش کر دی۔ وہ چلتے چلتے ہی اس سند کو پڑھنے لگا۔ اس کا چچیرا بھائی بشر بن معاویہ جسکی کنیت ابو علقمہ تھی۔ اسکے برابر تھا۔ (وہ بھی اس تحریر کے معنی کی طرف اس قدر متوجہ ہوا کہ بے خیال ہو گیا) اور اونٹنی نے اُسے زمین پر گرا دیا۔ اس نے گرتے ہی کہا۔ خرابی ہو۔ اُس شخص کی۔ جس نے اس قدر ہمکو تکلیف میں ڈالا ہے۔

بِشر نے یہ اشارہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کیا تھا۔

اُسقف بولا۔ دیکھ تو کیا کہتا ہے۔ بخدا وہ تو نبی مُرسل ہے۔

بِشر نے جواب دیا۔ بخدا۔ اب میں بھی اسکا پالان اسی کے پاس جا کر اُتاروں گا۔ یہ کہکر اُس نے اپنا رخ بدل دیا۔ اور مدینہ کو چل پڑا۔

[1] فتوح البلدان بلاذری۔

اُسقف نے اُسکے پیچھے پیچھے ناقہ لگائی، چلا چلا کر کہتا تھا، کہ میری بات تو سُنو، میرا مطلب تو سمجھو۔ میں نے یہ فقرہ اسلئے کہا تھا، کہ ان قبایل میں شہرت ہو جائے، تاکہ کوئی یہ نہ کہے، کہ ہم نے اس سند کے حاصل کرنے میں کوئی حماقت کی ہے، یا فیاضی قبول کر لی ہے حالانکہ دیگر قبایل نے اب تک اُسکی فیاضی کو قبول نہیں کیا ہے، اور ہماری طاقت اور شوکت اوروں سے بڑھ کر بھی ہے،

بِشر بولا، نہیں نہیں، بخدا نہیں، اب میں نہیں رُکنے کا، تیرے منہ سے ایسی غلط بات نکل ہی نہیں سکتی تھی،

بِشر نے پھر یہ اشعار پڑھے، اور مدینہ کو چلا آیا،

الیک تغدو قلقا وضینہا   معترضا فی بطنہا جنینہا

مخالفا دین النصاریٰ دینہا

یہ بِشر تو خدمت نبوی میں پہونچکر وہیں حضور میں رہا، اور بالآخر درجہ شہادت پر فایز ہوا، اب اُس ڈیپوٹیشن کا بقیہ حال سُنو،

جب یہ لوگ نجران پہونچ گئے، تو نجران کے گرجا میں رہنے والے ایک بزرگ (راہب) نے بھی کسی سے یہ تمام داستان سن پائی، کہ ایک نبی تہامہ میں پیدا ہوا ہے۔ اس کا خط آیا تھا، یہاں سے تین شخص اُس کے پاس بھیجے گئے تھے، وہ اس سے سند لیکر آئے تھے، اُسقف وہ سند پڑھ رہا تھا، اُس کا بھائی سواری سے گر گیا، اُس نے نبی کو برا بھلا کہا، اُسقف نے منع کیا، اور بتلایا۔ کہ وہ سچا نبی ہے، اسے برا نہ کہو، وہ یہ سن کر مدینہ کو چلا گیا، اُسقف نے بہتیرا روکا نہ رُکا،

راہب نے جو گرجا کے برج کے بالائی حصہ پر (سالہا سال سے) رہا کرتا تھا، چیخنا شروع کر دیا۔ کہ مجھے اتار دو، ورنہ میں اوپر سے کود پڑونگا۔ خواہ میری جان بھی جاتی رہے، یہ راہب بھی چند تحائف لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ ہو گیا،

ایک پیالہ ایک عصا ایک چادر اس نے بطور تحفہ پیش کی تھی، وہ چادر خلفاء عباسیہ کے عہد تک برابر محفوظ رہی تھی، راہب نے کچھ عرصہ تک مدینہ میں ٹھہر کر اسلامی تعلیم سے واقفیت حاصل کی۔ اور پھر آں حضرت سے اجازت لیکر اور واپس آنے کا وعدہ کرکے نجران چلا گیا تھا، مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ تک واپس نہ گیا تھا۔

(۲) اس ڈیپوٹیشن سے کچھ عرصہ کے بعد اُسقف ابو الحارث جو گرجا کا امام تھا، اور قسطنطنیہ کے رومی بادشاہ اسکا نہایت ادب اور احترام کیا کرتے تھے۔ اور عام لوگ اکثر کرامات وغیرہ اسکی ذات سے منسوب کرتے تھے، اور یہ شخص اپنے مذہب کا مجتہد شمار ہوتا تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا، اسکے ساتھ ایہم نامی علاقہ کا جج اور حاکم بھی تھا، اسے سید کے لقب سے ملقب کرتے تھے۔ اور عبدالمسیح الملقب عاقب بھی تھا، جو سارے علاقہ کا گورنر اور امیر بھی تھا، باقی ۲۴ مشہور سردار اور تھے، کل قافلہ ۶۰ سواروں کا تھا، یہ عصر کے وقت مسجد نبوی میں پہنچے تھے، وہ انکی نماز کا وقت تھا۔ (غالباً اتوار کا دن ہوگا) نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کو اپنی مسجد میں نماز پڑھ لینے کی اجازت فرمادی تھی، اورانہوں نے مسجد سے شرق کی جانب رخ کرکے نماز ادا کی تھی، بعض مسلمانوں نے اُنہیں مسجد نبوی میں عیسائی نماز پڑھنے سے روکنا چاہا تھا، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو منع فرمادیا تھا،

یہودی بھی انہیں دیکھنے آتے تھے، اور کبھی کبھی کسی مسئلہ میں گفتگو بھی ہو جایا کرتی تھی۔ ایک دفعہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہودیوں نے بیان کیا، کہ حضرت ابراہیمؑ یہودی تھے، اور ان عیسائیوں نے کہا، کہ وہ عیسائی تھے، اس بحث پر قرآن مجید کی ان آیات کا نزول ہوا۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تُحَاجُّونَ فِي إِبْرَاهِيمَ وَمَا أُنزِلَتِ التَّوْرَاةُ وَالْإِنجِيلُ	اِن سے کہو کہ اے کتاب والو۔ ابراہیمؑ کے بارہ میں کیوں جھگڑا کرتے ہو۔ توراۃ اور انجیل تو اس کے

اِلَّا مِنْ بَعْدِهٖ ۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۔ هَاَنْتُمْ
هٰٓؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ
تُحَآجُّوْنَ فِيْ مَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ۔
وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ مَا كَانَ
اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ
كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ۔ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ
اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ
وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۔ وَاللّٰهُ
وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ؛ (آل عمران رکوع ۷)

بعد اتری ہیں۔ جن باتوں میں تمہارے پاس
کچھ علم تھا۔ اُس میں تو جھگڑتے ہی تھے۔ مگر
جس بارہ میں علم نہیں، اُس میں جھگڑا کیوں کرتے
ہو۔ ابراہیم نہ یہودی تھا، نہ عیسائی تھا، وہ
تو پکا موحد تھا، اور مسلمان تھا۔ اور وہ
مشرک بھی نہ تھا[1]؛
سب خلقت میں ابراہیم سے قریب تر وہ ہیں جو
اس کا اتباع کریں، اور محمد نبی اور انپر ایمان رکھنے
والے لوگ۔ ہاں خدا مومنین کا دوستدار ہے؛

ایک دفعہ یہودیوں نے مسلمانوں اور عیسائیوں دونوں پر اعتراض کرنے کی غرض سے کہا!
محمد صاحب! کیا آپ یہ چاہتے ہیں، کہ ہم آپ کی بھی عبادت کرنے لگیں، جیسا کہ عیسائی
عیسیٰؑ کی عبادت کیا کرتے ہیں؛
نجران کا ایک عیسائی بولا؛
ہاں محمد صاحب، تبلا دیجئے، کیا آپ کا یہی ارادہ ہے، اور اسی عقیدہ کی دعوت آپ
دیتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ کی پناہ، کہ میں اللہ کے سوا اور کسی کی عبادت
کروں، یا کسی دوسرے کو غیر اللہ کی عبادت کا حکم دوں۔ خدا نے مجھے اس کام کے لیئے نہیں
بھیجا، اور مجھے ایسا حکم بھی نہیں دیا؛
اس واقعہ پر قرآن مجید میں ان آیات کا نزول ہوا:۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ
وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ

جس بشر کو خدا کتاب اور حکم اور نبوت عنایت کرے
یہ اسکی شان نہیں۔ کہ پھر وہ لوگوں سے کہنے لگے۔ کہ

[1] عرب کے مشرک جو بت پرستی کرتے تھے۔ وہ کہا کرتے تھے، کہ ہمارا مذہب حضرت ابراہیم کا مذہب ہے۔ اس فقرہ میں مشرکین کا رد ہے؛

[illegible]

كُونُوا عِبَادًا لِّي مِن دُونِ اللَّهِ وَلَٰكِن كُونُوا رَبَّانِيِّينَ بِمَا كُنتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنتُمْ تَدْرُسُونَ وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَن تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا ۗ أَيَأْمُرُكُم بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ ۝ (آل عمران - ع ٨)

خدا کے سوا میرے بندے بن جاؤ، وہ تو یہی کہا کرتا ہے کہ کتاب الٰہی کو سیکھ کر اور شریعت کا درس پا کر تم اللہ والے بن جاؤ،
یہ نبی تو نہیں کہتا، کہ فرشتوں کو یا نبیوں کو بھی رب بنا لو۔ بھلا وہ کفر کے لئے کہہ سکتا ہے، تم لوگوں کو جو اسلام لا چکے ہو۔

محمد بن سہیل کی روایت میں ہے۔ کہ آل عمران کی شروع سے ۸۰ آیات تک کا نزول بھی اسی وفد کی موجودگی میں ہُوا تھا۔ جب یہ واپس جانے لگے، تو آنحضرتؐ سے پھر ایک سند انہوں نے حاصل کی، جس میں گرجاؤں اور پادریوں کی بابت زیادہ صراحت تھی، اس سند کی پوری نقل ذیل میں کی جاتی ہے ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد النبی الی الاسقف ابی الحارث واساقفۃ نجران وکھنتھم ورھبانھم واھل بیعتھم ورقیقھم وملتھم وسوا طبتھم وعلی کل ما تحت ایدیھم من قلیل او کثیر۔ جوار اللہ ورسولہ۔ لا یغیر اسقف من سقفیتہ ولا راھب من رھبانیتہ ولا کاھن من کھنانیتہ ولا یغیر حق من حقوقھم ولا سلطانھم ولا مما کانوا علیہ علی ذلک جوار اللہ ورسولہ ابدًا ما نصحوا واصلحوا علیھم غیر متقلبین

یہ تحریر محمد نبی صلعم کی جانب سے ہے، اسقف ابو الحارث کے لئے۔ نجران کے دیگر اسقفوں۔ کاہنوں، راہبوں ان کے معتقدوں۔ غلاموں۔ اس مذہب والوں پولیس والوں کے متعلق اور ان کم یا زیادہ چیزوں کے متعلق جو اُن کے ہاتھ میں ہیں سب کو خدا اور رسول کی حفاظت حاصل ہو گی، گرجا کے چھوٹے بڑے عہدہ داروں میں سے کسی کو بدلا نہ جائے گا، کسی حق میں یا اختیارات میں مداخلت نہ کی جائے گی۔ ان کی موجودہ حالت میں تغیر نہ ہوگا، بشرطے کہ رعایا کے خیر خواہ خیر اندیش رہیں، نہ ظالم کا ساتھ دیں اور نہ خود

بظالم ولا ظالمین کتب المغیرۃ بن شعبہ[۵۱]؎ ظلم کریں؛

چلتے وقت انہوں نے درخواست کی؛ کہ ایک امانت دار شخص کو ہمارے ساتھ بھیجدیا جاوے؛ جسے جزیہ[۵۲] ادا کر دیا کریں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو عبیدہ بن جراح کو ان کے ساتھ بھیجدیا؛ اور فرمایا کہ یہ شخص میری امت کا امین ہے[۵۳]؛

ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے فیضان صحبت سے علاقہ میں اسلام پھیل گیا تھا؛

وفد نخع کا بیان[۷۶]

یہ نصف ماہ محرم ۱۱؁ ہجری کو خدمت نبوی میں حاضر ہوا تھا۔ اس کے بعد کوئی وفد حاضر نہیں ہوا؛ یہ دو سو اشخاص تھے؛ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر آئے تھے؛ ان کو دار الضیافہ (مہمان خانہ) میں اُتارا گیا تھا؛

ایک شخص ان میں زرارہ بن عمرو تھا؛ اُس نے عرض کیا؛ یا رسول اللہ میں نے راستہ میں خواب دیکھے؛ جو عجیب تھے؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛ بیان کرو؛

ایک خواب اور اُسکی تعبیر

کہا؛ میں نے دیکھا؛ کہ ایک بکری نے بچہ دیا ہے؛ جو سپید اور سیاہ رنگ کا ابلق ہے؛

---

[۵۱] فتوح البلدان بلاذری؛

[۵۲] لفظ جزیہ (جو ایرانی لفظ گزیہ کا معرب ہے اور اس لفظ کے ساتھ یہ رسم "جزیہ لگانے کی" بھی عرب میں ایران سے پہونچی تھی جبکہ عرب کا ایک حصہ قبل از اسلام ایران کے ماتحت تھا؛ اور دربار ایران اس بارہ میں رومن امپائر کے قانون پر عمل کرتا تھا) مگر اب جزیہ پر بہت سے اعتراضات کیئے گئے؛ اور مسلمانوں کی طرف سے بہت سے جوابات دیئے گئے ہیں؛

میں اس جگہ مختصر طور پر صرف ایک روایت کا حوالہ دوں گا؛ جس سے معلوم ہو جائیگا۔ کہ اسلامی جزیہ کس اصول پر لگایا جاتا تھا۔ اور کیوں کر جزیہ ادا کرنے والے مفتوحین کو فاتحین کے اعلےٰ حقوق حاصل ہو جاتے تھے۔ فقہ کی معتبر ترین کتاب میں ہے؛

"اگر وہ لوگ جن سے جزیہ لینا چاہیئے۔ جزیہ ادا کرنا منظور کریں تو ان کی (الف) حفاظت اُسی طور پر کرنا چاہیئے جیسے مسلمانوں کی؛ اور (ب) ان کے لیئے وہی قواعد ہوں گے جو مسلمانوں کے لئے ہیں؛ کیونکہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے؛ کفار (غیر مسلم) جزیہ اسلئے ادا کرتے ہیں؛ کہ ان کے خون کو مسلمانوں کے خون کی۔ اور ان کے مال کو مسلمانوں کے مال کی حیثیت حاصل ہو جائے؛" ہدایہ مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۴۱۲؛ ہدایہ انگریزی ترجمہ چارلس ہملٹن جلد ۲ صفحہ ۱۴۲؛

[۵۳] زاد المعاد صفحہ ۴۹۵؛ +

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا؛ کیا تمہاری عورت کے بچہ ہونیوالا تھا؛ اُس نے کہا۔ ہاں؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اسکے فرزند پیدا ہوا ہے۔ جو تیرا بیٹا ہے؛

زرارہ نے کہا؛ یارسول اللہ۔ ابلق ہونے کے کیا معنے ہیں؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛ قریب آؤ؛ پھر آہستہ سے پوچھا؛ کیا تیرے جسم پر برص کے داغ ہیں؛ جسے تم لوگوں سے چھپاتے رہے ہو؛

زرارہ نے کہا؛ قسم ہے اُس خدا کی جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا؛ کہ آجتک میرے اس راز کی کسی کو اطلاع نہ تھی؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بچہ پر یہ اُسی کا اثر ہے؛

زرارہ نے دوسرا خواب سُنایا؛ کہ میں نے نعمان بن منذر[1] کو دیکھا؛ کہ گوشوارے۔ بازوبند خلخال پہنے ہوئے ہے؛

دوسرا خواب اور تعبیر

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛ اسکی تاویل ملک عرب ہے؛ جو اب آسایش و آرایش حاصل کر رہا ہے؛

زرارہ نے عرض کیا؛ میں نے دیکھا؛ کہ ایک بُڑھیا ہے جس کے کچھ بال سفید۔ کچھ سیاہ ہیں؛ اور زمین سے باہر نکلی ہے؛

تیسرا خواب و تعبیر

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛ یہ دنیا ہے۔ جس قدر باقی رہ گئی ہے؛

زرارہ نے عرض کیا؛

چوتھا خواب اور تعبیر

میں نے دیکھا؛ کہ ایک آگ زمین سے نمودار ہوئی؛ میرے اور میرے بیٹے عمر کے درمیان آگئی؛ اور وہ آگ کہہ رہی ہے؛ جھلسو جھلسو۔ بینا ہو کہ نابینا ہو؛ لوگو اپنی غذا؛ اپنا کنبہ؛ اپنا مال مجھے کھانے کے لیئے دو؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛ یہ ایک فساد ہے۔ جو آخر زمانہ میں ظاہر ہوگا؛

[1] نعمان بن منذر عرب کا مشہور و قدیم بادشاہ گزرا ہے؛ جسکی حکومت و حکمت زبان زد عرب ہے؛ +

زرارہ نے عرض کیا، کہ یہ کیسا فتنہ ہوگا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، لوگ اپنے امام کو قتل کر دیں گے۔ آپس میں پھوٹ پڑ جائیگی۔ ایک دوسرے سے ایسے گتھ جائینگے، جیسے ہاتھوں کی انگلیاں پنجہ ڈالنے میں گتھ جاتی ہیں۔ بدکار اُن دنوں اپنے آپ کو نکوکار سمجھے گا، مومن کا خون پانی سے بڑھ کر خوشگوار سمجھا جائیگا۔

اگر تیرا بیٹا مر گیا، تب تو اُس فتنہ کو دیکھ لیگا، تو مر گیا، تو تیرا بیٹا دیکھ لے گا۔

زرارہ نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ، دعا کیجیے، کہ میں اس فتنہ کو نہ دیکھوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی، الٰہی یہ اس فتنہ کو نہ پائے۔

زرارہ کا تو انتقال ہو گیا، اور اُس کا بیٹا بچ رہا، اس نے حضرت عثمانؓ کی بیعت کو توڑ دیا تھا[۱]۔

باب

مدینہ میں دس سالہ قیام نبویؐ کے اہم واقعات۔ اور وفات۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے نکل کر مدینہ منورہ پہونچے، تو ابھی اطمینان سے قیام بھی نہیں کیا تھا، کہ دشمنانِ مکہ نے متواتر سازشوں، حملوں، لڑائیوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں کو پریشان کرنا شروع کر دیا تھا۔

راقم کتاب کو چونکہ ہجرت کے بعد ہی یہ حالات لکھنے پڑے۔ اس لئے ترتیب مضامین بھی کسی قدر پریشان ہو گئی ہے۔

اِس باب میں اُن اہم واقعات کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔ جو ایام قیام مدینہ میں ہوئے میں نے اختصار کے لیئے قریباً ہر سال کے متعلق ایک واقعہ ضرور قلم بند کیا ہے۔

اِس باب پر غور کرنے سے ناظرین کو سیرت پاک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق

---

[۱] زاد المعاد صفحہ ۱۱۵ ج ۲

بہت سی باتیں معلوم ہونگی، جن کے مطابق ضرورت ہے کہ اُمت اپنا دینہ درست کرے۔

وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

تعمیر مسجد نبویؐ مسجد نبوی جس جگہ بنائی گئی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ خود بخود اس جگہ آکر بیٹھ گئی تھی۔ جب آنحضرت مکہ سے مدینہ تشریف لائے تھے۔

یہ جگہ دو یتیم لڑکوں کی تھی جو اسعد بن زرارہ (نقیب محمدی) کی تربیت و نگرانی میں تھے۔ اسعد نے پہلے سے یہاں نماز کی مختصر سی جگہ بنا رکھی تھی۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے لئے اس جگہ کو پسند فرمایا، تو ان یتیم لڑکوں نے قیمت لینے سے انکار کیا۔ اور قبیلہ بنو النجار نے چاہا کہ اسکی قیمت ادا کرنے کی اجازت انہیں مل جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں باتیں منظور نہ فرمائیں۔ زمین کی قیمت دس دینار طے ہوئے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر صدیق سے یہ قیمت دلادی۔ اور پھر زمین کو ہموار و درست کر کے مسجد بنائی گئی۔ جس کا طول سو گز کا تھا۔

مسجد کی تعمیر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اینٹ پتھر خود بھی اٹھا کر لاتے تھے۔ اور زبان مبارک سے فرماتے تھے:۔

اللھم لا عیش الا عیش الآخرہ	الٰہی زندگی تو آخرت ہی کی زندگی ہے۔ تو
فاغفر للانصار والمھاجرہ[1]	انصار اور مہاجرین کو بخش دے۔

صحابہ بھی اینٹ گارا لاتے تھے۔ اور یہ شعر رجز میں پڑھتے تھے:

لئن قعدنا والرسول یعمل۔	رسول خدا کام کریں اور ہم بیٹھے رہیں،
لذاک فالعمل المضلل،	یہ بڑی گمراہی کا کام ہے۔

مسجد کی دیواریں جو کچی اینٹوں کی تھیں، تین گز بلند تھیں۔ کھجور کے تنے ستون کی جگہ اور کھجور کے پٹھے کڑی شہتیر کی جگہ ڈالے گئے تھے۔

---

[1] صحیح بخاری عن انس کتاب الصلوۃ، باب ھل تنبش قبور مشرکی الجاھلیۃ۔

صحابہ نے کہا چھت ڈال لیں تو اچھا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نہیں موسیٰ جیسا عریش ہی خوب ہے[1]۔

یہ چھت ایسی تھی کہ اگر بارش ہو جاتی تو پانی ٹپکتا۔ مٹی گرتی۔ فرش کیچڑ سا ہو جاتا۔ مومنین اسی پر سجدہ کیا کرتے تھے[2]۔

عبداللہ بن سلام کا اسلام لانا ۱ھ

حضرت عبداللہ یہود کے بڑے فاضلوں میں سے ہیں۔ یوسف صدیق سے اُن کا سلسلہ نسب ملتا ہے۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وعظ کرتے ہوئے سُن لیا۔ ذیل کے الفاظ کو یاد کر لیا تھا۔

أيها الناس افشو السلام	لوگو اپنے بیگانے سب کو سلام کیا کرو۔
و اطعموا الطعام	کھانا کھلایا کرو۔
و صلوا الارحام	قرابت داروں سے اچھا برتاؤ رکھو۔
و صلوا بالليل والناس نيام	رات کو جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں تم خدا کی عبادت کیا کرو۔

[1] زاد المعاد جلد اول صفحہ ۳۰۰۔

[2] نبی صلعم کے بعد ابوبکر صدیق نے مسجد نبوی میں کچھ تصرف نہیں کیا۔ عمر فاروق نے اس مسجد میں حضرت عباس کے گھر کو شامل کیا جو انہوں نے مسجد کے لئے ہبہ فرمایا تھا۔ عثمان غنی نے مسجد نبوی کی سنگین دیواریں بنائیں اور پتھر کے ستون لگائے۔ اور ساگون کی چھت ڈالی (بخاری باب بنیان المسجد) اور فرش پر عقیق کی کنکریاں بچھائیں۔ مروان بن الحکم نے اپنے عہد سلطنت میں ایک مقصورہ محراب کی جانب بڑھایا۔ اور اس پر گچ کاری کا کام کرایا۔ ولید بن عبد الملک نے اپنے عہد سلطنت اور حضرت عمر بن عبد العزیز کے عہد امارت مدینہ میں از سر نو اسکی عمارت کو تعمیر کرایا۔ شام و مصر، روم و قبط کے ۸۰ انجینیر منتخب کرکے اسکی نگرانی کے لئے بھیجے۔ یہ عمارت سنگ مرمر کی تھی اور پہلی عمارت سے کچھ زیادہ بھی تھی ۸۸ھ یا ۹۱ھ میں مکمل ہوئی تھی۔ مہدی عباسی نے اپنے عہد سلطنت میں پھر عمارت مسجد کو تعمیر کرایا۔ پچھلی طرف سے سو گز زمین اور شامل کی گئی۔ مکمل ہونے کے بعد مسجد کا طول ۳۰۰ گز۔ عرض ۲۰۰ گز ہو گیا تھا۔ یہ تعمیر ۱۶۲ھ میں ختم ہوئی۔

خلیفہ متوکل نے اپنی سلطنت میں پھر اس عمارت کی مرمت ۲۴۶ھ میں کرائی تھی۔ (فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۱۴)۔

حالیہ عمارت جو ہمارے زمانہ میں ہے۔ یہ سلطان عبد المجید خان والد سلطان حال محمد خامس کی تعمیر کردہ ہے۔

یہ دل نشین کلمات سن کر ان کا قلب نور ایمان سے روشن ہو گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات پر غور کیا، تو پہلے نبیوں کی کتابوں کی پیشین گوئیوں کو ذات مبارک پر منطبق پایا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں آئے، اور چند مشکل مسائل جن کی بابت ان کا خیال تھا، کہ نبی اللہ ہی ان کا جواب دیسکتا ہے، دریافت کیے، جواب باصواب سن کر کہا یا رسول اللہ میں حضور پر ایمان لے آیا ہوں، لیکن اظہار اسلام کے لیے چاہتا ہوں کہ اول میری قوم کے لوگوں کو بلا کر دریافت فرما لیا جاوے کہ ان کی رائے میرے لیے کیا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اکابر یہود کو طلب فرمایا، عبداللہ بن سلام چھپ گئے تھے۔ آں حضرتؐ نے ان سے پوچھا کہ عبداللہ بن سلام تمھاری قوم میں کیسے ہیں سب نے کہا۔ وہ عالم بن عالم سید بن سید ہیں[1]، اور ہم سب سے بہتر ہیں۔ یہود یہ کہہ ہی رہے تھے، کہ حضرت عبداللہ اوجھل سے کلمہ طیب پڑھتے ہوئے سامنے آ گئے، جب یہودیوں نے دیکھا، کہ مسلمان ہو گئے ہیں۔ تو اسی وقت کہنے لگے کہ تو جاہل بن جاہل ذلیل بن ذلیل شخص ہے، اور ہم میں سب سے بدتر ہے،

خداوند کریم نے اس بزرگ صحابی کے اسلام سے جملہ یہود پر اپنی حجت ختم فرما دی،

فاضل راہب کا اسلام ۱ھ حضرت عبداللہ بن سلام کے بعد ابو قیس صرمہ بن ابی انس نے بھی اسلام قبول کیا، یہ عیسائی المذہب راہب، نہایت فصیح شاعر و واعظ اور الٰہیات کے فاضل تھے، اس بزرگ کے اسلام سے خداوند رحیم نے جملہ نصاریٰ پر حجت ختم فرمائی،

نماز سنہ اول ہجرت میں فرض نمازوں میں دو رکعتوں کا اضافہ ہوا،

دو رکعتیں سفر کے لئے مقرر رکھی گئیں۔ اور حضر میں نماز ظہر و عصر و عشاء کے لئے چار رکعتیں کر دی گئیں، ایام قیام مکہ میں دو ہی رکعتوں کا حکم رہا تھا،

جب یہ خیال کیا جاتا ہے، کہ مکہ میں کیونکر ہر ایک مسلمان اسلام لاتے ہی غریب الوطن بن جاتا تھا، کیونکہ اقارب اور احباب اس سے بیگانہ و اغیار بن جاتے تھے۔ اور کیوں کر

[1] صحیح بخاری عن انس بن مالک باب ہجرۃ النبی ۔

ہر ایک مسلمان ہر وقت مکہ کے چھوڑ دینے پر آمادہ اور مستعد رہتا تھا، تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ مکہ میں سب مسلمان مسافرانہ ہی تھے؛ اور یہی وجہ ہے کہ خداوند کریم نے بھی اُن کو مدینہ میں پہنچ جانے کے بعد ہی مقیم تسلیم فرمایا؛

نماز اسلام کا وہ رکن ہے، جو مسلمان پر سب سے پہلے فرض ہوتا ہے۔ سات برس کے بچہ کو پڑھنا مستحب، اور دس برس کے بچہ کو پڑھنا فرض ہے) اور سب سے آخر تک فرض رہتا ہے۔ (یعنی تادمِ مرگ) نماز کی فرضیت صحت و بیماری، خوشی و غم۔ سفر و حضر اور خوف و خطر۔ غرض کسی حالت میں بھی مسلمان سے ساقط نہیں ہوتی۔ خواہ ہم گرم سے گرم تر ملک میں ہوں۔ یا سرد سے سرد تر ملک میں، کسی جگہ بھی، کوئی موسم۔ کوئی عارضہ ایسا نہیں، جو مسلمان کو نماز کی معافی دیتا ہو؛

مدت العمر تک عبادت الٰہی کی مداومت رکھنا کمال استقلال کا مظہر ہے۔ ہر روز پنجگانہ نماز کے اوقات کی حفاظت رکھنا، پابندی اوقات کی زبردست تعلیم ہے، جسم اور لباس اور مکان کو نجاست و آلودگی سے پاک و صاف رکھنے کا اہتمام صحت جسمانی کے قیام کی بہترین تدبیر ہے۔ دل و زبان۔ اعضا و دماغ کو عظمت الٰہی اور جلال کبریائی کے سامنے مؤدب و مہذب رکھنا نورانیت روحانی کے لیے عجیب روشنی ہے۔

(۲) نماز میں جس قدر پابندی ہے، وہ جلد سو جانے۔ اور جلد جاگ اُٹھنے کی جس طرح تعلیم دیتی ہے، وہ جس طرح ہر ایک ٹائم ٹیبل کو اپنے ماتحت کر لیتی ہے، اُس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے، کہ اسلام میں شہوانی و نفسانی خیالات کو نماز کے ذریعہ کیسا ملیا میٹ کیا گیا ہے۔

(۳) نماز کے لیے مسجد کی حاضری اور جماعت کی پابندی تمدن اور ترقی کی جان ہے۔ اتحاد و یگانگت اور تبادلہ خیالات کا پاک ترین ذریعہ ہے۔ ایک جاہل بہت سی باتیں نظیر و نمونہ سے سیکھ سکتا، اور ایک عالم بآسانی تبلیغ کر سکتا ہے۔ ایک امیر غریب کے دوش بدوش کھڑا ہو کے مساوات کا سبق لیتا، اور ایک غریب امیر کے برابر بیٹھ کے سچے دین کے انصاف سے

اپنی روح کو خرسند کرسکتا ہے؛

(۳) جو لوگ نماز چھوڑ دیتے ہیں؛ یا مسجد کی حاضری اور جماعت کی پابندی میں سستی کرتے ہیں؛ وہ اُن اخلاقی فضائل سے محروم رہتے ہیں؛ اور یہ ظاہر ہے؛ کہ جس قوم کے فرد ایسے اعلےٰ اخلاق سے خالی ہونگے؛ وہ کیا ہونگے؛

خداوند کریم نے فرمایا ہے:۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ۔ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ۔ | نماز۔ نماز پڑھنے والوں کو ناپاک کاموں؛ اور لائقِ انکار فعلوں سے روک دیتی ہے؛ اور اللہ کے ذکر میں تو فوائد اور فیوض۔ انوار دوسری اس سے بھی بہت زیادہ۔ اور بہت بڑھ کر ہیں۔

مواخات (۱) اللہ جل جلالہ نے ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کا بھائی تبلایا ہے۔ اور یوں ارشاد فرمایا ہے:۔

فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا | اور تم سب خدا کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے تم لوگ تو آگ کے ایک گڑھے کے کنارہ پر تھے جس سے خدا نے تمہیں نجات وخلاصی عنایت کی؛

اِس اخوت کا اثر یہ تھا کہ ایک مسلمان کسی مخالف قوم سے معاہدہ کرلیتا تھا؛ اور کُل قوم اُس معاہدہ کی کامل پابندی کرتی تھی؛

ایک مسلمان اگر کسی دوردست مُلک میں چلا جاتا تھا؛ تو تمام قوم اُس کی خبر عافیت کے لئے بیتاب رہتی تھی۔ اور اگر وہ کسی ظالم کے ظلم کا شکار ہوجاتا تو تمام قوم اُس کے انتقام اور خونبہا لینے کو اپنا اعلےٰ فرض جانتی تھی؛

قوم کے ہر ایک یتیم؛ ہر ایک رانڈ؛ ہر ایک طالب علم کی ضروریات کا پورا کرنا ہر مسلمان اپنے لئے ایسا ہی فرض سمجھتا تھا؛ جیسا اپنی اولاد اور اپنے ماں جائے بھائی کی اولاد و بیوہ کے لئے

سمجھتا تھا؛

(۲) اِس اخوت سے بڑھ کر ایک اور اخوت تھی جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار میں قایم فرمایا تھا؛ مکہ کے تمام مشہور مہاجرین کو مدینہ کے تمام سربرآوردہ انصار کے ساتھ ایک ایک کر کے بھائی بنا دیا گیا تھا؛

اِس مواخات کے بعد باہمی تعلقات کا اثر یہاں تک ہوا کہ ایک بھائی دوسرے بھائی کی وراثت[۱] میں سے حصہ لیتا تھا۔ اور بھائی بننے سے پہلے گھنٹہ کے بعد امیر بھائی غریب بھائی کو اپنی تمام منقولہ و غیر منقولہ جائداد کا نصف تقسیم کر دیتا تھا؛ مورخین نے اُن بزرگوں کے نام بھی درج کیے ہیں جن میں یہ سلسلہ مواخات مستحکم کیا گیا تھا۔ ہم تبرکاً چند اسماء مبارک درج کرتے ہیں؛

(۱) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ..... علی مرتضیٰ رضہ

(۲) ابو بکر صدیق رضہ .... خارجہ بن زید رضہ

(۳) عمر فاروق رضہ .... عثمان بن مالک رضہ

(۴) عثمان ذوالنورین رضہ .... اوس بن ثابت رضہ

(۵) جعفر بن ابیطالب رضہ .... معاذ بن جبل رضہ

(۶) ابو عبیدہ بن جراح رضہ .... سعد بن معاذ رضہ

(۷) عبدالرحمٰن بن عوف رضہ .... سعد بن ربیع رضہ

(۸) زبیر بن العوام رضہ .... سلمہ بن سلامہ رضہ

(۹) طلحہ بن عبداللہ رضہ .... کعب بن مالک رضہ

(۱۰) ابو سعید بن زید رضہ .... ابی بن کعب رضہ

(۱۱) مصعب بن عمیر رضہ .... ابو ایوب رضہ

[۱] تقسیم وراثت کا دستور اُس وقت تک رہا۔ جبتک کہ قوم میں فاہت اور آسودگی عام نہ ہوئی۔ اسکے بعد وراثت ذوی الارحام کی طرف منتقل کر دی گئی۔

(۱۲) ابوحذیفہ بن عتبہ رضؓ .... عباد بن بشر رضؓ

(۱۳) عمار بن یاسر رضؓ .. .. حذیفہ بن الیمان رضؓ

(۱۴) سلمان فارسی رضؓ .. .. ابی الدرداء رضؓ

(۱۵) منذر بن عمرو رضؓ .. .. ابوذر غفاری رضؓ

رضی اللہ علیہم اجمعینؓ۔

دنیا میں برادرہڈ کا ایسا اعلےٰ نمونہ اسلام کے سوا، اور کسی جگہ نظر نہیں آتا۔

اذان — ۲ھ میں اذان کا طریق جاری ہوا۔

اذان کی ضرورت اول اس لیئے محسوس ہوئی کہ سب لوگ مل کر ایک وقت پر نماز ادا کر سکیں۔ مشورہ طلب امر یہ تھا کہ لوگوں کے جمع کرنے کے واسطے کونسا طریق اختیار کیا جائے۔ کسی نے مشورہ دیا کہ بلند مقام پر آگ روشن کر دی جایا کرے۔ (جیسا مجوس میں دستور تھا) کسی نے مشورہ دیا کہ سینگ (بگل) بجایا جایا کرے۔ (جیسا کہ یہود کا معمول تھا) کسی نے مشورہ دیا، کہ گھنٹے بجائے جایا کریں (جیسا کہ نصاریٰ کیا کرتے تھے)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مشورہ کو پسند نہ فرمایا۔ دوسرے دن عبد اللہ بن زید انصاری رضؓ، اور حضرت عمر فاروق نے یکے بعد دیگرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر عرض کیا، کہ انہوں نے خواب میں اُن الفاظ کو سُنا ہے، جو اب اذان میں کہے جاتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی الفاظ کے باآواز بلند پکارنے کو مشروع فرما دیا۔ یہ الفاظ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس منشاء عالی کو پورا

سلہ تاریخ ابن خلدون۔ امام ابن تیمیہ و ابن القیم کا مختار یہ تھا کہ مؤاخات میں ایک مہاجر اور ایک انصاری کو شامل کیا گیا تھا۔ اس لئے وہ کہتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علی مرتضیٰ کو مواخات میں اپنے ساتھ شامل کیا ہو۔ کیونکہ حضرت مرتضیٰ بھی مہاجر ہیں۔ دیگر علماء نے اس رائے کو قبول نہیں کیا۔ اور انہوں نے اور بھی چند ایسی نظیریں بیان کی ہیں جن میں فریقین مہاجر تھے۔ اور یہی قوی مذہب ہے۔

سلسلہ مواخات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی بنایا۔ اول تو اس لئے کہ وہ رشتہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی لگتے تھے۔ دوسرے اس لئے کہ اگر کسی ایسے مسلمان کو بھائی بناتے۔ جو رشتہ میں بھائی نہ ہوتا۔ تو آئندہ طرح طرح کی مشکلات جدیدہ کے پیدا ہونے کا احتمال تھا۔

کرتے ہیں۔ جو تشریع احکام میں ہمیشہ منظور نظر اقدس رہا ہے ؛

اذان اطلاع دہی کا وہ سادہ اور آسان طریق ہے کہ عالمگیر مذہب کے لئے ایسا ہی ہونا ضروری تھا۔ اذان درحقیقت اصول اسلام کی اشاعت اور اعلان ہے۔ مسلمان اسی کے ذریعہ سے ہر آبادی کے قریب جملہ باشندگان کے کانوں تک اپنے اصول پہونچا دیتے ؛ اور راہ نجات سے آگاہ کر دیتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے رسالوں (ٹریکٹ) کی تقسیم اور نگر کیرتن کے شبد بھی اس خوبی کو نہیں پا سکتے ؛ اذان ثابت کرتی ہے۔ کہ اسلام نے گھونگوں اور دھاتوں کو انسانی آواز پر ترجیح نہیں دی۔ اور یہ بھی ایک طریق بت پرستی کے انسداد اور توحید کی تائید کا ہے ؛

سلمان پارسی کا اسلام سنہ ہجری میں سلمان پارسی مسلمان ہوئے۔ یہ اصفہان کے باشندے تھے۔ ان کے مذہب قدیم میں ابلق گھوڑے کی پرستش کی جاتی تھی ؛
دین حقہ کی تلاش میں گھر سے نکلے۔ اور عرب تک آئے۔ کسی نے ان کو پکڑ کر غلام بنا کر بیچ دیا تھا۔ تحقیقات علمی کے بعد یہ یہودی مذہب میں داخل ہو گئے تھے۔ جس یہودی کے پاس بطور غلام رہا کرتے تھے۔ وہ اکثر ایک پیدا ہونے والے نبی کے اوصاف بیان کیا کرتا تھا۔ جب حضرت سلمان رض نے مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ تو ان علامات و آثار و اخبار سے جو اپنے آقا سے سنتے تھے۔ آنحضرت کو پہچان لیا۔ اور ۲۲ سال کی عمر میں مسلمان ہو گئے۔ اور ملک فارس کا پہلا پھل کھلائے ؛

تحویل قبلہ ۲ھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی۔ کہ جس بارہ میں کوئی حکم خداوندی موجود نہ ہوتا۔ اس میں اہل کتاب سے موافقت فرمایا کرتے[۱] ؛
نماز آغاز نبوۃ میں ہی فرض ہو چکی تھی۔ مگر قبلہ کے متعلق کوئی حکم نازل نہ ہوا تھا۔ اس لئے مکہ کی ۱۳ سالہ اقامت کے عرصہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس ہی کو قبلہ بنائے رکھا۔

---

[۱] عن ابن عباس۔ تیسیر الوصول جلد ۱۔ باب السدول والفرق ؛

مدینہ پہونچکر بھی یہی عمل رہا، مگر ہجرت کے دوسرے سال رہا، ۱۷ ماہ کے بعد[۱] خدا نے اس بارے میں حکم نازل فرمایا، یہ حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دلی منشا کے موافق تھا، کیونکہ آنحضرت دل سے چاہتے تھے۔ کہ مسلمانوں کا قبلہ وہ مسجد بنائی جائے، جسکے بانی حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے جسے مکعب شکل کی عمارت ہونے کی وجہ سے کعبہ، اور صرف عبادت الٰہی کے لئے بنائے جانے کی وجہ سے بیت اللہ، اور عظمت و حرمت کی وجہ سے مسجد الحرام کہا جاتا تھا؛

اس حکم میں جو اللہ پاک نے قرآن مجید میں نازل فرمایا ہے۔

(۱) یہ بھی بتایا گیا ہے۔ کہ اللہ پاک کو جملہ جہات سے یکساں نسبت ہے؛

فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللهِ۔ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ۔ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللهُ جَمِيْعًا؛

(۲) اور یہ بھی بتایا گیا ہے۔ کہ عبادت کے لئے کسی نہ کسی طرف کا مقرر کر لینا طبقات مردم میں شائع رہا ہے؛

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا:

(۳) اور یہ بھی بتایا گیا ہے، کہ کسی طرف منہ کرنا اصل عبادت سے کچھ تعلق نہیں رکھتا؛

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔

(۴) اور یہ بھی بتایا گیا ہے، کہ تعیین قبلہ کا بڑا مقصد یہ بھی ہے، کہ متبعین رسول کے لئے ایک متمیز علامت قرار دی جائے؛

لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ؛

یہی وجہ تھی۔ کہ جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں رہے۔ اس وقت تک بیت المقدس مسلمانوں کا قبلہ رہا، کیونکہ مشرکین مکہ بیت المقدس کے احترام کے قائل نہ تھے، اور کعبہ کو تو انہوں نے خود ہی اپنا بڑا معبد بنا رکھا تھا، اس لئے شرک چھوڑ دینے اور اسلام قبول کرنے کی بین علامت مکہ میں یہی رہی کہ مسلمان ہو نیوالا بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھا کرے؛

[۱] ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۱۹؛

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں پہونچے۔ وہاں زیادہ تر یہودی یا عیسائی ہی آباد تھے۔ وہ مکہ کی مسجد الحرام کی عظمت کے قائل نہ تھے، اور بیت المقدس کو بیت ایل یا کلیسیا تسلیم کرتے ہی تھے، اسلئے مدینہ میں اسلام قبول کرنے اور آبائی مذہب چھوڑ دینے کی علامت یہ ٹھہرائی گئی، کہ وہ مکہ کی مسجد الحرام کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرے۔

حکم الٰہی کے مطابق یہی مسجد ہمیشہ کے لیئے سلمانوں کا قبلہ قرار دی گئی۔ اس مسجد کو قبلہ قرار دینے کی وجہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی بیان فرما دی ہے:۔

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ۔	یہ مسجد دنیا کی سب سے پہلی عمارت ہے جو عبادت الٰہی کی غرض سے بنائی گئی"۔ پس چونکہ اسے

تقدم زمانی اور عظمت تاریخی حاصل ہے، اس لیئے اسی کو قبلہ بنایا جانا مناسب ہے؛

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھِیْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ۔	دوم یہ کہ اس مسجد کے بانی حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ اور حضرت ابراہیم ہی یہودیوں

عیسائیوں اور مسلمانوں کے جد اعلیٰ ہیں، اسلئے ان شاندار قوموں کے پدر بزرگوار کی مسجد کو قبلہ قرار دینا گویا اقوام ثلثہ کو اتحاد نسبی و جسمانی کی یاد دلا کر اتحاد روحانی کے لیئے دعوت دینا اور متحد بن جانے کا پیغام اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ سنا دینا تھا؛

میں یقین کرتا ہوں، کہ کعبہ کے تقدم زمانی اور عظمت تاریخی کا انکار کوئی مذہب بھی نہیں کر سکتا، یہودی اور عیسائی متفق ہیں، کہ یروشلم کی بنیاد حضرت داؤد علیہ السلام نے قائم کی اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسکی تعمیر فرمائی۔ اسلئے کعبہ کی تعمیر یروشلم کی تعمیر سے تقریباً ۹۲۰ سال اور حضرت مسیح سے ایکہزار نوسو اکیس سال پیشتر کی ہے۔ مسٹر آر۔ سی۔ دت نے اپنی تاریخ "سویلزیشن آف انشینٹ انڈیا" میں مختلف عالموں کی شہادات کو جمع کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ہندوستان کی تہذیب کا پہلا دور جو دید کا ابتدائی زمانہ ہے، مسیح سے چودہ[له] سو سے دو ہزار سال پیشتر کا تھا۔ نیز لکھا ہے۔ کہ اس دور میں کوئی مندر نہ تھا[له]؛ اس سے ثابت ہے، کہ تعمیر کعبہ کے وقت

له دیکھو ترجمہ اے۔ وی۔ احمد صاحب جے پوری صفحہ ۲، و صفحہ ۲ +

آریہ ورت میں بھی کوئی مندر موجود نہ تھا؛

مجموعہ بائیبل سے معلوم ہوتا ہے، کہ خداوند تعالیٰ نے اہل کتاب کو پہلے سے بتلادیا تھا کہ جو مسجد آخر میں قبلہ قرار دی جاوے گی۔ وہ درجہ میں پہلے قبلہ سے برتر ہوگی؛

نمونہ کے لیئے چند حوالجات ملاحظہ فرمایئے؛

اوّل۔ یسعیاہ نبی کی کتاب کا ۶۰ باب ملاحظہ کیجیئے؛ اِس میں تمام عبارت مکہ کی تعریف میں ہے۔ خصوصًا ۵ درس سے دیکھو؛

"۵ سمندر کی فراوانی تیری طرف پھرے گی؛ اور قوموں کی دولت تیرے پاس فراہم ہوگی۔ ۶۔ اونٹنیں کثرت سے تجھے آکے چھپالیں گی۔ مدیان اور عیفہ کے اونٹ وے سب جو سبا کے ہیں۔ آوینگے۔ وے سونا اور لبان لادیں گے؛ اور خداوند کی بشارت سناویں گے؛ ۷۔ قیدار کی ساری بھیڑیں تیرے پاس جمع ہونگی؛ نبیط کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہونگے؛ وے میری منظوری کو واسطے میرے مذبح پر چڑھائے جاوینگے؛ اور میں اپنے شوکت کے گھر کو بزرگی دونگا"؛

واضح ہو۔ کہ شوکت کا گھر ٹھیک لفظی ترجمہ بیت الحرام کا ہے؛ اور خانہ کعبہ کا یہی نام قرآن مجید میں مذکور ہے؛ جس سے پہلے نوشتوں کی تصدیق ہوتی ہے؛ اس گھر کو بزرگی دینے سے مطلب اسے قبلہ قرار دینا ہے؛

یہ بات۔ کہ اس مقام پر شوکت کے گھر سے مراد کعبہ ہے؛ نہ کہ کوئی اور مقام؛ اس دلیل سے صاف اور واضح ہوجاتی ہے۔ کہ درس ۶، ۷، میں مدیان؛ عیفا؛ سبا؛ قیدار؛ او نبیط کے لوگوں کا جمع ہونا۔ قربانیاں کرنا بتلایا گیا ہے؛ یہ پانچوں حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے یا پوتے ہیں؛ جو عرب میں آباد ہوئے؛ اور جن کی نسل کے قبیلے صرف محمد رسولؐ اللہ کے دین میں داخل ہوئے؛ نہ عیسائی تھے۔ نہ یہودی تھے۔ اور ان سب نے مل کر صرف ایک مذبح منیٰ پر ہی قربانیاں پیش کی تھیں؛ قوموں کے نام منیٰ کا پتہ۔ عرب کا قاطبتہً مسلمان ہوجانا؛ حجتہ الوداع میں سب کا نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہونا؛

ایسے تاریخی واقعات ہیں جو مندرجہ بالا آیت کے معنی کو بالکل یقینی بنا دیتے ہیں؛

دوم۔ حجی نبی (ق۔م۔ ۵۲۰) کی کتاب میں ہے؛

بۂ ۹۔ اِس پچھلے گھر کا جلال پہلے گھر کے جلال سے زیادہ ہوگا۔ ربّ الافواج فرماتا ہے اور میں اس مکان کو سلام[۱] (سلامتی یا اسلام) بخشوں گا۔ ربّ الافواج فرماتا ہے"۔

سوم۔ مکاشفات یوحنا ۳ باب ۱۲ ورس میں ہے؛

بۂ ۱۲۔ میں اُسے جو غالب ہوتا ہے۔ اپنے خدا کی ہیکل کا ستون بناؤں گا۔ اور اپنے خدا کے شہر یعنی نئے یروسلم کا نام جو میرے خدا کے حضور سے آسمان سے اُترتی ہے۔ اور اپنا نیا نام اُس پر لکھوں گا۔ جسکا کان ہے۔ سُنے۔ کہ روح کلیسیاؤں سے کیا کہتی ہے"۔

یوحنا نے نئے یروسلم اور نئے نام کا ذکر کیا ہے: نیا یروسلم کعبہ ہے۔ اور خدا کا نام جس سے اہل عرب بھی باوجود اہل زبان ہونے کے ناواقف تھے؛ اسم پاک رحمٰن[۲] ہے؛ جسے اسلام نے ہی ظاہر کیا؛ نئے یروسلم کا آسمان سے اُترنا یہ معنی رکھتا ہے؛ کہ کعبہ کو قبلہ بنائے جانے کا حکم آسمان سے نازل ہوگا۔ قرآن مجید میں بھی اسی کی طرف اشارہ ہے۔ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا: ہمنے دیکھا کہ تم آسمان کی طرف اپنا چہرہ کر کے دیکھ رہے ہو؛ اسلئے حکم ہے؛ کہ جو قبلہ تمہیں پسند ہے۔ اُسی کی طرف پھر جاؤ؛

---

[۱] عربی بائبل مطبوعہ ۱۸۶۰ء مقام آکسفورڈ صفحہ ۱۳۳۹؛ پر اس آیت میں لفظ سلام اور اردو بائبل مطبوعہ مرزاپور ۱۸۷۰ء میں لفظ سلامتی ہے؛ اسلئے مسلمانوں کا حق ہے؛ کہ اسکا ترجمہ اسلام کریں؛ کیونکہ ہر نماز کے بعد مسلمان اسی لفظ سلام کا استعمال اس دعا میں کرتے ہیں:۔ اللھم انت السلام ومنک السلام وارزقنا السلام؛ تبارکت یا ذا الجلال والاکرام؛

[۲] اہل عرب اسم رحمٰن سے جس کا نزول قرآن میں ہوا، بہت ناراض ہوتے تھے؛ واذا قیل لھم اسجدوا للرحمٰن۔ قالوا وما الرحمٰن (سورہ فرقان) جب انہیں کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو؛ تو وہ کہتے ہیں کہ رحمٰن کون ہوتا ہے؛

وھم بذکر الرحمٰن ھم کافرون۔ (سورہ انبیاء) رحمٰن کا ذکر آجانے پر وہ بہت انکار کرتے ہیں سہیل نے انعقاد صلح حدیبیہ کے وقت کہا تھا؛ واما الرحمٰن فواللہ لا نعرفہ؛ خدا کی قسم ہم نہیں جانتے کہ رحمٰن کون ہے؛

چہارم۔ زبور ۸۴ میں ہے:

(عربی)

"(۴) طُوبَى لِلسَّاكِنِينَ فِي بَيْتِكَ أَبَداً يُسَبِّحُونَكَ (سلاہ)"

"(۵) طُوبَى لِأُنَاسٍ عِزُّهُمْ بِكَ. طُرُقُ بَيْتِكَ فِي قُلُوبِهِمْ"

"(۶) عَابِرِينَ فِي وَادِي الْبُكَاءِ. يُصَيِّرُونَهُ يَنْبُوعاً۔"

" أَيْضاً بِبَرَكَاتٍ يُغَطُّونَ مُورَةً۔"

(کتاب المقدس طبع بنفقۃ الجمعیۃ البریطانیہ والاجنبیۃ لاجل انتشار الکتاب المقدسۃ فی مطبعۃ المدرسۃ من المدینۃ اوکسفورد فی سنۃ ۱۸۰۱ مسیحیۃ)۔

(اردو)

"(۴) مبارک وے ہیں جو تیرے گھر میں بستے ہیں وے سدا تیری ستایش کرینگے (سلاہ)"

"(۵) مبارک وہ انسان جسمیں قوت تجھ سے ہے۔ اُن کے دل میں تیری راہیں ہیں۔"

"(۶) وے بکا کی وادی میں گزر کرتے ہیں۔ اُسے ایک کنواں بناتے۔"

"پہلی برسات اُسے برکتوں سے ڈھانپ لیتی۔"

(کتاب مقدس مطبوعہ آرفن سکول۔ مرزاپور ۱۸۷۰ء)

(انگریزی میں ہے)

4. Blessed <u>are</u> they that dwell in thy house: they will be still praising thee. Selah

5. Blessed <u>is</u> the man whose strength <u>is</u> in thee; in whose heart <u>are</u> the ways of them.

6. Who passing through the valley of Baca make it a well: the rain also filleth the pools.

اِن ہر سہ زبان کی عبارات سے جو ایک ہی شن سوسائٹی کی شائع کردہ ہیں متفق طور پر مندرجہ ذیل باتیں حاصل ہوتی ہیں:۔

(۱) درس چہارم کی رو سے یہ کہ خدا کا ایک گھر ہے۔ اور وہاں کے باشندوں کو مبارک بتلایا گیا ہے۔ اور اُن کی علامت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ ہمیشہ خدا کی تسبیح و ستائش کرتے ہونگے۔

(۲) درس پنجم کی رو سے یہ کہ اُن لوگوں کی عزت و قوت کا باعث اللہ تعالیٰ ہی ہوگا۔ اور اسباب دنیوی ان کی عزت و قوت کا باعث نہ ہونگے۔

(۳) درس ۶ کی رو سے۔ لفظ بکا۔ عربی۔ اردو۔ انگریزی۔ تینوں زبانوں میں موجود ہے جس سے ثابت ہے کہ بکا وہ اسم معرفہ (پروپر ناؤن) ہے جو کسی زبان میں بھی نہیں بدلا گیا۔ اور انگریزی تحریر میں اسمائے معرفہ کا پہلا حرف بڑے حرف سے لکھے جانے کا جو قاعدہ ہے اُسی کے مطابق انگریزی کی بائیبل میں لفظ بکا کا پہلا حرف بی بھی بڑی بی کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔

(۴) لفظ وادی عربی و اردو میں اور لفظ (ویلی) جو بمعنے وادی ہے انگریزی میں لفظ بکا سے پہلے موجود ہے۔

(۵) ہر سہ زبان کی عبارت سے یہ ظاہر ہے کہ وہاں کے بسنے والے وادی بکا میں[1] ایک کنواں بھی بنائینگے۔

اب ہم اِن سب کا ثبوت دیتے ہیں:۔

(الف) ساکنین بیت جس کا ذکر درس ۴ میں ہے۔ وہ اسمٰعیل اور اُن کی اولاد ہے۔ حضرت

---

[1] ابن ہشام المتوفی ۲۱۳ھ ہجری کی سیرت صفحہ ۳۹ میں ہے۔ ان بکۃ اسم البطن مکہ۔ لانہم یتباکون فیہا۔ دوسرا قول وجہ تسمیہ کی بابت یہ ہے:۔ انہا ما سمیت بیکۃ۔ الا انہا کانت تبک اعناق الجبابرۃ اذا احدثوا فیہا شیئاً۔ ابن ہشام صفحہ ۳۹۔

ابراہیم کی دعا قرآن میں ہے:۔ رب انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتك المحرم۔ (اے خدا میں نے اپنی ذریت کو اس وادی میں جس میں روئیدگی نہیں ہوتی تیرے عزت والے گھر کے پاس آباد کیا ہے)۔

(ب) یہ وادی جس کی صفت آیت بالا میں غیر ذی زرع ہے۔ اسی کا نام قرآن مجید کی دوسری آیت میں بکہ ہے۔ ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ:۔ پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لئے بنایا گیا ہے۔ وہ ہے۔ جو بکا میں ہے۔ اب قرآن اور زبور کا اتفاق ہوگیا۔ کہ مکہ کا نام خدا کے ہاں بکہ ہے۔

(ج) اب ایک کنواں بنانے کا ثبوت باقی رہا۔ جو وادی بکا میں ہو۔ بخاری کی حدیث (کتاب الانبیا صفحہ ۳۳) عن ابن عباس میں سمعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ کے یہاں آنے۔ آباد ہونے کی بابت ایک طویل و مسلسل حدیث ہے۔ اسکے فقرہ نمبر ۲۰ میں یہ عبارت ہے:۔ فلما بلغت الوادی سعت۔ جب ہاجرہ اس وادی میں پہونچی۔ تو وہاں (پانی کے لئے) دوڑی۔ پھر فقرہ نمبر ۲۹ میں ہے:۔ دغمز عقبیه علی الارض قال فانبثق الماء فدھشت امر اسمٰعیل فجعلت تحفر (فرشتہ) نے اپنی ایڑی زمین پر ماری۔ پانی اُبل پڑا۔ اسمٰعیل کی ماں حیران ہوگئی۔ پھر اُسے کھود کر کنواں بنانے لگی۔

ناظرین آپنے دیکھا۔ کہ زبور کے اس مقام میں بکہ کا نام بھی نکل آیا۔ وہاں کی مسجد کا نام بیت اللہ بھی ثابت ہوگیا۔ وہاں ایک کنوئیں کا ہونا بھی تحقیق ہوگیا۔ اور وہاں کے رہنے والوں کا مبارک ہونا ہمیشہ یاد خدا میں رہنا بھی ثابت ہوگیا۔

ہمارے مضمون تحویل قبلہ کی مناسبت سے یہ کافی دلیل ہمارے مدعا کی ہے۔

اسکے بعد اس قدر بھی گزارش کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ درس ۵ میں عربی عبارت کا مفہوم اُردو اور انگریزی زبور کی عبارت اور مفہوم سے زیادہ صاف ہے۔

عربی میں ہے:۔ ”طرق بیتك فی قلوبھم“ اس کا لفظی ترجمہ ہے۔ ”اُن کے دلوں میں

"تیرے گھر کی راہیں ہیں"۔ لیکن اردو زبور میں ہے۔ "ان کے دل میں تیری راہیں ہیں"۔ اور انگریزی میں ہے:-

In whose heart <u>are</u> the ways of <u>them</u>.

اردو اور انگریزی نے لفظ بیت (گھر) کا ترجمہ اُڑا دیا ہے۔ اردو میں "تری راہیں" اور انگریزی میں "them" "اُن کی راہیں" لکھا ہے۔ قرآن پاک اس بارہ میں صاف ہے۔

رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ
غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ
رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً
مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُم
مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ ۝
(سورہ ابراہیم آیت ۳۶)

اے میرے خدا میں نے اپنی اولاد کو اس وادی میں جہاں روئیدگی نہیں تیری شوکت والے گھر کے پاس بسایا ہے۔ اے خدا یہ اسلئے کیا۔ کہ یہ (بسنے والے) نمازوں کو قیام دیں۔ اب تو لوگوں کے دلوں میں ان (بسنے والوں) کی محبت ڈالدے اور انکو سب طرح کے میووں کی روزی دیکر۔ کہ یہ شکر گزار ہیں۔

دوسری عرض یہ ہے۔ کہ درس ۵ کا پہلا جزو عربی میں یہ ہے "طوبیٰ لاناس عزھم بک"۔ اس میں لفظ اناس بصیغہ جمع ہے۔ اور عزھم میں ھم بھی ضمیر جمع ہے لیکن اردو میں یہ الفاظ ہیں۔ "مبارک وہ انسان جس میں قوت تجھ سے ہے"۔ اور انگریزی میں یہ الفاظ ہیں:-

Blessed <u>is</u> the <u>man</u> whose strength <u>is</u> in thee.

اردو میں لفظ انسان۔ اور جس۔ اور انگریزی میں لفظ مین اور ہو واحد کے لئے استعمال کئے گئے ہیں۔ عربی ترجمہ کی صحت اور اردو و انگریزی ترجمہ کی غلطی اس طرح ثابت ہوتی ہے کہ اسی درس کے دوسرے جزو میں اردو میں اُن کے۔ اور انگریزی میں them۔ جمع کے لئے موجود تھے۔

عربی توراۃ کا فقرہ "طوبیٰ لاناس عزھم بک"۔ دراصل فقرہ نمبر ۴ "طوبیٰ للساکنین فی بیتک" ہی کی صفت ہے۔

الغرض توراۃ کے اس مقام سے۔ بکہ۔ بیت اللہ۔ زمزم۔ اولاد اسمٰعیل صاف طور پر ثابت ہیں۔

وللہ الحمد

فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کا احسان ہے، کہ اس نے اپنے اسی گھر کو جو وادی بکا میں ہے، ہمارا قبلہ بنایا، نہ کہ یروسلم کو، کیونکہ ایک ایسی دین (اسلام) کے لئے جسکی بابت لیظھرہ علی الدین کلہ (وہ سب دینوں پر اپنا غلبہ کرے) فرمایا گیا ہے، اسی گھر کا قبلہ ہونا مناسب تھا۔ نہ کہ اُس کا۔ جسے ہر ایک کافر فاتح نے توڑا، اور ویران کیا، اور بالآخر سنڈاس کی جگہ بنایا۔ اور وہاں کے رہنے والوں کو کئی کئی دفعہ غلام بننا، قیدی ہونا۔ جلاوطن ہونا پڑا ہو۔

خدا نے زبور کی مندرجہ بالا آیت ۸۴ وہ میں جو وادی بکا کے بیت اللہ کے پاس رہنے والوں کو مبارک باد دی ہے، اس کا ہزاروں برس سے یہ بھی اثر رہا ہے۔ کہ اس قوم پر اور اس گھر (کعبہ) پر کسی غیر قوم کا قبضہ نہیں ہوا۔

زکوٰۃ

علم الاقتصاد یا تمدن یا پولیٹیکل اکانومی کا سب سے مشکل مسئلہ یہ ہے۔ کہ افراد قوم میں بلحاظ فقر و دولت کیونکر ایک تناسب قایم کیا جائے۔

حکیم سولون کے عہد سے لے کر آجتک کوئی انسانی دماغ اس عقدہ کی گرہ کشائی نہیں کرسکا۔

یورپ میں

نہلسٹ۔ (جنکا مقصد یہ ہے، کہ جملہ املاک و امتیازات پر افراد قوم کا مساوی حق تصرف و یکساں حق ملکیت ہو)۔

سوشیالسٹ۔ (جنکا مقصد یہ ہے، کہ اسباب معیشت پر سے شخصی ملکیت کو اٹھا دیا جائے، اور جمہور کی ملک میں کر دیا جائے)۔

نیشنلسٹ۔ (جنکا مقصد یہ ہے، کہ اراضی سکنی و زرعی کی ملکیت و پیداوار کو شخصی قبضہ سے نکال لیا جائے)۔

فرقے اسی لئے پیدا ہو گئے ہیں، کہ اس مسئلہ کا حل کر سکیں۔

املاک پر سے حق ملکیت مالکان کا اٹھا دیا جانا اس قدر عملاً محال ہے۔ کہ دنیا میں کبھی بھی

اس کا رواج نہ ہوگا۔ اسی لیئے قرآن مجید نے اس بارہ میں پہلے سے فیصلہ کر دیا ہے؛

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِى الرِّزْقِ۔ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّىْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ (سورہ نحل)

رزق میں اللہ نے ایک کو دوسرے پر برتری دی ہے اور جن کو یہ برتری ملی ہو وہ اپنا حصہ اُن لوگوں کو جن کے وہ مالک ہو چکے ہیں۔ (اسلیئے) واپس نہ کریں گے کہ سب آپس میں برابر ہو جاویں؛

اسلام نے جو مسلمانوں کو دنیا کی برترین متمدن قوم بنانا چاہتا ہے۔ اس مسئلہ پر توجہ کی؛ اور اُسے ہمیشہ کے لیئے طے کر دیا۔ اور اسی کا نام فرضیت زکوٰۃ ہے؛

(۲) زکوٰۃ ۲ سنہ ہجرت میں مسلمانوں پر فرض ہوئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نیک اور رحیم دل پہلے ہی سے مسکینوں کا ہمدرد و غریبوں پر رحم کرنے والا؛ دردمندوں کا غمگسار تھا۔ اور اور اسلام میں شروع ہی سے مساکین اور غربا کی دستگیری پر مسلمانوں کو خصوصیت سے توجہ دلائی جاتی تھی۔ اُن کی ہمدردی کو غربا کا رفیق بنایا جاتا تھا؛ اور مسلمان اِس پاک تعلیم کی بدولت غربا و مساکین کے لیئے بہت کچھ کیا بھی کرتے تھے؛ تاہم کوئی ایسا قاعدہ مقرر نہ تھا۔ جس پر بطور "آئین و ضابطہ" کے عمل کیا جاتا ہو۔ اسلیئے دولتمند جو کچھ بھی کرتے تھے؛ اپنی فیاضی و نیک دلی سے کرتے تھے؛

اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو فرض اور اسلام کا تیسرا رکن (کلمہ شہادت اور نماز کے بعد) قرار دیا۔

زکوٰۃ؛ درحقیقت اُس صفت ہمدردی و رحم کے باقاعدہ استعمال کا نام ہے۔ جو انسان کے دل میں اپنے ابنائے جنس کے ساتھ قدرتاً و فطرتاً موجود ہے؛

زکوٰۃ۔ ادا کرنے سے ادا کرنے والے کو یہ فائدہ بھی ہوتا ہے؛ کہ مال کی محبت اخلاق انسانی کو مغلوب نہیں کر سکتی۔ اور بخل و امساک کے عیوب سے انسان پاک رہتا ہے؛ اور یہ فائدہ بھی؛ کہ غربا و مساکین کو وہ اپنی قوم کا جزو سمجھتا رہتا ہے۔ اور اسلیئے بے حد دولت کا جمع ہو جانا بھی اُس میں تکبر اور غرور پیدا نہیں ہونے دیتا؛

اور یہ فائدہ بھی ہے۔ کہ غربا کے گروہ کثیر کو اُس کے ساتھ ایک اُنس و محبت اور اُسکی دولت و ثروت کے ساتھ ہمدردی و خیر خواہی پیدا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ وہ اُس کے مال میں اپنا ایک حصّہ موجود و قایم سمجھتے ہیں۔ گویا دولتمند مسلمان کی دولت ایک ایسی کمپنی کی دولت کی مثال پیدا کر لیتی ہے۔ جس میں ادنیٰ اور اعلےٰ حصّے کے حصّہ دار شامل ہوتے ہیں۔

قوم کو یہ فائدہ ہے۔ کہ بھیک مانگنے کی رسم قوم سے بالکل مفقود ہو جاتی ہے۔

اسلام نے مساکین کا حق امرا کی دولت میں بنام نہاد زکوٰۃ اموال نامیہ یعنی ترقی کرنیوالے مالوں میں مقرر کیا ہے جن میں سے ادا کرنا کبھی ناگوار نہیں گزرتا۔ اموال نامیہ میں تجارت زراعت۔ اور مواشی (بھیڑ۔ بکری۔ اونٹ۔ گائے) نقدیت معادن اور دفائن شمار ہوتے ہیں۔[له]

اب یہ دکھلانا ضروری ہے۔ کہ جو نقد و جنس زکوٰۃ سے حاصل ہو۔ اُس کے مستحق کون کون لوگ ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:۔

انما الصدقات للفقراء	زکوٰۃ و صدقات کا مال (۱) فقیروں اور (۲) مسکینوں کے لئے ہے۔ (فقیر و مسکین کا فرق کتب فقہ میں دیکھو)۔
والمساکین	
والعاملین علیھا	(۳) اور تحصیلداران زکوٰۃ کے لئے (جنکی تنخواہیں ادا ہونگی)۔
والمؤلفة قلوبھم	(۴) اور اُن لوگوں کیلئے جنکی دل افزائی اسلام میں منظور ہو یعنی نو مسلم لوگ۔
و فی الرقاب	(۵) اور غلاموں کو آزادی دلانے کے لئے۔
والغارمین	(۶) اور ایسے قرضداروں کا قرضہ چکانیکے لئے جو قرض نہ اُتار سکتے ہوں۔
و فی سبیل الله	(۷) اور اللہ کے رستہ میں (یعنی دیگر نیک کاموں کیلئے اِسکی تفصیل بھی کتب فقہ میں دیکھیے)
وابن السبیل (سورہ توبہ ع)	(۸) اور مسافروں کے لئے ہے۔

جن آٹھ مدات پر زکوٰۃ کی تقسیم کی گئی ہے۔ اُس سے ظاہر ہے۔ کہ زکوٰۃ کی فرضیت سے ملک اور

له جنس اور مقدار زکوٰۃ کی شرح کتب فقہ میں درج ہے۔ وہاں دیکھنی چاہیئے۔ اُس کا بیان موضوع کتاب ہذا سے زاید تھا۔

قوم اور افراد کی نوعی و شخصی ضروریات کو کیسی خوبی سے پورا کر دیا گیا ہے۔

اِس تقسیم کے بنبرہ پر مزید غور کرنا چاہیے، کہ اسلام اسلامی سلطنت کی کل آمدنی کو ۸ مداة پر تقسیم کر کے پانچویں مد آزادی غلامان قرار دیتا ہے۔

جو لوگ تاریخ پر عبور رکھتے ہیں، انہیں معلوم ہے کہ غلامی دنیا کے تمام متمدنہ ممالک چین، ہندوستان، مصر، روما، ایران میں ہزاروں سال سے رائج تھی، رحم دل مسیحؑ نے غلامی کے خلاف ایک حرف بھی بیان نہیں کیا؛ مگر پولوس نے غلامی کو تقویت دینے کے لئے ضرور زور دیا ہے، پولوس کہتے ہیں۔

"اے غلامو۔ تم اُن کی جو جسم کی نسبت تمہارے خاوند ہیں! اپنے دلوں کی صفائی سے ڈرتے اور تھرتھراتے ہوئے ایسے فرمانبردار بنو جیسے مسیحؑ کے۔ افسیون باب ۶ ورس ۵۔

علیٰ ہذا دیکھو تمطاؤس باب ۶-۱ و ۲ طیطاوس ۲-۹- نیز اپطرس ۲- ۱۸۔

پس یہ اسلام ہی ہے، جس نے دنیا میں سب سے پہلے غلاموں کی تائید میں وعظ شروع کیا۔ اور اس بارہ میں مختلف مدارج مقرر کئے۔

اوّل۔ آزادی غلامان کو نیکی کا اصل اصول بتلایا۔ والسائلین وفی الرقاب۔ بقرہ۔ ع ۱۲۔

دوم۔ آزادی غلامان کو حصول نجات کا ذریعہ بتلایا۔ فلا اقتحم العقبة وما ادریك ما العقبة فك رقبة۔ سورہ بلد۔ پ عم۔

سوم۔ آزادی غلامان کو بعض تقصیرات میں بطور تعزیر و کفارہ کے مقرر فرمایا۔

مثلاً قتل خطا، (جسے حالیہ قانون قتل مستلزم السزا کہتا ہے) کی تین حالتوں

(الف) مقتول مسلمان ہو

(ب) مقتول مسلمان ہو، مگر دشمن قبیلہ کا فرد ہو } ایک غلام آزاد کرنا چاہیے۔ (سورہ نساء ع ۱۳)

(ج) مقتول غیر مسلم اور ازیر معاہدہ قوم میں سے ہو۔

(د) نقض یمین کا کفارہ .... آزادی غلام ہے۔ (مائدہ۔ ع ۱۲)

(ھ) ظہار کا کفارہ ... ... آزادی غلام ہے (مجادلہ - ع ۱)

(و) رمضان کا ایک روزہ توڑنے کا کفارہ ...... " (حدیث شریف)

(ز) آقا غلام کو سخت مارے اُس کا کفارہ ...... " (حدیث شریف)

بالآخر ان سب کے بعد اسلامی سلطنت کی آمدنی کا آٹھواں حصّہ ہمیشہ کے لئے اسی کام کے لئے خاص کر دیا ہے۔

اُنیسویں صدی میں انگلستان نے آزادی غلامان پر لاکھوں روپے صرف کئے تھے۔ یہ ایسا فخر ہے۔ کہ یورپ کی کوئی سلطنت اسکی برابری نہیں کر سکتی۔ لیکن اسلام کے الٰہی حکم کو دیکھو۔ کہ تیرہ سو برس پہلے سے اس کام کے لئے کل آمدنی کا ایک آٹھواں مقرر کر دیا گیا ہے۔ کیا کوئی اہل دل اب بھی ایسا ہے۔ جو اسلام کی اس فضیلت کا انکار کرے گا۔

تقسیم زکوٰۃ کے نمبر ۶ پر بھی غور کرنا چاہیے۔ حالیہ زمانہ نے قرضداروں کی سہولت کے لئے بینک قائم کیے ہیں لیکن بینکوں کے قیام کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ سینکڑوں املاک غریب لوگوں کے قبضہ سے نکل نکل کر بینک کے پاس چلی گئی ہیں۔ اور خاص خاص لوگوں کے سوا عوام میں افلاس و تنگدستی کی ترقی ہو گئی ہے۔ قرض کا بلا سود کے ملنا محال ہو گیا ہے۔ اور انہی مشکلات کی وجہ سے بعض طبائع نے جواز سود کی صورتوں کے نکالنے میں موشگافیاں کی ہیں۔

لیکن دیکھو اسلام کا احسان۔ کہ اُس نے قرض سے برباد ہونے والوں کے بچاؤ کا کیسا عجیب انتظام کیا ہے۔

بیشک سُود کی حرمت کا حکم سنانے کا حق بھی اسلام ہی کو ہے۔ جس نے قرضداروں کی گلو خلاصی کے لیئے ایسے عجیب انتظام بھی کیئے ہیں۔

اب زکوٰۃ کے متعلق یہ حدیث یاد رکھنی چاہیے:-

ان ھذہ الصدقات من اوساخ الناس وانھا لا تحل لمحمد ولا لآل محمد	یہ صدقہ کا مال لوگوں کی میل کچیل ہوتا ہے۔ محمدؐ اور محمدؐ کے کنبہ والوں کو یہ حلال نہیں ہے۔

اس حرمت کے حکم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضورؐ کا کنبہ، چچے، پھوپھیاں، چچیری بھائی اور ان سب کی اولاد۔ اور ان سب کے لونڈی غلام بھی داخل ہیں، تاکہ کسی شخص کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی پر کسی قسم کے وہم کا شائبہ بھی نہ گزر سکے۔

رمضان ۲ ہجری مقدس

رمضان کے روزے بھی ہجرت کے دوسرے ہی سال فرض ہوئے، اور سال میں ایک مہینے کے روزے رکھنا اسلام کا چوتھا رکن قرار پایا۔

(۱) روزے صحت کو بڑھاتے ہیں۔

(۲) امراء کو غرباء کی حالت سے عملی طریق پر باخبر کرتے ہیں۔

(۳) شکم سیروں اور فاقہ مستوں کو ایک سطح پر کھڑا کر دینے سے قوم میں مساوات کے اصول کو تقویت دیتے ہیں۔

(۴) قوت ملکیہ کو قوی اور قوت حیوانیہ کو کمزور بناتے ہیں۔

(۵) قرآن مجید نے خاص طور پر یہ بیان فرمایا ہے کہ روزے خدا ترسی کی طاقت انسان کے اندر محکم کر دیتے ہیں۔ (لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ۔ تاکہ تم تقویٰ والے بن جاؤ)۔

تقویٰ کی مثالوں پر غور کرو۔ کہ

گرمی کی موسم ہے، روزہ دار کو سخت پیاس لگی ہوئی ہے۔ تنہا مکان میں ٹھنڈا پانی اس کے سامنے موجود ہے، مگر وہ پانی نہیں پیتا۔

روزہ دار کو سخت بھوک لگی ہوئی ہے، بھوک کی وجہ سے جسم میں ضعف بھی محسوس کرتا ہے، کھانا میسر ہے، کوئی شخص اسے دیکھ بھی نہیں رہا۔ مگر وہ کھانا نہیں کھاتا۔

پیاری دل پسند بیوی پاس موجود ہے محبت کے جذبات اسکی خوبصورتی سے تمتع لینے کی تحریک کرتے ہیں، اللہ نے دونوں کو ایک دوسرے کا شیدا بنا رکھا ہے، لیکن روزہ دار اس سے پہلو تہی اختیار کرتا ہے۔

وجہ یہ ہے کہ خدا کے حکم کی عزت اور عظمت اس کے دل میں اس قدر جانشین ہو گئی ہے کہ

کوئی جذبہ بھی اُس پر غالب نہیں آسکتا، اور روزہ ہی اس عظمت اور جلال الٰہی کے دل میں قایم ہونے کا باعث ہوتا ہے، یہ ظاہر ہے کہ جب ایک ایماندار خدا کے حکم کی وجہ سے جایز، حلال، پاکیزہ، خواہشات کے چھوڑ دینے کی عادت کرلیتا ہے، تو وہ بالضرور خدا کے حکم کی وجہ سے حرام، ناجایز اور گندی عادات و خواہشات کو چھوڑ دے گا، اور اُن کے ارتکاب کی کبھی جرأت نہ کرے گا۔ یہی وہ اخلاقی برتری ہے۔ جسکا روزہ دار کے اندر پیدا کر دینا اور مستحکم کر دینا شرع کا مقصود ہے، اسی لئے حدیث صحیح میں ہے:۔

من لم یدع قول الزور والعمل به فلیس لله حاجة فی ان یدع طعامهٗ و شرابهٗ۔	جو روزہ دار جھوٹ کہنا، لغو بکنا، اور لغو فضول کام کا کرنا چھوڑ نہیں دیتا، تو خدا کو کچھ پرواہ نہیں ہے۔ اگر وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے،

دوسری حدیث میں ہے:۔

اذا کان یوم صوم احدکم فلا یرفث ولا یصخب فان سابه احد فلیقل انی امرءٌ صائم،	جب کوئی شخص کسی دن روزہ رکھے تو نہ کوئی بیہودہ لفظ زبان سے نکالے، نہ بکواس اور شور کرے، اور اگر کوئی اور شخص اُسے گالی دے یا اُس سے جھگڑا کرے تب کہدے کہ میں روزہ دار ہوں (گالی کا جواب دینا جھگڑنا مجھے شایاں نہیں)،

(ب) رمضان کا مہینہ قمری حساب پر رکھا گیا ہے، کیونکہ جب نصف دنیا پر سردی کا موسم ہوتا ہے تو دوسرے نصف حصّہ پر گرمی کا موسم ہوتا ہے، قمری مہینہ ادل بدل کر آنے سے کل دنیا کے مسلمانوں کے لئے مساوات قایم کردیتا ہے، لیکن اگر کوئی شمسی مہینہ مقرر کر دیا جاتا تو نصف دنیا کے مسلمان ہمیشہ سرما کی سہولت میں، اور نصف دنیا کے مسلمان ہمیشہ گرما کی سختی اور تکلیف میں رہا کرتے، اور یہ امر عالمگیر مذہب کے اصول کے خلاف ہوتا،

(ج) روزہ رکھنا دشوار نہیں ہے، مگر جس شخص کے شہوانی خیالات ہوں یا جو جسمانی ناز و تنعم ہی کو زندگی کا شیریں مقصد سمجھتا ہو اُس کے لیئے روزہ رکھنا بیشک سخت گراں ہے،

رمضان کا اسلام میں فرض ہونا، بلکہ رکن اسلام ہونا ہی ثابت کرتا ہے کہ اسلام کس قدر ایمانی اور ملکوتی طاقتوں کو بڑھانے والا اور کس قدر جسمانی و شہوانی خیالات کو ملیامیٹ کر دینے والا ہے[1]۔

۳ سنہ ہجرت کے ماہ رمضان میں امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ جو علی مرتضیٰ و فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہما کے پہلوٹے فرزند ہیں۔ +

۳ سنہ ہجرت کی برکات میں سے بڑی برکت یہ ہے، کہ شراب کی حرمت کا اعلان کیا گیا۔ حضرت انسؓ کا بیان ہے، کہ کچھ لوگ ابو طلحہؓ کے گھر میں بیٹھے تھے، میں انہیں شراب پلا رہا تھا، اتنے میں منادی ہونے لگی کہ شراب حرام ہو گئی۔ ابو طلحہؓ نے سنتے ہی کہہ دیا کہ جتنی شراب باقی ہے اُسے باہر پھینک دو۔ اس روز مدینہ کے گلی کوچہ میں شراب بہ نکلی تھی۔ آج دنیا کے مختلف ملکوں میں مختلف اقوام ٹمپرنس سوسائٹیوں کے ذریعہ انسداد شراب کی کوشش میں مصروف ہیں۔ یہ جملہ اقوام اسلام کی اس تعلیم کے زیر بار احسان ہیں، کیونکہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے شراب کی قلیل و کثیر مقدار کو حرام مطلق قرار دیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کا نام ام الخبائث رکھا ہے (برائیوں اور پلیدیوں کی ماں) انسان کے جسم پر، روپیہ پر، اخلاق پر، ملک کے امن و انتظام پر، قبایل کے عادات پر، فوج کی اطاعت اور قوت پر، جو برا اثر شراب کا تجربہ اور مشاہدہ میں آ رہا ہے اُس سے واضح ہے کہ شراب کے لیے "ام الخبائث" کیسا موزون و صحیح نام ہے۔

بعض لوگ اسلام کی صداقت پر پردہ ڈالنے کے لیئے کہا کرتے ہیں، کہ اسلام نے شہوانی خیالات کو تحریک دے کر، لوگوں کو اسلام میں داخل ہونے کی تحریص دلائی ہے۔ اُن کو ذرا غور کرنا چاہیئے کہ شراب کو حرام ٹھہرانے والا کس قدر شہوانی خیالات کا دشمن ہو گا، اور جس مذہب میں شراب ہی حرام ہو اُس میں داخل ہونے سے عیاش طبیعتوں کو کتنی جھجک ہو گی۔

---

[1] مسیح نے فرمایا۔ ۱۷۔ جب تو روزہ رکھے، اپنے سر پر چکنا لگا، اور منہ دھو۔ ۱۸۔ تا کہ آدمی پر نہیں۔ بلکہ تیرے باپ پر جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے۔ روزہ دار ظاہر ہو، اور تیرا باپ جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے آشکارا تجھے بدلا دے۔ انجیل متی ۶ باب ۱۶ تا ۱۸

اسی سنہ کے ماہ شعبان میں امام حسین رضؓ پیدا ہوئے، جو عشرہ محرم ۶۱ھ میں میدان کربلا میں نہایت مظلومی کی حالت میں شہید ہوئے تھے۔ اُن کی شہادت نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اسلام کے سچے فدائیوں کو صداقت کی تائید میں جان و مال و حرمت کی بھی پرواہ نہیں کرنی چاہیئے، امام حسین رضؓ نے اس جنگ میں صبر و استقلال، رضا و توکل، احقاق حق و اتباع صداقت کے ایسے نمونے دکھلائے، جنکی نظیر دنیا کی تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اور یہ سب کچھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان و تربیت کا اثر و نتیجہ تھا۔ (رضی اللہ عنہ وعن سائر اتباعہ اجمعین)

ثمامہ بن اثال سردار نجد کا مسلمان ہونا ۶ھ

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ سوار نجد کی جانب روانہ فرمائے تھے، وہ واپس ہوتے ہوئے ثمامہ بن اثال کو گرفتار کر لائے تھے، فوج والوں نے انہیں مسجد نبوی کے ستون کے ساتھ لا باندھا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں تشریف لا کر دریافت کیا کہ ثمامہ کیا حال ہے؟

ثمامہ نے کہا، محمد میرا حال اچھا ہے، اگر آپ میرے قتل کیے جانے کا حکم دینگے تو یہ حکم ایک خونی کے حق میں ہوگا، اور اگر آپ انعام فرمائینگے تو ایک شکر گزار پر رحمت کرینگے اور اگر مال کی ضرورت ہے تو جس قدر چاہیئے بتلا دیجئے۔

دوسرے روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ثمامہ سے پھر وہی سوال کیا۔ ثمامہ نے کہا میں کہہ چکا ہوں کہ اگر آپ انعام فرمائینگے تو ایک شکر گزار شخص پر فرمائینگے۔

تیسرے روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ثمامہ سے وہی سوال کیا، اُس نے کہا کہ میں اپنا جواب دے چکا ہوں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ثمامہ کو چھوڑ دو۔

ثمامہ رہائی پا کر ایک کھجور کے باغ میں گیا، جو مسجد نبوی سے قریب ہی تھا، وہاں جا کر غسل کیا اور پھر مسجد نبوی میں لوٹ کر آگیا، اور آتے ہی کلمہ پڑھ لیا۔

ثمامہ نے کہا، یا رسول اللہ۔ قسم ہے خدا کی کہ سارے عالم میں آپ سے زیادہ اور کسی شخص سے مجھے نفرت نہ تھی۔ لیکن اب تو آپ ہی مجھے دنیا میں سب سے بڑھ کر پیارے معلوم ہوتے ہیں۔

بخدا آپ کے شہر سے مجھے نہایت ہی نفرت تھی۔ مگر آج تو مجھے وہ سب مقامات سے پسندیدہ تر نظر آتا ہے۔ بخدا آپ کے دین سے بڑھ کر مجھے اور کسی دین سے بغض نہ تھا۔ لیکن آج تو آپ کا دین ہی مجھے محبوب تر ہو گیا ہے۔

ثمامہ نے یہ بھی عرض کیا، کہ میں اپنے وطن سے مکہ کو عمرہ کے لیے جا رہا تھا۔ راستہ میں گرفتار کر لیا گیا تھا۔ اب عمرہ کے بارہ میں کیا ارشاد ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اسلام قبول کرنے کی بشارت دی اور عمرہ کے ادا کرنے کی اجازت فرمائی۔

ثمامہ مکہ پہنچا، تو وہاں کے ایک شخص نے پوچھا، کہو تم تو صابی بن گئے۔ ثمامہ نے کہا، نہیں، میں محمد رسول اللہ پر ایمان لایا ہوں، اور اسلام قبول کیا ہے۔ اور اب یہ یاد رکھنا کہ ملک یمامہ سے تمہارے پاس ایک دانہ گندم بھی نہیں آئے گا۔ جبتک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت نہ ہو گی۔[1]

ثمامہ نے اپنے ملک میں پہونچتے ہی مکہ کی طرف آنے والا اناج بند کر دیا، غلہ کی آمد کے رک جانے سے اہل مکہ بلبلا اٹھے، اور آخر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے انہیں التجا کرنی پڑی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ثمامہ کو لکھ دیا کہ غلہ بدستور جانے دے۔ (ان دنوں اہل مکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جانی دشمن تھے) اس قصہ سے نہ صرف یہی ثابت ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیونکر ایک شخص کی جان بخشی فرمائی جو خود بھی اپنے آپ کو واجب القتل سمجھتا تھا[2]، اور نہ صرف یہی ثابت ہوا، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ حالات اور اخلاق کا کیسا گہرا اثر لوگوں پر پڑتا تھا، کہ ثمامہ جیسا شخص جو اسلام اور مدینہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت نفرت و عداوت رکھتا تھا، تین روز کے بعد بخوشی خود مسلمان ہو گیا تھا۔

---

[1] صحیح بخاری عن ابی ہریرہ، کتاب المغازی۔

[2] ثمامہ سید ملک نجد کے گرفتار کیے جانے کی وجہ ہر چند کہ اس روایت میں بیان نہیں ہوئی، لیکن یقینی ہے کہ یہ گرفتاری بالضرور کسی جرم کے بعد ہوئی تھی، غور کیجیے، ثمامہ کے الفاظ پر کہ وہ خود اپنے آپ کو واجب القتل تسلیم کرتا ہے۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسے بلا کسی شرط کے، بلا کسی معاوضہ کے، اور بلا تکلیف تبدیل مذہب کے آزاد فرما دیا، تو اس کے دل پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و احسان نے وہ کام کیا کہ اس کی ہدایت کا سامان ہو گیا۔

بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نیکی اور طینت کی پاکی ورحمدلی کا ثبوت اس طرح ملتا ہے کہ مکہ کے جن کافروں نے آنحضرتؐ کو مکہ سے نکالا تھا۔ اور بدر۔ اُحد۔ خندق میں اب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے تباہ وبرباد کرنے کے لئے ساری طاقت صَرف کر چکے تھے۔ اُن کے لئے رحمۃ للعالمین یہ پسند نہیں فرماتے، کہ اُن کا غلہ روک دیا جائے۔ اور اُن کو تنگ وذلیل کر کے اپنا فرماں بردار بنایا جائے۔

صلح حدیبیہ
سنہ ۶ ہجری مقدس

اس سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک خواب مسلمانوں کو سنایا۔ فرمایا، "میں نے دیکھا گویا میں اور مسلمان مکہ پہنچ گئے ہیں، اور بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں"۔ اس خواب کے سننے سے غریب الوطن مسلمانوں کو اُس شوق نے جو بیت اللہ کے طواف کا اُن کے دل میں تھا، بے چین کر دیا۔ اور انہوں نے اُسی سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر مکہ کے لئے آمادہ کر لیا۔ مدینہ سے مسلمانوں نے سامان جنگ ساتھ نہیں لیا، بلکہ قربانی کے اونٹ ساتھ لئے۔ اور سفر بھی ذیقعدہ کے مہینہ میں کیا۔ جس میں عرب قدیم رواج کی پابندی سے جنگ ہرگز نہ کیا کرتے تھے۔ اور جس میں ہر ایک دشمن کو بھی بلا روک ٹوک مکہ میں آنے کی اجازت ہوا کرتی تھی۔ جب مکہ و میل رہ گیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام حدیبیہ سے قریش کے پاس اپنے آنے کی اطلاع بھیجدی، اور آگے بڑھنے کی اجازت بھی اُن سے چاہی۔

عثمان بن عفانؓ جن کا اسلامی تاریخ میں ذوالنورین لقب ہے۔ سفیر بنا کر بھیجے گئے۔ ان کے جانے کے بعد لشکر اسلامی میں یہ خبر پھیل گئی، کہ قریش نے حضرت عثمانؓ کو قتل یا قید کر دیا ہے۔ اسلئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بے سروسامان جمعیت سے جاں نثاری کی بیعت لی۔ کہ اگر لڑنا بھی پڑا تو ثابت قدم رہیں گے۔ بیعت کرنے والوں کی تعداد چودہ سو تھی۔ قرآن مجید میں ہے: لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ۔ اس بیعت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بائیں ہاتھ کو عثمانؓ کا دہنا ہاتھ قرار دیا۔ اور اُن کی جانب سے اپنے دہنے ہاتھ پر بیعت کی۔

ف۱ بخاری عن عبد اللہ بن زید و مسلم۔ ف۲ بخاری عن ابن عمرؓ۔ ف۳ صحیح بخاری عن براء و جابر۔

اس بیعت کا حال سن کر قریش ڈر گئے؛ اور اُن کے سردار یکے بعد دیگرے حدیبیہ میں حاضر ہوئے؛ عروہ بن مسعود[۵۱] جو قریش کی جانب سے آیا تھا۔ اُس نے قریش کو واپس جا کر کہا۔ اے قوم۔ مجھے بارہا۔ نجاشی (بادشاہ حبش) قیصر (بادشاہ قسطنطنیہ) کسرائے (بادشاہ ایران) کے دربار میں جانے کا اتفاق ہوا ہے۔ مگر مجھے کوئی بھی ایسا بادشاہ نظر نہ آیا۔ جسکی عظمت اُسکے دربار والوں کے دل میں ایسی ہو۔ جیسے اصحاب محمدؐ کے دل میں محمدؐ کی ہے؛

محمدؐ تھوکتا ہے؛ تو اُس کا آب دہن زمین پر گرنے نہیں پاتا۔ کسی نہ کسی کے ہاتھ ہی پر گرتا ہے۔ اور وہ شخص اُس آب دہن کو اپنے چہرہ پر مل لیتا ہے؛

جب محمدؐ کوئی حکم دیتا ہے۔ تو تعمیل کے لئے سب مبادرت کرتے ہیں؛ جب وہ وضو کرتا ہے تو آب مستعمل وضو کے لئے ایسے گرے پڑتے ہیں۔ گویا لڑائی ہو پڑے گی؛ جب وہ کلام کرتا ہے تو سب کے سب چپ چاپ ہو جاتے ہیں۔ اُن کے دل میں محمدؐ کا اتنا ادب ہے؛ کہ وہ اُس کے سامنے نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے؛ میری رائے ہے؛ کہ ان سے صلح کر لو۔ جس طرح بھی بنے[۵۲]؛

عروہ کے سمجھانے سے قریش صلح کرنے پر آمادہ ہوئے؛ صلح کے لئے مندرجہ ذیل شرائط طے ہوئے؛

(۱) دس سال تک باہمی صلح رہے گی؛ جانبین کی آمد و رفت میں کسی کو کچھ روک ٹوک نہ ہو گی۔

(۲) جو قبائل چاہیں؛ قریش سے مل جائیں؛ اور جو قبائل چاہیں؛ وہ مسلمانوں کی جانب شامل ہو جائیں؛ دوستدار قبائل کے حقوق بھی یہی ہونگے؛

(۳) اگلے سال مسلمانوں کو طواف کعبہ کی اجازت ہو گی۔ اُس وقت ہتھیار اُن کے جسم پر نہ ہوں۔ گو سفر میں ساتھ ہوں؛

(۴) اگر قریش میں سے کوئی شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسلمان ہو کر چلا جائے تو

---

[۵۱] عروہ جو آج قریش کا سفیر بنکر آیا تھا؛ چند سال کے بعد خود بخود مسلمان ہو گیا تھا۔ اور اپنی قوم میں تبلیغ اسلام کے لئے سفیر اسلام بنکر گیا تھا؛ [۵۲] صحیح بخاری عن مسور بن مخرمہ باب الشروط فی الجہاد صفحہ ۹؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُس شخص کو قریش کے طلب کرنے پر واپس کر دیں گے۔ لیکن اگر کوئی شخص اسلام چھوڑ کر قریش سے جا ملے تو قریش اُسے واپس نہ کرینگے۔

آخری شرط سُن کر تمام مسلمان بجز ابوبکر صدیق رض گھبرا اُٹھے۔ عمر فاروق اس بارے میں زیادہ پُرجوش تھے۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنس کے اس شرط کو بھی منظور فرمالیا۔ معاہدہ حضرت علی مرتضیٰ نے لکھا تھا۔ اُنہوں نے شروع میں لکھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سہیل جو قریش کی طرف سے کمشنر معاہدہ تھا۔ بولا۔ بخدا ہم نہیں جانتے کہ رحمٰن کسے کہتے ہیں۔ باسمک اللّٰھم لکھو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی لکھ دینے کا حکم دیا۔ حضرت علی رض نے پھر لکھا۔ یہ معاہدہ محمد رسول اللہ اور قریش کے درمیان منعقد ہوا ہے۔

سہیل نے اسپر بھی اعتراض کیا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی درخواست پر محمد بن عبد اللہ لکھنے کا حکم دیا۔[1]

معاہدہ کی آخری شرط کی نسبت قریش کا خیال تھا۔ کہ اس شرط سے ڈر کر کوئی شخص آیندہ مسلمان نہ ہوگا۔ لیکن یہ شرط ابھی طے ہی ہوئی تھی۔ اور عہد نامہ لکھا ہی جا رہا تھا۔ دونوں طرف سے معاہدہ پر دستخط بھی نہ ہوئے تھے کہ سہیل بن عمرو (جو اہل مکہ کی طرف سے معاہدہ پر دستخط کرنیکا اختیار رکھتا تھا) کا بیٹا ابو جندل اُسی جلسہ میں پہنچ گیا۔ ابو جندل مکہ میں مسلمان ہوگیا تھا۔ قریش نے اُسے قید کر رکھا تھا۔ اور اب وہ موقعہ پاکر بیڑیوں سمیت بھاگ کر لشکر اسلامی میں پہنچا تھا۔ سہیل نے کہا۔ اسے ہمارے حوالہ کیا جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ عہد نامے کے مکمل ہو جانے پر اُس کا خلاف نہ ہوگا۔ یعنی جبتک عہدنامہ مکمل نہ ہوجائے اُسکی شرائط پر عمل نہیں ہو سکتا۔

---

[1] بخاری عن مسور بن مخرمہ، باب الشروط فی الجہاد۔ یہی سہیل جو آج اسم مبارک محمدؐ کے ساتھ رسول اللہ لکھنے پر اعتراض کرتا ہے۔ چند سال کے بعد دلی شوق و اُمنگ سے مسلمان ہوگیا تھا۔ انتقال نبویؐ کے بعد مکہ معظمہ میں اس نے اسلام کی حقانیت پر ایسی زبردست تقریر کی تھی جو ہزاروں مسلمانوں کے لئے استحکام و تازگیٔ ایمان کا باعث ٹھہری تھی بیشک یہ اسلام کا عجیب اثر ہے۔ کہ وہ جانی اور دلی دشمنوں کو دم بھر میں اپنا فدائی بنالیتا ہے۔

سہیل نے بگڑ کر کہا، کہ تب ہم صلح ہی نہیں کرتے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اور ابو جندل قریش کے سپرد کر دیا گیا۔

قریش نے مسلمانوں کے کیمپ میں اُسکی مشکیں باندھیں۔ پاؤں میں زنجیر ڈالی۔ اور کشاں کشاں لیگئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جاتے وقت اس قدر فرما دیا تھا کہ ابو جندل! خدا تیری کشایش کے لئے کوئی سبیل نکال دیگا۔

ابو جندل کی ذلت اور قریش کا ظلم دیکھ کر مسلمانوں کے اندر جوش اور طیش تو پیدا ہوا۔ مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سمجھکر سب صبر کئے رہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ میں ہی ٹھہرے ہوئے تھے کہ اسّی[۱] آدمی کوہ تنعیم سے صبح کے وقت جبکہ مسلمان نماز میں مصروف تھے۔ اس ارادے سے اترے کہ مسلمانوں کو نماز کے اندر قتل کر دیں۔ یہ سب لوگ گرفتار کر لئے گئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم[۲] نے انہیں از راہ رحمدلی وعفو چھوڑ دیا۔ اسی واقعہ پر قرآن مجید میں اس آیت کا نزول ہوا۔

وھو الذی کف ایدیھم عنکم وایدیکم عنھم ببطن مکۃ من بعد ان اظفرکم علیھم ۔ (سورۃ الفتح آیت ۲۴)	خدا وہ ہے جس نے وادی مکہ میں تمھارے دشمنوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے۔ اور تمھارے ہاتھ بھی (اُن پر قابو پا لینے کے بعد) اُن سے روک دیئے۔

الغرض یہ سفر بہت خیر و برکت کا موجب ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاندین کے ساتھ معاہدہ کرنے میں فیاضی۔ حزم۔ دوربینی۔ اور حملہ آور دشمنوں کی معافی میں عفو اور رحمۃ للعالمینی کے انوار کا ظہور دکھلایا۔

حدیبیہ سے ہی مدینہ منورہ کو واپس تشریف لے گئے۔ اسی معاہدہ کے بعد سورۃ الفتح کا نزول حدیبیہ میں ہوا تھا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ یا رسول اللہ! کیا یہ معاہدہ ہمارے لئے فتح ہے۔ فرمایا۔ ہاں[۳]

---

[۱] صحیح بخاری، باب الشروط فی الجہاد صفحہ ۸۰۔ [۲] بخاری عن ابو وائل۔

ابوجندل نے قید خانہ مکہ میں پہونچکر دین حق کی تبلیغ شروع کردی۔ جو کوئی اُسکی نگرانی پر مامور ہوتا۔ وہ اُسے توحید کی خوبیاں سُناتا؛ اللہ کی عظمت و جلال بیان کرکے ایمان کی ہدایت کرتا۔ خدا کی قدرت کہ ابوجندل اپنے سچے ارادے اور عزم میں کامیاب ہوجاتا اور وہ شخص مسلمان ہوجاتا؛ قریش اس دوسرے ایمان لانے والے کو بھی قید کردیتے اب یہ دونوں ملکر تبلیغ کا کام اُسی قید خانہ میں کرتے؛

الغرض اس طرح پر ایک ابوجندل کے قید ہوکر مکہ پہونچ جانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک سال کے اندر قریباً تین سو اشخاص ایمان لے آئے؛

اب قریش پچھتائے کہ ہم نے کیوں عہدنامے میں ان ایمان والوں کو واپس لینے کی شرط درج کرائی؛ پھر انہوں نے مکہ کے چند منتخب شخصوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ کہ ہم عہدنامہ کی اس شرط سے دست بردار ہوتے ہیں۔ ان نومسلموں کو اپنے پاس بُلا لیجئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ سے خلاف کرنا پسند نہ فرمایا؛ اُس وقت عام مسلمان بھی سمجھ گئے کہ

لہ ابوجندل کی طرح ایک شخص ابوبصیر تھا۔ وہ مسلمان ہوکر مدینہ پہونچا؛ قریش نے اُسے واپس لانے کے لئے دو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجے؛ آنحضرتؐ نے ابوبصیر اُن کے سپرد کردیا۔ رستہ میں ابوبصیر نے اُن میں سے ایک کو دھوکہ دیکر مار دیا۔ دوسرا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اطلاع کے لئے گیا؛ اُسکے پیچھے پیچھے ہی ابوبصیر بھی پہونچا؛ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے فساد انگیز فرمایا؛ اس عتاب سے خوف زدہ ہوکر وہاں سے بھی بھاگا؛ قریش نے ابوجندل اور اُسکے ساتھ ایمان لانے والوں کو مکہ سے نکالدیا۔ ابوجندل کو چونکہ مدینہ آنے کی اجازت نہ تھی اسلئے اُس نے مکہ سے شام کے راستہ پر ایک پہاڑی پر قبضہ کرلیا؛ جو قافلہ قریش کا آتا جاتا۔ اُسے لوٹ لیتا؛ (کیونکہ قریش فریق جنگ تھے) ابوبصیر بھی اُسے ہی جا ملا؛

ایک دفعہ ابوالعاص بن ربیع کا قافلہ بھی شام سے آیا؛ ابوجندل وغیرہ ابوالعاص سے واقف تھے؛ سیدہ زینبؓ بنت رسول صلعم کا اس سے نکاح ہوا تھا گو ابوالعاص کے مشرک رہنے سے افتراق ہوچکا تھا؛ ابوجندل نے قافلہ کو لوٹ لیا مگر کسی جان کا نقصان نہ کیا۔ اسلئے کہ ابوالعاص اُن میں تھا۔ ابوالعاص وہاں سے سیدھا مدینہ آیا۔ اور حضرت زینبؓ کی وساطت سے ماجرا کی اطلاع نبی صلعم تک پہنچائی؛ نبی صلعم نے معاملہ کو صحابہ کے مشورہ پر چھوڑ دیا۔ صحابہ نے ابوالعاص کی تائید میں فیصلہ کیا؛ جب ابوجندل کو اس فیصلہ کی اطلاع ہوئی۔ تو انہوں نے سارا اسباب رسّی اور مہار تک ابوالعاص کو واپس کردیا ابوالعاص مکہ پہنچا؛ سب لوگوں کا روپیہ پیسہ اسباب ادا کیا۔ پھر منادی کرائی۔ کہ اگر کسی کا کوئی حق مجھ پر رہ گیا ہو تو بتلا دے سب نے کہا۔ کہ تو بڑا امین ہے۔ ابوالعاص نے کہا۔ اب میں جاتا ہوں؛ اور مسلمان ہوتا ہوں۔ مجھے ڈر تھا۔ کہ

معاہدہ کی وہ شرط جو ظاہر اہم کو ناگوار تھی اُس کا منظور کر لینا کس قدر مفید ثابت ہوا؛

"ابوجندل کے حال سے کیا نتیجہ حاصل ہوتا ہے"

ابوجندل کے قصہ سے ہر شخص جو سر میں دماغ اور دماغ میں فہم کا مادہ رکھتا ہو وہ سمجھ سکتا ہے کہ اسلام کی صداقت کیسی الٰہی طاقت کے ساتھ پھیل رہی تھی۔ اور کس طرح طالبان حق کے دل پر قبضہ کر رہی تھی کہ وطن کی دوری۔ اقارب کی جدائی۔ قید۔ ذلت۔ بھوک۔ پیاس۔ خوف۔ و طمع۔ تلوار۔ پھانسی غرض دنیا کی کوئی چیز اور کوئی جذبہ اُن کو اسلام سے نہ روک سکتا تھا؛

صلح کا حقیقی فائدہ

امام زہری نے معاہدہ کی دفعہ اوّل کے متعلق تحریر فرمایا ہے۔ کہ جانبین سے آمد و رفت کی روک ٹوک کے اُٹھ جانے سے یہ فائدہ ہوا کہ لوگ مسلمانوں سے ملنے جلنے لگے اور اس طرح اُن کو اسلام کی حقیت اور حقیقت معلوم کرنے کے موقعے ملے۔ اور اسی وجہ سے اس سال اُتنے زیادہ لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ کہ اس سے پیشتر کسی سال اتنے مسلمان نہ ہوئے تھے؛

مسلمانوں کا طواف کعبہ کے لئے جانا۔ اور اس کے نتائج؛
سنہ ۷ ہجری مقدس

معاہدہ حدیبیہ کی شرط دوئم کی رو سے مسلمان اس سال مکہ پہونچکر عمرہ کرنیکا حق رکھتے تھے؛ اس لئے اللہ کا رسولؐ دو ہزار صحابہؓ کو ساتھ لے کر مکہ پہنچا؛ مکہ والوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں آنے سے تو نہ روکا۔ لیکن خود گھروں کو قفل لگا کر کوہ بوقبیس کی چوٹی پر جا بیٹھے نیچے مکہ آباد رہے چلے گئے؛ پہاڑ پر سے مسلمانوں کے کام دیکھتے رہے؛

خدا کا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) تین دن تک عمرہ کے لئے مکہ میں رہا۔ اور پھر ساری جمعیت کے ساتھ مدینہ کو واپس چلا گیا؛

اِن منکروں پر مسلمانوں کے سچے جوش سادہ اور موثر طریق عبادت کا اور اُن کی اعلٰی دیانت و امانت کا (کہ خالی شدہ شہر میں کسی کا ایک پائی کا بھی نقصان نہ ہوا تھا) عجیب اثر ہوا جس

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴۴ — اگر اس سے پہلے مسلمان ہو جاتا۔ تو لوگ الزام لگاتے کہ ہمارا مال لے کر مسلمان ہو گیا ہے؛
نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوجندل اور اُس کے ساتھیوں کو بھی اب مدینہ منورہ بلا لیا تھا۔ تاکہ وہ قریش کو نہ لوٹ سکیں؛ +

سینکڑوں کو اسلام کی طرف مائل کردیا"۔

خالد ابن ولید کا ایمان لانا انہی ایمان لانے والوں میں خالد بن ولید تھے۔ جو جنگ احد میں کافروں کے رسالہ کے افسر تھے۔ اور مسلمانوں کو انہوں نے سخت نقصان پہنچایا تھا۔ یہ وہی خالد ہیں جنہوں نے اسلامی جنرل ہونے کی حیثیت میں مسیلمہ کذاب کو شکست دی۔ تمام عراق اور نصف شام کا ملک فتح کیا تھا۔ مسلمانوں کے ایسے جانی دشمن اور ایسے جانباز اعلیٰ سپاہی کا خود بخود مسلمان ہو جانا اسلام کی سچائی کا معجزہ ہے"۔

عمرو بن عاص کا اسلام لانا انہی ایمان لانے والوں میں عمرو بن العاص تھے۔ قریش نے ان ہی کو مسلمانوں سے عداوت اور بیرونی معاملات میں اعلیٰ قابلیت رکھنے کی وجہ سے اس ڈیپوٹیشن (وفد) کا سردار بنایا تھا جو شاہ حبش کے پاس گیا تھا۔ تاکہ وہ حبش میں گئے ہوئے مسلمانوں کو قریش کے حوالے کردے"۔ اسی عمرو بن العاص نے حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ملک مصر کو فتح کیا تھا۔ ایسے مدبر و پالیٹیشن اور فاتح ممالک کا مسلمان ہو جانا بھی اسلام کا اعجاز ہے"۔

ان ہی اسلام لانے والوں میں عثمان بن طلحہ بھی تھے۔ جو کعبہ کے اعلیٰ مہتمم و کلید بردار تھے جب یہ نامی سردار (جن کی شرافت حسب و نسب سارے عرب میں مسلمہ تھی) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ جا پہنچے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ آج مکہ نے اپنے جگر کے ٹکڑے ہمکو دے ڈالے"۔

عدی بن حاتم طائی کا ایمان لانا ۹ سنہ ہجری مقدس۔ اس مشہور سردار کے ایمان لانے کی تقریب یہ ہوئی کہ ۹ سنہ میں یمن کے قبیلہ بنی طے نے بغاوت کی تھی۔ اس وقت اس علاقہ کے حاکم علی مرتضےٰ تھے۔ انہوں نے فسادیوں کو پکڑ کر مدینہ منورہ بھیجدیا تھا۔ ان میں حاتم طائی مشہور سخی کی بیٹی بھی تھی۔ اس نے نبی صلعم کی خدمت میں یوں عرض کیا۔

"میں سردار قوم کی بیٹی ہوں۔ میرا باپ رحم و کرم میں مشہور تھا۔ بھوکوں کو کھانا کھلایا کرتا۔ غریبوں پر رحم کیا کرتا۔ وہ مرگیا۔ بھائی شکست کھا کر بھاگ گیا۔ اب آپ مجھ پر رحم کریں"۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سُن کے فرمایا۔ تیرے باپ میں مومنوں جیسی صفات تھیں؛
اس کے بعد اُسے مع اُن کے متعلقین کے چھوڑ دیا اور زادراہ اور لباس بھی عنایت فرمایا؛

عدی بن حاتم کا قصہ

عدی بن حاتم کا اپنا بیان ہے کہ مجھے رسُول اللہؐ کے نام سے سخت نفرت تھی؛ کیونکہ میں عیسائی المذہب تھا؛ اپنی قوم کا سردار تھا؛ میری قوم غنیمت کا ایک چہارم حصہ مجھے ادا کیا کرتی تھی؛ میں اپنے دل میں کہا کرتا تھا۔ کہ میں سچے دین پر بھی ہوں۔ اور اپنے علاقہ کا بادشاہ بھی ہوں؛ اس لئے مسلمان ہونے کی مجھے کوئی ضرورت نہیں؛ میں نے اپنے شترخانہ کے داروغہ کو کہہ رکھا تھا۔ کہ دو عمدہ اونٹ جو تیز رفتار ہوں؛ ہر وقت میرے مکان پر موجود رکھا کرے اور جب اُسے اس علاقہ میں مسلمانوں کے آنے کی خبر ملے مجھے فوراً اطلاع دے؛ ایک روز داروغہ آیا۔ کہا صاحب محمدؐ کی فوج کے آجانے پر جو کچھ کرنے کا ارادہ ہو وہ کر گزریئے۔ کیونکہ مجھے دُور سے کچھ جھنڈے نظر آتے ہیں؛ یہ سُن کے میں نے اونٹ منگائے۔ بیوی۔ بچہ۔ اور زر و مال کو لادا اور شام کو چل دیا؛ میری بہن آنحضرتؐ سے رہائی حاصل کرنے کے بعد میرے پاس شام ہی میں پہونچی؛ اُس نے اپنی رہائی کی تمام کیفیت سُنائی۔ میری بہن نہایت دانا اور عقیل تھی۔ میں نے پوچھا کہ اس شخص (رسُول اللہؐ) کی نسبت تمہاری کیا رائے ہے؟ اُس نے کہا۔ میری رائے یہ ہے کہ تو جلد اُس کے پاس چلا جا۔ کیونکہ اگر وہ نبی ہے۔ تب تو سابقین کی فضیلت کو کیوں ضائع کیا جائے؛ اور اگر وہ بادشاہ ہے۔ تب بھی تو اُس کے پاس جانے سے ذلیل نہ ہوگا۔ کیونکہ تو۔ تو ہی۔ ہے۔ (یعنی تو خود بھی اپنی قابلیتوں میں بے نظیر ہے) بہن کے مشورہ پر میں مدینہ میں آیا۔ اُس وقت نبی اللہ مسجد میں تھے؛ میں نے جا کر سلام کیا؛ فرمایا کون؛ میں نے کہا عدی بن حاتم؛ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ساتھ لے کے اپنے گھر چلے؛ راستہ میں ایک کھوسٹ بڑھیا ملی۔ اُس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھہرا لیا آپ دیر تک اُس کے پاس کھڑے رہے؛ اور وہ اپنی لمبی داستان سناتی رہی۔ میں نے اپنے

دل میں کہا، یہ شخص بادشاہ تو ہرگز نہیں ؛

پھر آنحضرت گھر میں پہونچے، ایک چمڑے کا گدا جس میں کھجور کے پٹھے بھری ہوئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سامنے پھینک دیا۔ فرمایا اس پر بیٹھو، میں نے کہا نہیں حضور بیٹھیں، فرمایا نہیں، تم ہی بیٹھ جاؤ۔ میں گدے پر بیٹھ گیا، اور آنحضرت زمین پر بیٹھ گئے۔ اب پھر میرے دل نے یہی گواہی دی کہ یہ بادشاہ ہرگز نہیں ؛

اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم تو رکوسی ہو۔ میں نے کہا۔ ہاں۔ فرمایا۔ تم تو اپنی قوم سے غنیمت اور پیداوار سے چہارم لیا کرتے ہو میں نے کہا۔ ہاں۔ نبی صلعم نے فرمایا۔ کہ ایسا کرنا تو تیرے دین میں جائز نہیں۔ میں نے کہا سچ ہے۔ اور میں نے دل میں کہا کہ یہ ضرور نبی ہے۔ سب کچھ جانتا ہے۔ اس سے کچھ پوشیدہ نہیں ؛

نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پھر فرمایا۔ عدی۔ شاید اس دین میں داخل ہونے سے تمکو یہ امر مانع ہے، کہ سب لوگ غریب ہیں۔ بخدا ان میں اس قدر مال ہونے والا ہے کہ کوئی شخص مال لینے والا باقی نہ رہے گا ؛

عدی !۔ اس دین میں داخل ہونے سے تم کو یہ امر بھی مانع ہے، کہ ہم لوگ تعداد میں تھوڑے ہیں اور ہمارے دشمن بہت ہیں۔ بخدا وہ وقت قریب آرہا ہے، جب تو سن لے گا۔ کہ اکیلی عورت قادسیہ سے چلے گی۔ اور مکہ کا حج کرے گی، اور اُسے کسی کا ڈر خوف نہ ہوگا ؛

عدی !۔ اس دین میں داخل ہونے سے شاید تمکو یہ امر بھی مانع ہے۔ کہ حکومت اور سلطنت آجکل دوسری قوموں میں ہے۔ واللہ وہ وقت قریب آرہا ہے جب تو سن لے گا۔ کہ ارض بابل کا سفید محل (نوشیرواں کا درباری دیوانخانہ) مسلمانوں کے ہاتھ پر مفتوح ہوگا ؛

عدی !۔ بتلاؤ۔ کہ لا الٰہ الا اللہ کے کہنے میں تجھے کیا تامل ہے، کیا اللہ کے سوا کوئی

---

۵۱ رکوسی۔ عیسائیوں کے ایک قدیم فرقہ کا نام ہے ؛

اور بھی معبود ہو سکتا ہے ؟؛

عدی !- بتلاؤ - کہ اللہ اکبر کے کہنے میں تجھے کیا عذر ہے - کیا اللہ سے بھی کوئی بڑا ہے -

عدی کہتا ہے - کہ اس تقریر کے بعد میں مسلمان ہو گیا - میرے اسلام لانے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر بشاشت اور فرحت نمایاں تھی ؛

عدی کہتا ہے - کہ اس ارشاد نبوی کے بعد دو سال پورے ہو چکے تھے - اور تیسرا سال جا رہا تھا - کہ میں نے ارض بابل کے محلات کو بھی فتح شدہ دیکھ لیا - اور ایک بڑھیا کو قادسیہ سے مکہ تک حج کے لئے اکیلی آتے بھی دیکھ لیا - اور مجھے امید ہے کہ تیسری بات بھی ہو کر رہے گی -

حج اسلام کا پانچواں رکن حج ہے ؛

یاد رکھنا چاہیئے - کہ اسلام وہ پیغام محبت ہے - جو بچھڑے ہوؤں کو ملاتا - بیگانوں کو یگانہ اور آشناؤں کو صدیق بنا دیتا ہے ؛

احکام اسلام کا منشا بھی یہی ہے - کہ افراد مختلفہ کو ملت واحدہ بنا کر کلمہ واحدہ پر جمع کر دیا جائے ؛

(الف) اہل محلہ میں محبت و اتحاد پیدا کرنے - قائم رکھنے کے لئے پنجگانہ نمازوں کے وقت اہل محلہ پر محلہ کی مسجد میں جمع ہونا واجب کیا گیا ہے ؛

(ب) اہل شہر میں محبت و تعلقات بڑھانے کے لئے ہفتہ میں ایک بار اُن کا مسجد جامع میں اکٹھا ہونا - مل کر نماز جمعہ ادا کرنا ضروری ٹھہرایا گیا ہے ؛

(ج) اہل شہر اور دیہات قرب و جوار کے رہنے والوں میں تعارف و تعلق محبت و شناسائی قائم کرنے اور مستحکم رکھنے کے لئے سال میں دو بار عیدین کی نماز کو سنن ہدیٰ میں سے قرار دیا گیا ہے ؛ ہر دو موقعہ پر دیہات والے شہر کی جانب آتے ہیں - اور شہر والے شہر سے باہر نکل کر اُن سے ملاقی ہوتے اور مل جل کر عبادت الٰہی ادا کرتے ہیں ؛

اسلامی عالم میں رابطہ دین کے مضبوط کرنے - مختلف قوموں - مختلف نسلوں - مختلف

---

۵۱ تاریخ طبری ؛

زبانوں۔ مختلف رنگتوں اور مختلف ملکوں کے اشخاص کو دین واحد کی وحدت میں شامل ہونے کے لئے حج عمر بھر میں ایک دفعہ اُن سب اشخاص پر جو وہاں جانے کی استطاعت رکھتے ہیں فرض کیا گیا ہے؛

(۲) حج میں سب کے لئے وہ سادہ بن سلا لباس جو نسل انسانی کے پدر اعظم آدم علیہ السلام کا تھا۔ تجویز کیا گیا ہے، تاکہ ایک ہی رسول۔ ایک ہی قرآن۔ ایک ہی کعبہ پر ایمان رکھنے والے ایک ہی صورت۔ ایک ہی لباس میں ایک ہی سطح پر نظر آئیں۔ اور چشم ظاہر بین کو بھی ان اتحاد معنوی رکھنے والوں کے اندر کوئی اختلاف ظاہری محسوس نہ ہو سکے؛

(۳) حج کے لئے وہ مقام قرار دیا گیا ہے، جہاں صابی۔ یہودی، عیسائی اور مسلمانوں کے جد اعظم حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے دنیا کی سب سے پہلی عبادتگاہ بنائی تھی۔ چوں کہ اقوام بالا کا مجموعہ دنیا کی دیگر اقوام سے زیادہ ہے۔ اس لئے اس مقام کے اختیار کرنے کی تائید کثرت رائے اور قدامت زمانہ دونوں طرح سے ہوتی ہے؛

(۴) حج سے مقصود شوکت اسلام کا اظہار بھی ہے۔ اور مسلمانوں کو سفر بحر و بر سے جو فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ وہ بھی اس مقصود کے ضمن میں داخل ہیں؛

پادشاہ کا جو مقصود شاندار درباروں (مثل کارونیشن) کے انعقاد سے	ہے وہ سب حج کے اندر مرکوز و ملحوظ ہیں؛
ایک مارشل کا جو مقصود عظیم فوجی ریولو سے	
کانفرنس کا جو مقصود سالانہ جلسوں کے انعقاد اور ڈیلی گیٹوں کے اجتماع سے	
ایوان تجارت کا جو مقصود عالمگیر نمائشوں کے قیام سے	

آثار قدیمہ کے جویاں، صنادید عالم کے متلاشی، عالمان طبقات الارض، واقفان علم الالسنہ اور محققان تاریخ اقوام و ماہرین جغرافیہ عالم۔ کو جن باتوں کی تلاش و طلب ہوتی ہے۔ وہ سب اُمور

حج سے پورے ہو جاتے ہیں؛

اسلام میں حج سنہ ۹ ہجرت کو فرض ہوا۔ اُسی سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضہ کو امیر الحاج بنایا۔ اور تین سو صحابہ کو اُن کے ہمراہ کیا۔ تاکہ سب کو حج کرائیں؛ اُن کے بعد علی مرتضی رضہ کو روانہ کیا۔ کہ وہ سورہ براءت کا اعلان کریں۔ ابوبکر صدیق رضہ نے لوگوں کو حج کرایا۔ اور علی مرتضی رضہ نے سورہ براءت کی پہلی چالیس آیتوں کو معہ ان احکام کے پڑھ سُنایا؛ کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک بیت اللہ کے اندر داخل نہ ہونے پائے گا[۵۱]؛ اور کوئی شخص برہنہ ہو کر خانہ کعبہ کا طواف نہ کرسکے گا[۵۲]؛

سنہ ۱۰ ہجری اِس سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا ارادہ کیا۔ اور جملہ اطراف میں اطلاع بھیجدی گئی۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لئے تشریف لے جانے والے ہیں۔ اس اطلاع کے بعد انبوہ در انبوہ خلقت مدینہ طیبہ میں جمع ہوگئی۔ اس انبوہ میں ہر درجہ و ہر طبقہ کے شخص تھے؛

ذی الحلیفہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا۔ اور یہیں سے لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لاشریک لک لبیک۔ ان الحمد والنعمة لك والملك لاشریك لك کا ترانہ بلند کیا؛ اور مکہ معظمہ کو احرام کے ساتھ روانہ ہوگئے؛

اِس مقدس کارواں کے ساتھ راستہ میں ہر ہر جگہ سے فوج در فوج لوگ شامل ہوتے جاتے تھے[۵۳]۔ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا راہ میں جب کسی ٹیلہ یا کریوہ سے گزر ہوتا تھا؛ تین تین بار تکبیر بآواز بلند فرماتے تھے[۵۴]؛

---

۵۱ دیکھو یسعیاہ۔ ۳۵ باب ۸ درس۔ وہ جو ناپاک ہے۔ اُس پر سے گزر نہ کرے گا؛ وہ اُنہیں کے لئے ہو؛

۵۲ عن ابی ہریرہ۔ صحیح بخاری باب لایطوف بالبیت عریان؛

۵۳ حجة اللہ البالغہ صفحہ ۲۵۳؛

۵۴ عن جابر بن عبد اللہ صحیح بخاری کتاب الشہادة۔ اب دیکھو یسعیاہ باب ۴۲ درس ۱۱۔ بیابان اور اُسکی بستیاں۔ قیدار کے آباد دیہات اپنی آواز بلند کریں گے۔ سلع کے بسنے والے ایک گیت گائینگے؛ پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکاریں گے؛

جب مکہ کے قریب پہونچے، تو ذی طویٰ[۵۱] میں تھوڑی دیر کے لئے ٹھہرے۔ اور پھر بالائے مکہ سے ان سب قوموں اور انبوہ کو لے کر مکہ میں داخل ہوئے۔ اور روز روشن میں کعبۃ اللہ کا طواف کر کے اللہ تعالیٰ کے جلال کو آشکارا فرمایا[۵۲]۔

زیارت کعبۃ اللہ سے فارغ ہو کر۔ صفا اور مروہ کے پہاڑوں پر تشریف لے گئے۔ انکی چوٹیوں پر چڑھ کے اور کعبہ کی جانب رخ کر کے کلمات توحید و تکبیر پڑھے۔ اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَ لَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ اَنْجَزَ وَعْدَہٗ وَ نَصَرَ عَبْدَہٗ وَ ھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ کے ترانے گائے[۵۳]۔

---

۵۱ اُس وقت "اِنَّکَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی" کی شان اس قافلہ سالار پر نمودار تھی۔

۵۲ اسی موقعہ کے متعلق یسعیاہ نبی کی کتاب میں اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کو مخاطب کر کے کہا ہے۔ "اٹھ روشن ہو۔ کہ تیری روشنی آئی۔ اور خداوند کے جلال نے تجھ پر طلوع کیا۔ ۲- دیکھ تاریکی زمین پر چھا جائے گی۔ اور تیرگی قوموں پر۔ لیکن خداوند تجھ پر طالع ہوگا۔ اور اُس کا جلال تجھ پر نمود ہوگا۔ ۳- اور قومیں تیری روشنی میں اور سلاطین تیرے طلوع کی تجلی میں چلیں گی۔ ۴- اپنی آنکھیں اٹھا کر چاروں طرف نگاہ کر۔ وے سب کے سب اکٹھے ہوتے ہیں۔ وے تجھ پاس آتے ہیں۔ تیرے بیٹے دور سے آویں گے اور تیری بیٹیاں گود میں اُٹھائی جاوینگی۔ ۵- تب تو دیکھے گی اور روشن ہوگی۔ ہاں تیرا دل اچھلے گا اور کشادہ ہوگا۔ کیونکہ سمندر کی فراوانی تیری طرف پھرے گی۔ اور قوموں کی دولت تیرے پاس فراہم ہوگی۔ اونٹ کثرت سے آ کے تجھے چھپالیں گے۔ مدیان اور عیفہ کے جوان اونٹ۔ وے سب جو سبا کے ہیں۔ آوینگے۔ وے سونا اور لبان لا دینگے۔ اور خداوند کی تعریفوں کی بشارتیں سنا دیں گے۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ سے ہجرت فرما جانا مکہ کے لئے داغ اور کعبہ کے لئے موجب حسرت تھا لیکن اب پورے جاہ و جلال کے ساتھ توحید خالص کا اظہار و استحکام اور اشاعت کرتے ہوئے مکہ میں داخل ہونا۔ اور کعبہ کا طواف کرنا۔ بیشک بیت اللہ کے لئے دوچند مسرت کا باعث ہے۔ اول تو بچھڑے ہوئے فرزندان دین کا ملنا دوئم دین حقہ کا باشوکت ہونا۔ واضح ہو کہ مدیان حضرت ابراہیم کے بیٹے کا نام تھا۔ جو قتورہ بی بی کے بطن سے تھے۔ اور عیفہ مدیان کے فرزند کا نام ہے۔ سبا بن یقسان بھی حضرت ابراہیمؑ کے پوتے ہیں۔ (کتاب پیدایش ۲۵ باب ۱ تا ۴ درس) یہ سب عرب میں آباد ہوئے۔ اور اس حج میں وہ قبایل بھی حاضر ہوئے جن کے مورث اعلیٰ مدیان۔ عیفہ۔ سبا ہیں۔ اسلئے پیشینگوئی (جس میں صراحت سے پتہ و نشان دیا گیا تھا) بالکل پوری ہوئی۔

۵۳ حجۃ اللہ صفحہ ۳۰۵۔ عربی کا ترجمہ یہ ہے۔ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ وہ ایک ہے۔ اُس کا کوئی شریک نہیں۔ ملک اُسی کا ہے۔ اور ستایش بھی اُسی کے لئے شایان ہے۔ وہ سب چیزوں کی قدرت رکھتا ہے۔

نویں ذالحج کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طلوع آفتاب کے بعد وادی نمرہ آکر اترے۔ اِس وادی کے ایک جانب عرفات اور دوسری جانب مزدلفہ ہے۔ دن ڈھلنے کے بعد یہاں سے روانہ ہو کر عرفات میں تشریف لائے۔ تمام میدان سرتاسر لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ اور ہر ایک شخص تکبیر و تہلیل۔ تحمید و تقدیس میں مصروف تھا[۵۱]۔ اِس وقت ایک لاکھ چوالیس ہزار (یا چوبیس ہزار) کا مجمع احکام الٰہی کی تعمیل کے لئے ہمہ تن حاضر تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہاڑی پر چڑھ کر۔ اور قصواء پر سوار ہو کر خطبہ کا آغاز فرمایا[۵۲]۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۲ خدا کے سوا عبادت کا کوئی بھی شایان نہیں۔ ایک ہے۔ اُسی نے اپنے وعدہ کو پورا کیا۔ اُسی نے اپنے بندہ کی مدد فرمائی۔ اُسی نے۔ خود اُسی نے تمام فوجوں کو شکست دی۔ ناظرین اِن کلمات قدسی میں اللہ تعالیٰ کی تحمید و تقدیس بھی ہے۔ اور باوہ پرست لوگوں کو نصرت الٰہی بھی بشکل مجسد دکھلائی گئی ہے۔ چند سال ہوئے۔ یہی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اِسی مکہ میں اکیلا تھا۔ پھر اسکی دعوت پر ایک ایک دو دو آدمی اُس کے ساتھ ملتے گئے۔ وہ سب اسی کوہ صفا کے دامن اور ارقم صحابی کے گھر میں تختے بند کر کے جمع ہوا کرتے تھے۔ پھر کچھ اور زیادہ ہو گئے۔ تو مکہ نے ان کی مخالفت کی۔ کچھ حبش کو چلے گئے۔ کچھ رہ گئے۔ تو زندان خانوں میں ڈالے گئے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی تین سال تک محصور رہے۔ آخر مکہ مسلمانوں کے لئے ناقابل سکونت ثابت ہوا۔ اور سب لوگ مکہ سے مدینہ چلے گئے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جانا رات کی تاریکی میں تھا۔ ایک رفیق کے سوا اُس وقت کوئی بشر ساتھ نہ تھا۔ دشمنوں کو اُن کے بچ جانے کا رنج ہوا۔ اُن کے امن و قیام گاہ پر نو برس تک برابر حملے کرتے رہے۔ آخر سب تھک تھکا کر بیٹھ رہے۔ اب وہی محمد ہے۔ وہی مکہ ہے۔ وہی عرب ہے۔ کہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے توحید کے نعرے لگائے جاتے۔ اور فتح و نصرت خداوندی کے ترانے سنائے جاتے ہیں۔ شخص واحد کا ایسی عداوتوں مخاصمتوں۔ جنگوں۔ تزویروں کے بعد ایسی لاثانی کامیابی حاصل کرنا انجز وعدہ ونصر عبدہ ہی سے تعبیر ہو سکتا ہے۔ یسعیاہ میں ہے۔ سلع (مدینہ) کے بسنے والے ایک گیت گائینگے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکارینگے (۴۲-۱۱)۔

۵۱ تم زمین پر سرتاسر اُسی کی ستائش کرو۔ یسعیاہ ۴۲-۱۰۔

۵۲ دیکھو مکاشفات یوحنا ۱۴ باب (مکاشفات کے متعلق یہ ورس ا یاد رکھنا چاہیئے۔ یسوع مسیح کا مکاشفہ جو خدا نے اُسے دیا ہے تاکہ اپنے بندوں کو وے باتیں جن کا جلد ہونا ضرور ہے۔ دکھا وے۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ مکاشفات جو مسیح کے اس دنیا سے چلنے کے بعد ہوئی ہیں۔ زمانہ مابعد مسیح سے تعلق رکھتے ہیں۔ چنانچہ عیسائیوں کا بھی یہی اعتقاد ہے۔

۱۴۔ باب

(الف) پھر جو میں نے نگاہ کی۔ اور دیکھا۔ کہ برہ صیہون پہاڑ پر کھڑا تھا۔ اور اُس کے ساتھ ایک لاکھ چوالیس ہزار۔

شرح باب ہذا

(الف) برہ سے اصطلاح مکاشفات میں وہ گران مایہ وجود مراد ہے جو بعد از خدا سب سے برتر ہو۔ یہاں رسول اللہ مراد ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ بیوم حجۃ الوداع

(ا) یا ایھا الناس انی لا ارانی وایاکم نجتمع فی ھذا المجلس ابداً[١]

لوگو! میں خیال کرتا ہوں کہ میں اور تم پھر کبھی اس مجلس میں اکٹھے نہیں ہونگے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ٢٥٣

سیھون سے مقدس پہاڑ مراد ہوتی ہے۔ یہاں پہاڑی سے عرفات کی پہاڑی مراد ہے۔ ایک لاکھ ۴۴ ہزار کی تعداد صحابہ جو حج میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ احادیث میں مذکور ہے۔

(ب) جن کے ماتھوں پر اُس کے باپ کا نام لکھا تھا۔

(ب) یہ ورس ترجمہ ہے۔ سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود کا۔

(ج) ۲- پھر میں نے آسمان سے ایک آواز سُنی جو بہت پانیوں کے شور اور بڑے گرجنے کی آواز کی مانند تھی۔ اور میں نے بربط نوازوں کی آواز جو اپنی بربط بجاتے تھے، سُنی۔

(ج) اس میں عام آوازہ تسبیح وتحمید کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ بنی اسرائیل بربط وباجہ کے ساتھ اپنی دعائیں پڑھا کرتے تھے۔

۳- (د) اور وے تخت کے سامنے۔ اور ان چاروں جانداروں اور بزرگوں کے آگے گویا نیا گیت گا رہے تھے۔

(د) نیا گیت سے زبان عربی مراد ہے جو اہل کتاب کے لئے نئی تھی۔ گویا گانے سے ظاہر ہے کہ گانا نہ ہوگا۔ بلکہ تغنی وترنم ہوگا۔

(ہ و) اور کوئی اُن ایک لاکھ چوالیس ہزار کے سوا جو زمین سے خریدے گئے تھے اس گیت کو سیکھ نہ سکا۔

(ہ) رسول اللہ صلعم کی زبان مبارک سے اس خطبہ کے سُننے کا شرف ایک لاکھ ۴۴ ہزار ہی کو ملا تھا۔

(و) خریدے جانے کا ذکر قرآن مجید ہے۔ ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم۔

(ز) یے وے لوگ ہیں۔ جو عورتوں کے ساتھ گندگی میں نہ پڑے۔ کہ کنوارے ہیں۔

(ز) مومنین کی یہ صفت قرآن مجید میں بایں الفاظ ہے۔ والذین ھم لفروجھم حافظون۔

(ح) یے وے ہیں جو برّے کے پیچھے جاتے ہیں جہاں کہیں وہ جاتا ہے۔

(ح) صحابہ کی یہ صفت قرآن مجید میں بایں الفاظ ہے۔ والذین معه۔ نیز بالفاظ الذین یتبعون النبی الامی۔

(ط) یے خدا اور برّے کے لئے پہلے پھل ہو کے آدمیوں میں سے مول لئے گئے ہیں۔

(ط) یہ صفت ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے۔ والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار۔ نیز بایں الفاظ حدیث اختارھم اللہ لرسولہ۔

(۵) (ی) اور اُن کے مُنہ میں مکر پایا نہ گیا۔ کیونکہ وے خدا کے تخت کے آگے بے عیب ہیں۔

(ی) یہ صفت قرآن مجید میں بدیں الفاظ بیان ہوئی ہے:- ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللہ۔ اُولٰئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقوی۔ لھم مغفرۃ واجر عظیم۔

[١] معدن الاعمال حدیث نمبر ۱۰۱۱ عن وابصہ رض۔ رواہ ابن عساکر۔

(۲) إن دماءكم وأموالكم وأعراضكم
حرام عليكم كحرمة يومكم هذا في
بلدكم هذا في شهركم هذا،
وستلقون ربكم فيسئلكم عن أعمالكم۔

لوگو۔ تمہارے خون۔ تمہارے مال۔ اور تمہاری
عزتیں ایک دوسرے پر ایسی ہی حرام ہیں جیسا کہ
تم آج کے دن کی، اس شہر کی، اس مہینہ کی حرمت کرتے ہو۔
لوگو۔ تمہیں عنقریب خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے
اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی بابت سوال فرمائیگا۔

الا فلا ترجعوا بعدي ضلالاً يضرب
بعضكم رقاب بعض۔[1]

خبردار! میرے بعد گمراہ نہ بن جانا۔ کہ ایک دوسرے
کی گردنیں کاٹنے لگو۔

(۳) الا كل شيء من امر الجاهلية تحت
قدمي موضوع۔

لوگو۔ جاہلیت کی ہر ایک بات کو میں اپنے قدموں
کے نیچے پامال کرتا ہوں۔

ودماء الجاهلية موضوعة۔
وان اول دم اضع من دمائنا دم
ابن ربيعة بن الحارث كان مسترضعاً في
بني سعد فقتلته هذيل۔

جاہلیت کے قتلوں کے تمام جھگڑے ملیامیٹ بناتا ہوں۔
پہلا خون جو اپنے خاندان کا ہے یعنی ابن ربیعہ بن الحارث
کا خون۔ جو بنی سعد میں دودھ پیتا تھا۔ اور ہذیل
نے اسے مار ڈالا تھا میں چھوڑتا ہوں۔

وربا الجاهلية موضوع واول ربا
اضع ربانا ربا عباس بن عبد المطلب
فانه موضوع كله۔

جاہلیت کے زمانہ کا سود ملیامیٹ کر دیا گیا۔ پہلا سود جو اپنے
خاندان کا جو میں مٹاتا ہوں وہ عباس بن عبدالمطلب کا
سود ہے۔ وہ سب کا سب چھوڑ دیا گیا۔

(۴) فاتقوا الله في النساء۔ فانكم
اخذتموهن بامان الله واستحللتم
فروجهن بكلمة الله۔ ولكم عليهن
الا يوطئن فرشكم احداً تكرهونه
فان فعلن ذلك فاضربوهن ضرباً

لوگو! اپنی بیویوں کے متعلق اللہ سے ڈرتے رہو۔ خدا کے نام
کی ذمہ داری سے تم نے انکو بیوی بنایا۔ اور خدا کے کلام
سے تم نے ان کا جسم اپنے لئے حلال بنایا ہے۔ تمہارا
حق عورتوں پر اتنا ہے۔ کہ وہ تمہارے بستر پر کسی غیر کو (جس کا
اسکا آنا تمکو ناگوار ہو) نہ آنے دیں لیکن اگر وہ ایسا کریں

[1] عن ابی بکرۃ۔ صحیح بخاری۔ باب حجۃ الوداع۔

غیر مبرح ؛
ولهن علیکم رزقهن وکسوتهن
بالمعروف -

تو اُن کو ایسی مار مارو - جو تکلیف دہ نہ ہو ؛
عورتوں کا حق تم پر یہ ہے - کہ تم اُن کو اچھی
طرح کھلاؤ - اچھی طرح پہناؤ ؛

(٥) وقد ترکت فیکم مالن تضلوا
بعده ان اعتصمتم به کتاب الله ؛

لوگو - میں تمہارے بیچ وہ چیز چھوڑ چلا ہوں - کہ
اگر اُسے مضبوط پکڑ لوگے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے -
وہ قرآن اللہ کی کتاب ہے ؛

(٦) ایها الناس انه لا نبی بعدی
ولا امة بعدکم - الا فاعبدوا ربکم
وصلوا خمسکم - وصوموا شهرکم
وادوا زکاة اموالکم طیبة بها
انفسکم - وتحجون بیت ربکم - واطیعوا
ولاة امرکم - تدخلوا جنة ربکم ؛ [١]

لوگو! نہ تو میرے بعد کوئی اور پیغمبر ہے - اور نہ کوئی
جدید امت پیدا ہونے والی ہے ؛ خوب سُن لو - کہ اپنے
پروردگار کی عبادت کرو - اور پنجگانہ نماز ادا کرو ؛
سال بھر میں ایک مہینہ رمضان کے روزے رکھو - اپنے
مالوں کی زکاۃ نہایت دلی خوشی کے ساتھ دیا کرو - خانۂ
خدا کا حج بجا لاؤ - اور اپنے اولیائے امور و حکام کی اطاعت
کرو جسکی جزا یہ ہے کہ تم پروردگار کے فردوس
بریں میں داخل ہوگے ؛

(٧) وانتم تسألون عنی -
فما انتم قائلون ؛
قالوا نشهد انك
قد بلغت
وادیت
ونصحت
فقال باصبعه السبابة یرفعها الی السماء

لوگو - قیامت کے دن تم سے میری بابت بھی دریافت کیا جائیگا ؛
مجھے ذرا بتلا دو - کہ تم کیا جواب دوگے ؛
سب نے کہا - ہم اسکی شہادت دیتے ہیں - کہ
آپنے اللہ کے احکام ہمکو پہنچا دیئے ؛
آپنے رسالت و نبوت کا حق ادا کر دیا ؛
آپنے ہمکو کھوٹے - کھرے کی بابت اچھی طرح بتلا دیا
(اُس وقت) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگشت شہادت

[١] معدن الاعمال حدیث نمبر ۱۱۰۸۰ و ۱۱۰۹ عن ابی امامہ رواہ ابن جریر و ابن عساکر ؛

ویُنکتھا الی النّاس۔	کو اُٹھایا۔ آسمان کی طرف انگلی کو اٹھاتے تھے
	اور پھر لوگوں کی طرف جھکاتے تھے (فرماتے تھے)
اَللّٰھُمَّ اشْھد۔	اے خدا۔ سُن لے (تیری بندے کیا کہہ رہے ہیں)
اَللّٰھُمَّ اشْھد	اے خدا گواہ رہنا۔ (کہ یہ لوگ کیا گواہی دے رہے ہیں)
اَللّٰھُمَّ اشْھد۔ ثلاث مرات[۵۱]۔	اے خدا شاہد رہ۔ (کہ یہ سب کیسا صاف اقرار کر رہے ہیں)
(۸) الا لیبلغ الشاھد الغائب	دیکھو۔ جو لوگ موجود ہیں۔ وہ اُن لوگوں کو جو موجود
فلعل بعض من یبلغہ ان یکون	نہیں ہیں۔ اسکی تبلیغ کرتے رہیں ممکن ہے کہ بعض
اوعیٰ لہ من بعض من سمعہ[۵۲]	سامعین سے وہ لوگ زیادہ تر اس کلام کو یاد رکھنے اور
	حفاظت کرنے والے ہوں۔ جن پر تبلیغ کی جائے۔

ناظرین۔ اس خطبہ نبوی کو پڑھیں۔ غور سے پڑھیں۔ ذرا تفکر وتدبر سے پڑھیں کہ آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیونکر اپنے الوداعی خطبہ میں قرآن مجید پر عمل کرنے کی تاکید فرمائی ہے اور کیونکر قرآن مجید پر عمل کرنے والے کے لئے یہ حتمی وعدہ کیا ہے۔ کہ وہ کبھی گمراہ نہ ہوگا۔

(۲) کیونکر مسلمانوں کے باہمی حقوق۔ جان ومال وعزت کو محفوظ فرمایا ہے!

(۳) کیونکر بیویوں کے حقوق پر نہایت مستحکم الفاظ میں توجہ دلائی ہے۔

(۴) کیونکر اپنی ذات مبارک کے متعلق۔ اپنے عمر بھر کے کارناموں کے متعلق۔ ہمارے باپ داداؤں سے گویا مُہریں کرالی ہیں۔

(۵) کیونکر ہر ایک مسلمان کو تبلیغ اور اشاعت اسلام کا ذمہ دار۔ جوابدہ قرار دیا ہے۔

یہی ہیں وہ اصول واحکام جن پر عمل کرنا مسلمانوں کو دنیا اور دین میں سر بلند کر سکتا ہے اور جن کا ترک عمل اُنہیں خسر الدنیا والآخرہ کا مصداق بناتا ہے۔

---

[۵۱] عن امام جعفر صادق رض عن امام محمد باقر رض۔ بروایت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ۔ صحیح مسلم باب حجۃ النبی صلعم۔

[۵۲] عن ابی بکرہ۔ صحیح بخاری۔ باب حجۃ الوداع۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ سے فارغ ہوئے۔ تو اُسی جگہ اس آیت کا نزول ہوا[۱]!

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا؛

آج میں[۲] نے تمہارے دین کو تمہارے لئے کامل کر دیا۔ اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا؛

---

[۱] صحیح بخاری عن عمر بن الخطابؓ۔ اب پڑھو مکاشفات ۱۴ باب (جس کے ایک سے پانچ درس تک پچھلے صفحہ پر درج ہیں)۔ چھٹا اب درج کیا جاتا ہے؛

۶۔ اور میں نے ایک اور فرشتہ کو انجیل ابدی لئے ہوئے دیکھا۔ کہ آسمان کے بیچ بیچ اڑ رہا تھا۔ تاکہ زمین کے رہنے والوں اور سب قوموں اور فرقوں اور اہل زبان اور لوگوں کو خوش خبری سنائے؛

پادری ڈبلیو ہوپر صاحب ایم۔ اے نے جنہوں نے طالبان علم الٰہیات و افادہ عام کلیسیا کے لئے تفسیر مکاشفات لکھی ہے۔ اور کرسچن نالج سوسائٹی پنجاب نے ۱۸۹۵ء میں اُسے چھپوایا ہے۔ اس درس کی تحت میں صفحہ ۴۴۰ پر لکھا ہے عیسائیوں کا ایک فرقہ جو فرانسکی کے نام سے موسوم ہے۔ اس درس سے ایک ابدی انجیل کی پیشگوئی نکالتا تھا (وہ فرقہ کہتا ہے) کہ یہ انجیل جو اب ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے اس ابدی انجیل کے سامنے عہد عتیق کی طرح منسوخ ہو جائے گی اور اس انجیل سے بہتر ایک انجیل نکلے گی جسکا نام ابدی انجیل ہوگا۔ وہ لوگ لفظ ابدی پر زیادہ زور دیتے تھے۔ اُن کا معلم یہویا قیم تھا۔" ہوپر صاحب کی رائے کے اندراج کا صرف یہ مطلب ہے کہ عیسائیوں نے انجیل ابدی کے لفظ سے کسی دوسری کتاب کا نازل ہونا سمجھا ہے۔ الحمد للہ وہ قرآن مجید ہے۔ اور چونکہ آیہ اکملت یوم الحج کو نازل ہوئی تھی۔ اسلئے یوحنا حواری نے میدان حج کے مکاشفہ کے وقت ہی اس ابدی انجیل کو دیکھا؛ آسمانوں کے بیچوں بیچ فرشتہ کے اُڑنے کا مطلب یہ ہے۔ کہ قرآن مجید کی تعلیم اُن تمام ملکوں میں جو منطقۃ البروج کے سیدھے خطوط کی تحت میں واقع ہونگے۔ یعنی دنیا کے آباد اور متمدن ملک اُن میں قرآن مجید کی منادی جلد پہنچ جائے گی۔ اور جو ممالک قطبین کے قریب ہیں اُن میں منادی دیر میں پہونچے گی؛ +

[۲] لفظ آج نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ۲۳ سال کے زمانہ نبوت کی جانب ہی اشارہ نہیں کر رہا ہے۔ بلکہ اسکا اشارہ ہزاروں سال پیشتر کے زمانہ کی جانب ہے؛ اس آج کا مطلب سمجھنے کے لئے عہد عتیق و عہد جدید کی کتابوں کو ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پانچویں کتاب استثناء ہے اسکا آخری باب ۳۳ واں ہے۔ وہ اس طرح شروع ہوتا ہے "یہ وہ برکت ہے جو موسیٰؑ مرد خدا نے اپنے مرنے سے آگے بنی اسرائیل کو بخشی ۲۔ اور اُس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے اُن پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا۔ اور اُس کے دہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت اُن کے لئے تھی"؛ عیسائی علماء کا بھی اتفاق ہے۔ کہ یہ آیندہ کے لئے پیشگوئی ہے۔ اور مسلمان بھی یہی تسلیم کرتے ہیں؛ اور نتیجہ یہ ہے۔ کہ موسیٰ علیہ السلام اپنے بعد کے آنے والوں کا دنیا کو منتظر و مشتاق بنا کر دنیا سے سدھار جاتے ہیں"؛ عہد عتیق کی آخری کتاب ملاکی نبی کی کتاب ہے۔ جو حضرت موسیٰؑ سے

اور میں نے تمہارے لئے اسلام کا دین ہونا پسند فرمایا ہے؛

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۰ ۴۲۰-۵ سال بعد ہوئی۔ اس کتاب کے آخری باب کا شروع اس طرح ہوتا ہے "دیکھو میں اپنے رسول کو بھیجوں گا۔ اور وہ میرے آگے میری راہ کو درست کریگا! اور وہ خداوند جسکی تلاش میں تم ہو۔ ہاں عہد کا رسول۔ جس سے تم خوش ہو۔ وہ اپنی ہیکل میں ناگہاں آوے گا؛ دیکھو وہ یقیناً آویگا! رب الافواج فرماتا ہے الخ ملاکی باب ۳" اس سے معلوم ہوا کہ عہد عتیق کی آخری کتاب بھی ہمکو منتظر بنا کر ختم ہو جاتی ہے؛ اب عہد نامہ جدید شروع ہوتا ہے۔ جسے انجیل بھی کہتے ہیں۔ انجیل کو دیکھو حضرت مسیحؑ نے اپنے سب سے آخری وعظ میں (جس کے بعد اپنی امت کو انہوں نے کوئی وعظ نہیں سنایا) یہ الفاظ بیان کئے تھے:-

۱۲- میری اور بہت سی باتیں ہیں۔ کہ میں کہوں پر اب تم اُن کی برداشت نہیں کر سکتے؛

۱۳- لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے۔ تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتائیگا۔ اسلئے کہ وہ اپنی نہ کہے گا لیکن جو کچھ وہ سُنے گا سو کہے گا اور تمہیں آیندہ کی خبریں دے گا؛

۱۴- وہ میری بزرگی کرے گا۔ دیکھو انجیل یوحنا۔ ۱۶ باب؛

اِن حوالجات سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ توراۃ و انجیل ہمکو کل دنیا کو تکمیل کے انتظار میں چھوڑ کر علیحدہ ہو جاتی ہیں؛ اور صرف قرآن مجید ہی وہ کتاب ہے جو اس انتظار کا خاتمہ کر دیتا اور آخری شاہی فرمان "الیوم اکملت لکم" کا اعلان فرماتا ہے۔ آج کا لفظ ہزاروں سال کے منتظرین کو بشارت سُناتا۔ اور تکمیل کی خوشخبری سے مسرور بناتا ہے؛

عالمان طبقات الارض اور فاضلان سائنس جب آفرینش عالم کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا کرتے ہیں تو کہا کرتے ہیں؛ کہ موجودہ عالم؛ موجودہ حالت پر ہزاروں تغیرات کے بعد؛ اور ہزاروں سال کے بعد پہنچا ہے۔ گویا عالم کی جو موجودہ حالت ایسی مکمل معلوم ہوتی ہے کہ اُس سے برتر و بہتر کا کوئی نقشہ بھی ہمارے وہم و خیال تصور و گمان میں نہیں آسکتا۔ یہ ہزاروں سال کی ترتیب و تہذیب کا نتیجہ ہے؛

پس اسی طرح ہم نہایت وثوق کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کا لفظ الیوم (آج) بھی یہی بتلا رہا ہے کہ انسانی نسل کے لئے پسندیدہ ترین مذہب کی یہ تکمیل صورت بھی سینکڑوں مختص المقام۔ اور مختص الاقوام شریعتوں۔ اور مختص الاحوال حکموں کے بعد ہزاروں سال گزر جانے پر جلوہ آرا ہوئی ہے؛ اور اب سکا حق ہے۔ کہ وہ سب جگہ اور ہر ایک قوم ہر ایک نسل ہر ایک ملک میں ہر ایک شخص کو ابدی بشارت پہنچائے۔ ارحم الراحمین کے رحم و رحمانیت اور غفور الودود کی غفران و محبت کی خوش خبری ہر ایک شکستہ دل گنہگار۔ اور عاصی تباہ کار کو سنائے۔ سب کے لئے سلامتی اور برکت کے دروازے کھول دے؛ سب کے لئے ابدی سرور اور رضوان ربانی کا نزل مہیا کرے؛ اور ان اسباب کے فراہم ہو جانے پر اعلان کر دے۔ کہ آج مذہب کی تکمیل ہو گئی؛ آج نعمت الٰہی کے بھر پور خزانے فرزندان آدم علیہ السلام کے حوالے کر دئیے گئے؛

ناظرین! میں حضرت مسیحؑ کی مندرجہ بالا پیشگوئی کے متعلق بھی اس جگہ کچھ اور عرض کرنا چاہتا ہوں! اس پیشگوئی کی بابت میں نے کئی فاضل پادری صاحبان سے گفتگو کی۔ اُن میں سے جو صاحب اس پیشگوئی کو ہمارے نبی صلعم کی

یوم النحر کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶۳ شتر اپنے ہاتھ سے اور ۳۷ شتر حضرت علی مرتضیٰ رضؓ نے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۹ بابت تسلیم نہیں کرتے، وہ کہتے ہیں۔ کہ اس پیشگوئی کا ظہور مسیح کے ۱۲ حواریوں پر پنتی کست کے دن جسکا ذکر اعمال کے دوسرے باب میں ہے، ہوا تھا۔ اُس روز روح القدس حواریوں پر اتری تھی۔ وہ مختلف بولیاں بولنے لگ گئے تھے۔ ہر ایک کے سر پر آگ کے زبانے چمکتے ہوئے سب کو نظر آتے تھے"۔

میں نے جواب دیا کہ پنتی کست کے دن جو کچھ ہوا۔ اُسے سینٹ پطرس ہم تم سے پہلے بیان کر چکا ہے۔ ٹھیک اُسی وقت جب کہ روح القدس سب حواریوں پر اور پطرس پر موجود تھی۔ اعمال کے ۲ باب کی ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ ورس پڑھو۔ ۱۴ تب پطرس نے اُن گیارھوں کے ساتھ کھڑے ہو کے اپنی آواز بلند کی اور اُن سے کہا۔ اے یہودی مرد اور یروشلم کے سب رہنے والو۔ یہ جانو اور کان سے میری باتیں سنو۔ ۱۵ کہ یہ جیسا کہ تم سمجھتے ہو نشے میں نہیں۔ کیونکہ ابھی پہر دن آیا ہے۔ ۱۶ بلکہ یہ وہ ہے جو یوایل نبی کی معرفت فرمایا گیا"۔ پس جب سینٹ پطرس روح القدس کی مدد سے بتلا چکا۔ کہ پنتی کست کا تعلق یوایل (دوئیہ۔ یا یولس نبی) ہی کی پیشگوئی سے ہے۔ اور مسیح کی پیشگوئی سے نہیں، تو اب کسی پادری کا کوئی حق نہیں رہا۔ کہ اسے مسیح کی پیشگوئی سے متعلق بنائے۔ یہ دلیل تو زبردست بیرونی شہادت تھی۔ اب اندرونی شہادت بھی جو خود مسیح کے الفاظ سے ملتی ہے پیش کیجاتی ہے۔

(۱) انجیل یوحنا ۱۶ باب کے ورس ۱۲ کا مطلب یہ ہے۔ کہ جو باتیں مسیح نے نہیں بتلائی تھیں، آنے والا روح حق وہ باتیں بتلائے گا۔ مگر پنتی کست کے دن حواریوں پر کوئی نئی تعلیم ظاہر نہیں ہوئی۔

(۲) ورس ۱۳ میں ہے۔ کہ روح حق آئندہ کی خبریں دیگا۔ مگر پنتی کست کے دن نہ روح القدس نے اور نہ حواری نے کوئی پیشگوئی نہیں کی۔

(۳) ورس ۱۴ میں ہے۔ کہ وہ روح حق مسیح کی بزرگی کریگا۔ پنتی کست کے دن روح نے مسیح کی بابت ایک حرف بھی نہیں کہا۔ صاف یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام کی پیشگوئی ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق واضح اور روشن ہے۔ اور اسکی تھوڑی سی وضاحت یہ ہے:۔

اوّل مسیح علیہ السلام نے ۱۲ ورس میں فرمایا ہے۔ میری اور باتیں ہیں، کہ میں کہوں، پر اب تم اُن کی برداشت نہیں کر سکتے"۔ ایسی باتیں جو مسیح علیہ السلام نے بیان نہیں کیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں بے شمار ہیں، یہ باتیں زیادہ تر احسانیات کے متعلق ہیں شلاً تفکر فی ذات اللہ، تفکر فی صفات اللہ، تفکر فی افعال اللہ، تفکر فی ایام اللہ، تفکر فی الموت و ما بعدہٗ، توحید فی العبادۃ، توحید فی الاستعانت، تنزیہ الحق، تقدیس رب، صدیقیت محدثیت، شہادت، فنار عن النفس، بقار بالحق، وغیرہ۔ انکے بعد احوال قبر، احوال حشر، ابواب نجاۃ ہیں، ان کے بعد ابواب مصالح اور ابواب ارتفاقات ہیں، وغیرہ وغیرہ، انجیل میں انکی بابت یا تو بیان ہی نہیں ہوا ہے یا کسی قدر بیان ہے۔ تو تمثیل اور تشبیہ کے نقاب میں روپوش ہے۔

دوم مسیح علیہ السلام نے ۱۳ ورس میں فرمایا ہے۔ وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتائے گا"۔ اسی کے موافق قرآن مجید میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ذبح کئے۔ یہ قربانی منے پر کی گئی تھی۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۰ ہے۔ والذی جاء بالصدق۔ محمدؐ وہ ہے جو ساری سچائی لے کر آیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے یعلمھم الکتاب والحکمۃ (محمدؐ دنیا کو شریعت اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے) یہ ظاہر ہے کہ جو معلم شریعت وحکمت دین اور دانش کی مکمل تعلیم دیتا ہو۔ ساری صداقت اور کامل سچائی اسی کے پاس ہوگی؛

مسیح نے اسی ورس میں فرمایا ہے۔ "وہ اپنی نہ کہے گا لیکن جو کچھ وہ سُنے گا۔ سو کہے گا۔ اللہ پاک نے قرآن مجید میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف انہی الفاظ سے فرمائی ہے ماینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحٰی علمہ شدید القوٰی (محمدؐ اپنی خواہش سے کچھ بھی نہیں بولتا۔ جو کچھ وہ سُناتا ہے یہ تو وحی ہے جو اسکے پاس بھیجی گئی۔ اور کامل طاقتوں والے نے اُسے سکھلائی؛

سوم مسیح علیہ السلام نے ۱۴ ورس میں کہا ہے۔ "وہ میری بزرگی کریگا" چنانچہ تمام قرآن کریم اور احادیث پاک کی سب کتابیں ان الفاظ سے مملو ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے مسیح کی بزرگی کی بابت نکلے؛ بہت سے یہودی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے تھے جو کہتے تھے۔ کہ ہم لوگ آپ پر ایمان لانے کو تیار ہیں۔ مگر ہم مسیح کو سچا نہیں مان سکتے؛ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صاف فرما دیتے تھے؛ کہ جو کوئی مسیح پر ایمان نہیں لاتا۔ وہ مجھ پر بھی ایمان نہیں لاتا؛ اس تعلیم کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج ہر ایک مسلمان مسیح علیہ السلام کی بزرگی اور عظمت کا دل سے قائل ہے؛ اُن پر ایمان رکھتا ہے اُن کو پانچ اولوالعزم رسولوں میں سے ایک جانتا ہے؛ اس طرح ۳۳ کروڑ مسلمان دنیا پر مسیح کی شہادت ہر وقت ادا کر رہے ہیں۔ حالانکہ اسلام سے پہلے عیسائیوں کے پاس ایک بھی بیرونی گواہ موجود نہ تھا۔ اور اب بھی مسلمانوں کے سوا کوئی ان کی شہادت نہیں دیتا ہے۔ جس سے مریم صدیقہ کی پاکیزگی۔ مسیح کی ولادت فوق العادت۔ اور مسیح کے معجزات کی تائید ہوتی ہو۔ عیسائی صاحبان غور کریں کہ "میری بزرگی کریگا" کا ظہور اس سے بڑھکر اور کیا متصور ہو سکتا ہے؛

ہاں ۱۳ ورس کا ایک فقرہ رہ گیا۔ مسیح نے بتلایا۔ کہ وہ تمہیں آیندہ کی خبریں دیگا؛

جن عیسائی عالموں نے قرآن واحادیث کا مطالعہ نہیں کیا۔ وہ کہا کرتے ہیں کہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی پیشگوئی نہیں کی؛ جب میں یہ بات اُن میں سے کسی کے مُنہ سے سنتا ہوں تو اول مجھے افسوس ہوتا ہے۔ کہ انکی معلومات ہماری کتابوں کی بابت کس قدر کم ہیں۔ دوم تعجب ہوتا ہے کہ جب اُنہیں خبر نہیں تو پھر ایسا دعوےٰ کرنے کی جرأت وہ کیوں کرتے ہیں؛ اگر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں پر اس جگہ مفصل لکھنے لگوں تو بجائے خود ایک کتاب بن جائے؛ اسلئے میں انشاء اللہ تعالیٰ انکی بابت کبھی علیحدہ لکھونگا؛ اس جگہ مختصر طور پر ذکر کرنا اسلئے ضروری ہے۔ کہ ورس ۱۳ کی تشریح اور حضرت مسیح کے قول کی تصدیق ہو جائے؛

پہلی پیشگوئی۔ اہل مکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور مسلمانوں کے سخت دشمن تھے۔ انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کے ملیامیٹ کرنے میں ہر ایک ممکن کوشش پورے زور سے کی تھی۔ انکی عداوت ایسی سخت اور مسلسل تھی۔ کہ کوئی وجہ ایسا قیاس کرنے کی نہ پائی جاتی تھی۔ کہ یہی لوگ ایک دن اسلام کے خادم۔ مسلمانوں کے بھائی۔

جو ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے قربان گاہ چلی آتی ہے۔ قربانی سے فارغ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۱ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فدائی ہو جائینگے۔ لیکن قرآن مجید نے پہلے سے یہ پیشگوئی کر دی تھی۔ " ولتعلمن نبأه بعد حين " وہ اسلام کی صداقت کو کچھ عرصہ کے بعد ضرور جان لینگے " اس پیشگوئی کا ظہور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی میں ہی ہو گیا۔ اور سب اہل مکہ مسلمان ہو گئے تھے جن میں خالد ولید جیسے بھی تھے۔ جو جنگ اُحد میں مسلمانوں کو شکست دینے میں کامیاب ہوا تھا۔ اور عمرو بن العاص جیسے بھی جو مسلمانوں کو قید کرانے کے لئے شاہ حبش کے پاس گیا تھا۔ اور عثمان بن ابو طلحہ جیسے بھی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عبادت کے لئے کعبہ کے اندر گھسنے نہ دیتا تھا۔ وغیرہ وغیرہ۔

دوسری پیشگوئی۔ عرب کے تمام قبائل اور جملہ اہل مذاہب نے اسلام کے جھٹلانے پر اتفاق کر لیا تھا۔ بت پرست مجوس۔ صابی۔ عیسائی۔ یہودی ملحد اگرچہ آپس میں سخت اختلاف رکھتے تھے۔ تاہم وہ سب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جھٹلانے۔ اسلام کو پامال کرنے پر متفق تھے۔ کوئی علامت ایسی نہ تھی کہ ایسے مختلف عادی مختلف خواہشات والے کیوں کر اسلام کی صداقت ماننے والے بن جاوینگے۔ مگر قرآن مجید نے یہ پیشگوئی کر دی تھی۔ سنریہم اٰیاتنا فی الاٰفاق وفی انفسهم حتی یتبین لهم انه الحق " ہم اُن کو جلد ہی اپنے نشانات اُن کے گرد و پیش اور خود اُن کے اندر بھی ایسے دکھلائینگے۔ کہ اُن پر یہ بات بخوبی روشن ہو جائے گی کہ اسلام سچا ہے " یہ پیشگوئی اپنی پوری طاقت سے ظہور میں آئی۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی میں ہی عرب کے ہر ایک مذہب ہر ایک قبیلہ نے اسلام کی سچائی کو سمجھا۔ دیکھا۔ جانا۔ اور اُس پر ایمان لایا۔

تیسری پیشگوئی۔ ایرانی سلطنت رومی سلطنت کے ساتھ جنگ کر رہی تھی۔ رومیوں کو شکست ہوئی۔ ایرانی آتش پرست تھے۔ رومی اہل کتاب عیسائی تھے۔ ایرانیوں سے بت پرستان مکہ کو اور رومیوں سے مسلمانوں کو طبعاً و فطرتاً ہمدردی تھی۔ جب عیسائی سلطنت کو شکست ہوئی۔ تو مکہ کے بت پرست خوب اُچھلے کودے۔ اور اپنے لئے بھی فال لینے لگے۔ کہ ہم بھی مسلمانوں پر اسی طرح غالب ہو جائینگے۔ مسلمان نہایت دل شکستہ ہوئے۔ قرآن پاک نے پیشگوئی کی۔ غلبت الروم فی ادنی الارض وهم من بعد غلبهم سیغلبون فی بضع سنین " عیسائی اپنے ملک کی سرحد پر مغلوب ہو گئے ہیں۔ مگر وہ جلد چند سالوں کے اندر اپنے دشمنوں پر غالب آ جائینگے " جہاں تک انسانی عقل و تجربہ کا دخل تھا۔ جہاں تک موجودہ قرائن سے نتیجہ نکالا جا سکتا تھا پیشگوئی کا کسی کو یقین نہ آتا تھا۔ کیونکہ عیسائیوں کو ایسی شکست ملی تھی۔ کہ چند سال تک تو وہ پنپ بھی نہ سکتے تھے۔ ابوجہل نے نہایت شوخی سے قرآن کے جھٹلانے کے لئے اشتہار دیا کہ اگر پیشگوئی سچی نکلی تو میں ۳۰۰ شتر ہار جاؤنگا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اظہار صداقت دین کے لئے اُس سے شرط لگائی۔ نزول آیت سے آٹھویں سال ٹھیک وہی ہوا۔ جو قرآن مجید نے بتلایا تھا۔ ابوبکر صدیق نے شرط جیت لی۔ یہ وہ پیشگوئی ہے جس کی تائید قسطنطنیہ اور ایران کی تاریخوں سے بھی ہوتی ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ زبان عرب میں لفظ بضع اکائیوں پر بولا جاتا ہے۔ ایک سے نو تک کا شمار اس میں شامل ہوتا ہے۔

ہو کر نبی صلے اللہ علیہ وسلم بیت اللہ میں آئے۔ اور طواف افاضہ ادا کیا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۲

چوتھی پیشگوئی۔ نبوۃ کا ابتدائی عہد تھا۔ وحی کا آغاز ہو کر وقفہ پڑگیا تھا۔ کافروں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چڑانے کھجانے کے لئے کہنا شروع کر دیا۔ کہ محمد کا خدا اُس سے روٹھ گیا۔ محمد کو اُس نے چھوڑ دیا۔ اِس واقعہ پر خدا کا جو کلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تسکین کے لئے اُترا۔ اُس میں ایک پیشگوئی بھی کیگئی ہے اور فرمایا گیا ہے "وللاخرۃ خیر لك من الاولیٰ"۔ آپ کا پچھلا زمانہ پہلے زمانہ سے بہتر واعلیٰ ہوگا۔ وحی کے متعلق اس پیشگوئی کا ظہور دیکھو۔ وہ مدنی سورتیں ہیں۔ جن میں البقرہ۔ آل عمران۔ مائدہ۔ انعام بھی ہیں۔ جو بلحاظ احکام واسرار وافضال وتفصیل اُن سورتوں پر فوقیت رکھتی ہیں۔ جو مکی ہیں۔ جن میں صرف عقائد یا اجمالی احکام ہیں۔ آیت کا مقتضی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دمبدم ترقی کرتے رہیں گے۔ اور آپ کی کامیابی کا ظہور مسلسل ہوتا رہیگا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام زندگی اس پیشگوئی کی مصداق اور مصدق ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ کوئی شخص بھی اپنی زندگی کی بابت ایسی صریح پیشگوئی دشمنوں کے سامنے عین معارضہ ومقابلہ کے وقت نہیں کرسکتا۔ جب تک کہ وہ مؤید من اللہ نہ ہو۔ چونکہ لفظ آخرۃ اُس آئندہ زندگی کی نسبت بھی بولا جاتا ہے جسکا آغاز یوم الحساب سے ہوگا۔ اسلئے مسلمانوں کا ایمان اس پیشگوئی کی نسبت اسی آیت کے تمسک سے یہ بھی ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت وشرف کا پورا ظہور اُس عالم میں جملہ اہل عالم پر ہوگا۔ اور چونکہ دنیاوی زندگی میں اس پیشگوئی کی صداقت کا ظہور لحظہ بلحظہ ہوتا رہا ہے۔ اِسلئے مسلمانوں کا مندرجہ بالا اعتقاد ایک صحیح ومضبوط بنیاد پر ہے۔

پانچویں پیشگوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند کا انتقال ہوگیا تھا۔ دشمن خوشیاں منانے لگے۔ کہ اب محمد کا نام لیوا بھی نہ رہا۔ قرآن مجید نے اس بارہ میں پیشگوئی فرمائی ہے۔ "انا اعطیناك الکوثر" نیز فرمایا۔ "ان شانئك هو الابتر"۔ کوثر لفظ کثرت سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس میں جملہ عطیات وانعامات ظاہری وباطنی بھی شامل ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ملے تھے۔ یا جنت میں ملیں گے۔ (جن میں سے ایک حوض کوثر بھی ہے) نیز امت محمدیہ کی وہ عظیم الشان تعداد بھی اسی لفظ کے اندر شامل ہے۔ جو دن میں بیسیوں بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر برکت بھیجتی۔ آپ کی صداقت کی شہادت دیتی۔ حضور کے نام نامی واسم گرامی کی دنیا میں اشاعت کرتی ہے۔ اور دنیا کا کوئی براعظم۔ کوئی ملک کوئی صوبہ مسلمانوں سے خالی نہیں۔ اسکے بالمقابل اُن دشمنان خدا کا نام ایسا ملیا میٹ ہوا۔ کہ کوئی بھی نہیں جانتا۔ یہ پیشگوئی آج بھی پوری صداقت کے ساتھ دنیا کے سامنے اپنا نور پھیلا رہی ہے۔

چھٹی پیشگوئی۔ مسلمان مکہ سے باہر نکالے جاتے تھے۔ وہ بے خانماں بے ساز وسامان تھے۔ تمام ملک دشمن تھا۔ اور بظاہر معلوم ہوتا تھا۔ کہ اب یہ لوگ جلد دنیا سے فنا ہو جائینگے۔ اُس وقت قرآن مجید نے بطور پیشگوئی اعلان کیا۔ "وعد الله الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم"۔ خدا تم میں سے ایمان والوں۔ نیک عمل والوں سے وعدہ کرتا ہے کہ انہیں الارض کا خلیفہ بنائیگا۔ جیسا کہ خدا نے تم سے پہلے لوگوں کو وہاں کا خلیفہ بنایا۔ مسلمانوں سے پہلے جو قوم خدا کی برگزیدہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۳ قوم کہلاتی تھی۔ وہ بنی اسرائیل ہیں؛ الارض وہ وعدہ کی زمین ہے جسکی بابت ابراہیم و اسحاق و یعقوب و موسیٰ و داؤد علیہم السلام کے ساتھ خدا نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ابد تک فرزندان ابراہیمؑ کو دی گئی ہے۔ (کتاب پیدائش ۲۴ باب، ورس) حضرت ابراہیمؑ کے بعد اس وعدہ کا ظہور بنی اسرائیل کے ساتھ ہوتا رہا۔ ہزاروں سال تک وہی اس زمین کے مالک و حاکم رہے۔ قرآن مجید نے اس آیت میں بتلایا کہ اب وہ وعدہ ابراہیمؑ کی دوسری شاخ یعنی مسلمانوں کے ساتھ پورا کیا جاویگا۔ اس پیشگوئی نے ہزاروں سال کی ہسٹری کو بدل دیا۔ اور شام کا ملک ابوبکرؓ و عمرؓ کی خلافت میں (جنکی خلافت کا اس آیت میں ذکر و وعدہ ہوا ہے) مسلمانوں کو مل گیا۔ آج ۱۳ سو برس کی تاریخ اس پیشگوئی کی صداقت کو تسلیم کر رہی ہے۔ اور ہر ایک انکار کرنے والے کے لئے ایک بین و روشن علامت موجود ہے کہ شام کا ملک کس کے پاس ہے اور خدائے زمین و زمان اپنا ابدی وحتمی وعدہ اب کس قوم کے ساتھ پورا کر رہا ہے؛

ساتویں پیشگوئی۔ مخالفین مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے۔ مسلمانوں سے جن قبائل کے معاہدے تھے۔ وہ مخالفین کی تعداد و طاقت۔ کثرت و شوکت دیکھ کر مسلمانوں کی مدد کرنے سے ہٹ بیٹھے تھے؛ خداوند کریم نے نصرت غیبی سے مسلمانوں کو دشمنوں کے حملہ سے بچایا؛ تب معاہد قومیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور تقصیرات کی معافی کی درخواست پیش کی؛ انکے لئے قرآن مجید میں یہ حکم نازل ہوا۔ ستدعون الی قوم اولی باس شدید تقاتلونہم او یسلمون۔ "عنقریب تمہیں آئندہ ایک زیادہ طاقتور قوم کے مقابلہ کے وقت بلایا جائیگا۔ ان سے جنگ ہوگی یا وہ مسلمان ہو جائینگے؛ (اگر تم اس وقت مدد دو گے تو یہ قصور معاف ہو جائیگا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کے بعد سلطنت ایران جنوبی عرب پر اور سلطنت قسطنطنیہ شمالی عرب پر اپنی سابقہ حکومت کو بحال کرنے کی تدابیر اختیار کرنے لگی تھیں۔ خلیفہ رسول اللہ صلعم ابوبکر صدیقؓ نے اپنی قیام و حفاظت کے لئے ان طاقتوں کو کمزور کر دینا ضروری سمجھا۔ اسلئے پہلے سلطنت قسطنطنیہ کے ساتھ عراق و شام میں اور پھر سلطنت ایران کے ساتھ فارس و خراسان میں نبرد آزمائی و جنگ جوئی کی نوبت آئی؛ ان لڑائیوں میں عرب کی وہ سب قومیں جو پہلے مخلفین کا نام پا چکی تھیں اور جنکی تقصیر خدمت کی معافی کو قرآن نے آئندہ امداد پر موقوف رکھا تھا؛ شامل ہوئی تھیں اس آیت کے ساتھ اب یہ آیت بھی پڑھ لینی چاہئے۔ وعدکم اللہ مغانم کثیرۃ تاخذونہا فعجل لکم ہذہ۔۔۔ واخرٰی لم تقدروا علیہا قد احاط اللہ بہا۔ خدا نے تم مسلمانوں کے ساتھ بہت بڑی بڑی غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے؛ ان میں سے یہ تو پہلی غنیمت ہے جو جلدی سے مل گئی ہے؛ پھر فرمایا اسکے سوا اور غنیمتیں ہیں جن کے حاصل کرنے کی تم میں قدرت نہیں، مگر خدا نے انپر احاطہ کر لیا ہے؛ ممالک بالا میں مسلمانوں کو فتوحات عظیمہ حاصل ہوئیں؛ قرآن کی پیشگوئی بجنسہ وجوہ پوری ہوئی؛ (۱) مقصرین خدمت کو فی الواقع آزمائش کا دوسرا موقع ملا۔ (۲) مسلمانوں کا جن سلطنتوں سے بالا پڑا فی الحقیقت وہ بڑی مہیب و زبردست تھیں؛ (۳) اس مقابلہ کا انجام وہی نکلا جو قرآن مجید نے بتلایا تھا؛ جو سامنے لڑے وہ تباہ ہوئے۔ اور مسلمانوں کو فتوحات عظیمہ و مغانم کثیرہ ملے۔ جو محبت سے ملے وہ تحقیق سے مسلمان ہو گئے

اقتدا کیا؛ ہزاروں اونٹ۔ مینڈھے۔ برہ۔ بھیڑیں قربانی کی گئیں؛ [۵]

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۴ | اس پیشگوئی کی صداقت کو عرب، شام۔ ایران۔ خراسان کی تاریخیں پیش کر رہی ہیں۔ اگر کوئی چاہے تو ممالک مصر۔ افریقہ۔ نوبہ۔ اندلس کو بھی اسی ذیل میں شامل کرلے؛

اب میں بطور نمونہ کتب احادیث کی پیشگوئیوں میں سے بھی ایک پیشگوئی کا اندراج کرتا ہوں۔ ناظرین کو یہ یاد رہے کہ ہمارے عیسائی بھائی احادیث کے حوالے منظور نہیں کیا کرتے؛ وہ کہا کرتے ہیں؛ کہ یہ کتابیں آنحضرت صلعم کی زندگی کے بعد مرتب ہوئی ہیں؛ کاش وہ مسلمانوں ہی کے طرزعمل سے سبق سیکھیں؛ کہ ہم کیونکر اناجیل اربعہ کے حوالجات کو سُنتے۔ مانتے؛ اور خود استعمال کرتے ہیں۔ صرف اسلئے کہ عیسائی اُن کو معتبر سمجھتے ہیں؛ ورنہ عیسائی کتابوں میں بالاتفاق تسلیم کیا گیا ہے کہ یہ سب کتب مسیح سے بہت عرصہ بعد تکمیل کی گئی ہیں؛ اور عیسائی علما کے نزدیک ان کے مصنفین اور زمانہ تصنیف اور بعض عبارتوں کے متعلق بہت کچھ اختلاف وشک۔ نیز ناقابل رفع تناقض موجود ہے؛

خیر میں اب حدیث درج کرتا ہوں۔ عن المستورد القرشی انہ قال عند عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یقول تقوم الساعۃ والروم اکثر الناس فقال لہ عمرو۔ ابصر ما تقول۔ قال اقول ما سمعت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لئن قلت ذالک۔ ان فیہم لخصالاً۔ اربعًا منہم لاحلم الناس عند فتنۃ۔ واسرعہم افاقۃ بعد مصیبۃ واوشکہم کرۃ بعد فرۃ وخیرہم لمسکین ویتیم وضعیف۔ وخامسۃ حسنۃ جمیلۃ وامنعہم من ظلم الملوک؛ مستورد قرشی نے عمرو بن العاص المتوفی ۴۳ھ کے روبرو کہا؛ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا۔ آپ فرماتے تھے؛ قیامت اُس وقت قایم ہوگی۔ جب یوروپین سب لوگوں سے زیادہ ہو جائینگے؛ عمرو نے کہا؛ دیکھ تو کیا کہتا ہے؛ مستورد نے کہا میں تو وہی کہتا ہوں؛ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے۔ عمرو نے کہا۔ تب تو ٹھیک ہے بیشک ان میں چار خصلتیں ہیں؛ (۱) وہ مصیبت کے وقت نہایت بُردبار ہیں۔ مصیبت کے بعد بہت جلد ہوشیار ہو جاتے ہیں؛ بھاگنے کے بعد سب سے پہلے پھر حملہ کرتے ہیں؛ مسکین۔ یتیم وضعیف کے لئے سب لوگوں سے بہتر ہیں؛ ایک پانچویں صفت اور ہے جو نہایت عمدہ ہے۔ وہ بادشاہوں کے ظلم کو سب لوگوں سے بڑھ کر روکتے ہیں۔ واضح ہو کہ یہ حدیث صحیح مسلم کی ہے۔ امام مسلم کا رجب ۲۶۱ھ میں انتقال ہوا؛ اسلئے ہر ایک مخالف کو اس قدر تو ضرور تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ یہ پیشگوئی مسلمانوں میں تیسری صدی کے اندر پھیل چکی تھی؛ یہ وہ زمانہ تھا۔ جبکہ کل دنیا پر اسلامی پرچم لہرا رہا تھا۔ علم وحکمت زور وطاقت تمدن وسیاست میں مسلمان سب سے فائق تر تھے۔ اُس وقت یہ کہنا کہ یہ تمام برتری وبزرگی خاک میں مل جائے گی؛ اور دنیا میں یوروپین عیسائی قوموں کی حکومت ہو جائیگی۔ بالکل عقل وفکر سے باہر تھا؛ اور مسلمانوں کے لئے فال بد بھی تھا۔ مگر امام مسلم نے اسے اپنی کتاب میں درج کردیا؛ کیونکہ اُن کو صحیح طور پر معلوم ہوگیا۔ کہ ضرور یہ ارشاد نبی پاک کا ہے؛ بالآخر اب صدیوں کے بعد اُس کا ظہور ہو رہا ہے؛ آج کوئی بتلائے کہ کونسا ملک ہے جو عیسائی سلطنتوں کی حکومت یا اثر۔ یا ڈپلومیسی سے باہر ہے؛ اسلئے پیشگوئی کے صحیح ہونے میں کوئی کلام نہیں؛ اور جب یہ پیشگوئی صحیح ہے تو مسیح نے ۱۳ ورس ۱۶ باب یوحنا میں ہمارے نبی کی جو علامات بتلائی تھی؛ وہ بھی بالکل پوری ہوگئی۔ اس قدر لکھنے کا مطلب یہ ہے کہ عیسائی بھائی حضرت مسیح کے ارشاد پر عمل کریں۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اختیار کریں؛ جنکی خبر نہایت روشن علامات کے ساتھ انجیل میں دی گئی ہے؛ +

[۵] یسعیاہ۔ ۶۰ باب۔ ۷ قیدار کی ساری بھیڑیں تیرے پاس جمع ہونگی۔ نبیط کے مینڈھے تیری خدمت میں

حج سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود شعائر اللہ کی تعظیم، حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کے سُنن ہُدیٰ کا احیاء، کفار کے مشرکانہ رسوم کا بطلان، توحید خالص کا اعلان، تعلیم اسلام کی اشاعت عامہ تھا، چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو اس حج میں آخری تبلیغ فرمائی تھی، اس لئے اس حج کا نام حجۃ البلاغ بھی ہے۔ اور چونکہ اس حج میں آنحضرتؐ نے امت سے کلمات تودیع فرمائے تھے۔ اس لئے اسکا نام حجۃ الوداع بھی ہے؛

الغرض نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس عظیم الشان کامیابی ایک لاکھ چوالیس ہزار برگزیدہ بندوں کے سامنے توحید کی تعلیم و عمل اور البلاغ و الوداع کے بعد مسرور و مبتہج مدینہ طیبہ کو روانہ ہوئے۔ راہ میں بریدہ اسلمی رضؓ نے علی مرتضیٰؓ کی نسبت کچھ شکایات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سمع مبارک

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۵ حاضر ہونگے، وے میری منظوری کے واسطے میری مذبح پر چڑھائے جاوینگے اور میں اپنی شوکت کے گھر کو بزرگی دوں گا؛

ناظرین نبیط (نبیت) و قیدار حضرت اسمٰعیل کے بیٹوں کا نام ہے (دیکھو کتاب پیدائش ۲۵ باب ۱۳ درس) قبائل قریش قیدار کی اولاد ہیں، اور دیگر اکثر قبائل نبیت (نبیط۔ نبایوت۔ نبایوث یہ سب ایک ہی نام کے ہجے ہیں)۔ کی اولاد ہیں، اس فقرہ میں اللہ پاک نے بتلایا ہے۔ کہ عرب کے تمام قبائل اُس وقت قربانی کرینگے۔ اس درس میں قربان گاہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا مذبح بتلایا ہے، اس سے معلوم ہوا۔ کہ یہ وہ قربانگاہ ہے جہاں کی قربانی کو اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے، اور اسی جگہ کو قدیم سے قربان گاہ مقبول الٰہی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اس کے بعد فقرہ یہ ہے کہ میں اپنے شوکت کے گھر کو بزرگی دوں گا، واضح ہو۔ کہ شوکت کا گھر ترجمہ لفظ "بیت الحرام" کا ہے؛ اور اللہ پاک نے بھی کعبہ کا یہی نام قرآن مجید میں بتلایا ہے؛ جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاماً للناس۔ ترجمہ۔ اللہ نے کعبہ کو شوکت کا گھر بنایا ہے تاکہ مخلوق آکر وہاں قیام کرے"؛ قبائل عرب کے نام؛ منیٰ کا پتہ۔ منیٰ، اور بیت اللہ کا ساتھ ساتھ ذکر، یہ ایسی باتیں ہیں، جو پیشگوئی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے ساتھ خاص کرتی ہیں؛

یسعیاہ کے ۶۰ باب کی ایک سے ۶ درس ہم اسی مضمون کے شروع میں درج کر آئے ہیں، باب شروع باب کو ملا کر پڑھو؛ درس ۶ میں مدیان۔ عیفا۔ و سبا کے نام بھی ہیں۔ اور یہ سب قبائل حج میں موجود تھے؛ درس ۶ میں سبا کے سونا اور لوبان لانے کا ذکر ہے۔ سبا ملک یمن ہی کا نام ہے؛ کیونکہ سبا نے ہی اسے آباد کیا تھا؛ جس سال آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج فرمایا ہے، علی مرتضیٰ اُس سال یمن کے حاکم و مبلغ تھے، وہ حج کے لئے یمن سے سیدھے مکہ کو آئے تھے، اور ملک سبا (یمن) کا زر محصول انہوں نے اسی جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تھا؛ یہ ایسی صاف پیشگوئی ہو کہ ہمارے مثلیث عیسائی دوست کوئی صحیح تاویل اسکی نہیں کر سکتے؛

تک پہونچائیں۔ شکایات کا تعلق حضرت علی مرتضیٰؑ کے چند افعال سے تھا، جو حکومت یمن میں جناب مرتضوی سے تقسیم غنیمت وغیرہ کے متعلق صادر ہوئے تھے؛

خطبۂ غدیر

درحقیقت شکایت کی بنیاد بریدہ رضہ کا قصور فہم تھا، اسلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خم غدیر پر ایک فصیح خطبہ پڑھا، اور اس خطبہ میں اہل بیت رضوان اللہ علیہم کی شان ومنزلت کا اظہار فرمایا، اور علی مرتضیٰ سلام اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا "من کنت مولاہ فعلیؑ مولاہ"۔ جسکا میں مولیٰ ہوں، علی بھی اُسکا مولیٰ ہے؛

اس خطبے کے بعد عمر فاروق نے علی مرتضیٰ کو اس شرف کی مبارکباد دی۔ اور بریدہ رضہ نے بقیۃ العمر علی مرتضیٰؑ کی محبت ومتابعت کو پورا کیا۔ بالآخر یہ بزرگوار جنگ جمل میں شہید ہوئے تھے؛

سنہ ۱۱ ہجری مقدس

یہ وہ سال ہے جس میں خدا کے رسول نے حق رسالت ادا کرنے کے بعد اپنے بھیجنے والے کی جانب معاودت فرمائی؛ انتقال سے ۶ ماہ پہلے اس سورۃ کا نزول ہوا تھا؛

اذا جاء نصر اللہ والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجاً فسبح بحمد ربك واستغفرہ انہ کان توابا؛

جب خدا کی مدد اور فتح پہونچ گئی۔ اور تو نے لوگوں کو فوج درفوج دین الٰہی میں داخل ہوتے دیکھ لیا۔ تو اب اپنے پروردگار کی تسبیح وتحمید واستغفار کرو۔ کیونکہ وہی ہے جسکی طرف بازگشت ہے؛

اس سورۃ کے بعد چند بار خصوصًا حجۃ الوداع کے مشہور خطبہ میں خدا کے رسولؐ نے اُمت سے کہدیا تھا۔ کہ میں اب عنقریب دنیا سے چلا جانے والا ہوں، آیت اکملت لکم دینکم کے نزول سے یہ مطلب اور بھی واضح ہوگیا تھا۔ کیونکہ نبیؐ اللہ نے فرمایا تھا۔ کہ میں اسلئے مبعوث ہوا ہوں۔ کہ مکارم اخلاق اور محاسن اعمال کی تکمیل کرجاؤں، اور یہ آیت ظاہر کرتی ہے، کہ وہ مقصد پورا ہوچکا تب نتیجہ یہی ہونا چاہئے، کہ کامیابی کی مسرت اور فیروزی کی خورسندی کے ساتھ آپ اس عالم سے سدھار جائیں۔ اور رفیق اعلیٰ کی رفاقت سے بہرہ وری کا حظ وافر اُٹھائیں؛

آخری رمضان میں ۲۰ یوم کا اعتکاف کیا تھا، حالانکہ ہر سال ۱۰ یوم کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے؛

اور پیاری بیٹی فاطمہ رضؓ سے اسکی وجہ بھی یہی بتلائی تھی، کہ میری موت قریب ہے، شروع ماہ صفر میں خدا کے نبیؐ نے سفر آخرت کی تیاری بھی شروع کر دی، ایک ماہ پیشتر جملہ مہاجرین و انصار کو جمع فرمایا، اور خطبہ ذیل اُن کو سُنایا:-

لوگو! مرحبا - خدا کی سلامتی، حفاظت، نصرت تمھارے ساتھ ہو، خدا تمھیں رفعت، ہدایت اور توفیق عطا فرمائے - خدا تمھیں اپنی پناہ میں رکھے، آفات سے بچائے، اور تمکو سلامت رکھے، میں تمکو تقویٰ کی - اور خدا ترسی کی وصیت کرتا ہوں - اور تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں، اور تمکو اپنا جانشین بناتا ہوں - اور تمکو عذاب الٰہی سے ڈراتا ہوں، اور خیال کرتا ہوں کہ تم بھی لوگوں کو اس سے ڈراتے رہو گے، تم کو لازم ہے، کہ سرکشی، تکبر - بڑھکر چلنے کو خدا کے بندوں - اور خدا کی بستیوں میں نہ پھیلنے دو، آخرت کا گھر اُسی کے لئے ہے جو دنیا میں بڑھکر نہیں چلتے، اور فساد نہیں کرتے، اچھی عاقبت صرف متقین کی ہے، (فرمایا) میں اُن فتوحات کو دیکھ رہا ہوں، جو تمکو حاصل ہونگی، مجھے یہ ڈر نہیں رہا، کہ تم مشرک بن جاؤ گے، لیکن ڈر یہ ہے کہ دنیا کی رغبت اور فتنہ میں پڑکر کہیں ہلاک نہ ہو جاؤ، جیسے پہلی اُمتیں ہلاک ہو گئیں، [1]

(آخر میں فرمایا) سلام تم سب پر، اور اُن سب پر جو آج سے لے کے قیامت تک اسلام کی وساطت سے میری بیعت میں داخل ہوں،

چند روز کے بعد خدا کا نبیؐ کوہ احد پر تشریف لے گیا، اور شہدائے احد کے گنج شہیداں پر الوداعی نماز پڑھی، [2] پھر مدینہ کے گورستان میں آسودگان بقیع پر دعا کے لئے آدھی رات تشریف لے گئے، اور دُعا فرمائی، ہر دو جگہ اِنَّا بِکُم لَلَاحِقُون - کا جملہ پڑھا، گویا اُن کو مژدہ تشریف آوری سُنایا تھا، چند روز کے بعد روز دوشنبہ ۲۹ - صفر کو بیماری کا آغاز ہوا، سخت درد سر اور تپ شدید تھی، ابوسعید خدری رضؓ کا بیان ہے کہ جو رومال خدا کے رسولؐ نے سر سے باندھ رکھا تھا، میں نے اُسے ہاتھ لگایا، بدن سے سینک آتا تھا، بدن ایسا گرم تھا، کہ میرے ہاتھ کو برداشت نہ ہوئی

[1] مسلم عن عقبہ بن عامر - بالمعنی، [2] عن عقبہ بن عامر - صحیح بخاری - کتاب المغازی۔

میں نے تعجب کیا۔ فرمایا، انبیا سے بڑھ کر کسی کو تکلیف نہیں ہوتی، اسی لیے اُن کا اجر بھی زیادہ ہوتا ہے۔

عائشہ صدیقہ رضہ کہتی ہیں، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار ہوتے: تو یہ دعا پڑھکر اپنے ہاتھ جسم پر پھرا لیا کرتے۔

اذہب الباس رب الناس واشف انت الشافی لاشفاء الاشفاءک شفاء لایغادر سقما۔	"اے نسل انسانی کے پالنے والے خطر کو دور فرما دے۔ اور صحت عطا کر۔ شفا دینے والا تو ہی ہے۔ اور اُسی شفا کا نام شفا ہے جو تو عنایت کرتا ہے، ایسی صحت دے، جو کوئی تکلیف باقی نہ چھوڑے۔"

ان دنوں میں میں نے یہ دُعا پڑھی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر دم کر کے چاہا کہ جسم مبارک پر ہاتھوں کو پھرا دوں، آنحضرتؐ نے ہاتھ پرے ہٹا لئے، اور فرمایا۔ اللھم اغفرلی والحقنی بالرفیق الاعلیٰ۔

وفات سے پانچ روز پہلے فرمایا۔ تم سے پہلے ایک قوم ہوئی ہے۔ جو انبیاء و صلحاء کی قبور کو سجدہ گاہ بناتے تھے۔ تم ایسا نہ کرنا۔ (فرمایا) خدا اُن یہودیوں اور نصاریٰ پر لعنت کرے جنہوں نے انبیاء کی قبور کو سجدہ گاہ بنایا ہے۔ (فرمایا) اے خدا میری قبر کو میرے بعد بُت نہ بنا دیجیو، کہ اُس کی پرستش ہوا کرے۔[1] (فرمایا) اُس قوم پر خدا کا سخت غضب ہے جنہوں نے قبور انبیاء کو مساجد بنایا۔ دیکھو میں تمہیں اس سے منع کر رہا ہوں، دیکھو میں تبلیغ کر چکا۔ خدایا تو اس کا گواہ رہ۔ خدایا تو اس کا گواہ رہ۔ انہی دنوں میں سر پر پٹی باندھے، دو شخصوں کے کندھوں پر سہارا دیئے ہوئے مسجد میں تشریف لائے۔ سب کو جمع فرمایا۔ انصار اور مہاجرین کے متعلق مفصل ہدایات اور نصیحتیں فرمائیں۔ پھر فرمایا اگر کسی شخص کا کوئی حق مجھ پر ہو۔ تو طلب کرے۔ ایک نے کہا۔ کہ حضور نے ایک دفعہ مجھ سے ۳ درم لے کر ایک فقیر کو دیئے تھے، وہ اب تک نہیں ملے۔ یہ قرض اُسی وقت

---

[1] موطا امام مالک (المتوفی ۱۰ ربیع ۱۷۹ھ) عن عطا بن یسار۔

ادا کیا گیا، پھر لوگوں نے اپنے اپنے حق میں خدا کے نبی سے دعا اور برکت حاصل کی،

بیماری کے ۱۴ دنوں میں سے گیارہ دن تک مسلمانوں کو خدا کا رسولؐ خود نماز پڑھاتا رہا۔ گیارھویں دن عشا کی نماز کے وقت سے بدن میں جانے کی تین دفعہ آمادگی اور تیاری کی، اور تینوں ہی دفعہ وضو کرتے ہوئے بیہوش ہو گئے، آخر فرمایا، کہ ابوبکرؓ نماز پڑھائے جب ابوبکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلیٰ پر کھڑے ہوئے۔ تو اُن پر اور صحابہ پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ رونے کی آواز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کانوں تک پہونچی، اس وقت طبیعت میں کچھ سکون تھا، اسلئے پھر مسجد میں تشریف لے گئے۔ اور ابوبکرؓ کے برابر بائیں ہاتھ بیٹھکر نماز پڑھائی، اور نماز کے بعد پھر فرمایا،

"مسلمانوں میں تمہیں خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ خدا کی پناہ نگہداشت اور نصرت کے حوالہ کرتا ہوں، خدا تم پر میرا خلیفہ ہے۔ تمہارے تقویٰ اور حفظ طاعت سے وہ تمہاری نگرانی فرمائیگا بس میں اب دنیا سے علحدہ ہونے والا۔ اور اُسے چھوڑ دینے والا ہوں،

گھر میں جو کچھ بھی تھا، وہ راہ خدا میں دے دیا گیا۔ اور سلاحات مسلمانوں کو ہبہ فرمائے، جس رات کی صبح کو انتقال ہوا ہے۔ اُس روز چراغ کا تیل حضرت عائشہ رضؓ نے ایک پڑوسن سے عاریتاً منگوایا تھا، اہلبیت نبویؐ کے پاس دنیا کا اتنا سامان بھی باقی نہ تھا، اور زرہ نبویؐ ایک یہودی کے پاس ۳۰ صاع جو میں گرو رکھی ہوئی تھی[1]،

آخری دن خدا کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صبح کے وقت حجرہ مبارک کا پردہ ہٹایا، جو مسجد کی طرف پڑا ہوا تھا، دیکھا، صفیں درست ہیں مسلمان نماز میں ہیں، تھوڑی دیر تک اس پاک نظارہ کو جو حضور کی پاک تعلیم کا نتیجہ تھا، ملاحظہ فرمایا۔ اس کے دیکھنے سے چہرہ پر بشاشت اور ہونٹھوں پر مسکراہٹ پیدا ہوئی[2]،

صحابہ کا شوق اور اضطراب سے یہ حال ہو گیا تھا۔ کہ چہرہ مبارک کی طرف ہی متوجہ ہو جائیں،

۱؎ بخاری عن عائشہ رضؓ صفحہ ۶۲۰، ۲؎ بخاری عن انس بن مالک رضؓ،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کے اشارہ سے انہیں تسکین دی[۵۱]۔ اور آگے بڑھے اور صبح کی نماز ابوبکر صدیق رضؓ کا مقتدی بن کر ادا فرمائی[۵۲]۔ اس نماز کے بعد پھر دنیا میں آنحضرتؐ پر دوسری فرض نماز کا وقت نہیں آیا۔

نزع کی حالت طاری ہوئی تو پانی کا ایک پیالہ سرھانے رکھا ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں ہاتھ ڈالتے۔ اور چہرہ پر پھرا پھرا لیتے تھے۔ چہرہ مبارک کبھی سرخ، کبھی زرد، پڑ جاتا تھا۔ زبان سے فرما رہے تھے۔ لا اله الا الله۔ ان للموت سکرات[۵۳]۔ اسی حالت میں فاطمہ رضؓ سے فرمایا۔ بیٹی۔ یہی تو شکنندہ لذات۔ قاطع آرزو ہا و شہوات۔ مفرق جماعات بیوہ گردانندہ زوجات۔ یتیم کنندہ بنین و بنات ہے۔ فاطمہ بتول رضؓ رو پڑیں۔ تو دست مبارک سے ان کے آنسو پاک کئے۔ فرمایا۔ نہیں۔ رؤ نہیں۔ پھر حسن و حسین علیہما السلام (سید اشباب اہل الجنۃ) کو بلایا۔ وہ نانا کا یہ حال دیکھ کر رونے لگے۔ آنحضرتؐ نے دونوں کو چوما۔ اور ان کی احترام کے بارہ میں وصیت فرمائی۔ پھر ازواج کو بلایا۔ اور نصائح فرمائیں۔ پھر علی مرتضیٰ رضؓ کو بلایا۔ انہوں نے سر مبارک اپنی گود میں لے لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باتیں کرتے تھے۔ اور تفِ مبارک علی رضؓ کے چہرۂ انور پر پڑ رہا تھا۔ علی رضؓ سے فرمایا۔

"لونڈی۔ غلام کے بارہ میں خدا کو یاد رکھو۔ انہیں خوب کھلاؤ۔ خوب پہناؤ۔ ان کے ساتھ ہمیشہ نرمی سے بات کرو۔" فرمایا۔" علی۔ خوب صبر و شکیب سے رہو۔"

حضرت علی رضؓ باہر چلے گئے۔ تو عائشہ طیبہ رضؓ نے سر مبارک اپنے زانو پر رکھ لیا۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکر آئے۔ ان کے ہاتھ میں تازہ مسواک تھی۔ وہ مسواک بھی کی۔ اسکے بعد زبان مبارک سے نکلا۔ الصلوۃ۔ الصلوۃ۔ وما ملکت ایمانکم۔ نماز نماز۔ اور لونڈی غلام کے حقوق۔ پھر فرمایا۔ اللھم الرفیق الاعلیٰ۔ اے خدا برترین رفیق[۵۴]۔ عائشہ صدیقہ کہتی ہیں۔ کہ پھر آنکھ کی پتلی

---

[۵۱] بخاری عن انس بن مالک باب مرض النبی صفحہ ۶۱۔ [۵۲] رسائل ارکان اربعہ مولانا بحر العلوم۔
[۵۳] بخاری عن عائشہ صفحہ ۶۱۔ [۵۴] بخاری عن عائشہ۔

بدل گئی؛ اور (۱۳- ربیع الاول[1] ۱۱ سنہ ہجری روز دوشنبہ کو بعمرہ دن ۶۳ سال قمری بوقت چاشت[2]) مطابق ۸ جون ۶۳۲ء[3] جسم اطہر سے روح انور نے پرواز کیا؛ انا للہ وانا الیہ راجعون؛ فاطمہ بتول رض نے اس حادثہ پر کہا؛

یا ابتاہ اجاب ربا دعاہ
یا ابتاہ من جنت الفردوس ماواہ
یا ابتاہ الی جبریل ننعاہ[4]

پیارے باپ؛ آپنے دعوت حق کو قبول کیا- اور جنت الفردوس میں نزول فرمایا؛ آہ جبریل کو آپکے انتقال کی خبر کون پہونچا سکتا ہے- (اب وحی کس پر آئے گی- اور جبریل کہاں اُترے گا)؛

الٰہی روح فاطمہ کو روح محمد کے پاس پہونچا دے؛ الٰہی مجھے دیدار رسول سے مسرور بنا دے الٰہی مجھے اس مصیبت کے ثواب سے تو بے نصیب نہ کر؛ اور روز محشر کو شفاعت محمد سے محروم نہ رکھ؛ (آمین)؛

عائشہ طیبہ رض نے اس ہائلہ پر کہا؛

دریغ وہ نبی؛ جسنے فقر کو غنا پر؛ اور درویشی کو تونگری پر اختیار کیا؛

حیف وہ دین پرور؛ جو اُمت عاصی کے فکر میں کبھی پوری رات آرام سے نہ سُویا؛

---

[1] یہ مسلم ہے- کہ حج جمعہ کا تھا؛ یعنی ذالحج کی پہلی پنجشنبہ کو تھی- اب ذالحج- محرم- صفر- تین مہینے درمیان ہیں؛ یہ مہینے اگر تیس تیس دن کے تھے- تو ۹۰ دن کے بعد ربیع کی پہلی چارشنبہ کو ہوگی- اور اس حساب سے دوشنبہ کو ۱۳- تاریخ ہوگی- نہ کہ ۱۲- اور یہی مختار ہے؛ اگر ایک مہینہ ۲۹ کا؛ دو ۳۰-۳۰ کے ہیں تو ربیع کی پہلی سہ شنبہ کو ہوگی- اور دوشنبہ کو ۱۴؛ جس کا کوئی قائل نہیں- اگر تینوں ۲۹ کے ہوں- تب دوشنبہ کا دن ۱۶ ربیع کو ہوگا؛ جس کا کوئی قائل نہیں؛ پس ان ہر سہ ماہ کو خواہ ۳۰-۳۰ کا لو- خواہ ۲۹ کا؛ خواہ دو کو ۲۹ کا- خواہ دو کو ۳۰ کا؛ خواہ ایک کو ۲۹ کا؛ خواہ ایک کو ۳۰ کا- غرض ۱۲- ربیع کو دوشنبہ کا دن کسی طرح نہیں آسکتا؛ حالانکہ دوشنبہ کا دن سب کے نزدیک متحقق و مسلم ہے- ثابت ہوا- انتقال مبارک کی صحیح تاریخ ۱۳- ربیع الاول ہے؛ فقط- محمد سلیمان

[2] صفوة النہار تاریخ ابو الفدا؛ [3] بعمر ۶۱ سال ۵۱ یوم شمسی؛

[4] عن انس صحیح بخاری باب مرض النبی؛

جسنے ہمیشہ بڑے استقامت واستقلال سے نفس کے ساتھ محاربہ کیا؛

جسنے منہیات کو ذرا بھی نگاہ التفات سے نہ دیکھا؛

جسکے ضمیر منیر کے دامن پر مخالفین کے ایذا و اضرار کا ذرہ بھی غبار نہ بیٹھا؛

جسنے بر و احسان کے دروازے ارباب فقر و احتیاج پر کبھی بھی بند نہ کئے؛

آہ .... جسکے موتی جیسے دانت پتھر سے توڑے گئے؛

جسکی پیشانی انور کو زخمی کیا گیا؛

وہ .... جس نے کبھی دو دن برابر نان جویں سیر ہو کر نہ کھائی؛

(آج دنیا سے رخصت ہوا[۵۱]

خبر وفات سے صحابہ سراسیمہ و حیران، دیوانہ و سرگردان بن گئے؛ کوئی جنگل میں نکل بھاگا کوئی ششدر ہو کر جہاں تھا وہیں رہ گیا؛ عمر فاروق رضہ کا یہ حال تھا کہ اُنہیں یقین ہی نہ آتا تھا کہ خدا کے رسولؐ نے اِنتقال فرمایا؛

ابو بکر صدیق رضہ گھر میں گئے؛ جسم اطہر کو دیکھا؛ مونہہ سے مونہہ لگایا؛ پیشانی کو چوما؛ اور پھر آنسو بہائے؛ زبان سے کہا؛ میرے پدر و مادر حضور پر نثار۔ واللہ۔ اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں وارد نہ کرے گا؛ یہی ایک موت تھی؛ جو آپ پر لکھی ہوئی تھی۔ پھر مسجد میں آکر وفات پر آیات کے اعلان کا خطبہ پڑھا[۵۲] فرمایا:۔

اما بعد۔ فمن کان منکم یعبد محمداً فان محمداً قد مات ومن کان منکم یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت۔

جو کوئی محمدؐ کی عبادت کرتا تھا وہ سن لے۔ کہ وہ اِنتقال کر گئے؛ اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا۔ وہ یاد رکھے؛ کہ اللہ تعالیٰ دائم و ہمیشہ زندہ ہے؛ اللہ تعالیٰ نے

---

۵۱ مدارج النبوۃ - واضح ہو - کہ مدت قیام نبوی بعالم دنیوی - بائیس ہزار تین سو تیس دن چھ گھنٹے ہے؛ (۲۲۳۳۰ دن — ۶ گ) اور مدت قیام بہ تبلیغ رسالت آٹھ ہزار ایک سو پچپن دن ہے؛ (۸۱۵۵ — ۰) محمد سلیمان؛

۵۲ صحیح بخاری عن عائشہ رضہ؛

قال الله وما محمد الا رسول قد خلت
من قبله الرسل۔ افان مات
او قتل انقلبتم علی اعقابکم
ومن ینقلب علی عقبیه فلن
یضر الله شیئاً۔ وسیجزی الله
الشاکرین؛

فرمایا ہے محمدؐ بھی تو ایک رسول ہیں۔ اُن سے پہلے بہت سے رسول پیغمبر ہو چکے ہیں؛ کیا اگر محمدؐ نے وفات پائی یا شہید ہوئے تو تم لوگ الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؛ اگر بالفرض کوئی شخص پھر بھی جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کو کیا ضرر پہونچا سکتا ہے؛ اور اللہ تعالیٰ تو شکرگزار (اسلام کے پکے) لوگوں کو اُن کی جزا عطا فرمائے گا؛

علی مرتضیٰؑ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیتے وقت یہ کہہ رہے تھے :-

بابی انت وامی لقد انقطع بموتك
مالم ینقطع بموت غیرك من
النبوة والانباء واخبار السماء
خصصت حتی صرت مسلیاً
عمن سواك وعممت حتی صار
الناس فیك سواءً ولولا انك
امرت بالصبر ونهیت عن الجزع
لانفدنا علیك ماء الشئون
ولکان الداء مماطلاً والکمد
محالفاً وقلّا لك ولکنه مالا یملك
رده ولا یستطاع دفعه۔ بابی
انت وامی اذکرنا عند ربك
واجعلنا من بالك؛ [1]

میرے مادر و پدر آپ پر قربان؛ آپ کی موت سے وہ چیز جاتی رہی۔ جو کسی دوسرے کی موت سے نہ گئی تھی؛ یعنی نبوت اور اخبار غیب۔ اور وحی ہائے آسمانی کا خاتمہ ہوگیا؛ آپ کی موت ایسا صدمہ عظیم ہے کہ اب سب مصیبتوں سے دل سرد ہوگیا ہے؛ اور ایسا عام حادثہ ہے کہ سب لوگ اس میں یکساں ہیں؛ اگر آپ نے صبر کے لئے حکم نہ دیا ہوتا۔ اور رونے دھونے سے منع نہ فرمایا ہوتا۔ تو ہم آنسوؤں کو آپ پر بہا دیتے؛ پھر بھی یہ درد لا علاج اور یہ زخم لازوال ہی ہوتا؛ اور پھر بھی اس مصیبت کے مقابلہ میں یہ حالت کم ہوتی۔ اس غم کا علاج ہی نہیں؛ اور یہ مصیبت جانے والی ہی نہیں۔ میرے مادر و پدر قربان پروردگار کے ہاں ہمارا ذکر فرمانا اور ہمکو اپنے دل سے بھول نہ جانا؛

[1] نہج البلاغۃ صفحہ ۲۰۵۔ چاپ دارالسلطنت تبریز سنہ ۱۲۶۷ ہجری؛

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفنایا گیا۔ پہلے کنبے والوں نے۔ پھر مردوں نے، پھر عورتوں نے۔ پھر بچوں نے نماز پڑھی۔ اس نماز میں امام کوئی نہ تھا۔ حجرہ مبارک چونکہ تنگ تھا۔ اس لئے دس دس شخص اندر جاتے تھے[۵۱]، جب وہ نماز سے فارغ ہو کر باہر آتے۔ اور دس اندر جاتے تھے۔ یہ سلسلہ لگاتار جاری رہا۔ اسی لئے تدفین مبارک شب چہارشنبہ کو (قریباً ۳۲ گھنٹہ بعد از انتقال) عمل میں آئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ میں یہ دعا پڑھی جاتی تھی:-

ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ اللھم ربنا لبیک وسعدیک صلوۃ اللہ البر الرحیم۔ والملائکۃ المقربین والنبیین والصدیقین والصالحین وما سبح لک من شیء یارب العلمین علی محمد بن عبد اللہ خاتم النبیین وسید المرسلین وامام المتقین ورسول رب العلمین الشاھد البشیر الداعی باذنک السراج المنیر وبارک علیہ وسلم[۵۲]

باب

خلق محمدی صلے اللہ علیہ وسلم

جو واقعات لکھے جا چکے ہیں۔ اُن سے مختصر طور پر اُن مشکلات کا اندازہ بخوبی ہوتا ہے جن کا سامنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت کے اظہار، اپنی تعلیم کی اشاعت۔ اور اُس تعلیم کے قبول کرنے والوں کی حفاظت میں کرنا پڑا۔

ایک ایسے ملک میں جہاں کوئی حکومت اور قانون نہ ہو۔ جہاں خونریزی اور قتل معمولی بات ہو جہاں کے باشندے وحشت اور غارتگری میں درندوں کے مشابہ۔ جہالت اور لاعقلی میں

[۵۱] اصول کافی صفحہ ۲۸۶ باب مولد النبی ۔ [۵۲] مدارج النبوۃ ۔

انعام سے بدتر ہوں، ایک ایسے دعوی کا پیش کرنا جو تمام ملک کے نزدیک عجیب، اور جملہ قبائل میں مخالفت کی فوری آگ لگا دینے والا ہو، کچھ آسان نہ تھا، پھر اُس دعوے کا ایسی حالت میں سرسبز ہونا کہ کروڑوں اشخاص کی انتہائی مخالفت اُس کے ملیامیٹ کرنے پر دل سے جان سے زر سے مال سے سالہا سال متفق رہی ہو، بالکل تائید ربانی کا ثبوت ہے؛

گزشتہ واقعات کے ضمن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و محاسن صفات و محامد کی چمک ایسی نمایاں ہے، جیسے ریت میں کُندن، اور ان واقعات ہی سے یہ پتہ لگتا ہے کہ مظلومی و بیچارگی اور قوۃ و سطوۃ کی متضاد حالتوں میں یکساں سادگی و غربت کے ساتھ زندگی پورا کرنیوالا صرف وہی ہو سکتا ہے، جسکے دل پر ناموس الٰہی نے قبضہ کر لیا، اور اُسے علائق دنیوی سے پاک کر دیا ہو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے مبارک واقعات ہر ملک اور ہر طبقہ کے فرد اور جماعتوں کے لیے بہترین نمونہ اور مثال ہیں، اس باب کی تحت میں مَیں مختصر طور پر آنحضرتؐ کے اخلاق کا جو علمنی ربی فاحسن تادیبی کا مصداق ہیں ذکر کروں گا؛

خُلق محمدیؐ ایسا لفظ ہے، کہ اب بہترین بزرگوں کے عادات و اخلاق، اطوار و شمائل کے اظہار کے لئے مشبہ بہ بن گیا ہے؛

مَیں اس جگہ کمالات نبوت اور خصوصیات نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا ذکر نہیں کرونگا؛ صرف وہ سادہ حالات لکھنے مقصود ہیں، جن کو کوئی سعادت مند ازلی اپنے لئے نمونہ بنا سکتا ہے، ولکم فی رسول اللہ اُسوۃ حسنہ۔ تمہارے لئے رسول اللہ کا بہترین نمونہ موجود ہے؛

سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُمّی تھے، لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے، اور بعثت نبوۃ کے زمانہ تک کسی عالم کی صحبت بھی میسر نہ ہوئی تھی؛

تیر افگنی، شہسواری، نیزہ بازی، سجع گوئی، قصیدہ خوانی، نسب دانی اُس زمانہ کے ایسے فنون تھے، جنہیں شریف خاندان کا ہر ایک نوجوان حصول شہرت اور عزت کے لئے ضرور سیکھ لیا کرتا تھا، اور جن کے بغیر کوئی شخص ملک اور قوم میں کوئی عزت یا امتیاز حاصل نہ کر سکتا تھا، نبی صلعم نے

ان فنون میں سے کسی کو بھی (اکتساباً) حاصل نہ کیا تھا، اور نہ کسی پر اپنی دلچسپی کا اظہار کیا تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرنچ پروفیسر سیڈیو لکھتا ہے :-

آنحضرتؐ خندہ رو، ملنسار، اکثر خاموش رہنے والے، بکثرت ذکر خدا کرنے والے، لغویات سے دور، بیہودہ پن سے نفور، بہترین رائے، بہترین عقل والے تھے۔

انصاف کے معاملے میں قریب و بعید آنحضرتؐ کے نزدیک برابر ہوتا تھا، مساکین سے محبت فرمایا کرتے، غربا میں رہ کر خوش ہوتے، کسی فقیر کو اسکی تنگدستی کی وجہ سے حقیر نہ سمجھا کرتے، اور کسی بادشاہ کو بادشاہی کی وجہ سے بڑا نہ جانتے، اپنے پاس بیٹھنے والوں کی تالیف قلوب کرتے، جاہلوں کی حرکات پر صبر فرمایا کرتے، کسی شخص سے خود علیحدہ نہ ہوتے، جبتک کہ وہی نہ چلا جائے، صحابہ سے کمال محبت فرمایا کرتے، سفید زمین پر (بلا کسی مسند و فرش کے) نشست فرمایا کرتے، اپنے جوتہ کو خود گانٹھ لیتے، اپنے کپڑے کو خود پیوند لگا لیتے تھے[۱]، دشمن اور کافر سے بکشادہ پیشانی ملا کرتے تھے[۲]۔

حجۃ الاسلام غزالی رحمہ لکھتے ہیں :-

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مویشی کو چارا خود ڈال دیتے، اونٹ کو باندھتے، گھر میں صفائی کر لیتے، بکری دوہ لیتے، خادم کے ساتھ بیٹھکر کھا لیتے، خادم کو اُس کے کام کاج میں مدد دیتے بازار سے چیز خود جا کر خرید لیتے، خود اُسے اُٹھا لاتے، ہر ادنیٰ و اعلیٰ خورد و بزرگ کو سلام پہلے کر دیا کرتے، جو کوئی ساتھ ہو لیتا، اُس کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر چلا کرتے، غلام و آقا، حبشی و ترکی میں ذرا تفاوت نہ کرتے، رات دن کا لباس ایک ہی رکھتے، کیسا ہی کوئی حقیر شخص دعوت کے لئے کہتا، قبول فرما لیتے، جو کچھ کھانا سامنے رکھ دیا جاتا، اُسے برغبت کھاتے، رات کے کھانے میں سے صبح کے لئے، اور صبح کے کھانے میں سے شام کے لئے اُٹھا نہ رکھتے، نیکو خو، کریم الطبع، کشادہ رو تھے، مگر ہنستے نہ تھے۔

---

[۱] خلاصۃ تاریخ العرب پروفیسر سیڈیو صفحہ ۴۴۔ + [۲] شفاء عیاض صفحہ ۳۱۲۔ +

اندوہگین تھے، مگر ترش رو نہ تھے؛

متواضع، جس میں دناءت نہ تھی؛

باہیبت، جس میں درشتی نہ تھی؛

سخی تھے، مگر اسراف نہ تھا؛

ہر ایک پر رحم فرمایا کرتے۔ کسی سے کچھ طمع نہ رکھتے؛ سر مبارک کو جھکائے رکھتے تھے؛[۵۱]

حکیم الامۃ شاہ ولی اللہ رح لکھتے ہیں:۔

جو کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یکبارگی آجاتا، وہ ہیبت زدہ ہو جاتا۔ اور جو کوئی پاس آبیٹھتا وہ فدائی بن جاتا ہے[۵۲]

کنبہ والوں اور خادموں پر بہت زیادہ مہربان تھے۔ انس رضی اللہ عنہ نے دس سال تک خدمت کی، اس عرصہ میں انھیں کبھی اُف (ہوںھ) تک نہ کہا؛ زبان مبارک پر کبھی کوئی گندی بات یا گالی نہیں آتی تھی، کسی پر لعنت نہ کیا کرتے۔ دوسرے کی اذیت و آزار پر نہایت صبر کیا کرتے؛ خلق خدا پر نہایت رحمت فرماتے۔ ہاتھ یا زبان مبارک سے کبھی کسی کو شر نہ پہونچا۔ کُنبہ کی اصلاح، اور قوم کی درستی پر نہایت توجہ فرماتے؛ ہر شخص اور ہر چیز کی قدر و منزلت سے آگاہ تھے۔ آسمانی بادشاہت کی جانب ہمیشہ نظر لگائے رکھتے تھے۔[۵۳]

صحیح بخاری میں ہے:۔

آنحضرت مطیع کو بشارت پہنچاتے؛ عاصی کو ڈر سناتے۔ بے خبروں کی پناہ۔ خدا کے بندہ و رسول۔ جملہ کاروبار کو اللہ پر چھوڑ دینے والے نہ درشت خو؛ نہ سخت گو، چیخ کر نہیں بولتے؛ بدی کا بدلہ ویسا ہی نہیں لیتے، معافی مانگنے والے کو معاف فرمایا کرتے، گناہگار کو بخش دیتے۔ اُن کا کام کجی ہائے مذاہب کو درست کر دینا ہے۔ اُن کی تعلیم اندھوں کو آنکھیں، بہرہ کو کان دیتی؛ غافل

---

۵۱ کیمیائے سعادت مصنفہ امام غزالی رح (المتوفی ۵۰۵ھ) صفحہ ۲۸۰ مطبوعہ نولکشور ۱۸۹۲ء؛

۵۲ یہ فقرہ سیدنا علی مرتضیٰ رض کے کلام کا ترجمہ ہے، فرماتے ہیں:۔ من رآہ بدیھۃً ھابہ ومن خالطہ معرفۃً احبہ

۵۳ حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۳۸۵؛ +

دلوں کے پردے اُٹھادیتی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک خوبی سے آراستہ، جملہ اخلاق فاضلہ سے متصف، سکینہ اُن کا لباس، نکوئی اُن کا شعار، تقویٰ اُن کا ضمیر، حکمت اُن کا کلام عدل اُن کی سیرت ہے، اُن کی شریعت سراپا راستی، اُن کا ملت اسلام، ہدایت اُنکی رہنما ہے، وہ ضلالت کو اُٹھا دینے والے، گمناموں کو رفعت بخشنے والے، مجہولوں کو نامور کر دینے والے، قلت کو کثرت، اور تنگ دستی کو غنی سے بدل دینے والے ہیں[لہ]۔

سکوت اور کلام

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر خاموش رہا کرتے تھے، بلاضرورت کبھی گفتگو نہ فرمایا کرتے آنحضرت نہایت شیریں کلام اور بکمال فصیح تھے، کلام میں آورد ذرا نہ تھی گفتگو ایسی دل آویز ہوتی تھی کہ سُننے والے کے دل و روح پر قبضہ کر لیتی تھی، آنحضرت کا یہ وصف ایسا مسلمہ تھا کہ مخالف بھی اسکی شہادت دیتے تھے، اور جاہل دشمن اسی کا نام سحر و جادو رکھا کرتے،

سلسلہ سخن ایسا مرتب ہوتا تھا، جس میں لفظاً معناً کوئی خلل نہ ہوتا، الفاظ ایسی ترتیب سے ادا فرمایا

لہ یسیاہ نبی کی کتاب کا ۴۲ باب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے، اس باب کے مندرجہ ذیل ورس ناظرین اس جگہ ملاحظہ کریں، دیکھو میرا بندہ جسے میں سنبھالتا۔ میرا برگزیدہ جس سے میرا جی راضی ہے، میں نے اپنی روح اُس پر رکھی۔ وہ قوموں کے درمیان عدالت جاری کرائیگا، ۲۔ وہ نہ چلائیگا، اور اپنی صدا بلند نہ کریگا، اور اپنی آواز بازاروں میں نہ سُنائیگا۔ ۳ وہ مسلے ہوئے سینٹھے کو نہ توڑیگا، اور دھکتی ہوئی بتی کو نہ بجھائیگا۔ وہ عدالت کو جاری کرائیگا، کہ دائم رہے، ۴۔ اُسکا زوال نہ ہوگا، اور نہ مسلا جاویگا، جبتک راستی کو زمین پر قایم نہ کرے، اور بحری ممالک اُسکی شریعت کی راہ تکیں، ۵۔ خداوند خدا جو آسمانوں کو خلق کرتا اور انہیں تانتا جو زمین کو اور انہیں جو اُس سے نکلتے ہیں پھیلاتا، اور اُن لوگوں کو جو اُس پر ہیں سانس دیتا۔ اور اُن کو جو اُس پر چلتے ہیں روح بخشتا، یوں فرماتا ہے، ۶۔ میں خداوند نے تجھے صداقت کے لئے بلایا، میں ہی تیرا ہاتھ پکڑونگا اور تیری حفاظت کرونگا۔ اور لوگوں کے عہد اور قوموں کے نور کے لئے تجھے دونگا، ۷۔ کہ تو اندھوں کی آنکھیں کھولے اور بند ہوؤں کو قید سے نکالے، اور اُن کو جو اندھیرے میں بیٹھے ہیں، قید خانے سے چھڑا دے" تمام باب ملاحظہ طلب ہے پادری ان الفاظ کو مسیح کے لئے کہتے ہیں، لیکن یہ الفاظ تو اُس کے حق میں ہیں، جسے خدا کہتا ہے "میرا بندہ" اور پادریوں کو انکار ہے اور اقرار نہیں، کہ مسیح خدا کا بندہ تھا، معہذا ورس ۱۱ میں بیابان عرب کا ذکر ہے، اور قیدار کا نام موجود ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا کا نام ہے، نیز سلع کا ذکر ہے۔ جو مدینہ طیبہ کا قدیم نام ہے اور مدینہ کے اندر جو پہاڑی ہے وہ اب تک اسی نام سے موسوم ہے، ورس ۱۳ میں اس موعود کا جنگی مرد ہونا بیان کیا گیا ہے، ورس ۱۷ میں ذکر ہے کہ بت پرستوں کو اُس سے ذلت و پشیمانی حاصل ہوگی وغیرہ وغیرہ۔ یہ جملہ علامات ایسی ہیں جو مسیح علیہ السلام پر صادق نہیں، اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خصوصیت رکھتی ہیں کعب[رض] احبار اس مقام کو خاص آنحضرت کے لئے ہی بتلایا کرتے تھے۔

کرتے کہ اگر سننے والا چاہے، تو الفاظ کا شمار کر سکتا تھا۔[۱]

ہنسنا رونا | نبی صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کھل کھلا کر ہنسا نہ کرتے تھے، تبسم ہی آپ کا ہنسنا تھا۔

نماز تہجد میں بسا اوقات آنحضرت رو پڑا کرتے۔

کبھی کسی مخلص کے مرنے پر آب دیدہ ہو جاتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابراہیم سلام اللہ علیہ دودھ پیتے میں گزر گئے تھے۔

جب انہیں قبر میں رکھا گیا تو حضورؐ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ فرمایا۔

تدمع العین ویحزن القلب ولا نقول الا ما یرضی ربنا وانا علیک یا ابراھیم لمحزونون۔ | آنکھوں میں نم ہے۔ دل میں غم ہے، پھر بھی ہم وہی بات کہتے ہیں جو ہمارے پروردگار کو پسندیدہ ہے ابراہیم! ہم کو تیری وجہ سے رنج ہوا۔

ایک دفعہ اپنی نواسی سانس توڑتی (دختر زینبؓ) کو گود میں اٹھایا۔ اس وقت حضورؐ کی آنکھوں میں پانی بھر آیا۔ سعدؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ کیا۔ فرمایا یہ وہ رحمدلی ہے جو خدا اپنے بندوں کے دلوں میں بھر دیتا ہے۔ اور اللہ بھی اپنے انہیں بندوں پر رحم کرے گا جو رحمدل ہیں۔ (بخاری عن اسامہ بن زید) کتاب الایمان والنذور۔

ایک دفعہ ابن مسعودؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید سنا رہے تھے۔ جب وہ اس آیت پر پہنچے۔

فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید وجئنا بک علی ھؤلاء شھیدا۔ | تب کیسی ہو گی جب ہر ایک امت پر خدا ایک ایک گواہ کھڑا کریگا اور آپ کو ہم سب امتوں پر شہادت کیلئے کھڑا کرینگے۔

فرمایا۔ بس ٹھہرو۔ ابن مسعودؓ نے آنکھ اٹھا کر دیکھا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے پانی جاری تھا۔ (بخاری عن ابن مسعودؓ)

غذا کے متعلق ہدایت | رات کو بھوکا سونے سے منع فرماتے۔ اور ایسا کرنے کو بڑھاپے کا سبب فرماتے۔[۲] کھانا کھاتے ہی سو جانے سے منع فرمایا کرتے۔[۳]

---

[۱] زاد المعاد۔ جلد ۱ صفحہ ۴۴۔ [۲] زاد المعاد۔ جلد ۲ صفحہ ۸۰۔ [۳] زاد۔ جلد ۲ صفحہ ۸۰۔ بحوالہ نعیم۔

تقلیل غذا کی رغبت دلایا کرتے؛ فرمایا کرتے کہ معدہ کا ایک تہائی حصہ کھانے کے لئے۔ ایک تہائی پانی کے لئے؛ ایک تہائی حصہ خود معدہ کے لئے چھوڑ دینا چاہیے[۵۱]۔

پھلوں؛ ترکاریوں کا استعمال اُن کی مصلح چیزوں کے ساتھ فرمایا کرتے[۵۲]۔

مرض ومریض متعدی امراض سے بچا رکھتے۔ اور تندرستوں کو اس سے محتاط رہنے کا حکم دیا کرتے[۵۳]۔

بیمار کو طبیب حاذق سے علاج کرانے کا ارشاد فرماتے[۵۴]۔ اور پرہیز کرنے کا حکم دیتے[۵۵]۔

طبیب نادان نادان طبیب کو طبابت سے منع کیا کرتے۔ اور اُسے مریض کے نقصان کا ذمہ وار ٹھہراتے[۵۶]

حرام اشیاء کو بطور دوا استعمال کرنے سے نہی فرماتے؛ ارشاد فرماتے: اللہ نے حرام چیزوں میں تمہارے لئے شفا نہیں رکھی[۵۷]۔

عیادت بیماران صحابہ رضؓ سے جو کوئی بیمار ہو جاتا اسکی عیادت فرمایا کرتے؛ عیادت کے وقت مریض کے قریب بیٹھ جاتے؛ بیمار کو تسلی دیتے۔ لاباس طہور (یا کفارہ) انشاء اللہ فرمایا کرتے۔ مریض کو پوچھ لیتے؛ کہ کس چیز کو دل چاہتا ہے؛ اگر وہ شئے اُسکے مضر نہ ہوتی؛ تو اسکا انتظام کر دیا کرتے؛ ایک یہودی لڑکا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا؛ اسکی عیادت کو بھی تشریف لے گئے[۵۸]۔

علاج حالت مرض میں دوا کا استعمال فرمایا؛ اور لوگوں کو علاج کرنیکا ارشاد فرماتے :-

---

۵۱ زاد۔ جلد ۲ صفحہ ۷؛ ۵۲ زاد۔ جلد ۲ صفحہ ۳۵؛

۵۳ زاد المعاد جلد ۲ صفحہ ۵۔ بہ تمسک حدیث صحیح مسلم عن جابر بن عبد اللہ و صحیح بخاری تعلیقاً من حدیث ابی ہریرہؓ وصحیحین عن حدیث ابی ہریرہ؛ واضح ہو کہ ترمذی کی حدیث "اخذ بید مجذوم" کو ابن القیم رح نے لکھا ہے، کہ اسکی صحت ثابت نہیں ہوئی؛ اور ابی ہریرہؓ کی حدیث لاعدوی ولا طیرہ، صحیح میں ہے مگر ابی ہریرہؓ کو خود اس حدیث کی بابت شک پیدا ہو گیا تھا؛ اور انھوں نے اس حدیث کی روایت کو ترک کر دیا تھا؛ افادت ابن القیم رح؛

۵۴ زاد جلد ۲ صفحہ ۴۶؛ ۵۵ زاد جلد ۲ ص ۳۰؛ ۵۶ زاد جلد ۲ صفحہ ۴۷؛ ۵۷ زاد۔ جلد ۲ صفحہ ۵۳ بحوالہ بخاری عن ابن مسعودؓ؛ ۵۸ زاد۔ جلد ۱ صفحہ ۱۴۳؛

یا عباد اللہ تداووا۔ فان اللہ عزوجل لم یضع داء الا وضع لہ شفاء غیر داء واحد۔ قالوا ما ھو۔ قال الھرم[۱]	اے بندگان خدا دوا کیا کرو۔ کیوں کہ خدا نے ہر مرض کی شفا مقرر کی ہے۔ بجز ایک مرض کے۔ لوگوں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ فرمایا۔ کھوسٹ بڑھاپا۔

خطبہ خوانی

زمین یا منبر پر کھڑے ہو کر۔ یا شتر و ناقہ پر سوار ہو کر خطبہ فرمایا کرتے۔ جس کا آغاز تشہد سے اور اختتام استغفار پر ہوا کرتا۔ قرآن مجید اس خطبہ میں ضرور ہوتا۔ اور قواعد اسلام کی تعلیم اس خطبہ میں دی جایا کرتی تھی۔

کان یخطب فی کل وقت بما تقتضیہ حاجۃ المخاطبین ومصلحتھم (زاد۔ جلد ا صفحہ ۴۹)	خطبہ میں وہ باتیں ضرور بیان کی جاتی تھیں۔ جنکی بر وقت مسلمانوں کو ضرورت ہوتی اور وقت و ضرورت کے اعتبار سے خطبہ میں سب کچھ بیان ہوا کرتا۔

ایسے خطبے جمعہ کے دن ہی پر موقوف نہ ہوتے۔ بلکہ جب ضرورت اور موقعہ ہوتا۔ تب ہی لوگوں کو کلام پاک سے مستفید فرما دیا کرتے تھے۔

خطبہ کے وقت ہاتھ میں کبھی عصا ہوتا۔ کبھی کمان۔ ان پر اثنائے تقریر میں ٹیک بھی لگا لیا کرتے تھے۔ خطبہ کے وقت تلوار کبھی ہاتھ میں نہ ہوتی تھی۔ نہ اُس پر ٹیک لگایا کرتے۔

علامہ ابن القیم کہتے ہیں " جاہلوں کا قول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تلوار لے کر کھڑے ہوا کرتے تھے۔ گویا اشارہ یہ تھا کہ دین بزور شمشیر قایم کیا گیا ہے"۔ علامہ کہتے ہیں۔ جہال کا یہ قول غلط ہے۔ (۱) تلوار پر خطبہ میں ٹیک لگانا ثابت نہیں۔ (۲) خطبہ خوانی کا آغاز مدینہ میں ہوا تھا۔ اور مدینہ بذریعہ قرآن فتح ہوا تھا۔ نہ بذریعہ تلوار۔ پھر علامہ موصوف یہ بھی بتلاتے ہیں۔ کہ دین تو وحی سے قائم ہوا ہے[۲]۔

صدقہ و ہدیہ

صدقہ کی کوئی چیز ہرگز استعمال نہ کرتے۔ البتہ ہدیہ قبول فرماتے۔ مخلصین صحابہ نیز عیسائی اور یہودی جو چیزیں تحفۃً بھیجتے۔ انہیں قبول فرما لیتے۔ اُن کے لئے

---

[۱] زاد جلد ۲ صفحہ ۵ بحوالہ مسند امام احمد رح (المتوفی سنہ ۲۴۱ھ)۔ [۲] زاد جلد ا صفحہ ۴۹۔

خود بھی تحفے ارسال فرماتے، مگر مشرکین کے ہدایا لینے سے انکار فرماتے؛

مقوقس شاہ مصر کے بھیجے ہوئے خچر پر حضورؐ نے سواری فرمائی، اور جنگ حنین کے دن وہی خچر آنحضرتؐ کی سواری میں تھا، لیکن عامر بن مالک کے بھیجے ہوئے گھوڑے کو قبول کرنے سے انکار فرما دیا، اور ارشاد کیا، کہ ہم مشرک سے ہدیہ قبول نہیں کرتے[1]

جو قیمتی تحائف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا کرتے اکثر اوقات انہیں آنحضرتؐ اپنے صحابہ پر تقسیم فرما دیا کرتے؛

اپنی تعریف اپنی ایسی تعریف جس سے کسی دوسرے نبی کی کمی نکلتی پسند نہ فرمایا کرتے، اور ارشاد کرتے؛

لا تخیروا بین الانبیاء (بخاری عن ابو سعید خدریؓ) نبیوں کے ذکر میں ایسی طرز اختیار نہ کرو کہ ایک کی دوسرے کے مقابلہ میں کمی نکلتی ہو؛

ایک بیاہ میں تشریف لے گئے، وہاں چھوٹی چھوٹی لڑکیاں اپنے بزرگوں کے تاریخی کارنامے گا رہی تھیں، انہوں نے یہ بھی گایا، کہ ہمارے درمیان ایسا نبی ہے، جو کل (فردا) کی بات آج بتا دیتا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ یہ نہ کہو[2]، جو پہلے کہتی تھیں، وہی کہے جاؤ؛

اظہار حقیقت یا خوش عقیدہ پن کی اصلاح سیدنا ابراہیم فرزند رسولؐ کا انتقال ہو گیا، اُس روز سورج گرہن بھی ہوا، لوگ کہنے لگے، کہ ابراہیم کی موت کی وجہ سے سورج بھی گہنا یا گیا؛

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے مجمع میں خطبہ پڑھا، اور فرمایا، سورج، چاند کسی کے مرنے یا جینے پر نہیں گہنایا کرتے[3]

مصلحت عامہ کا لحاظ جب قریش نے اسلام سے پہلے کعبہ کی عمارت بنائی، تو انہوں نے کچھ تو عمارت ابراہیمی میں سے اندر کی جگہ باہر چھوڑ دی، پھر کرسی اتنی اونچی رکھی کہ زینہ لگانا پڑے اور بیت اللہ میں دروازہ بھی صرف ایک ہی رکھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز عائشہ طیبہؓ سے

---

[1] زاد جلد ۲ صفحہ ۱۶۱، [2] صحیح بخاری عن ربیع بنت معوذ، [3] بخاری عن مغیرہ بن شعبہ؛

فرمایا: کہ

لولا ان قومك حديث عهدهم (بكفر) لنقضت الكعبة فجعلت لها بابين باب يدخل الناس وباب يخرجون منه[۵۱]

قریش کو مسلمان ہوئے تھوڑے ہی دن ہوئے ہیں ورنہ میں اس عمارت کو گرا دیتا۔ کعبہ میں دو دروازے رکھتا، ایک آنے کا ایک جانے کا؛

(۲) جب منافقین کے شر انگیز افعال و حرکات حد سے بڑھ گئے، تو عمر فاروق رضؓ نے عرض کیا، کہ انہیں قتل کر دینا چاہیئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نہیں (بے خبر) لوگ کہینگے کہ محمدؐ اپنے دوستوں کو قتل کرنے لگا؛

بشریت و رسالت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان احکام و اعمال کو جو شانِ رسالت سے ظاہر ہوتے اُن افعال و اقوال سے جو بطور بشریت صادر ہوتے، ہمیشہ نمایاں طور پر علیحدہ علیحدہ دکھلانے کی سعی فرماتے؛

(۱) ایک دفعہ فرمایا، میں بشر ہوں، میرے سامنے جھگڑے آتے ہیں، بعض شخص دوسرے فریق سے اپنے مدعا کو بہتر طریق پر ادا کرنے والا ہوتا ہے۔ جس سے گمان ہو جاتا ہے، کہ وہ سچا ہے، اور میں اُسی کے حق میں فیصلہ کر دیتا ہوں۔ پس اگر کسی شخص کو کسی مسلمان کے حصہ میں سے اُس فیصلہ کے بموجب کچھ ملتا ہو۔ تو وہ سمجھ لے۔ کہ یہ ایک آگ کا ٹکڑہ ہے۔ اب خواہ لے، خواہ چھوڑ دے[۵۲]؛

(۲) بریرہ لونڈی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مغیث اُس کے شوہر کی سفارش کی، جس سے وہ بوجہ آزادی (حریت) علیحدہ ہو چکی تھی۔ بریرہ نے پوچھا، یا رسول اللہ، کیا آپ حکم دے رہے ہیں فرمایا، نہیں، میں سفارش کرتا ہوں، وہ بولی مجھے مغیث کی حاجت نہیں[۵۳]؛

[۵۱] بخاری عن ابن زبیر عن عائشہؓ؛ امام بخاری نے اس حدیث کا باب ان الفاظ میں لکھا ہے، باب من ترک بعض الاختیار مخافۃ ان یقصر فہم بعض الناس۔ یہ باب کتاب العلم میں ہے؛

[۵۲] بخاری عن ام سلمہؓ، کتاب المظالم؛ [۵۳] بخاری عن ابن عباس کتاب الطلاق؛

اہل مدینہ نر کھجور کا بور مادہ کھجور پر ڈالا کرتے تھے۔ آنحضرت نے فرمایا۔ اسکی کیا ضرورت ہے؟ اہل مدینہ نے یہ عمل چھوڑ دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پھل درختوں پر کم لگا۔ لوگوں نے اس بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی۔ فرمایا۔ دنیا کے کام تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو جب میں کوئی کام دین کا بتلایا کروں تو اُس کی پیروی کیا کرو۔

بچوں پر شفقت بچوں کے قریب سے گزر فرماتے۔ تو اُن کو خود السلام علیکم کہا کرتے[۱] اُن کے سر پر ہاتھ رکھتے۔ اُنہیں گود میں اُٹھا لیتے۔

بوڑھوں پر عنایت فتح مکہ کے بعد ابو بکر صدیق اپنے بوڑھے ضعیف۔ فاقد البصر باپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیعت اسلام کرانے کے لئے لائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم نے بوڑھے کو کیوں تکلیف دی۔ میں خود ان کے پاس چلا چلتا۔

ارباب فضل کی قدر و منزلت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو جو خندق میں سخت زخمی ہو گئے تھے۔ یہودیان بنو قریظہ نے اپنا حَکم اور منصف تسلیم کر کے بلایا تھا۔ جب وہ مسجد تک پہونچے۔ تو آپ نے اپنے صحابہ سے جو قبیلہ اوس کے تھے۔ فرمایا۔ قوموا الیٰ سیدکم (اپنے سردار کی پیشوائی کو جاؤ) لوگ گئے۔ اُن کو آگے بڑھ کر لے آئے۔

(۲) حسان بن ثابت رض اسلام کی تائید۔ اور مخالفین کے جواب میں اشعار نظم کر کے لاتے تو اُن کے لئے مسجد نبویؐ میں منبر رکھ دیا جاتا۔ جس پر چڑھ کر وہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔

خادم کے لئے دعا انس بن مالک نے دس سال تک مدینہ میں آنحضرت کی خدمت کی۔ اس عرصہ میں کبھی اُن سے یہ نہ کہا۔ کہ یہ کام کیوں کیا۔ یہ کیوں نہ کیا۔ ایک روز اُن کے حق میں دعا فرمائی۔ اللھم اکثر مالہ وولدہ وبارک لہ ما اعطیتہ۔ الٰہی اسے مال بھی بہت دے۔ اور اولاد بھی بہت دے اور جو کچھ اسے عطا کیا جائے۔ اس میں برکت بھی دے[۲]۔

ادب و تواضع (۱) مجلس میں کبھی پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھتے۔ (۲) جو کوئی مل جاتا۔ اُسے سلام پہلے خود

---

[۱] بخاری عن انس رض کتاب الاستیذان۔ [۲] عن انس۔ بخاری کتاب الدعوات۔

کردیتے؛ (۳) مصافحہ کے لئے خود پہلے ہاتھ پھیلادیتے؛ (۴) صحابہ کو کنیت کے نام سے پکارتے (عرب میں عزت سے بُلانے کا یہی طریق ہے)؛ (۵) کسی کی بات کبھی قطع نہ فرماتے؛ (۶) اگر نماز نفل میں ہوتے؛ اور کوئی شخص پاس آبیٹھتا، تو نماز کو مختصر فرمادیتے؛ اور اُسکی ضرورت پوری کردینے کے بعد پھر نماز میں مشغول ہوتے؛ (۷) اکثر متبسم رہتے[۱]؛ (۸) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ناقہ کا نام عضبا تھا، کوئی جانور اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا تھا۔ ایک اعرابی اپنی سواری پر آیا، اور عضبا سے آگے نکل گیا، مسلمانوں کو یہ بہت ہی شاق گزرا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

ان حقاً علی اللہ عزوجل ان لا یرفع شیئاً من الدنیا الا وضعہ۔ [۲]	دنیا میں خدا کی سنت یہی ہے کہ کسی کو اونچا اُٹھاتا ہے۔ تو اُسے نیچا بھی دکھاتا ہے؛

(۹) ایک شخص آیا۔ اُس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یا خیر البریہ (بہترین خلق) لکھ کر بلایا؛ نبی صلعم نے فرمایا۔ ذاک ابراہیم۔ یہ شان تو ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے[۳]؛

(۱۰) ایک شخص حاضر ہوا؛ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت سے لرز گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛

هوّن علیك۔ فانی لست بملك۔ انما انا ابن امرأة من قریش۔ تاکل القدید[۴]؛	کچھ پروا نہ کرو، میں بادشاہ نہیں ہوں میں قریش کی ایک غریب عورت کا فرزند ہوں، جو سوکھا گوشت کھایا کرتی تھی؛

شفقت و رافت

عائشہ صدیقہ رضی کہتی ہیں۔ کوئی شخص بھی اچھے خلق میں آنحضرت جیسا نہ تھا۔ خواہ کوئی صحابی بُلاتا؛ یا گھر کا کوئی شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے جواب میں لبیک (حاضر) ہی فرمایا کرتے[۵]۔

(۲) عبادت نافلہ چھپ کر ادا فرمایا کرتے۔ تاکہ اُمت پر اس قدر عبادت کا کرنا شاق نہ ہو۔

(۳) جب کسی معاملہ میں دو صورتیں سامنے آتیں۔ تو آسان صورت کو اختیار فرماتے[۶]۔

(۴) اللہ پاک کے ساتھ معاہدہ کیا، کہ جس کسی شخص کو میں گالی دوں، یا لعنت کردوں، اور وہ گالی

---

۱ ماخوذ از شفاء صفحہ ۴۸؛ ۲ صحیح بخاری؛ ۳ صحیح بخاری؛ ۴ صحیح بخاری، غربا خشک گوشت کھایا کرتے تھے؛ ۵ شفاء صفحہ ۵۳؛ ۶ صحیح بخاری عن عائشہ رض؛

لعنت اُس کے حق میں گناہوں کا کفارہ، رحمت و بخشش اور قرب کا ذریعہ بنادی جائے[1]۔

(۵) فرمایا ایک دوسرے کی باتیں مجھے نہ سنایا کرو، میں چاہتا ہوں کہ دنیا سے جاؤں۔ تو سب کی طرف سے صاف سینہ جاؤں[2]۔

(۶) وعظ و نصیحت کبھی کبھی فرمایا کرتے، تاکہ لوگ اُکتا نہ جائیں[3]۔

(۷) ایکبار سورج گرہن ہوا، نماز کسوف میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم روتے تھے۔ اور دعا میں فرماتے تھے:

رب الم تعدنی ان لا تعذبھم وانا فیھم۔ وھم یستغفرون ونحن نستغفرک[4]۔

اے پروردگار تو نے وعدہ فرمایا ہے کہ ان لوگوں کو (بہر دو صورت) عذاب نہ دیا جائیگا (۱) جبتک میں ان کے درمیان موجود ہوں۔ (۲) جبتک یہ استغفار کرتے رہیں۔ اب اے خدا میں موجود ہوں۔ اور استغفار بھی کر رہے ہیں۔

(۸) لکل نبی دعوۃ یدعو بھا فاستجیب لھا فجعلت دعوتی شفاعۃ لامتی یوم القیامۃ[5]

ہر ایک نبی کے لئے ایک ایک دعا تھی، وہ مانگتے رہے اور دعا قبول ہوتی رہی، میں نے اپنی دعا کو اپنی اُمت کی شفاعت روز قیامت کے لئے محفوظ رکھا ہے۔

عدل و رحم اگر دو شخصوں کے درمیان جھگڑا ہوتا۔ تو عدل فرماتے، اور اگر کسی شخص کا نفس مبارک کے ساتھ کوئی معاملہ ہوتا، تو رحم فرماتے۔

(۱) فاطمہ نام ایک عورت نے مکہ میں چوری کی، لوگوں نے اُسامہ رضؓ سے جو آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم کو بہت پیارے تھے، سفارش کرائی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تم حدود الٰہی میں سفارش کرتے ہو، سنو۔ اگر فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی ایسا کرتی۔ تو میں حد جاری کرتا[6]۔

(۲) سواد بن عمر کہتے ہیں، کہ وہ ایک روز آنحضرت کے سامنے ورس کا رنگین کپڑا پہن کر گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حط حط فرمایا۔ اور چھڑی سے اُن کے شکم میں چونکا بھی دیا، میں نے کہا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو قصاص لونگا۔ آنحضرت نے جھٹ اپنا شکم برہنہ کر کے میرے

۱ے شفا صفحہ ۵۵، ۲ے شفا صفحہ ۵۵، ۳ے بخاری عن ابن مسعود، ۴ے زاد جلد ۱ صفحہ ۴۹،
۵ے عن انس بخاری کتاب الدعوات، ۶ے صحیح بخاری عن عائشہؓ کتاب الحدود،

سامنے کر دیا[1]

رحم بر اعداء (۱) مکہ میں سخت قحط پڑا، یہاں تک کہ لوگوں نے مردار اور ہڈیاں بھی کھانی شروع کر دیں۔ ابو سفیان بن حرب (ان دنوں دشمن غالی تھا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا، عرض کیا، محمدؐ آپ تو لوگوں کو صلہ رحم (حسن سلوک با قرابت داران) کی تعلیم دیا کرتے ہیں، دیکھئے آپ کی قوم ہلاک ہو رہی ہے خدا سے دعا کیجئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرما دی، اور خوب ہی بارش ہوئی[2]

(۲) ثمامہ بن اثال رضؓ نے نجد سے مکہ کو جانے والا غلہ بند کر دیا، اس لئے کہ اہل مکہ آنحضرتؐ کے دشمن ہیں، آنحضرتؐ نے اُسے ایسا کرنے سے منع فرما دیا۔

(۳) حدیبیہ کے میدان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے ساتھ نماز صبح پڑھ رہے تھے، ستر اسّی آدمی چپکے سے کوہ تنعیم سے اُترے، تاکہ مسلمانوں کو نماز پڑھتے ہوئے قتل کر دیں، یہ سب گرفتار ہو گئے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا کسی فدیہ یا سزا کے آزاد فرما دیا

جود و کرم سائل کو کبھی رد نہ فرماتے، زبان مبارک پر حرف انکار نہ لاتے، اگر کچھ بھی دینے کو پاس نہ ہوتا، تو سائل سے عذر کرتے، گویا کوئی شخص معافی چاہتا ہے۔

(۴) ایک نے آکر سوال کیا، فرمایا۔ میرے پاس تو اس وقت کچھ نہیں ہے، تم میرے نام پر قرض لے لو میں پھر اُسے اُتار دوں گا، عمر فاروق رضؓ نے کہا کہ خدا نے آپ کو یہ تکلیف نہیں دی، کہ قدرت سے بڑھ کر کام کریں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم چپ سے کر گئے، ایک انصاری نے پاس سے کہہ دیا، یا رسول اللہ، خوب دیجئے، رب العرش مالک ہے، تنگ دستی کا کیا ڈر ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے، چہرہ مبارک پر خوشی کے آثار آشکارا ہو گئے۔

فرمایا۔ ہاں مجھے یہی حکم ملا ہوا ہے[3]

(۵) ایکبار ایک سائل کو آدھا وسق غلہ قرض لے کر دلایا، قرضخواہ تقاضا کے لئے آیا

[1] شفا قاضی عیاض صفحہ ۱۳۱ [2] بخاری عن ابن مسعود باب اذا استشفع المشرکون۔ [3] شفا صفحہ ۵۰ بحوالہ شمائل ترمذی

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اسے ایک وسق غلہ دیدو۔ آدھا تو قرض کا ہے۔ آدھا ہماری طرف سے جود و سخا کا ہے[۱]؛

(۳) فرمایا کرتے، اگر کوئی شخص مقروض مرجائے۔ اور مال باقی نہ چھوڑے۔ تو ہم اُسے ادا کریں گے۔ اور اگر کوئی مال چھوڑ کر مرے، تو وہ حق وارثوں کا ہے[۲]؛

شرم و حیا ابو سعید خدری رضہ کہتے ہیں، کہ پردہ نشین لڑکی سے بڑھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں حیا تھی[۳]۔ جب کوئی ایسی بات حضورؐ کے سامنے کی جاتی، جس سے حضورؐ کو کراہت ہوتی تو چہرہ مبارک سے فوراً معلوم ہو جاتا تھا؛

(۲) عایشہ طیبہ رضہ کا بیان ہے۔ اگر کسی شخص کی کوئی حرکت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند نہ آتی، تو اُسکا نام لیکر منع نہ فرماتے، بلکہ عام الفاظ میں اُس حرکت و فعل کی نہی فرما دیتے[۴]؛

(۳) عادات و معاملات میں اپنی جان پر تکلیف اُٹھا لیتے، مگر دوسرے شخص کو از راہ شرم کام کرنے کو نہ فرماتے؛

(۴) جب کوئی عذر خواہ سامنے آکر معافی کا طالب ہوتا، تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم شرم سے گردن مبارک جھکا لیتے؛

(۵) عایشہ طیبہ رضہ کا قول ہے، کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برہنگی کو کبھی نہیں دیکھا[۵]؛

صبر و حلم (۱) زید بن سعنہ ایک یہودی تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اُسکا قرض دینا تھا، وہ ایک روز آیا، آتے ہی چادر آپ کے شانہ سے اُتار لی، جسم کے کپڑے پکڑ لئے، اور ڈرانے لگا، کہ عبدالمطلب والے بڑے نادہند ہوتے ہیں۔ عمر فاروق رضہ نے اُسے سختی سے جھڑک دیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے، فرمایا۔ عمر رضہ تمھیں لازم تھا، کہ میرے ساتھ اور اس کے ساتھ اور طرح برتاؤ کرتے، مجھے حسن ادائیگی کے لئے کہتے، اور اسے حسن تقاضا سکھلاتے۔ پھر زید

---

[۱] عن ابی ہریرہ، شفا رصفحہ ۱، [۲] عن ابی ہریرہ صحیح بخاری کتاب الفرائض، [۳] صحیح بخاری عن ابی سعید،
[۴] شفا رصفحہ ۵۲۔ رواہ ابوداؤد + [۵] ترمذی فی الشمائل و شفا رصفحہ ۵۲؛

کی جانب حضورؐ مخاطب ہوئے ۔ فرمایا ' ابھی تو وعدہ میں تین دن باقی ہیں ' پھر عمرؓ سے فرمایا ۔ اسکا قرض ادا کردو ' بیس صاع زیادہ بھی دینا ۔ کیونکہ تم نے اسے دھمکایا اور ڈرایا بھی تھا ' [51]

(۲) ایک اعرابی آیا ' اُس نے زور سے آنحضرتؐ کی چادر کو جو موٹے کنارہ کی تھی جھٹکا دیا ۔ وہ کنارہ آنحضرتؐ کی گردن میں گڑ گیا ' اور نشان پڑ گیا ' اعرابی نے اب زبان سے یہ کہا ۔ محمدؐ ۔ یہ مال خدا جو تمہارے پاس ہے ' جو نہ تیرا ہے ' اور نہ تیرے باپ کا ہے ' اس میں سے ایک بار شتر مجھے بھی دلاؤ ''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذرا خاموشی کے بعد فرمایا ۔ مال بیشک خدا کا ہے اور میں اُسکا غلام ہوں بالآخر حکم فرمایا کہ ایک بار شتر جَو ۔ اور ایک بار شتر کھجوریں ' اُسے دی جادیں ' [52]

(۳) طائف پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وعظ اور تبلیغ کے لیے تشریف لے گئے تھے ' وہاں کے باشندوں نے حضورؐ پر کیچڑ پھینکا ' آوازے لگائے ' اتنے پتھر مارے کہ حضورؐ لہو سے تر بتر اور بیہوش ہوگئے ' پھر بھی یہی فرمایا ' کہ میں ان لوگوں کی ہلاکت نہیں چاہتا ۔ کیوں کہ اگر یہ ایمان نہیں لاتے ۔ تو امید ہے کہ ان کی اولاد مسلمان ہوجائے گی '

عفو ورحم ۔ (۱) عائشہ طیبہؓ کا بیان ہے ' کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات مبارک کی بابت کسی سے انتقام نہیں لیا ' [53]

(۲) جنگ احد میں کافروں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت توڑے ' سر پھوڑا ۔ حضورؐ ایک غار میں بھی گر گئے تھے ' صحابہ نے عرض کیا ' کہ ان پر بد دعا فرمایئے ' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ' میں لعنت کرنے کے لئے نبی نہیں بنایا گیا ' خدا نے مجھے لوگوں کو اپنی بارگاہ میں بلانے کے لئے بھیجا ہے ' رحمت بنا کر بھیجا ہے ' اسکے بعد یہ دعا فرمائی ' اے خدا میری قوم کو ہدایت فرما ' وہ (مجھے) نہیں جانتے ہیں ' [54]

---

۵۱ شفاء عیاض صفحہ ۴۰ ' رواہ البیہقی ' اسکے بعد زید مسلمان ہوگیا تھا ' ۵۲ صحیحین عن انس و شفاء صفحہ ۴۰ '
۵۳ صحیح بخاری ' ۵۴ شفاء عیاض صفحہ ۴۰ '

(۳) ایک درخت کے نیچے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے، تلوار شاخ سے آویزاں کر دی۔ غورث بن الحارث آیا۔ تلوار نکال کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گستاخانہ جگایا۔ بولا۔ اب تمکو کون بچائے گا۔ فرمایا۔ اللہ۔ وہ چکر کھا کر گر پڑا۔ آنحضرت نے تلوار اٹھالی۔ فرمایا۔ اب تجھ کو کون بچا سکتا ہے۔ وہ حیران ہو گیا، فرمایا۔ جاؤ۔ میں بدلہ نہیں لیا کرتا۔[۵۱]

(۴) ہبار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی زینب کے نیزہ مارا۔ وہ ہودج سے نیچے گر گئیں۔ اور حمل ساقط ہو گیا تھا۔ اور بالآخر یہی صدمہ ان کی موت کا باعث ہوا۔ ہبار نے عفو کی التجا کی۔ اور اُسے معاف فرمایا۔[۵۲]

(۵) فرمایا۔ زمانہ جاہلیت سے لے کر جن باتوں پر قبائل میں باہمی جنگ و جدل چلا آتا ہے میں سب کو معدوم کرتا ہوں، اور سب سے پہلے اپنے خاندان کے خون کا دعویٰ اور اپنے چچا کے رقوم قرضہ کو معاف کرتا ہوں۔[۵۳]

صدق و امانت جانی دشمن بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اوصاف کے قائل تھے۔ صادق و امین بچپن سے ہی آنحضرت کا خطاب پڑ گیا تھا، انہی اوصاف کی وجہ سے قبل از نبوت بھی لوگ اپنے مقدمات کو انفصال کے لئے آنحضرت صلعم کے پاس لایا کرتے تھے۔[۵۴]

(۲) ایک روز ابو جہل نے کہا۔ محمد۔ میں تجھے جھوٹا نہیں سمجھتا۔ لیکن تیری تعلیم پر میرا دل ہی نہیں ٹھہرتا۔[۵۵]

(۳) شب ہجرت کو کفار نے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا مشورہ اور اتفاق کیا تھا، اور حضور نے پیارے بھائی علیؓ کو اسلئے پیچھے چھوڑا کہ ان کی امانتوں کو ادا کر کے آنا۔

عفت و عصمت آنحضرت فرماتے ہیں، ایام جاہلیت کی رسموں میں سے میں نے کبھی کسی میں بھی حصہ نہیں لیا۔ صرف دو دفعہ ارادہ کیا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے خود ہی بچالیا۔ ۱۰ برس سے

---

۵۱ صحیح بخاری باب غزوہ ذات الرقاع۔ و شفاء صفحہ ۴۰، ۵۲ دیکھو بیان فتح مکہ، ۵۳ خطبہ نبوی بروز فتح مکہ۔ بخاری، ۵۴ شفاء صفحہ ۹۵، ۵۵ شفاء صفحہ ۹۵، ؂

کم عمر تھی، میں نے اُس چرواہے کو جس کے ساتھ میں بکریاں چراتا تھا، کہا۔ اگر تم میری بکریاں سنبھالے رکھو، تو میں مکہ (آبادی کے اندر) جاؤں، جیسے اور نوجوان کہانیاں کہتے اُسنتے ہیں، میں بھی کہانیاں کہوں، سُنوں، اس ارادہ سے میں شہر کو آیا، پہلے ہی گھر پر پہنچا تھا کہ وہاں دف و مزامیر بج رہے تھے، اُس گھر میں بیاہ تھا، میں اُنہیں دیکھنے لگا، نیند نے غلبہ کیا، میں سو گیا، جب سورج نکلا، تب آنکھ کھلی، ایک دفعہ پھر ایسی ہی نیت سے آیا تھا، اسی طرح نیند آگئی اور وقت گزر گیا۔ ان دو واقعات کے سوا، میں نے کبھی مکروہات جاہلیت کا ارادہ بھی نہیں کیا[۵۱]۔

(۲) عہد نبوت سے پہلے کا ذکر ہے، زید بن عمرو بن نفیل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی، دسترخوان پر گوشت بھی آیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انی لا اٰکل مما تذبحون علی انصابکم، ولا اٰکل الا ما ذکر اسم اللہ علیہ، میں وہ گوشت نہیں کھاتا جو بتوں یا استھانوں کی قربانی کا ہو، میں تو صرف وہی گوشت کھایا کرتا ہوں جس پر ذبح کے وقت خدا کا نام لیا گیا ہو[۵۲]۔

زہد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا یہ تھی:۔ یا رب اجوع یومًا واشبع یومًا، فاما الیوم الذی اجوع فیہ فاتضرع الیک وادعوک، واما الیوم الذی اشبع فیہ فاحمدک واثنی علیک۔ الٰہی ایک دن بھوکا رہوں، ایک دن کھانے کو ملے، بھوک میں تیرے سامنے گڑگڑایا کروں، تجھ سے مانگا کروں، اور کھا کر تیری حمد و ثنا کیا کروں[۵۳]۔

(۲) صدیقہ رضہ کہتی ہیں۔ ایک ایک مہینہ برابر ہمارے چولھے میں آگ روشن نہ ہوتی۔ حضرتؐ کا کنبہ پانی اور کھجور پر گزران کرتا[۵۴]۔

(۳) حضرت عائشہ رضہ کہتی ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ آکر تین دن تک برابر گیہوں کی روٹی کبھی نہیں کھائی[۵۵]۔

(۴) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا، تو اُس وقت آنحضرتؐ کی زرہ ایک یہودی کے

---

۵۱ شفاء صفحہ ۶۰۔ ۵۲ عن عبداللہ بخاری کتاب الصید والذبائح۔ ۵۳ شفاء صفحہ ۶۲۔ ۵۴ بخاری عن عائشہ
۵۵ بخاری عن عائشہ کتاب الاطعمہ۔

پاس بعوض غلہ رہن تھی[1]

(۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا کی آخری شب میں تھے، کہ عائشہ صدیقہ رضؓ نے پڑوسن سے چراغ کے لیئے تیل منگوایا تھا[2]

(۶) دعا فرمایا کرتے، الٰہی آل محمدؐ کو صرف اتنا دے، جتنا پیٹ میں ڈال لیں،

یہ یاد رکھنا چاہیے، کہ زہد کی یہ تمام صورتیں اختیاری تھیں، لاچاری کچھ نہ تھی، اور اس زہد سے مقصود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نہ تھا، کہ کسی حلال شئے کے استعمال یا انتفاع میں کوئی روک پیدا کریں، ایسے خیال سے صرف ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد کا استعمال چھوڑ دیا تھا۔ اسکی وجہ بھی یہ تھی، کہ ایک بیوی نے شہد کی بو کو اپنی طبع کے خلاف بتایا تھا۔ اللہ عزوجل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرما دیا کہ یہاں تک کھینچ نہیں کرنی چاہیے[3]

صنف ضعیف (عورتوں) کی اعانت اور اُن کی آسایش کا خیال،

امّ المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا ایک سفر میں ساتھ تھیں وہ تمام جسم کو چادر سے ڈھانپ کر اونٹ کی پچھلی نشست پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوار ہوا کرتی تھیں، جب وہ اونٹ پر سوار ہونے لگتیں۔ تب

یجلس عند بعیرہ. فیضع رکبتہ فتضع صفیۃ رجلہا علی رکبتہ حتی ترکب[4]،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنا گھٹنا آگے بڑھا دیتے صفیہ رضؓ اپنا پاؤں آنحضرتؐ کے گھٹنے پر رکھ کر اونٹ پر چڑھ جایا کرتیں،

(۲) ایک دفعہ ناقہ کا پاؤں پھسلا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ام المؤمنین صفیہ رضؓ دونوں گر پڑے، ابو طلحہ رضؓ دوڑے دوڑے رسول اللہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ علیك بالمرأۃ "تم پہلے عورت کی خبر لو"[5]

(۳) ایک سفر میں اونٹوں کے کجاووں میں عورتیں سوار تھیں، ساربان جو اونٹوں کی مہار

[1] بخاری عن عائشہ، [2] عن عائشہ بخاری، [3] یا ایہا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک تبتغی مرضاۃ ازواجک،
[4] عن انس صحیح بخاری باب ہل یسافر بالجاریہ، [5] عن انس۔ صحیح بخاری۔ باب استقبال الغزاۃ،

پکڑے جاتا تھا، حُدی خوانی کرنے لگا، حُدی ایسی آواز سے شعر پڑھنے کو کہتے ہیں، جس سے اونٹ تیز چلنے لگتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دیکھ کانچ کے شیشوں کو توڑ پھوڑ نہ دینا[۱]۔ اس ارشاد میں عورتوں کو کانچ کے آلات سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تشبیہ دی ہے۔ نفاست و نزاکت کے علاوہ وجہ تشبیہ عورتوں کی ضعف خلقت ہے جسکی وجہ سے وہ ہمیشہ آرام و آسایش کی مستحق ہیں۔

اسیرانِ جنگ کی خبر گیری اسیرانِ جنگ کی خبر گیری مہمانوں کی طرح کی جاتی تھی۔ جنگ بدر میں جو قیدی مدینہ منورہ میں کچھ روز تک مسلمانوں کے پاس اسیر رہے، اُن میں سے ایک کا بیان ہے۔ خدا مسلمانوں پر رحم کرے، وہ اپنے اہل و عیال سے اچھا ہم کو کھلاتے تھے، اور اپنے کُنبے سے پہلے ہمارے آرام کی فکر کیا کرتے تھے۔

جب قیدی اسیر ہو کر آتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہلے اُن کے لباس کی فکر کیا کرتے تھے[۲]۔

مردانہ ورزشیں مردانہ ورزشوں کا شوق دلایا کرتے، رکانہ عرب کا مشہور شہ زور پہلوان تھا، وہ اپنے پچھڑ جانے کو اسلام لانے کی شرط ٹھہراتا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے تین بار پچھاڑ دیا تھا[۳]۔

تیر افگنی نشانہ بازی کا لوگوں کو شوق دلایا کرتے، نشانہ بازی کی شوق کے لئے لوگوں کو دو حصوں میں بانٹ دیا کرتے تھے، ایک دفعہ فرمایا۔ تیر چلاؤ، میں اُس پارٹی کی طرف ہونگا، یہ سُن کر دوسری پارٹی نے تیر چلانے سے ہاتھوں کو روک لیا۔ سبب پوچھا گیا، انہوں نے کہا جب اُس پارٹی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شامل ہیں تو ہم اُسکے مقابلہ میں کیونکر تیر افگنی کر سکتے ہیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تیر چلاؤ، میں تم سب کے ساتھ ہوں، ارموا۔ وانا معکم کلکم[۴]۔

گھوڑ دوڑ گھوڑوں کی دوڑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے کرائی جاتی تھی لمبی دوڑ ۶ یا ۹

---

[۱] صحیح مسلم؛ [۲] عن جابر، بخاری باب الکسوۃ للأسارے؛ [۳] شفاء عیاض صفحہ ۴۳؛

[۴] عن سلمۃ بن الاکوع، صحیح بخاری، باب التحریض علی الرمی؛

میل کی اور ملکی دوڑ ایک میل کی ہوتی تھی؛ [۵۱]

مردم شماری نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ اکتبوالی من تلفظ بلاسلام من الناس " تمام کلمہ گو اشخاص کے نام میرے ملاحظہ کے لئے قلمبند کئے جائیں "، اس حکم کی تعمیل ہوئی؛ اُس وقت مسلمانوں کا شمار ڈیڑھ ہزار ہوا؛ اس تعداد پر مسلمانوں نے اللہ کا شکر کیا۔ خوشی منائی؛ مسلمان کہتے تھے اب ہم ڈیڑھ ہزار ہو گئے ہیں؛ اب ہمیں کیا ڈر رہا ہے، ہم نے تو وہ زمانہ دیکھا ہے، جب ہم میں سے کوئی اکیلا ہی نماز پڑھا کرتا تھا، اور اُسے ہر طرف سے دشمنوں کا خوف لگا رہتا تھا؛ [۵۲]

افسوس ہے کہ اس روایت سے یہ پتہ نہیں لگتا؛ کہ یہ شمار کس سنہ میں ہوا تھا؛ صحیح بخاری کی دیگر روایات سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ تیسری مردم (مسلم) شماری تھی؛ پہلی دفعہ کے شمار میں مسلمانوں کی تعداد ۵۰۰ دوسری دفعہ کے شمار میں ۶۰۰؛ اور ۷۰۰ کے درمیان تعداد تھی؛

تعلیمات رسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پاک۔ اعتقادات۔ عادات۔ معاملات۔ عبادات مہلکات، منجیات؛ احسانیات کے متعلق ایک بحر ناپیدا کنار ہے؛ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت اور اسلام کی برتری کا مدار اسی تعلیم پر ہے؛ میرا مقصود اس جگہ صرف نمونہ دکھانا ہے انشاء اللہ اس کتاب کے حصہ دوم پر اسپر ذرا تفصیل سے تحریر کیا جائے گا؛

خدا کا حق بندوں پر / بندوں کا حق خدا پر حق اللہ علی عبادہ ان یعبدوہ ولا یشرکوا بہ شیئاً (۱) اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ بندے اُسی کی عبادت کریں اور کسی چیز کو بھی اُسکا شریک نہ بنائیں؛

وحق العباد علی اللہ اذا فعلوہ ان لا یعذبہم؛ [۵۳] (۲) بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے؛ کہ جب وہ اللہ کا حق ادا کریں۔ تب وہ اُنہیں عذاب نہ دے؛

رحمت الٰہیہ کا بیان نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛ خدا نے اس کتاب میں جو اُس کے پاس

---

۵۱ عن ابن عمر صحیح بخاری؛ باب السبق بین الخیل؛ ۵۲ عن حذیفہ۔ صحیح بخاری باب کتابۃ الامام الناس (کتاب الشہادۃ)

۵۳ صحیح بخاری عن معاذ بن جبل؛ کتاب الرقاق؛

عرش پر ہے یہ لکھ رکھا ہے :

اِنّ رحمتی غلبت غضبی ؛ ۵۱ | میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے ؛

خدمت والدین ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ میں جہاد (دشمنان دین سے جنگ) کرنا چاہتا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، تیرے ماں باپ زندہ ہیں؟ وہ بولا۔ ہاں۔ فرمایا اُنہی کی خدمت میں جہاد (حد درجہ کوشش) کرو۔ ۵۲

نصرت باہمی المؤمن للمؤمن کالبنیان یشد بعضہ بعضاً وشبّک بین اصابعہ ؛ ۵۳ | ایک مومن دوسرے مومن کے لئے ایسا ہے۔ جیسے بنیاد کی اینٹیں ؛ ایک سے دوسری کو قوت ملتی ہے۔ پھر اپنے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر دکھایا یعنی مومن اس طرح ملے جلے رہتے ہیں ؛

مسلمان کون ہے المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہٖ ؛ ۵۴ | مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچے رہیں ؛

ایمان کا کمال لا یؤمن احد کم حتیٰ یحب لاخیہ ما یحب لنفسہٖ ؛ ۵۵ | تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں بن جاتا، جبتک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے بھی وہی کچھ پسند نہ کرے جو کچھ خود اپنے لئے پسند کرتا ہے ؛

شیرینی ایمان ثلاث من کن فیہ وجد حلاوۃ الایمان۔ اَن یکون اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواھا ؛ واَن یحب المرء لا یحبہ الا للہ ؛ | تین باتیں ہیں جس شخص میں یہ ہونگی، وہ ایمان حلاوت چکھ لے گا ؛
(۱) خدا اور خدا کے رسول کی محبت اُسے سب سے بڑھ کر ہو ؛
(۲) کسی بھائی سے للّٰہی محبت رکھتا ہو، کوئی غرض شامل نہ ہو ؛

۵۱ بخاری عن ابی ہریرہ۔ کتاب الخلق ؛ ۵۲ بخاری عن ابن عمر۔ کتاب الادب ؛ ۵۳ بخاری۔ عن ابی موسیٰ کتاب المظالم ؛
۵۴ بخاری عن عبد اللہ بن عمر کتاب الایمان ؛ ۵۵ بخاری عن انس۔ کتاب الایمان ؛

وان یکرہ ان یعود فی الکفر کما یکرہ ان یقذف فی النار۔ لہ

(۳) کفر میں جا پڑنے کو ایسا برا جانتا ہو۔ جیسا آگ میں گر جانے کو سمجھتا ہے۔

پسندیدہ اعمال

لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ کہ اللہ تعالی کو کون سا عمل زیادہ پسند ہے۔ فرمایا۔

ادومہ وان قل ۔

جو عمل ہمیشہ کیا جائے۔ اگرچہ مقدار میں کم ہی ہو۔

پھر فرمایا۔

اکلفوا من العمل ما تطیقون

عمل (عبادۃ) اتنا ہی کیا کرو۔ جسے بآسانی کر سکو۔ ۲ہ

اعمال شاقہ سے ممانعت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گھر میں رسی لٹکتی دیکھی۔ پوچھا۔ یہ کیا ہے۔ لوگوں نے کہا۔ فلاں عورت نے لٹکا رکھی ہے۔ رات کو (عبادت کرتی ہوئی) جب اونگھنے لگتی ہے۔ تو اس سے لٹک پڑتی ہے۔ فرمایا۔ اسے کھول دو۔ عبادت (نافلہ) اس وقت تک کرو۔ کہ نشاط طبع قایم رہے۔ ۳ہ

(۲) بنی اسد کی ایک عورت کی بابت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا ہے۔ کہ وہ تمام شب عبادت کیا کرتی ہے۔ فرمایا۔ ایسا نہ کرو۔ اعمال بقدر طاقت ادا کرو۔ ۴ہ

(۳) عبداللہ بن عمرو بن العاص سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ میں نے سنا ہے کہ تم راتوں کو برابر جاگتے اور دن کا برابر روزہ رکھا کرتے ہو۔ عبداللہ نے کہا۔ ہاں۔ فرمایا

فلا تفعل۔ صم وافطر۔ قم ونم۔ فان لجسدک علیک حقاً۔ وان لعینیک علیک حقاً۔ وان لزوجک علیک حقاً۔ ۵ہ

اب ایسا نہ کرنا۔ روزہ بھی رکھو اور کچھ وقت کے لیے چھوڑ بھی دو۔ رات کو عبادت کے لیے جاگو بھی۔ اور سوؤ بھی۔ دیکھ تیرے جسم کا بھی تجھ پر حق ہے۔ تیری آنکھ کا بھی تجھ پر حق ہے۔ تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے۔

لہ بخاری عن انس۔ کتاب الایمان۔ ۲ہ بخاری۔ کتاب الرقاق۔ ۳ہ بخاری عن انس بن مالک کتاب النوافل۔
۴ہ بخاری عن عائشہ۔ کتاب النوافل۔ ۵ہ بخاری عن عبداللہ۔ کتاب النکاح۔

محنت کی تعریف مانگنے کی برائی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر کوئی شخص لکڑیوں کا گٹھا پیٹھ پر لایا کرے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے، اس سے کہ وہ لوگوں سے مانگا کرے، اور لوگ اُسے دیدیا کریں۔[۱]

کن لوگوں پر رشک کرنا چاہیئے فرمایا۔ قابل رشک دو شخص ہیں، (۱) جسے خدا نے مال دیا، اور اُس مال کو جائز جگہ صرف کرنے کی توفیق بھی اُسے ملی ہو۔ (۲) جسے خدا نے حکمت عطا کی ہو۔ وہ اُس پر خود عمل کرتا ہو، اور دوسروں کو اُسکی تعلیم دیتا ہو۔[۲]

بہترین اخلاق کی تعلیم سددوا وقاربوا وابشروا فانہ لایدخل احدا الجنۃ عملہ۔[۳]

راستبازی اختیار کرو۔ باہمی محبت کو بڑھاؤ۔ لوگوں کو خدا کی طرف سے بشارت پہنچاؤ۔ عمل تو کسی کو بھی جنت میں نہیں لے جا سکتا۔

اخلاق رذیلہ سے نہی اور اخوت کا حکم ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث ولا تجسسوا۔ ولا تجسسوا۔ ولا تباغضوا ولا تدابروا وکونوا عباد اللہ اخوانا۔[۴]

خبردار بدگمانی کو اپنی عادت نہ بنانا۔ بدگمانی میں تو جھوٹ ہی جھوٹ ہوتا ہے، بے بنیاد باتوں پر کان نہ لگاؤ، اوروں کے عیب تلاش نہ کرو، آپس میں بغض نہ رکھو۔ کسی سے روگردانی نہ کرو، اے اللہ کے بندو، آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو (جیسا کہ سب اللہ کے بندے بھی ہو۔)

ہمسایہ اور مہمان کا حق من کان یومن باللہ والیوم الاٰخر فلا یوذ جارہ ومن کان یومن باللہ والیوم الاٰخر فلیکرم ضیفہ۔[۵]

جو کوئی شخص خدا پر اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے، وہ اپنے ہمسایہ کو ایذا نہ دیا کرے۔ جو کوئی شخص خدا پر اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے، وہ مہمان کی عزت کیا کرے۔

کلام اور خاموشی من کان یومن باللہ

جو کوئی شخص خدا اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے، اُسے

---

[۱] بخاری عن ابی ہریرہ، باب کسب الرجل وعملہ بیدہ۔ [۲] بخاری عن ابن مسعود، کتاب الزکوٰۃ۔ [۳] بخاری عن عائشہ، کتاب الرقاق۔ [۴] بخاری عن ابی ہریرہ۔ کتاب الفرائض۔ [۵] بخاری عن ابی ہریرہ۔ کتاب الرقاق۔

والیوم الاخر فلیقل خیرا او لیصمت۔ [۱]

لازم ہو، بات کہے، تو اچھی کہے۔ ورنہ خاموش ہی رہے۔

نجات کے لئے رسول کی ضمانت

من یضمن لی ما بین لحییہ وما بین رجلیہ اضمن لہ الجنۃ۔ [۲]

اگر کوئی شخص مجھے ضمانت دے، اُس چیز کی جو اُسکے جبڑوں کے درمیان ہے (یعنی زبان) اور اُس چیز کی جو اُسکی ٹانگوں کے درمیان ہو (یعنی پردہ کا جسم)، تو میں اُسکے لئے جنت کا ضامن بنتا ہوں۔

صبر و شکر کی تعلیم

اذا نظر احدکم الی من فُضّل علیہ فی المال والخلق فلینظر الی من ھو اسفل منہ۔ [۳]

اگر ایسے شخص پر تمھاری نظر پڑے، جو مال اور حسن میں تم سے بڑھ کر ہے تو ایسے شخص کو بھی دیکھو، جو ان چیزوں میں تم سے کمتر ہے۔

پہلوان کون ہے؟

لیس الشدید بالصرعۃ انما الشدید من یملک نفسہٗ عند الغضب۔ [۴]

شہ زور وہ نہیں ہے جو دوسروں کو پچھاڑ دیتا ہے۔ شہ زور تو وہ ہے جو غصّہ کے وقت اپنے آپ کو تھام لیتا ہے۔

منادیان اسلام کا فرض

یسّرا ولا تعسّرا وبشّرا ولا تنفّرا وتطاوعا۔ [۵]

معاذ بن جبل اور ابو موسیٰ کو نبی صلعم نے ملک یمن میں تعلیم اسلام کی اشاعت کے لئے مامور فرمایا تھا، روانگی کے وقت انھیں ارشاد فرمایا۔ لوگوں کے لئے آسانی پسند کرنا۔ انھیں سختی میں نہ ڈالنا، خوشخبری اور بشارت اُنھیں سنانا۔ دین سے نفرت نہ دلانا، اور تم آپسمیں مل جُل کر رہنا۔

اثرِ محبت

المرء مع من احب۔ [۶]

جسے جسکے ساتھ محبت ہے، وہ اُسکے ساتھ ہوگا۔

قیدیوں، مسکینوں، بیماروں کی بابت حکم

فکوا العانی واطعموا الجائع وعودوا المریض۔ [۷]

اسیروں کو رہائی دلاؤ۔ بھوکوں کو کھانا کھلاؤ۔ بیماروں کی خبر گیری کرو۔

---

[۱] بخاری عن ابی ہریرہ۔ کتاب الرقاق۔ [۲] بخاری عن سہل بن سعد کتاب الرقاق۔ [۳] بخاری عن ابی ہریرہ۔ کتاب الرقاق۔
[۴] بخاری عن ابی ہریرہ۔ کتاب البر۔ [۵] بخاری۔ کتاب البر والصلۃ۔ [۶] بخاری عن ابن مسعود۔ کتاب البر۔
[۷] بخاری عن انس۔ کتاب الادب۔

درخت لگانے کا ثواب اگر کسی مسلمان نے درخت لگایا، جسکا پھل کسی انسان یا جانور نے کھایا، تو لگانے والے کے لئے یہ صدقہ ہوگا۔[1]

حیوانات سے ہمدردی کا حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک شخص راہ چلتا تھا۔ اُسے سخت پیاس لگی، کنواں ملا۔ کنوئیں کے اندر اُتر کر اُس نے پانی پیا، جب باہر نکلا۔ تو دیکھا کہ ایک کتا زبان باہر نکالے، پیاس کے مارے نمناک زمین کو چاٹ رہا ہے، اُس شخص نے کہا۔ کُتے کو بھی پیاس لگی ہے، جیسے مجھے لگی تھی، پھر وہ کنوئیں میں اُترا، اپنا موزہ پانی سے بھر کر لایا، اور کُتے کو پلایا۔ خدا نے اس عمل کو قبول فرما کر اُس شخص کو بخش دیا۔

صحابہ نے یہ سُن کر دریافت کیا، یا رسُول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا حیوانات کے لئے بھی ہمکو اجر ملے گا؟

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہر ایک جاندار جسکے کلیجہ میں نم ہے (جو زندہ ہے) کے متعلق تم کو اجر ملیگا۔[2]

لونڈیوں کو تعلیم دینے کا ذکر من کانت له جاریة فعلمها واحسن الیها۔ ثم اعتقها۔ وتزوجها کان له اجران[3]

اگر کسی کے پاس لونڈی ہو۔ وہ اُسے علم سکھائے اچھے سلوک سے رکھے، پھر آزاد کردے، پھر اُسے بیوی بنالے۔ تب اُس شخص کو دو چند اجر ملے گا۔

لڑکیوں کی تعلیم و ادب کا ذکر اصیب عبد اللہ وترک جواری صغارًا فتزوجت ثیبًا تعلمهن وتودبهن۔[4]

عبد اللہ مر گیا ہے، چھوٹی چھوٹی لڑکیاں چھوڑ گیا ہے، اسلئے میں نے ایک بیوہ سے نکاح کیا، کہ وہ انہیں علم و ادب سکھائے۔

منافق کون ہے؟ چار خصلتیں ہیں جس شخص میں وہ ہوں وہ منافق ہے، اگر ان چار میں سے کوئی ایک خصلت اس میں ہے تو نفاق کی ایک علامت اُس کے اندر ہے۔

---

[1] بخاری عن انس۔ کتاب الادب؛ [2] بخاری عن ابی ہریرہ۔ کتاب الآبار علی الطرق؛ [3] بخاری عن ابی موسیٰ باب فضل من ادب جاریته وعلمها۔ کتاب العتق؛ [4] قول جابر بشیں رسُول صلعم۔ بخاری۔ باب الشفاعۃ۔

(۱) بولے تو جھوٹ بولے، (۲) وعدہ کرے تو خلاف کرے، (۳) عہد کرے تو پورا نہ کرے، (۴) جھگڑنے لگے تو فحش بکنے لگے ۵۱

مہاجر کون ہے؟ والمهاجر من هجر ما نهى الله عزّ وجلّ عنه ۵۲

خدا کی راہ میں ہجرت کرنے والا وہ شخص ہے جو خدا کی منع کی ہوئی چیزوں سے الگ ہو جاتا ہے۔

قیامت کے دن سایہ ربانی کن لوگوں پر ہوگا؟ (۱) بادشاہ عادل،

(۲) وہ نوجوان جس نے جوانی میں عبادت الٰہی کی ہو،

(۳) وہ شخص جسے تنہائی میں خدا یاد آتا، اور اس کی آنکھیں ڈبڈبا آتی ہوں،

(۴) وہ شخص جسکا دل مسجد میں لگا رہتا ہو۔

(۵) وہ دونوں شخص جنکی محبت للّٰہیت پر ہو،

(۶) وہ شخص جسے کوئی حسینہ اور اعلیٰ درجہ کی عورت اپنی جانب بلائے اور وہ کہدے کہ میں خدا سے ڈرتا ہوں،

(۷) وہ شخص جو مخفی طور پر خیرات دیتا ہو، اسکے بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہیں، کہ دہنے نے کیا دیا،

یہ ہیں وہ سات شخص جنہیں خدا قیامت کے دن اپنے سایہ میں لے لیگا۔ جبدن کہیں سایہ نہوگا ۵۳

بادشاہ کی اطاعت کا حکم من كره من اميره شيئًا فليصبر عليه فانه من خرج من طاعة السلطان شبرًا مات ميتة جاهلية ۵۴

اگر کسی شخص کو اپنے فرماں روا کی کوئی بات ناگوار گزرے تو اُسے لازم ہی کہ صبر کرے، کیونکہ اگر کوئی شخص بالشت بھر بھی اپنے بادشاہ کی اطاعت سے باہر نکلیگا تو اُسے وہ موت نصیب ہوگی جو زمانہ قبل از اسلام کی موت ہوتی تھی۔

(۲) انكم ستلقون بعدی اثرة وامورًا تنكرونها قالوا فما تأمرنا

تم لوگ میرے بعد ناخوش گوار حالتیں اور ایسی باتیں دیکھو گے جنہیں تم ناپسند کروگے۔ صحابہ نے پوچھا

۵۱ بخاری عن عبداللہ بن عمرؓ۔ ۵۲ بخاری عن عبداللہ بن عمرؓ۔ ۵۳ بخاری عن ابی ہریرہ۔ کتاب المحاربین۔ ۵۴ بخاری عن ابن عباس۔ کتاب الفتنۃ۔

یارسول اللہ۔ قال ادوالیھم حقھم وسلوا اللہ حقکم؛ ۵۱

سربرآوردہ لوگوں کو معاملات میں حصہ دینا

فارجعوا حتی یرفع الینا عرفاؤکم ۵۲

سربرآوردہ لوگوں کا کام قوم کی نیابت کرنا ہے

فاخبروہ ان الناس قد طیبوا واذنوا؛ ۵۳

غیر مسلم زیر معاہدہ اقوام کی حفاظت

من قتل معاھدًا لم یرح رائحۃ الجنۃ وان ریحھا یوجد من مسیرۃ اربعین عامًا؛ ۵۴

زیست کا درجہ قدر زندگانی

لا یتمنین احدکم الموت۔ اما محسنًا فلعلہ ان یزداد خیرا واما مسیئًا فلعلہ ان یستعتب؛ ۵۵

صحت اور فراخ دستی کا درجہ

نعمتان مغبون فیھما کثیر من الناس الصحۃ والفراغ ۵۶

ادائے قرضہ کی فضیلت

ان خیارکم

ایسی حالت کے لئے حضور کا کیا حکم ہے۔ فرمایا۔ تم ان کے حقوق کو ادا کرتے رہنا، اور اپنے حقوق کی بابت خدا سے دعا مانگنا،

تم واپس جاؤ۔ اس معاملہ کو ہمارے سامنے تمہارے سربرآوردہ لوگ پیش کریں۔

سربرآوردہ لوگوں نے آنحضرت صلعم سے آ کر عرض کیا کہ سب لوگ اسپر خوش ہیں، اور انہوں نے ہم کو اس بارہ میں اجازت دیدی ہے،

اگر کوئی مسلمان کسی غیر مسلم زیر معاہدہ (رعایا) شخص کو قتل کریگا، تو وہ بہشت کی خوشبو بھی نہ سونگھنے پائے گا۔ حالانکہ بہشت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے آنے لگتی ہے،

کسی شخص (مسلمان) کو موت کی آرزو نہیں کرنی چاہیے، اگر نیک ہے تو اسلئے کہ شاید وہ نیکیوں میں ترقی کر سکے؛ اور اگر بد ہے تو اس لئے کہ شاید وہ خوشنودی حاصل کر سکے؛

دو نعمتیں ہیں، جنکی قدر اکثر لوگ نہیں جانتے! وہ (۱) تندرستی؛ (۲) فراخ دستی ہیں،

ایک شخص کا نبی صلعم کو اونٹ دینا تھا وہ تقاضا کرنے

۵۱ بخاری عن ابن مسعود۔ کتاب الفتن؛ ۵۲ بخاری عن مسور بن مخرمہ۔ کتاب الاحکام؛ (دربارہ طے شرائط صلح بموقع جنگ ہوازن)؛ ۵۳ بخاری عن مسورؓ۔ (جنگ ہوازن)؛ ۵۴ بخاری عن عبداللہؓ بن عمر۔ کتاب الجزیہ؛ ۵۵ بخاری عن ابی ہریرہ۔ کتاب الطب؛

۵۶ بخاری عن ابن عباس؛ کتاب الرقاق؛

احسنکم قضاءً۔ ۵۱

دولتمندی کی تعریف	لیس الغنی عن کثرۃ العرض ولکن الغنی غنے النفس۔ ۵۲	دولت مندی زر و مال کی کثرت سے حاصل نہیں ہوتی ہے، غنی وہ ہے جس کا دل غنی ہے۔
مساوات عامہ	لا فضل لعربی علے عجمی ولا لعجمی علے عربی ولا لابیض علے اسود ولا لاسود علی ابیض الا بالتقوےٰ۔ ۵۳	عرب کے کسی باشندہ کو عجم کے کسی باشندہ پر۔ اور عجم کے کسی شخص کو عرب کے کسی شخص پر گورے رنگ والے کو کالے آدمی پر، اور کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں ہے، فضیلت کا ذریعہ تو صرف "خدا ترسی" ہے۔
رحم عامہ	من لا یرحم۔ لا یرحم۔ ۵۴	جو کوئی شخص دوسرے پر رحم نہیں کرتا۔ اُس پر بھی رحم نہیں کیا جائیگا۔
وارثوں کے لئے ورثہ چھوڑنے کی فضیلت	ان تدع انت ورثتک اغنیاء خیر امن ان تدعہم عالۃ۔ یتکففون الناس فی ایدیہم۔ ۵۵	یہ بہتر ہے کہ تو اپنے وارث کو غنی چھوڑ کر مرے۔ بہ نسبت اسکے کہ وہ تہیدست ہو، اور لوگوں کے سامنے سوال کے لئے ہاتھ پھیلاتا رہے۔
عورت کی مثال اور اُس سے گزران کی ہدایت	المرأۃ کالضلع ان اقمتہا کسرتہا وان استمتعت بہا استمتعت بہا وفیہا عوج۔ ۵۶	عورت کو ایسا سمجھو۔ جیسے پسلی کی ہڈی اِس ہڈی کو اگر سیدھا کرنا چاہو گے، تو توڑ بیٹھو گے۔ اور اگر اُس سے کام لینا چاہو گے۔ تو وہ ٹیڑھے پن میں ہی کام دے گی۔
عورت کا درجہ گھر میں	المرأۃ راعیۃ	عورت اپنے شوہر کے گھر میں۔ اور اولاد پر

آیا۔ آنحضرتؐ نے اُسکے اونٹ سے بہتر اونٹ خرید کر اُسے دیدیا۔ اور لوگوں سے فرمایا۔ نیک و برتر وہ شخص ہے جو قرض کو خوش اسلوبی سے ادا کرتا ہے۔

۵۱ عن ابی ہریرہ صحیح بخاری۔ کتاب الاستقراض۔ ۵۲ عن ابی ہریرہ۔ صحیح بخاری۔ کتاب الرقاق۔
۵۳ زاد المعاد۔ جلد ۲۔ صفحہ ۱۸۵۔ ۵۴ صحیح بخاری عن جریر بن عبد اللہ۔
۵۵ عن سعد بن ابی وقاص۔ صحیح بخاری کتاب الوصایا۔ ۵۶ صحیح بخاری۔

علی بیت زوجہا وولدہ ؎۱ | حکمران ہے:

| ماہر قرآن کا درجہ | المـاہر بالقرآن | قرآن مجید کا جاننے والا بزرگ، نکوکار سفیروں

مع السفرۃ الکرام البررۃ۔ ؎۲ | (فرشتوں) کے ساتھ ہوگا:

| اللہ کے نزدیک پسندیدہ کلام | کلمتان حبیبتان | دو بول ہیں جو رحمٰن کو پیارے ہیں: زبان پر ہلکے

الی الرحمٰن، خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان | ہیں۔ میزان اعمال میں بھاری ہیں، وہ یہ ہیں:

سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔ ؎۳ | سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم

قرآن مجید

ہمارے سید و مولیٰ نبی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اگر کوئی فاضل مبسوط و مشرح لکھے تو ضرور ہے کہ وہ علوم قرآن سے بھی بحث کرے۔ لیکن اگر کوئی شخص میری طرح مختصر مختصر، سادہ سادہ، حالات لکھ رہا ہو تو اُسے بھی لازم ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم کا نمونہ پیش کر دے، گو اسرار و حکم اور خصوصیات قرآن پاک کے مباحث کو وہ چھوڑ ہی دے کیونکہ جس سیرۃ نبویہ کے ساتھ قرآن مجید کا نمونہ نہیں دکھایا جاتا، وہ کتاب از حد نامکمل ہے۔

ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے کسی نے دریافت کیا تھا، کہ آنحضرتؐ کے اخلاق کیسے تھے، اُنہوں نے جواب دیا، کہ قرآن آنحضرتؐ کا خلق ہے۔

ہمارا ایمان ہے، کہ قرآن مجید کا لفظ لفظ ربّ العالمین کا کلام ہے۔ لیکن اہل عالم کو اس کلام ربانی سے روشناس ماہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے کرایا ہے۔

یہ پاک کلام ۲۳ تیئیس سال کی مدت میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ یہ اُنہی الفاظ میں دنیا میں مشہور و محفوظ، زبانوں پر جاری، دلوں پر قابض، دماغوں پر حاوی ہے۔ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھ کر سُنائے تھے۔

؎۱ عن ابن عمر۔ صحیح بخاری۔ ؎۲ صحیح بخاری تعلیقاً۔ کتاب التوحید ؎۳ عن ابی ہریرہ۔ صحیح بخاری۔ خاتمہ کتاب صحیح۔

یہ کلام پاک دنیا کے ہر طبقہ پر موجود ہے، دنیا کے ہر حصّہ پر کروڑوں اشخاص ہر روز پانچ دفعہ اس کے مختلف حصّوں کو ضرور پڑھ لیتے ہیں۔

جب سے اس کا نزول ہوا، اس کا ظہور ترقی پذیر رہا ہے، اُس وقت سے لے کر جب اسے اکیلی خدیجۃ الکبریٰ (ام المومنینؓ) نے سنا۔ لحظہ بہ لحظہ، روز بروز اس کے ماننے والوں کی تعداد ترقی پذیر رہی ہے۔ کوئی ملک، کوئی موسم، کوئی رسم و رواج، کسی جگہ کے ماننے والوں یا انکار کرنے والوں کے موافق یا ناموافق حالات اسکی ترقی کے لئے روک نہیں بن سکے۔

مختلف ملکوں اور مختلف زبانوں میں اسکے ترجمے غلط کئے گئے، اسکی سچی۔ صاف تعلیم پر غلط حاشیئے چڑھائے گئے۔ لیکن کوئی تدبیر بھی اس کی اشاعت کو نہ روک سکی، اور اسکی وسعت پذیر ترقی کو محدود نہ کر سکی۔

یہ جس زبان میں پہلے پہل جلوہ گر ہوا، اُسی میں اب تک نور گستر ہے اور ایک عالم اسکی روشنی سے منور ہے۔ لیکن دنیا کی اور تمام مقدس کتابیں کیا توراۃ و زبور۔ کیا انجیل اور اس کے خطوط، کیا وید، کیا ژند و پاژند اس وصف سے عاری ہیں، جس زبان میں وہ اتری تھیں، آج دنیا پر اُس زبان کا، اور اُس زبان کے بولنے والوں کا نام و نشان باقی نہیں ہے۔

قرآن مجید اُن سب اعتراضات کو جو قرآن کے زمانہ نزول میں کئے گئے، یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو الزام لگائے گئے۔ خود بیان کرتا ہے۔ اس لئے قرآن مجید اپنے لئے خود ایک سچی تاریخ بن گیا ہے، جس میں تصویر کے ہر دو رخ دکھا دیئے گئے ہیں، قرآن عظیم نے اس بارہ میں اپنی صداقت اور استحکام کے اعتماد پر جس جرأت سے کام لیا ہے۔ دنیا کی کسی اور کتاب سے اس کا ظہور نہیں ہوا۔

قرآن حکیم کی تعلیم ایسی زبردست صداقت لئے ہوئے ہے، کہ جن قوموں اور مذہبوں نے اُسے علی الاعلان نہیں مانا، اُنہوں نے بھی اپنی کتابوں میں جو سینکڑوں سال اس سے پہلے کی ہیں، یا سینکڑوں سال بعد کی ہیں، اسی تعلیم کے موجود ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ صدق اللہ تعالیٰ

لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ۔ میرے فقرہ کا مطلب آپ کو واضح ہو جائیگا جب آپ یہودیت، عیسائیت، موبدیت، بودھست اور ہندو مت کے سناتن یا آریہ دھرم کے حالات قبل از نزول قرآن مجید کو پڑھیں گے۔ اور پھر بعد از نزول قرآن پاک آپ ان مذاہب کی ترقیات تا زمانۂ حال پر غور فرمائینگے۔ اور ان ترقیات کے ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھتے جائینگے۔ کہ اس ملک میں اس انقلاب سے پیشتر قرآنی تعلیم کا رواج ہو چکا تھا یا نہیں۔

اب خواہ کوئی قرآن کریم کے فیوض کو مانے جیساکہ مشہور بانیان برھمو سماج کا حال ہے۔ یا جیساکہ رومن کیتھولک نے لوتھر کو الزام دیتے ہوئے اس امر کا اظہار کیا ہے کہ اس کے مسائل قرآن سے مستخرج ہیں۔

خواہ کوئی نہ مانے۔ جیساکہ بہت سے فرقوں کا حال ہے۔ مگر عملاً انہوں نے قرآن مجید کی تعلیم کو لے لیا ہے۔ لے رہے ہیں۔ اور ہر ایک ترقی کنندہ قوم (علی رغم الف) مجبور ہے کہ اسکی تعلیم کو لیتی رہے۔ جہاں تک مجھے علم ہے۔ قرآن مجید ہی ایک ایسی کتاب ہے۔ جو الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی۔ کی بشارت سناتا ہے۔

میں نے آیات کے ساتھ صرف سادہ ترجمہ لکھدیا ہے۔ اس سے زیادہ کچھ لکھنا اس کتاب کے موضوع سے باہر تھا۔ کیوں کہ میں ایک سلیس اور آسان کتاب پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جس کے پڑھ لینے کے بعد پڑھنے والا نبی کریم اور قرآن عظیم کی بابت کچھ تو معلوم کر سکے۔ وما توفیقی الا باللہ۔ علیہ توکلت والیہ انیب۔ مسلمان براہ مہربانی دیکھیں۔ کہ قرآن مجید کس نمونہ کے مسلمان تیار کرتا ہے۔

الٰہیات

(الف) ذات خداوندی کا عرفان۔	(۱) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔	اللہ کے نام سے شروع کر، جو کمال رحمت والا۔ اور نہایت رحم والا ہے۔
	(۲) لا تدرکہ الابصار وھو	حواس اور عقول خدا کا ادراک نہیں کر سکتے

يدرك الابصار۔ (انعام ع ۱۳)

(۳) ليس كمثله شیء وهو
السميع البصير۔ (شوریٰ ع ۲)

(۴) الله ولی الذين آمنوا يخرجهم
من الظلمات الى النور۔ (البقرہ)

(۵) الله لا الٰه الا هو الحی القيوم۔
لا تاخذه سنة ولا نوم۔ له ما فی
السموات وما فی الارض من ذا الذی
يشفع عنده الا باذنه يعلم ما بين
ايديهم وما خلفهم ولا يحيطون بشیء
من علمه الا بما شاء وسع كرسيه
السموات والارض ولا يوده حفظهما
وهو العلی العظيم۔ (البقرہ)

(۶) كتب ربكم على نفسه الرحمة۔

(۷) قل هو الله احد۔ الله الصمد
لم يلد۔ ولم يولد ولم يكن له
كفوا احد؛

(ب) سچے دین کی تعریف (۱) فطرة الله
التی فطر الناس عليها۔ لا تبديل لخلق الله
ذلك الدين القيم۔ ولكن اكثر
الناس لا يعلمون۔ (روم ع ۴)

لیکن خدا کو ان سب کا ادراک ہے؛

کوئی چیز بھی خدا کی مثال نہیں؛ اور وہ بندوں کی التجاؤں کو سنتا؛ اور اُن کے حالات کو دیکھتا ہے؛

اللہ ایمان والوں سے محبت رکھتا ہے؛ اُنہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آتا ہے؛

خدا ہے؛ اُس کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں اُسے غفلت یا نیند کا اثر نہیں ہوتا؛ اُسی کا ہے۔ جو کچھ بھی آسمان و زمین میں ہے۔ ایسا کون ہے؟ جو اُسکے اذن کے بغیر اُسکے پاس شفاعت کر سکے؛ وہ خدا لوگوں کے اگلے پچھلے حالات جانتا ہے؛ اور لوگ اسکے علم کا احاطہ نہیں کر سکتے؛ لوگ تو اتنا ہی جان سکتے ہیں جتنا وہ چاہے اُسکی کرسی آسمانوں اور زمین کو گھیرے ہوئے ہے؛ اُسے آسمانوں اور زمین (دونوں) کا تھام رکھنا تھکا نہیں دیتا؛ وہ بڑی اعلیٰ شان اور عظمت والا ہے؛

تمہارے پروردگار نے اپنی ذات پر رحمت کو لکھ لیا ہے؛

وہ خدا۔ ایک یکتا۔ سب کا سید و آقا ہے؛ کوئی اُس کا فرزند نہیں؛ وہ کسی کا فرزند نہیں؛ اور کوئی بھی اُس کے برابر کا نہیں؛

یہ خدا کی بنائی ہوئی سرشت ہے۔ جس پر خدا نے لوگوں کو پیدا کیا ہے؛ خدا کی بناوٹ میں ادل بدل نہیں ہوتی؛ یہی سیدھا دین ہے۔ لیکن اکثر لوگ اسے نہیں جانتے؛

(٢) صبغة الله ومن احسن من الله صبغة (بقرہ ع ١٦)	اللہ کا رنگ چڑھاتا ہے، ہاں اللہ سے بڑھ کر اور کون رنگ چڑھا سکتا ہے۔
(٣) شرع لکم من الدین ما وصّی به نوحًا والذی اوحینا الیک وما وصّینا به ابراھیم وموسٰی وعیسٰی ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیه۔ (شوریٰ ع ٢)	خدا نے تمہارے لئے دین کا وہ راستہ بنایا ہے، جسکا حکم نوحؑ کو دیا گیا، اور پھر محمدؐ پر اُسکی وحی بھیجی، اور ابراہیمؑ موسیٰؑ وعیسیٰؑ کو بھی اُسی کا حکم دیا تھا، کہ دین پر سیدھے چلو، اور اُس میں تفرقہ نہ ڈالو۔
(ج) بندہ کے اعمال سے اللہ تعالیٰ کو کیا مطلوب ہے — لن ینال الله لحومها ولا دماءها ولکن ینالہ التقوٰی منکم۔ (حج ع ٥)	خدا کے ہاں قربانیوں کا گوشت یا لہو ہرگز نہیں پہونچتا، خدا کے پاس تو تمہاری فرماں برداری پہونچتی ہے۔
(د) شریعت سے مقصود انسان کی تکمیل ہے — (١) ما یرید الله لیجعل علیکم من حرج ولکن یرید لیطهرکم ویتم نعمته علیکم لعلکم تشکرون (مائدہ ع ٢)	اللہ کا یہ ارادہ نہیں کہ تم پر تنگی ڈالے، اللہ کا ارادہ تو یہ ہے، کہ تمہیں پاک کرے اور اپنی نعمت پوری پوری بھیجے، تاکہ شکر کیا کرو۔
(٢) ان الصلوٰة تنهٰی عن الفحشاء والمنکر ولذکر الله اکبر۔ (عنکبوت ع ٥)	نماز فحش اور بیحیائی اور ممنوع کاموں سے روک دیتی ہے، اور اللہ کا ذکر تو اس سے بھی (فوائد میں) بڑھکر ہے۔
(ہ) نبی کے فرائض — ارسلنا فیکم رسولًا منکم۔ یتلوا علیکم اٰیاتنا ویزکیکم ویعلمکم الکتاب والحکمة ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون۔ (بقرہ ع ١٨)	ہم نے تمہارے پاس رسولؐ کو بھیجا، جو تم ہی میں سے ہے وہ ہماری آیتیں تمکو سناتا، (اخلاق رذیلہ سے) تمکو پاک کرتا۔ کتابؐ اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے، اور وہ علوم سکھاتا ہے جنہیں تم نہیں جانتے تھے۔
(٢) یامرهم بالمعروف وینهٰهم عن المنکر ویحل لهم الطیبٰت ویحرم علیهم الخبٰئث ویضع عنهم	نبیؐ لوگوں کو نیک باتوں کے کرنیکا حکم دیتا، اور بُری باتوں کے کرنیسے روکتا، اور پاکیزہ چیزوں کو لوگوں کے لئے حلال ٹھہراتا، اور ناپاک چیزوں کو اُن پر حرام ٹھہراتا،

اصرھم والاغلال التی کانت
علیھم ۔ (اعراف ۔ ۱۹)

(د) اعمال کی جزا و سزا دنیا میں بھی دیجاتی ہے۔ اور موت کے بعد بھی

(۱) لو ان اھل القریٰ امنوا
واتقوا لفتحنا علیھم برکات من السمآء
والارض ولکن کذبوا فاخذنٰھم بما
کانوا یکسبون ۔ (اعراف ع ۱۲)

(۲) ولو انھم اقاموا التوراۃ والانجیل و
ما انزل الیھم من ربھم لاکلوا من فوقھم
ومن تحت ارجلھم (مائدہ ع ۹)

(۳) وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت
ایدیکم ویعفوعن کثیر (شوریٰ ع ۴)

(۴) فلا تعلم نفس ما اخفی لھم
من قرۃ اعین جزاءً بما کانوا
یعملون ۔ (سجدہ ع ۲)

(ر) سُنن الٰہیہ میں تبدیلی نہیں

(۱) فلن تجد
لسنۃ اللہ تبدیلا ۔

(۲) ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا ۔ (فاطر ع ۵)

(۳) ما تریٰ فی خلق الرحمٰن من
تفاوت ۔ فارجع البصر ھل
تریٰ من فطور ۔ ثم ارجع البصر

بوجھ اُن سے دور کردیتا ۔ اور طوق اُن کے نکال
دیتا ہے۔

اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے
اور تقویٰ اختیار کرتے۔ تو ہم اُن پر زمین اور آسمان
کی برکتیں کھول دیتے۔ لیکن وہ تو حکم الٰہی کو جھٹلانے
لگے۔ اس لئے ہم نے ان پر اُن کے فعلوں کی
وجہ سے مواخذہ کیا۔

اگر وہ لوگ تورات اور انجیل پر اور اُس تعلیم پر جو ان پر نازل
کی گئی تھی۔ قایم ہوتے تو اپنے اوپر اور نیچے سے خوراک کھایا کرتے
(یعنی زمین اور آسمان کی برکتیں اُن کے ساتھ ہوتیں)۔

جو مصیبت تمہیں پہونچی ہے۔ وہ تمہارے ہاتھوں کی لائی ہوئی
ہے۔ اور خدا تو تمہاری بہت سی باتیں معاف کردیتا ہے۔

کوئی شخص بھی نہیں جان سکتا۔ کہ خدا نے اپنے بندوں کے
لئے وہ کیا کیا چیزیں خفیہ مہیا کر رکھی ہیں جن سے اُنکی
آنکھیں ٹھنڈی ہوجائینگی۔ یہ بدلہ ان کے اعمال کا ہے۔

سنت الٰہی میں کچھ بھی تغیر و تبدل
نہیں ہوتا۔

سنت الٰہی میں ایرپھیر کی گنجایش نہیں۔

خدا کی آفرینش میں تجھے کچھ بھی نقص نظر
نہیں آئیگا۔ ذرا آنکھ اُٹھاکر تو دیکھ کیا تجھے کوئی
شگاف بھی دکھائی دیتا ہے۔ پھر آنکھ اُٹھا کر دیکھ

کرتین ینقلب الیک البصر خاسئاً وھو حسیر ۔ (ملک ع ۱)	اور بار بار دیکھ۔ تیری نظر تھک کر ناکام ہو کر لوٹ آئے گی ۔
انسان کی ذاتی کوشش ہی کامیابی کے لئے ثمر بنتی ہے — (۱) لیس للانسان الا ما سعیٰ ۔ (النجم ع ۱)	انسان کو وہی ملتا ہے جو اُس نے سعی کی ہے ۔
(۲) وکان سعیکم مشکوراً ۔ (دہر ع ۱)	تمہاری کوشش خوب کامیاب ہوئی ۔
(۳) تلک امۃ قد خلت لھا ما کسبت ولکم ما کسبتم ۔ (بقرہ ع ۱۶)	وہ امت گذر چکی ہے ۔ جو کچھ اُس نے کمایا تھا اُسے ملیگا ۔ جو تم کماؤ گے وہ تمہیں ملیگا ۔
صبر اور پرہیزگاری کا درجہ — وان تصبروا و تتقوا فان ذلک من عزم الامور ۔	اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری رکھو ۔ تو یہ ایک عالی ہمتی کا کام ہے ۔
حکمت اور دانش کا درجہ — ومن یوتی الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً ۔	اور جسے حکمت (حقیقی فلسفہ) دیا گیا ۔ اُسے نہایت سعادتمندی حاصل ہوئی ۔
صبر کا ثمرہ — وجعلنا منھم ائمۃ یھدون بامرنا لما صبروا ۔ (سجدہ ۔ ع ۳)	جب بنی اسرائیل نے صبر اختیار کیا تو ہم نے اُن میں ایسے مقتدائے قوم کئے جو ہماری حکم کے مطابق اَور لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے ۔
قطع طمع — ولا تمدن عینیک الی ما متعنا بہ ازواجاً منھم ۔	کافروں کی مختلف قوموں کو جو ہم نے دنیاوی حظوظ سے بہرہ مند کیا ہے تو اُسکی طرف آنکھیں اُٹھا کر نہ دیکھ ۔
دنیاوی عروج میں آخرت کو نہ بھولنا — ولا تنس نصیبک من الدنیا ۔ (قصص ع ۸)	اے قارون تو دنیا کے گھمنڈ میں آکر اپنے بہرۂ نجات کو فراموش نہ کر ۔
تہلکہ سے بچنا — ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ	اپنے تئیں آپ ہلاکت میں نہ ڈالو ۔
افترا اور جھوٹ ایمان کی ضد ہیں — انما یفتری الکذب الذین لا یومنون بایات اللہ (النحل ع ۱۴)	جھوٹ افترا وہی باندھتے ہیں ۔ جو خدا کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے ۔

قطعی حرام چیزیں

قل انما حرم ربی الفواحش ما ظهر منها وما بطن والاثم والبغی بغیر الحق وان تشرکوا بالله ما لم ینزل به سلطانا۔ وان تقولوا علی الله ما لا تعلمون؛ (الاعراف ۔ ع ۴)

اے محمد سنا دیجئے، کہ میری پروردگار نے حرام کردیا ہے (۱) فحش کی سب قسموں کو جو کھلی ہیں یا چھپی ہیں۔ (۲) اور گناہ کو (۳) اور ناحق بغاوت کو۔ (۴) اور خدا کے ساتھ کسی کو شریک بنانے کو، جس پر کوئی بھی دلیل موجود نہیں، (۵) اور خدا پر ایسی بات جوڑ لینے کو جسے تم نہیں جانتے؛

خدا کی عبادت الٰہی بپتسمہ ہے

صبغة الله و من احسن من الله صبغة، ونحن له عابدون۔ (البقرہ ۔ ع ۱۶)

ہم نے خدا ہی کا رنگ اختیار کیا ہے، کیا خدا سے بڑھ کر بھی کوئی اچھا رنگ دینے والا ہے؟ اور ہم تو اسی کی عبادت کرتے ہیں؛

تحریر و انشاء دانی کی تعریف

والقلم وما یسطرون۔

میں قلم کی اور اسکے لکھے ہوئے علوم کی قسم کھاتا ہوں۔

ارباب عقل و دانش کے لئے الٰہی نشانات

ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنهار والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس وما انزل الله من السماء من ماء فاحیا به الارض بعد موتها۔ وبث فیها من کل دابة۔ وتصریف الریاح والسحاب المسخر بین السماء والارض لاٰیات لقوم یعقلون (البقرہ ع ۲۰)

زمین و آسمانوں کے پیدا کرنے، رات دن کے آنے جانے؛ وہ کشتیاں اور جہاز جو لوگوں کی مفید اشیاء تجارت لیکر دریاؤں اور سمندروں میں چلتے ہیں آسمانوں کی طرف سے خدا کے پانی اتارنے اور مردہ زمین کو اسکے ذریعہ از سر نو زندگی بخشنے۔ زمین میں ہر ایک قسم کے جانور پیدا کرکے پراگندہ کردینے مختلف قسم کی ہوائیں بدلنے۔ اور ان بادلوں میں جو آسمان و زمین کے بیچ میں تابع حکم نظر آتے ہیں بیشک عقلمندوں کے لئے خدا کی قدرت کی نشانیاں ہیں؛

قسم کھانے کی ممانعت

(۱) ولا تطع کل حلاف مهین۔ (قلم ع ۱)

تو کسی ایسے ذلیل کی بات مت مان جو بہت قسمیں کھانے والا ہے؛

(۲) ولا تجعلوا الله عرضةً لایمانکم (بقرہ ع ۲۸)

(۳) واحفظوا ایمانکم (مائدہ ع ۱۲)

خدا کے نام کو اپنی قسموں کا ہدف نہ بناؤ؛

قسموں کی نگہداشت کیا کرو؛

صلح کلی کی دعوت

یا ایھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطان انه لکم عدوٌّ مبین (البقرہ ع ۲۸)

ایمان والو! دین اسلام میں (جو مبنی برامن ہے) بالکلیہ ہمہ تن داخل ہوجاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو؛ وہ تمہارا کھلا کھلا دشمن ہے؛

اصلاح باہمی کا حکم

وتصلحوا بین الناس (بقرہ ع ۲)

واصلحوا ذات بینکم؛ (انفال ع ۱)

لوگوں کے درمیان صلح کرادیا کرو؛

آپس کے منازعات اور جھگڑوں کی اصلاح کرلیا کرو؛

عفو و درگذر کی تعلیم

ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر الله لکم (النور ع ۳)

لازم ہے؛ کہ معافی دو۔ اور درگزر کرو؛ کیا تم پسند نہیں کرتے۔ کہ خدا تم کو بخش دے؛

۸۔ سچی تعلیم کی صداقت خود بخود آشکارا ہوجاتی ہے؛

سنریهم ایاتنا فی الافاق وفی انفسهم حتی یتبین لهم انه الحق؛ (حم سجدہ ع ۶)

ہم اپنی قدرت کی نشانیاں جو اطراف عالم میں پھیلی ہوئی ہیں اور خود ان کی ذوات و نفوس میں بھی موجود ہیں ضرور انہیں دکھا دینگے۔ اور بالآخر ان کو معلوم ہوجائیگا کہ یہ تعلیم بالکل سچی ہے؛

سلطنت کے اصول

۱۔ حاکمان عدالت کے لئے علم کا ہونا ضروری ہے

وداؤد وسلیمان اذ یحکمان فی الحرث اذ نفشت فیه غنم القوم وکنا لحکمهم شاهدین۔ ففهمناها سلیمان۔ وکلا اٰتینا حکماً وعلماً۔ (انبیاء)

حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا قصہ بیان کیجیے جبکہ وہ ایک کھیت کے بارہ میں فیصلہ صادر کررہے تھے؛ جس میں رات کے وقت انکی قوم کے گوسپند چر گئے تھے؛ اور ہم انکے فیصلہ کرتے وقت حاضر و ناظر تھے؛ سو اس معاملہ میں ہم نے حضرت سلیمان علیہ السلام پر ایک خاص سمجھ عنایت کی اور

دونوں کو ہمنے عام طور پر حکومت اور علم عطا کیا تھا۔

٢- نقض امن کی ممانعت

ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحها - (اعراف ع ٣)

کسی سرزمین میں اصلاح ہو جانے کے بعد خرابی نہ کرو۔

٣- ظلم باعث زوال ہے

وکم قصمنا من قریۃ کانت ظالمۃ وانشأنا بعدها قوماً اٰخرین - (انبیاء ع ٢)

کتنے شہروں کو ہمنے اُنکے ظلم کے باعث توڑ مروڑ ڈالا- اور اُن کی تباہی کے بعد ہم نے ایک دوسری قوم اُن کی بجائے پیدا کردی۔

٤- نکوکاری باعث قیام ہے

وما کان ربك لیهلك القریٰ بظلم واهلها مصلحون - (ہود - ع ١٠)

ایسا نہیں کہ تیرا پروردگار آباد شہروں کو اُن کے باشندوں کے نیکوکار ہونے کے باوجود ظلم سے تباہ کردے۔

٥- جنگ کے لئے تیار رہنا ہی جنگ سے بچنے کی تدبیر ہے

واعدوا لهم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترهبون به عدو اللہ وعدوکم - (انفال - آیت ٦٠)

جہانتک ممکن ہو اپنی طاقت بڑھاؤ اور گھوڑوں کو آمادہ پیکار رکھو جس سے تم ان لوگوں کے دلوں میں رعب ڈال سکو جو خدا کے دشمن اور تمہارے بھی دشمن ہیں۔

٦- ارکان دولت کے مشورہ پر کاروبار کا ہونا

(١) وشاورهم فی الامر (آل عمران ع ١٧)

حکومت کے کاموں میں لوگوں سے مشورہ کرلیا کرو۔

(٢) وامرهم شوریٰ بینهم (شوریٰ ع ٤)

مسلمانوں کی حکومت باہمی مشورہ پر ہے۔

(٣) یاایها الملؤا افتونی فی امری ماکنت قاطعۃ امراً حتیٰ تشهدون۔ (نمل - ع ٣)

اے سردارو! میری حکومت میں تم مجھے فتوےٰ دو۔ تمہاری موجودگی کے بغیر مجھ کو کسی بڑے کام کا فیصلہ نہیں کرنا ہے۔

تعلیم و تعلم

۱- علم و حکمت کی باتوں کا سننا۔ ان پر غور کرنا۔ بہترین صورت کو اختیار کرنا

فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنه۔ اولٰئک الذین ھداھم الله واولٰئک ھم اولوا الالباب۔ (زمر ع ۲)

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے ان بندوں کو بشارت سنا دیجئے جو (علم و حکمت کی) گفتار کو سنتے اور اسکی بہترین صورت کو اختیار کرکے اسکی پیروی کرتے ہیں۔ یہی ہیں وہ لوگ جنہیں خدا نے ہدایت بخشی اور یہی لوگ کھرے عقل مند ہیں۔

۲- غیر اقوام سے علم اخذ کرنا

(۱) ھل عندکم من علمٍ فتخرجوه لنا۔ (انعام ع ۱۸)

کیا تمہارے پاس کچھ علم ہے؟ پس اسے ہمارے لئے ظاہر کرو۔

نظام تبلیغ دین

۱- دین کی دعوت دینے والی جماعت کا قیام ضروری ہے

ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولٰئک ھم المفلحون۔ (آل عمران ع ۱۱)

تم میں ایک ایسا گروہ ضرور ہونا چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے۔ اچھے کاموں کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے۔ ایسے ہی لوگ کامیاب ہونگے۔

۲- ہر ایک قوم کا شخص (اعیان) دین کی جماعت میں ہو سکتا ہے

فلولا نفر من کل فرقةٍ منھم طائفة لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون۔ (توبہ ع ۱۵)

ہر ایک فرقہ و قوم میں سے ایک گروہ اس غرض کے لئے کیوں نہیں کھڑا ہوتا کہ وہ دین میں سمجھ حاصل کریں اور جب فارغ التحصیل ہوں تو اپنی قوم کی ہمدردی کرکے انہیں خدا کی ناراضمندی کی باتوں سے ڈرائیں جسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ قوم بری باتوں سے بچنے لگے گی۔

تہذیب اخلاق

۱- جنس اناث کی تعریف

من ینشؤا فی الحلیة وھو فی الخصام غیر مبین (زخرف ع ۲)

آرائش و زیور کے اندر پلتی ہے۔ اور لڑائی پیکار سے علٰحدہ رہتی ہے۔

۲- میاں بیوی کی تعریف

ھن لباس لکم وانتم لباس لھن - (بقرہ - ع ۲۳)

بیویاں اپنے شوہروں کے لئے، اور شوہر اپنی بیویوں کے لئے لباس ہیں۔

لباس انسان کو گرمی سردی سے بچاتا۔ لباس انسان کے حسن وجمال کو ترقی دیتا لباس سے پہننے والے کی تہذیب وتمیز کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ لباس لباس پہننے والے کے عیوب کو چھپاتا ہے۔ اسی طرح زن وشوہر کے باہمی تعلقات ہونے چاہئیں۔ وہ گرم وسرد زمانہ سے ایک دوسرے کا بچاؤ ہوں۔ ایک دوسرے کا حسن وجمال باہمی الفت سے ترقی کرے۔ عورت کو دیکھکر اسکے شوہر کی تہذیب اور شوہر کو دیکھ کر عورت کی تمیز کا اندازہ کیا جاسکے۔ ایک دوسرے کے رازدار ہوں۔

خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ (الروم - ع ۳)

خدا نے تمہاری جنس سے تمہارے لئے بیویاں بنائیں کہ تسکین پکڑو۔ اور میاں بیوی کے درمیان خدا نے محبت اور پیار ڈال دیا۔

۳- میاں بیوی کے حقوق

(۱) الرجال قوامون علی النساء - (نساء ع ۶)

مرد عورتوں پر نگراں ہیں۔

(۲) ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف وللرجال علیھن درجۃ (بقرہ - ع ۲۸)

عورتوں کے شوہروں پر ویسے ہی حقوق ہیں۔ جیسے شوہروں کے عورتوں پر ہیں۔ اور مردوں کو ان پر درجہ ہے۔

۴- کمال درجہ کی محبت کو ایمان کہتے ہیں۔

والذین اٰمنوا اشد حبا للہ (البقرہ ع ۲۰)

مومن خدا کی محبت میں زیادہ ثابت قدم ہیں۔

۵- بلندی درجات کا سبب ایمان اور علم ہیں

یرفع اللہ الذین اٰمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات - (المجادلہ - ع ۲)

خدائے تعالی مومنوں کے اور ان لوگوں کے جنہیں علم سے بہرہ مند کیا گیا ہے۔ درجے اور رتبے بلند فرماتا ہے۔

بروبحر پر تسلط کرنے، بہترین وپاکیزہ اصول پر چلنے کی وجہ سے انسان کو دیگر مخلوق پر فضیلت ہے

ولقد کرمنا بنی آدم وحملناہم فی البر والبحر ورزقناہم من الطیبات وفضلناہم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا (بنی اسرائیل ع ١١)

ضرور ہم نے انسان کو عزت دی ہے اور خشکی وتری میں اُن کو سوار کرکے پھرایا، (خشکی وتری میں سفر کرنے کے وسائل سمجھائے) اور الوانِ نعمت سے اُن کا رزق مقرر کیا، اور اپنی بہت سی مخلوقات پر اُن کو شرف بخشا،

انسان کا اشرف ہونا ہی ردِ شرک کی دلیل ہے،

قال اغیر اللہ ابغیکم الٰہاً وہو فضلکم علی العالمین، (اعراف ع ١٦)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تمہارے لئے اور معبود ڈھونڈھ لاؤں؟ حالانکہ اُس نے تمہیں تمام عالم پر فضیلت عنایت فرمائی ہے،

انسان کو ہر ادنی ہستی سے سبق حاصل کرنا چاہیے

یا ویلتیٰ اعجزت ان اکون مثل ہذا الغراب فاواری سوأۃ اخی۔ فاصبح من النادمین،

اے کاش۔ مجھ سے اتنا بھی تو نہ ہو سکا کہ اس کوّے کی طرح اپنے بھائی کی مُردہ لاش کو خاک سے چھپا دیتا، یہ سمجھ کر اُسے سخت ندامت ہوئی،

دیکھنے والے کے لئے ہر چیز میں ایک نشان ہے

وکم من آیۃ فی السموات والارض یمرون علیہا وہم عنہا معرضون،

زمین وآسمان میں قدرت کاملہ کی کس قدر نشانیاں موجود ہیں، جن سے وہ یوں ہی مونھ پھیر کر گزر جاتے ہیں،

سیاحت سے فہم بڑھتا ہے اور معلومات کا اضافہ ہوتا ہے،

افلم یسیروا فی الارض فتکون لہم قلوب یعقلون بہا او اذان یسمعون بہا (حج ع ٦)

انھوں نے اطراف عالم میں سیاحت کیوں نہ کی۔ جس سے ان کو دل ہائے دانا اور گوش ہائے شنوا حاصل ہوتے،

اندھا وہ ہے جسکا دل اندھا ہے

فانہا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور، (الحج ع ٦)

حقیقت حال یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوجاتیں بلکہ وہ دل اندھے ہوجاتے ہیں جو سینوں میں پوشیدہ ہیں،

حرام چیزیں طیب نہیں طیب چیزیں حرام نہیں

یاایہا الناس

اے سب لوگو! زمین میں جو پاکیزہ حلال اشیاء

كلوا مما في الارض حلالاً طيباً ولا تتبعوا خطوات الشيطٰن۔ (۲-۱۶۸)

خدا نے پیدا کی ہیں، کھاؤ پیو اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔

حلال طیب چیزوں کا ترکِ استعمال شیطانی کام ہے

كلوا مما في الارض حلالاً طيباً ولا تتبعوا خطوات الشيطٰن۔ (۲-۱۶۸)

زمین کی سب پاکیزہ حلال اشیا کھاؤ۔ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔

بصیرت وہدایت اسی دنیا میں حاصل ہوسکتی ہے

ومن كان في هٰذه اعمیٰ فهو في الاخرة اعمیٰ واضل سبيلا۔

جو شخص اس دنیا میں اندھا ہوگا تو وہ آخرت میں زیادہ اندھا اور زیادہ گمراہ ہوگا۔

ایمان ہی کے ذریعے سے ہر ایک اعلیٰ منزلت پاسکتے ہیں

ولا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (آل عمران ع ۱۴)

آپ اپنے کو ذلیل نہ سمجھو، اور رنجیدہ نہ ہو۔ تم ہی سب سے برتر ہوگے۔ اگر تم ایمان دار ہو۔

تمدن

۱۔ چرند و پرند میں ایک تمدن کا پایا جانا۔ لوازم حیات میں انسان کا بھی انہی جیسے اصول پر کاربند ہونا

(۱) وما من دابة في الارض ولا طائر يطير بجناحيه الا امم امثالكم۔ ما فرطنا في الكتاب من شيء ثم الى ربهم يحشرون۔ (۶-۳۸)

روئے زمین پر کوئی ایسا جان دار یا اور اڑنے والا پرندہ نہیں ہے جن کی تمہاری ہی طرح قومیں اور جتھے نہ ہوں، ہم نے اپنی کتاب میں کسی چیز کا بیان ترک نہیں کیا، ان سب کو مآل کار خدا ہی کی طرف اکٹھا ہو کر جانا ہے۔

۲۔ موجودات عالم انسان کے فائدے کے لئے ہیں

هو الذي خلق لكم ما في الارض جميعاً (۲-۲۹)

خدا وہ ذات کبریا ہے جس نے تمہارے (فوائد ومنافع کے) لئے روئے زمین کی تمام اشیا پیدا کی ہیں۔

۳۔ لوگ اپنی اپنی مختلف قابلیتوں سے مختلف کام انجام دیتے ہیں

(۱) كل يعمل على شاكلته۔

ہر ایک شخص اپنی جبلت کے موافق عمل کرتا ہے۔

(۲) الم تر ان اللہ یسجد لہ من فی السموات ومن فی الارض والشمس والقمر والنجوم والجبال والشجر والدواب وکثیر من الناس وکثیر حق علیہ العذاب ؛ (حج ع۲)

کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ آسمان اور زمین کی سب مخلوق (مثلاً) سورج، چاند، تارے، پہاڑ، درخت، حیوان اور انسان کا بڑا حصّہ خدا کا فرماں بردار ہے ؛ (پھر بھی) بہت ایسے لوگ رہ جاتے ہیں جن پر عذاب کا ہونا درست ٹھہرا ؛

(۳) فاما من اعطے واتقی وصدق بالحسنے فسنیسرہ للیسرے واما من بخل واستغنے وکذب بالحسنے فسنیسرہ للعسرے ؛

جس شخص نے (خدا کی راہ میں) کچھ دیا اور پرہیزگاری بھی کی اور خدا کے بہترین وعدوں کی تصدیق کی اُسکو ہم نہایت آسانی کے ساتھ آسان طریقہ پر (دین اسلام پر۔ فطرت کے راستے پر جو بمقتضائے الدین یسر نہایت آسان طریقہ ہے) چلائینگے ؛ لیکن برخلاف اسکے جس نے بخل ورزی کی اور اپنے تئیں (خدا کی اطاعت سے) بے نیاز خیال کیا اور خدا کے بہترین وعدوں کو جھٹلایا تو اُسکے لئے (ترک معونت و توفیق کرکے اور اپنی عنایت سے اُس کو محروم کرکے) وہی دشوار طریقہ (جو در حقیقت بہ سبب خلاف فطرت صحیح ہونے کے نہایت دشوار ہے۔ بباعث ترک کرنے لطف و عنایت کے) آسان کر دیں گے ؛

۴۔ سیاست مدن کے قیام اور انتظام کے لئے مختلف طبقات کی ضرورت اور ہر ایک طبقہ کا اس مناسبت کے تعاون قیام اور دوام انتظام کے لئے ذمہ دار ہونا ؛

ھو الذی جعلکم خلئف الارض ورفع بعضکم فوق بعض درجات لیبلوکم فی ما اٰتاکم ان ربک سریع العقاب وانہ لغفور رحیم ؛ (انعام ع ۲۰)

خدا وہ ذات کبریا ہے جسنے تمہیں روئے زمین پر (موالید ثلاثہ کے مختلف اقسام میں انواع تصرف کرنیکے لئے) اپنا خلیفہ بنایا (یعنی بدائع قدرت ظاہر کرنے کے لئے تمہیں اپنا جارحہ تصرف بنایا) اور حسن انتظام کے لئے تمہاری مختلف درجے یا طبقے قرار دئیے جس سے یہ غرض ہے کہ تمہیں اپنے عطا کردہ کمالات میں آزمائے (کہ تم اُن بالقوہ کمالات کو معرض ظہور میں لاکر اپنے

تئیں خلیفۃ اللہ ثابت کرتے ہو یا اپنی فطری استعداد کو مسخ کرکے اسفل سافلین کا خطاب حاصل کرتے ہو) ضرور تیرا پروردگار جلدی عذاب بھی دینے والا ہے اور وہ یقیناً بخشنے والا مہربان بھی ہے۔

۵۔ مساوات حقوق کا تاکیدی حکم عدل کی تاکید۔	ووضع المیزان الا تطغوا فی المیزان واقیموا الوزن بالقسط ولا تخسروا المیزان۔ (الرحمٰن ع ۱)	اور خدا نے ایک میزان مقرر کی، کہ تم اس میزان میں کسی طرح طغیانی (افراط وتفریط) نہ کرو۔ اور انصاف کے ساتھ معیار کو درست رکھو۔ اور میزان مقرر کردہ الٰہی میں کسی قسم کی تقصیر نہ کرو۔
۶۔ بہترین شخص وہ ہے جو نسل انسانی کا خیر خواہ ہے	کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر وتؤمنون باللہ (آل عمران ع ۱۲)	تم لوگ (اے امت محمدیہ) باقی لوگوں کے لئے ایک بہترین قوم صفحۂ ہستی پر لائے گئے ہو (تم سب لوگوں کو) مطابق شرع وفطرت کے حکم دیتے، برائیوں سے منع کرتے اور خدا کی ذات وصفات پر یقین کامل رکھتے ہو۔
۷۔ اخوت کی بنیاد	انما المومنون اخوۃ (الحجرات ع ۱)	تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔
۸۔ مال کی تعریف۔ دولت قیام قومی کا سبب ہے۔	ولا تؤتوا السفہاء اموالکم التی جعل اللہ لکم قیاما۔ (نساء ع ۱)	اور تم اپنے اموال جو اللہ نے تمہارے لئے قوام زندگی بنائے ہیں بیوقوفوں کے ہاتھ میں مت دیا کرو۔
۹۔ فقر وتنگدستی کی برائی	الشیطان یعدکم الفقر ویامرکم بالفحشاء واللہ یعدکم مغفرۃ منہ وفضلا۔ واللہ واسع علیم۔ (البقرہ ع ۳۷)۔	شیطان تمہیں تنگدستی کا خوف دلاتا ہے اور (اس بنا پر) تمہیں بخل وامساک کا حکم دیتا ہے (برخلاف اسکے) خدا تمہیں اپنے فضل وبخشش کی امید دلاتا ہے اور خدا بہت فراخ رحمت والا (حقائق امور کو) جاننے والا ہے۔
۱۰۔ اسراف کی برائی۔ بخل کا نہ ہونا بڑی بہبودی ہے	ومن یوق شح نفسہ فاولٰئک ہم المفلحون (۲۳ ـــ ۱۶)	جن کو جبلّی بخل اور لالچ سے خدا نے محفوظ رکھا وہی (آخرت میں) کامیاب ہونگے۔

۱۲۔ میانہ روی۔ رحمٰن کے بندے بخیل و مسرف نہیں ہوتے

والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذالک قواما۔ (الفرقان ع ۶)

خدائے مہربان کے خاص بندوں کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ جب وہ خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ تو فضول خرچ کرتے ہیں اور نہ تنگ چشمی کرتے ہیں بلکہ (میانہ روی کرکے) بیچ کا مستقیم راستہ اختیار کرتے ہیں۔

۱۳۔ بحری تجارت خصوصاً نفع بخش ہے۔

والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس۔ (۲-۱۶۳)

اور وہ کشتیاں اور جہاز (بھی خدا کی قدرت کی نشانیاں ہیں) جو لوگوں کی مفید اشیاء تجارت لے کر دریا اور سمندر میں (برابر) چلی جاتی ہیں۔

کسے اس بہتر اور ہمیشہ رہنے والی نعمتیں کن لوگوں کے لئے ہیں

وما عند اللہ خیر و ابقی للذین اٰمنوا (الشوریٰ ع ۴)۔

بہتر اور باقی رہنے والا اجر ان لوگوں کے لئے ہے (۱) جو ایمان لائے ہیں۔ اور اپنے رب پر توکل رکھتے ہیں۔ (۲) جو لوگ بڑے بڑے گناہوں۔ بے حیائی اور فحش سے پرہیز کرتے ہیں۔ (۳) اور جب انہیں غصہ آتا ہے۔ تو درگزر کیا کرتے ہیں۔ (۴) اور جو اپنے پروردگار کے حکموں کو قبول کرلیتے ہیں۔ (۵) اور جو نماز کو قایم رکھتے ہیں۔ (۶) اور جن کا کام باہمی شوریٰ پر ہے۔ (۷) اور جو اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں سے خرچ کرتے ہیں۔ (۸) اور جو دوسرے کی طرف سے زیادتی (حملہ) ہونے پر (صرف) اپنا بدلہ لیتے ہیں۔ اور برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے۔ (۹) ہاں جو (دوسرے کی زیادتی) معاف کرے اور اس سے نیکی کرے تو اسکا ثواب اللہ کے اوپر ہے۔ اللہ تو ظلم کرنے والوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ (۱۰) (تاہم) جو کوئی (دوسرے) ظلم کا بدلہ لیتا ہے اس پر کچھ الزام نہیں۔ (۱۱) الزام تو ان لوگوں پر ہے جو نسل انسان پر ظلم کرتے۔ اور ملک میں نار وا بغاوت پھیلاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (۱۲) جو شخص (دوسرے کی زیادتی پر) صبر کرتا۔ اسے معاف کردیتا ہے تو یہ بات بڑی بلند ہمت کی ہے۔ تمام شد

سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العلی العظیم

قصیده در نعت مصطفوی صلی الله علیه وسلم

دلم ز سینه ربود آن جمال نورانی — که حسن را به تماشای اوست حیرانی

جمال معنی و زین کمال و حسن جلال — مطالع خلق و ضیای جهان ظلمانی

محمد اسم و حبیب اله و خواجهٔ کل — نوید رحمت و پیمان عفو یزدانی

گزید فقر که فرمان روای ملک ابد — بهشت خاک ندارد هوای سلطانی

نبوتست یکی قصر آسمان پایه — که هم متمم او آمدی و هم بانی

عرب بچاه جهالت فتاده بود بسر — بسر گرفت ز تو افسر همه دانی

نمیرد آنکه ز جام ولای تو نوشد — کجاست مائل ظلمات شاه یونانی

به نزل عام تو مهمان نشسته صد عالم — عجب تر آنکه بعالم نزیل و مهمانی

در نجات کشودی بروی احمر و سود — گهی که بست بر ایشان یهود و نصرانی

حدیث پاک تو آن جامع الکلم که ازو — رسد بفوز چه یونانی و چه سودانی

جهان شنید ز فهم تو آن کلام خدا — که داده بود خبر زو کلیم عمرانی

بدان جناب که جبریل را نه پر و پر — تراست رفتن و از شوق حلقه جنبانی

دلت گواه بصدق نظارهٔ حشمت
بنگاهِ پاک تو مینای صنع رحمانی

توئی که از تو تمدن روان تازه گرفت
توئی که کنده ز عالم بنای رهبانی

توئی که نام نهی خمر را مخمر عقل
توئی که ام خبائث شراب را خوانی

توئی که صدق همه استان پدید کنی
توئی که ظلمت پیشینیان درخشانی

ز تو مبرهن و روشن تقوّم مردان
ز تو معین و محکم حقوق نسوانی

فتوت تو امت را دهد فتا لقب
ز شوکت تو موالی کنند سلطانی

تو عذر خواه شوی بهر قوم از رحمان
ز سنگ چون شکنند قوم در دندانی

تو قاتلان عم و دخت را نمائی عفو
بپاس خاطر ایمانی و مسلمانی

پی هلاک جفاپیشگان رضا ندهی
که نسل شان نگر آید بدین دیانی

ز عدل و رحم تو صد بهره یافتند اعدا
بحرب ها که نمودند جمع خذلانی

دو شاهد اند مرا خیبر و حنین که تو
دهی بجود همه آنچه بفتح بستانی.

بزور و کوشش افواج هیچ حاجت نیست
ترا که فتح مبین شد بلاغ قرآنی

خدای یکی و پیامش بسوی خلق یکی
تو خلق را بسوی آن پیام میخوانی

تو باب سلم کشائی برو دشمن و دوست
تو دوستی بدل دشمنان بپالانی

یتیمے تو تسلی ست مر یتامیٰ را | که بہ ز مہر پدر رحمت عونِ ربّانی
تو عبد خوانده شدی و رموز دان دانست | که برتر ست عبودیت از سلیمانی
تو آفتابی و از حمد سر برآورده | تو ماه و بر فلک مجد نور افشانی
فزون تر از تو کسے را نه حمد گفت جهان | نه برتر از تو کسے گفت حمد ربّانی
ترا محمد و احمد زمین خواند و زمان | حمید باشد و محمود ذات سبحانی
بما رؤف و رحیمی خدا رؤف و رحیم | دگر چه سود که گویم سخن بنادانی
تو رحمتی و جهان آفرینِ ما رحمان | هزار شکر رسیدم بگنج پنهانی
سخن ز واجب و ممکن نه از ادب باشد | طفیل تست همه کارگاهِ امکانی
ز استعاره و تشبیه بس بلند ستی | به بیمثالی خود هم بخویش میمانی
چه خوش بشان تو صدیق گفت گوهر سفت | که کرد روی تو بر دعوئ تو برهانی
مبلّغانِ تو دادند این پیام بخلق | که نفع خلق بود لازم مسلمانی
مبشّرانِ تو دادند این نوید بما | که کار دین همه تبشیر ست و آسانی
طفیل تست که بعد از هزار قرنِ جدید | بگوش عالمیان شد نوید ارزانی
که دین یافت کمال و تمام شد نعمت | گزید نوع بشر را رضاے دیانی

صلوٰة بر تو خدای و فرشتگان خوانند
کجا ثنائے تو آید ز انسی و جانی

گزارشے ست الٰہی مرا بدرگاہت
امید ہست کہ از لطف رو نہ گردانی

دمے کہ روح مجرد شود ز پیکر خاک
دمے کہ مرگ نماید بدرد درمانی

دران مغاک کہ تنگست و تار چون دل من
جمال او بنمائی چو صبح نورانی

بہار تازہ بچشم فرشتگان بخشی
مرا ز تنگی گور و سوال برہانی

سمی فارس صد قسم عطا فرمائی
یک از ہزار بمن نیز صدق سلمانی

احقر راجی شفاعت و غفران قاضی محمد سلیمان، **سلمان**
منصور پوری
علاقہ ریاست پٹیالہ؛

دیوان حدیقۂ نعت فارسی نظامی ـ
قصائد نعتیہ نظامی مفید میلاد خوانان
گلزار نعت مطبوعۂ مطبع نظامی ـ
بہار جنت عمدہ کتاب ہی ـ
راحت القلوب فی مولد المحبوب ـ
دافع الاوہام فی محفل خیر الانام

صرف ونحو وادب

کافیہ کلان نظامی مع ترجمۂ فارسی
وحل الترکیب زینی زادہ بطریق ضمیمہ
ہدایۃ النحو مع تعلیقات نظامی ـ
تبیان شرح میزان مطبوعۂ لکھنو
نامۃ الطلاب در سوال وجواب ـ
زنجانی نظامی مع حواشی مفیدہ
مصطلحات صرفیہ نظامی نہایت مفید
کلیات صہبائی مجموعۂ پانزدہ
رسائل نظامی ـ
چہار گلزار نظامی مع ضمیمۂ مفیدہ ـ
نہر الفصاحت نظامی عمدہ کتاب ہی ـ
الگنونامہ مطبوعۂ مطبع نظامی ـ
قواعد فارسی مطبوعہ مطبع نظامی ـ
مجموعہ شرح مأتہ عامل نظامی کلان
مع حل التراکیب حل معانی ـ
اکصح الانشا مطبوعۂ مطبع نظامی ـ

تصوف وتہذیب اخلاق

سبع سنابل محشی فارسی عجیب کتاب ہی ـ
شفاء العلیل ترجمۂ قول الجمیل مع
ضمیمۂ جدیدہ ہدایت السبیل
مطبوعۂ مطبع نظامی ـ
حکایات دلپسند نظامی ـ
بوستان تہذیب نظامی ـ
فتوح الغیب مع شرح فارسی ـ
دلیل العارفین قابل ملاحظہ
شائقین ـ
انوار الرحمن لتنویر الجنان ـ
مجموعۂ ستہ ضروریہ بایں تفصیل
۱ رسالہ انفاس نفیسہ ۲ رسالہ خوجہ
عزیزان علی رامیتنی ۳ رسالہ انسیہ
۴ رسالہ قدسیہ ۵ رسالہ خواجہ عبید اللہ
۶ رسالہ پرتو عشق ـ
مقاصد الصالحین لا بد منہ للطالبین
سلطان الاذکار فی مناقب غوث الابرار

معقول

مجموعہ شرح الشرح قاضی مبارک نظامی ـ
شرح حاشیہ میر زاہد امور عامہ نظامی ـ
تحفۂ شاہجہانی یعنی شرح تہذیب
[illegible] شی بحواشی جدیدہ مطبوعۂ مطبع نظامی
قال اقول نظامی محشی نہایت عمدہ ـ
ملا حسن مع رسائل خمسہ مفیدہ نظامی ـ
شرح مرقات فارسی نظامی نہایت
مفید طلبہ ہی ـ

طب

قرابادین اعظم مصنفۂ صاحب اکسیر
اعظم مطبوعۂ مطبع نظامی مع فہرست
ترتیب امراض وفہرست ادویہ مخصوصہ ہر مرض
رکن اعظم نظامی مجلد ان میں ـ
نیر اعظم نظامی نبض میں ـ
شفاء الامراض بطریق سوال وجواب
شرح رباعیات طبیہ یوسفی نظامی ـ
اکسیر اعظم چار جلدوں میں جامع کلیات
ومعالجات ہی مولفہ حکیم
محمد اعظم خان المخاطب بحکیم ناظم جہان ـ
خلاصۃ التجارب مجربات طبیہ حکیم علوی خان
مدونہ حکیم بہار الدولہ بہادر ـ

اعلان

واضح ہو کہ سابق یہ

مجموعہ میزان الطب اردو کا کہ جسمین

چار رسالے تھے باد خال دفتر رجسٹری کئی مرتبہ

اس مطبع نظامی مین چھپا اور کثرت شائقین سے ہاتھون

ہاتھ بکا لیکن اس مرتبہ باضافۂ دو رسالۂ جدید کہ واسطے اطبا

کے نہایت بکار آمد و مفید ہین پورا مجموعہ رسائل ستۂ ضروریہ

کا بصحت تمام مطبع ہذا مین چھپا اور حسب قانون دفعہ (۱۸) ایکٹ

(۲۵) سنہ ۱۸۶۷ع کے داخل رجسٹر گورنمنٹ انگلشیہ کرکے

اعلان کیا جاتا ہی کہ کوئی صاحب بدون اجازت راقم کے

اس مجموعے کو نہ چھاپین ورنہ بارتکاب جرم

حق تلفی حفظ کتاب کے قانوناً ماخوذ ہون گے

اور بطمع نفع زر کے ضرر اوٹھائین گے

فقط وما علینا الا البلاغ

المشتہر

محمد عبد الرحمن

مہتمم مطبع نظامی کانپور